

متذکره

اکابر اهل سنت

مؤید کمال شرف قادری

شعبه برادرزاده پهلوان بازار لاهور



مذکرہ

# اکابر اہل سنت

ریپاکسٹین

ترتیب  
محمد عبد حکیم شرف قادری

ناشر

پبلیشر برادرز پبلیشرز ○ ۴۰ ربی اردو بازار، لاہور ۷



کتاب \_\_\_\_\_ تذکرہ اکابر طبنت پاکستان  
 تالیف \_\_\_\_\_ محمد عبدالحکیم شرف قادری  
 تعارف \_\_\_\_\_ مولانا غلام غلام رسول سعیدی مدظلہ  
 تقریب \_\_\_\_\_ حکیم محمد موسیٰ امر قسری مدظلہ  
 تقدیم \_\_\_\_\_ پروفیسر محمد مسعود احمد زبیر اسٹی پی ایچ ڈی  
 کتابت \_\_\_\_\_ شاہ محمد چشتی مدظلہ پورہ قسلا  
 طباعت بار اول \_\_\_\_\_ ۲۶ رمضان المبارک ستمبر ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء  
 طباعت بار دوم \_\_\_\_\_ ۶۱۹۸۳ / ۱۴۰۴ھ  
 مطبع \_\_\_\_\_ معظمہ پرنٹرز لاہور  
 صفحات \_\_\_\_\_ ۵۹۲  
 قیمت \_\_\_\_\_ ۵۲/- روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور



# فہرست

صفحہ	شخصیات	صفحہ	شخصیات	صفحہ
۸۶	مولانا سید الہی بخش	۱۵	۹	عرض حال از مؤلف
۸۳	مولانا امام الدین کوٹلوی	۱۶	۱۱	تعارف از علامہ غلام رسول سعیدی
۸۷	مولانا امام الدین نقشبندی	۱۷	۲۰	تقریب از حکیم محمد موسی امرتسری
۸۹	محمد امان اللہ	۱۸	۲۵	تقدیم از پروفیسر محمد مسعود احمد ایم
۹۰	پیر امانت علی شاہ	۱۹		الف
۹۲	محمد احمید علی خاں	۲۰	۲۹	۱ مولانا ابراہیم علی چشتی
۹۵	حضرت پیر امیر شاہ بھیروی	۲۱	۳۵	۲ حضرت خواجہ احمد میروی
۹۶	پیر امین الحسنات (دماغی شریف)	۲۲	۳۹	۳ مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری
۱۰۵	مولانا مفتی محمد امین الدین بدایونی	۲۳	۴۴	۴ مولانا احمد الدین (چکوال)
۱۰۷	مولانا اول خاں	۲۴	۴۷	۵ مولانا احمد دین گانگوی
۱۰۸	سید ایوب علی شاہ ضوی	۲۵	۴۹	۶ مولانا احمد علی شاہ بٹالوی
	ت		۵۲	۷ حضرت خواجہ احمد نبی (چورہ شریف)
۱۱۱	مولانا تاج الدین لاہوری	۲۶	۵۴	۸ حضرت مفتی احمد یار خاں نسیمی
	ج		۶۰	۹ علامہ صغر علی روحی
۱۱۳	حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث	۲۷	۶۳	۱۰ مولانا مفتی اعجاز ولی خاں
۱۱۸	جماعت علی شاہ لاثانی	۲۸	۶۶	۱۱ مولانا محمد اکبر علی (میانوالی)
۱۲۱	مولانا محمد جمال الدین ملتانی	۲۹	۶۹	۱۲ مولانا محمد اکرام الدین بخاری
	ح		۷۲	۱۳ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی
۱۲۵	مولانا سید چراغ شاہ	۳۰	۷۶	۱۴ مولانا مدرسہ مدرسہ (بھیرال)



شماره	شخصیات	شماره	شخصیات	شماره	شخصیات
			ح		
۱۸۸	ص	۱۲۷	مولانا سید حامد جلالی	۳۱	مولانا سید حامد جلالی
		۱۲۸	مولانا مفتی صاحب داد خاں	۳۲	مولانا مفتی صاحب داد خاں
۱۹۰	ض	۱۳۰	حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی	۳۳	مولانا سید حبیب الرحمن برقی
۱۹۳		۱۳۳	مولانا سید ضیاء الدین سلطانپوری	۳۴	مولانا سید حبیب اللہ نعمانی
			ط		خ
۱۹۵		۱۳۵	حضرت پیر محمد طاہر اشرف	۳۵	مولانا حکیم خادم علی
			ظ		د
۱۹۸		۱۳۹	مولانا پیر سید ظہور شاہ جلالپوری	۳۶	مولانا دوست محمد لٹھی
۲۰۱		۱۴۰	سید ظہور اللہ شاہ گجراتی	۳۷	حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ
			ع		س
۲۰۲		۱۴۶	مولانا عبدالحامد بدایونی	۳۸	مولانا سراج احمد خانپوری
۲۱۰		۱۴۹	عبدالحفیظ مفتی آگرہ	۳۹	محمد سرور احمد لٹپوری
۲۱۵		۱۵۷	مفتی محمد الحمید	۴۰	سید سردار احمد شاہ قادری
۲۱۶		۱۵۹	حضرت خواجہ محمد عبد الرحمن چھوہروی	۴۱	سلطان اعظم چیمپڑوی
۲۱۸		۱۶۲	پیر عبد الرحمن، بھرتی چندی شریف	۴۲	حضرت مولانا قاضی سلطان محمد اول خان شریف
۲۲۲		۱۶۳	عبد الرحیم	۴۳	خواجہ سنا اللہ خراباتی
۲۲۵		۱۶۹	خواجہ عبد الرسول قصوی	۴۴	مولانا حافظ سید احمد سرکوتی
۲۲۷		۱۷۲	مولانا قاضی عبد السمان کھلاہٹی	۴۵	مولانا سید ایچ جیری
۲۲۹		۱۷۳	ملا عبد الصمد مقتدری		ش
۲۳۰		۱۷۵	حضرت علامہ عبد العزیز پرباروی	۴۶	حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی
۲۳۲		۱۸۰	مولانا مفتی عبد العزیز (مزننگ)	۴۷	میان شیر محمد شرقپوری



شماره	شخصیات	شماره	شخصیات	
۲۹۶	میاں غلام اللہ شرفپوری	۸۶	۲۳۳	مولانا عبدالعزیز (مفتی الگوں)
۲۹۹	مفتی غلام جان ہزاروی	۸۷	۲۳۶	شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی
۳۰۱	حضرت پیر غلام حیدر علی شاہ جلالپوری	۸۸	۲۳۳	حضرت پیر عبدالغفار شاہ کشمیری
۳۰۶	مولانا غلام حیدر پوٹھوی	۸۹	۲۳۶	مولانا عبدالغفور خوند
۳۰۸	غلام دستگیر قصوری	۹۰	۲۳۹	عبدالغفور ہزاروی
۳۱۱	پیر غلام دستگیر نامی	۹۱	۲۵۲	عبدالغنی صابری
۵	خواجہ غلام رسول توگیروی	۹۲	۲۵۵	عبدالقادر شہید
۳۱۷	مفتی غلام سرور لاہوری	۹۳	۲۵۸	حضرت مولانا حافظ عبدالکریم (راولپنڈی)
۳۲۱	حضرت خواجہ غلام فرید (چاچراں شریف)	۹۴	۲۶۲	مولانا محمد عبدالکریم قلعہ داری
۳۲۶	مولانا غلام قادر بھیروی	۹۵	۲۶۴	مولانا شیخ عبداللہ (چک عمر)
۳۳۱	غلام قادر شائق	۹۶	۲۶۸	سید عبداللہ شاہ گجراتی
۳۳۳	غلام مجد و سرہندی	۹۷	۲۷۰	محمد عبداللہ جھنگوی
۳۳۵	غلام محمد گھوٹوی	۹۸	۲۷۲	محمد عبدالملک کھوٹوی
۳۳۹	غلام محمد ترنم	۹۹	۲۷۷	عبدالواحد عثمانی
۳۴۱	غلام محمود (پپلاں)	۱۰۰	۲۷۹	مفتی عطاء محمد رتوی
۳۴۳	غلام محی الدین قصوی	۱۰۱	۲۸۱	میاں علی محمد (بسی شریف)
۳۴۸	خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی	۱۰۲	۲۸۷	علی محمد جماعتی (قصو)
۳۵۲	پیر غلام محی الدین نیریاں شریف	۱۰۳	۲۸۹	محمد عمر الدین ہزاروی
۳۵۶	مولانا غلام مرتضیٰ (بیرل شریف)	۱۰۴		سغ
۳۵۹	سید غلام مصطفیٰ نوشاہی	۱۰۵	۲۹۱	مولانا غلام احمد حافظ آبادی
۳۶۱	مفتی غلام معین الدین نقوی	۱۰۶	۲۹۲	حکیم غلام احمد
۳۶۳	غلام نبی لہی	۱۰۷	۲۹۴	غلام الدین لاہوری



نمبر شمار	شخصیات	صفحہ	نمبر شمار	شخصیات	صفحہ
				<b>ف</b>	
۱۰۸	مولانا سید فتح علی شاہ	۱۲۶	۱۲۶	مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	۱۲۶
۱۰۹	حافظ فتح محمد چھروی	۱۲۸	۱۲۸	مولانا محمد اسماعیل ہزاروی	۱۲۸
۱۱۰	فتح محمد بادلنگری	۱۲۹	۱۲۹	محمد عظیم نوشاہی	۱۲۹
۱۱۱	فتح الدین اذہر	۱۳۰	۱۳۰	محمد اکبر حشمتی بصیر پوری	۱۳۰
۱۱۲	فرید الدین (بھوئی کارم)	۱۳۱	۱۳۱	حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی	۱۳۱
۱۱۳	فضل الرحمن انصاری	۱۳۲	۱۳۲	حضرت میاں محمد بخش (کھڑی شریف)	۱۳۲
۱۱۴	پیر فضل عثمان مجددی	۱۳۳	۱۳۳	مولانا محمد حسن جان سرہندی	۱۳۳
۱۱۵	حضرت خواجہ فقیر محمد (چودہ شریف)	۱۳۴	۱۳۴	محمد حسن فیضی جلمی	۱۳۴
۱۱۶	مولانا فقیر محمد جلمی	۱۳۵	۱۳۵	محمد حسین جان	۱۳۵
۱۱۷	فیض الحسن جلمی	۱۳۶	۱۳۶	پیر محمد حسین شاہ علی پوری	۱۳۶
				<b>ق</b>	
۱۱۸	مولانا محمد قدیر بخش بدایونی	۱۳۷	۱۳۷	میاں محمد حسین قادری	۱۳۷
۱۱۹	قطب الدین جنگوی	۱۳۸	۱۳۸	مولانا محمد دین بدھوی	۱۳۸
۱۲۰	سید قطب علی شاہ (سندھیلیا نوالی)	۱۳۹	۱۳۹	محمد ذاکر بگوی	۱۳۹
۱۲۱	قلندر علی سروردی	۱۴۰	۱۴۰	پیر محمد سعید قادری	۱۴۰
				<b>ک</b>	
۱۲۲	مولانا کریم الدین دبیر	۱۴۱	۱۴۱	خواجہ محمد سلیمان تونسوی	۱۴۱
۱۲۳	کبیر احمد مچھیانوی	۱۴۲	۱۴۲	پیر محمد شاہ بھیروی	۱۴۲
				<b>م</b>	
۱۲۴	مولانا سید انبیا کبیل پوری	۱۴۳	۱۴۳	مولانا محمد شاہ نوشاہی	۱۴۳
۱۲۵	مولانا محمد احسن پشوری المعروف حافظ دراز	۱۴۴	۱۴۴	محمد شریف (کوٹلی لوہاراں)	۱۴۴
				محمد شریف نوری	۱۴۵
				مفتی محمد صادق	۱۴۶
				ابوالنور محمد صدیق حشمتی بصیر پوری	۱۴۷



شماره	شخصیات	شماره	شخصیات
۱۳۸	حضرت خواجہ محمد عثمان (موسیٰ زئی)	۲۹۳	۱۶۵ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی
۱۳۹	مولانا مفتی محمد نعیمی	۲۹۶	۱۶۶ مولانا مہر محمد اچھروی
۱۵۰	مولانا محمد اچھروی	۲۹۸	ن
۱۵۱	مولانا محمد فازی گولڑوی	۵۰۱	۱۶۷ مولانا نبی بخش حلوانی
۱۵۲	خواجہ محمد قاسم موہڑوی	۵۰۲	۱۶۸ نمبر احمد پشاوروی
۱۵۳	پیر سید محمد معصوم شاہ	۵۰۵	۱۶۹ نظام الدین ملتانوی
۱۵۴	مولانا محمد شمس جان سرہندی	۵۰۷	۱۷۰ سید نور الحسن شاہ (کیلیا نوالہ)
۱۵۵	مولانا محمد یار گردھی شریف	۵۱۲	۱۷۱ نور الدین (چکڑی شریف)
۱۵۶	مولانا محمد یوسف نوشاہی	۵۱۴	۱۷۲ سید نور احمد شاہ گجراتی
۱۵۷	مولانا مرتضیٰ احمد خان سیکش	۵۱۶	۱۷۳ نور بخش توکلی
۱۵۸	مولانا مفتی مسعود علی قادری	۵۱۸	۱۷۴ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی
۱۵۹	مولانا مشیت اللہ قادری	۵۲۱	و
۱۶۰	مولانا مفتی محمد مظفر احمد دلہوی	۵۲۲	۱۷۵ مولانا سید ولایت شاہ گجراتی
۱۶۱	مولانا خواجہ معظم الدین مروہوی	۵۲۵	۱۷۶ مولانا ولی اللہ لاہوری
۱۶۲	مولانا سید مغفور القادری	۵۲۸	می
۱۶۳	مولانا خواجہ مقبول الرسول لکھی	۵۳۰	۱۷۷ مولانا مایار محمد بندیا لوی
۱۶۴	مولانا منظور احمد دلہوی	۵۳۳	۱۷۸ یعقوب حسین ضیاء القادری

۵۷۵

بازند

قطعہ تاریخ طباعت از مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی  
 از ابوالطاهر فدا حسین، فدا  
 تقریباً منظوم از رشید ملت راجا رشید محمود ایم۔ اسے

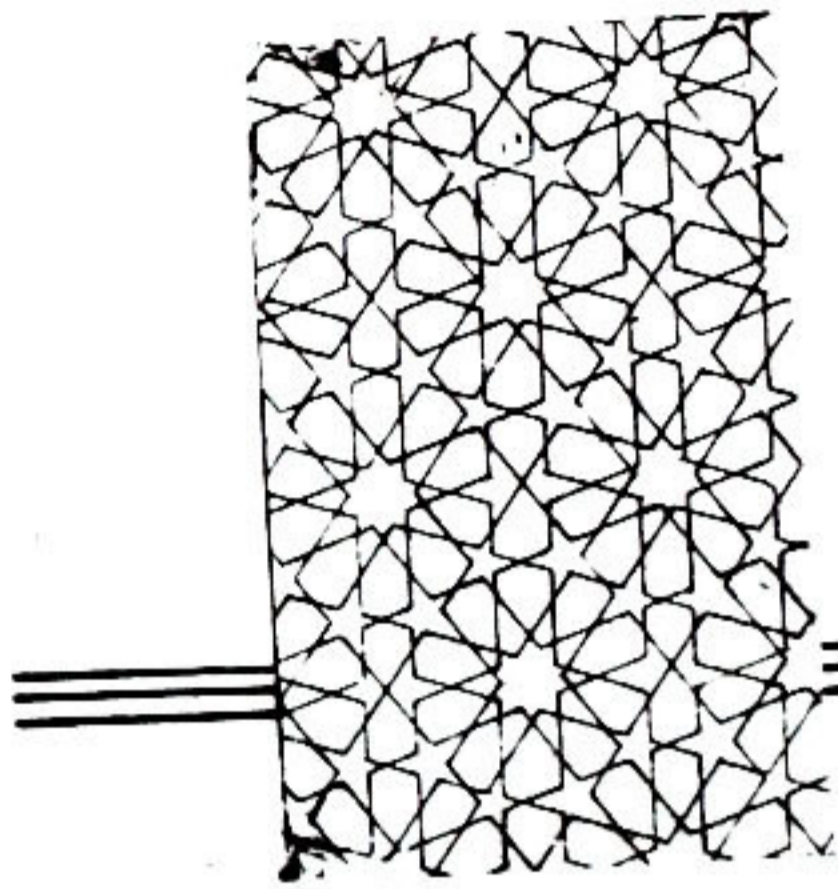


# عکس تحریرات

- ۱۔ مکتوب نوابزادہ لیاقت علی خاں بنام پیر صاحب مانگی شریف۔ ۱۶
- ۲۔ سند عطا فرمودہ امام احمد رضا بریلویؒ بہ مولانا سید دیدار علی شاہ، قدس سرہا۔ ۱۳۴
- ۳۔ مکتوب حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد لاہوریؒ بنام مولانا اللہ بخش قدس سرہا۔ ۱۵۶
- ۴۔ اسم ذات، نوشتہ میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ۔ ۱۶۲
- ۵۔ مکتوب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری بنام حکیم مظفر حسین دربارہ جوازہ وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی ثینا اللہ۔ ۱۸۶
- ۶۔ قطعہ تاریخ وصال حضرت پیر غلام حیدر علی شاہ جلالپوری از علامہ قبیل و اکبر الہ آبادی۔ ۳۰۳
- ۷۔ شرح پیر حضرت پیر غلام حیدر علی شاہ قدس سرہ۔ ۳۰۵
- ۸۔ دستخط حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ۔ ۳۲۵
- ۹۔ وادی حمر کے واقعہ سے متعلق حضرت پیر مر علی شاہ قدس سرہ کی تحریر۔ ۵۴۲



# انتساب



فقیر اپنی اس ناچیز کوشش کو بصد ادب و نیاز  
والدِ گرامی مولانا اللہ دینا صاحب مدظلہ العالی  
کی خدمت میں پیش کرتا ہے جن کی دین داری  
اور نیک نفسی مجھے اکابر اہل سنت و جماعت (کثر ہم  
اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں لے آئی در نہ معلوم  
کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھانا پڑیں، مولائے کریم  
جل مجدہ ان کا سایہ تا دیر سلامت رکھے۔ آمین

شرف قادری

لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرضِ حالہ

جامدا ومصليا وصالا

یہ ان خیبر امت کا تذکرہ ہے جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کے تحفظ، سر بلندی اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کی خاطر اپنی زندگی کے شب و روز صرف کئے، جنہوں نے مسلمانوں کے ایمان و عمل کو قوت و تازگی بخشی، اپنے علم و عمل سے غیر مسلم اقوام کے اذہان پر دینِ اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری کے ان میٹ نقوش ثبت کئے، ان کی کیمیا اثر نگاہ سے لاتعداد غیر مسلم مملکتہ بگوششِ اسلام ہوئے اور بے شمار گمشدگانِ بادیہ ضلالت راہِ ہدایت پا گئے۔

صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کو ان اکابر ملت پرہمجا طور پر فخر ہے جنہوں نے باطل کے سرکش طوفانوں کے باوجود ناسازگار حالات میں بھی شمعِ اسلام کو روشن رکھا، یہی وہ مردانِ حق ہیں جنہوں نے پرچمِ اسلام کو بلند رکھا اور بلا خوف و خطر باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے، ان کی یاد قیامت تک دلوں کو عزم و ہمت اور بلند حوصلہ بخشتی رہے گی، ان کے کارنامے ابلا و آزماتش کے ہر دم میں ہمیں دعوتِ عمل دیتے رہیں گے اور استقامت و استقلال کا سبق یاد دلاتے رہیں گے۔ ان میں بیشتر حضرات وہ ہیں جنہوں نے تھریک پاکستان کو پروان چڑھایا اور کامیابی سے ہمکنار کیا۔

ہم محکمہ تعلیم کے اربابِ بہت و کشادہ سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ ان مجاہدینِ اسلام کے عظیم الشان کارناموں کو تعابِ تعلیم میں شامل کیا جائے تاکہ ملت کے نوجوانوں کے دلوں میں نظریہ پاکستان کی اہمیت واضح ہو اور وہ جذبہِ سعادت سے متاثر ہو کر ملک و ملت کی تعمیر و ترقی کے لئے تیار ہو سکیں۔

اس تذکرے میں مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے دو آخری تیرہوں اور چودہوں



صدی کے ان علماء و مشائخ کا ذکر کیا گیا ہے جو ہمال فرما چکے ہیں کیونکہ اس علاقے کے علماء کرام کے حالات اور علمی کارناموں کو محفوظ کرنے کی طرف بہت ہی کم توجہ دی گئی ہے

یہ ایک ابتدائی

کوشش ہے ابھی بہت سے علماء و مشائخ کا ذکر اس میں شامل نہیں کیا جاسکا جس کی بڑی وجہ وسائل معلومات کی کمی اور فرصت کی قلت ہے۔ خدا کرے کوئی صاحب ہمت اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔

راجہ رشید محمود ایم۔ اے، جناب محمد عالم مختار حق، پروفیسر محمد یوسف قادری

(کراچی)، جناب عابد نظامی، مولانا مظفر اقبال رضوی، جناب سید نور محمد قادری، علامہ

اقبال احمد فاروقی، جناب محمد صادق قصوی، پروفیسر قریشی احمد حسین قلعداری، حکیم بخش انصاری، جناب

رضار المصطفیٰ اچشتی، مولانا شاہ محمد حسینی قصوی اور جناب میاں محمد محبوب الہی انجینئر چکوال کا

ممنون احسان ہوں جن کے تعاون سے یہ تذکرہ مرتب کیا جاسکا ہے۔ مکرہ می پروفیسر

محمد مسعود احمد مدظلہ پرنسپل گورنمنٹ کالج ممبئی (سندھ) نے مصروفیات کی کثرت کے

باوجود تذکرے پر نظر ثانی فرمائی، بعض حضرات کے حالات مہیا فرمائے، مفید مشورے

دئے اور مقدمہ بھی لکھا۔ علامہ غلام رسول سعیدی زید مجاہد نے تعارف لکھ کر حوالہ فرمایا۔ مولانا

سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ نے بھی بعض علماء کے حالات فراہم کئے اور تاریخ طبابت

لکھی، جناب فداحسین فدائے قطعہ تاریخ طبابت لکھا، استاذ مسکرم مولانا

مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی، مکرہ می حکیم محمد موسی امرتسری

مدظلہ اور مولانا الحاج محمد مشتاق قصوی زید مجاہد نے قدم پر امداد فرمائی اور مفید مشورے

دئے، پس تو یہ ہے کہ اس تذکرے کی ترتیب و اشاعت میں ان کا سب سے زیادہ حصہ

ہے۔ راقم الحروف ان حضرات کا شکر زیادہ کرنے سے عمدہ برآ نہیں ہو سکتا۔

مولائے کریم ہم سب کی کوششوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین بحسرتہ

حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

شرف قادری



# تعارف

از مولانا علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ

اسلاف اور اخبار کا تذکرہ قرآن کریم کا اندازِ تبلیغ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ ہے۔ کتاب و سنت نے جہاں ارشادات اور احکام کو بیان کیا ہے وہاں ان احکام میں دھلی ہوئی شخصیتوں کو بھی پیش کیا ہے تاکہ عمل کرنے والوں کے لئے نمونہ اور عند گزاروں کے لئے محبت تمام ہو جائے۔ سلف صالحین کی تابندہ اور درخشندہ سیرت حال کے دھندلکوں میں رہنمائی کا کام دیتی ہے۔ جب تن آسانی، آرام طلبی اور عیش و طرب کے حصول کے لئے نفس کی سرکشی بڑھنے لگے تو ایسے لوگوں کی سیرت اپنا کر ڈگمگاتے ہوئے قدم سنبھالتے ہیں جو اپنی زندگی میں اندازِ یوسفی رکھتے تھے اور جب جا بوجھرانوں کے سامنے آوازِ حق سنانا مشکل ہو جائے تو انہی بزرگوں کے اسوہ سے سہارا لیتا ہے جو ابراہیمی جاہ و جلال کے پیچھے تھے۔

زمانے کے تقاضے ہر دور میں مختلف طور اختیار کرتے رہے ہیں اور ابلیس نے قواش و منکرات کو ہر زمانے میں نت نئے انداز سے پیش کیا ہے اس لئے غواہیت و ضلالت کے اس طوفان کو فرو کرنے کے لئے رشد و ہدایت بھی ہر دور میں اس کے تقاضوں کی مناسبت سے ہونی چاہئے تاکہ برائی حسن رنگ میں بھی آئے اسے مٹایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں نے ہر دور میں امت کی دستگیری کی ہے، بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کے لئے وقت اور ماحول کے مناسب طریقے اختیار کئے ہیں، جبابرہ اور باطل قوتوں کے سامنے عواقب و نتائج کی پروا کئے بغیر سینہ سپر ہو گئے ہیں۔

جب نیک چلنی اور پاکیزہ سیرت کی تعمیر کے لئے تعلقین کی جائے تو بعض آزاد منش لوگ



کہہ دیتے ہیں کہ جناب آپ معاہدہ اور تابعین کے دور کی بات کرتے ہیں، وہ زمانہ اور تھا، اس زمانہ میں سادگی تھی، عیش و عشرت کے موجودہ وسائل نہ تھے، تہذیب و تمدن کی یہ گھاگھی، آرٹ اور کلچر کی یہ سحر کاری اور کلبوں کے رت جگے نہ تھے، جسمانی تڑاوش خراش جسم سے چپکے ہوئے فیشن ایبل لباس، ریڈیو اور ٹی وی کی فیسوں کا ریاں، کچھ بھی تو نہ تھا! اس زمانہ میں حسن بصری کا زہد، بایزید کی پارسائی اور علی ہجویری کا تقویٰ، سب کچھ ممکن تھا لیکن اس دور کے قیامت خیز فتنوں اور رنگین طوفانوں کے درمیان ایسی سیرت کی تعمیر کے لئے امید نہیں کی جاسکتی۔

اس قسم کی باتیں کرنے والوں کو منکرات سے روکنے اور انہیں جادہ استقامت پر لانے کے لئے ان لوگوں کا تعارف کرنا ضروری ہے جنہوں نے حال کے اندھیروں میں پاکیزہ سیرت کی شمع روشن کی ہے، جنہوں نے رنگ و نور کے اس سیلاب اور آوارگی بھسن کے اس تلاطم میں اپنے دامن کے تقدس کو برقرار رکھا۔ آج جو لوگ حرص و ہوا کے راستہ پر آٹھکے بند کر کے سر پٹ دوڑ رہے ہیں انہیں یہ بتلانے کی ضرورت ہے کہ اگرچہ باطل کی سرگرمیاں عام اور ابطیسی سازشیں مردج پر ہیں لیکن بندگان حق پرست سے یہ دنیا خالی نہیں ہوتی، اگر چشم بینا ہو تو دیکھو، اس دنیا میں حرص و ہوا کے اسی بازار میں بایزید کی عفت بھی ہے، جنسید کی انابت بھی اور زنجانی اور علی ہجویری کا تقویٰ بھی ہے۔

اس سبب سے ضرورت تھی کہ ان پاکانِ خدا کی سیرت سے نوجوانوں کو روشناس کیا جائے جو بے راہ روی اور بدستی کے عالیہ طوفانوں میں روایاتِ اسلاف پر چٹان کی طرح ثابت رہے، جنہوں نے زمانہ کے ہر چیلنج کا مقابلہ کیا، ابطیس کا پھینکا ہوا کوئی جہنم نہیں شکار نہ کر سکا اور فرعونہ عصر میں سے کسی کا دبدبہ جنہیں مرعوب نہ کر سکا، وہ مردانِ حق پرست جنہوں نے ساحرانِ افرنگ کا طلسم توڑا، تہذیبِ نو کے آذروں کو للکارا، جہالت کی دادیوں میں علم و حکمت کی قندیلیں روشن کیں، کتاب و سنت کی ہدایات سے ملت کی آبساری کی جوانگریز کی تہذیب اور اس کی اقتدار دونوں سے بیک وقت بوسر پیکار رہے۔ انہیں مردانِ خدا کی سیرت کو آج اپنانے کی ضرورت ہے، انہیں کے کردار و عمل کی روشنی سے حال کے



بگڑے خدو خمال درست کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ناد اللہ شرف نے تیرھویں اور چودھویں صدی کے ایسے ہی علماء اور صلحاء کا تذکرہ ترتیب دیا ہے۔ مولانا نے اس تذکرہ میں ان اسلاف کے حالات کو جمع کیلئے جنہوں نے اس دور کے تازہ فتنوں کے خلاف آواز اٹھائی اور جنگِ آزادی میں مجاہدانہ کارنامے انجام دئے ہیں۔ یوں تو برصغیر کے گوشہ گوشہ میں ایسے علماء حق اور درویش صفت بزرگ موجود تھے جنہوں نے قریہ قریہ رشد و ہدایت کے مینار کھڑے کر دئے لیکن مولانا نے اس تذکرہ میں صرف ان بزرگانِ امت کا ذکر کیا ہے جو ارضِ پاک سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ تذکرہ جس طرح گم گشتگانِ راہ کے لئے متاعِ رشد و ہدایت ہے اسی طرح علمی اور تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے تاریخ و ادب کا عظیم سرمایہ ہے۔ اس تذکرہ میں سیرت ہے، سوانح ہے، تنقید ہے، تبصرہ ہے، وعظ و نصیحت پر مشتمل خطبات اور علمی نکات ہیں، منقبت ہے اور رہنمایانِ قوم کے لئے نراج عقیدت ہے۔ تمام حالات اور واقعات کو سن اور تاریخ کی قید کے ساتھ بیان کیا ہے، مآخذ اور مراجع کے حوالے بھی پیش کئے ہیں، واقعات میں ربط اور تسلسل کو کہیں بھی ٹوٹنے نہیں دیا، جدید اندازِ تحریر کے مطابق استہجاب اور سنس کی رعایتوں کو برقرار رکھا ہے، زبان شیریں اور اسلوب دلنشین ہے اور تحریر میں کچھ ایسا رنگ بھر دیا ہے کہ قاری کسی مرحلہ پر بھی اکتانے نہیں پاتا۔

حضرت مولانا محمد عبدالحکیم صاحب شرف ایک نوجوان عالمِ دین ہیں، ان کے دل میں سنت کا بے پناہ درد ہے، مسلک کے لئے کام کرنے کی انتھک لگن اور بھرپور جذبہ رکھتے ہیں۔ مسلکِ اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے وسائل سے بڑھ کر کام کرتے ہیں، ان کے عزم اور حوصلے بلند اور ان کی خدمات قابلِ رشک اور لائقِ تقلید ہیں۔

میں شرف صاحب سے زمانہٴ تعلیم سے متعارف ہوں۔ جب نوادی کتب خانہ کے سوا اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی مرکز نہ تھا، کوئی قابلِ ذکر رسالہ تھا نہ مکتبہ، تصنیف و تالیف اور اشاعت کے کام پر مکمل جمود طاری تھا، اس کے خلاف اخبار کے بے شمار



رسائل، کتابیں اور پمفلٹ شائع ہو رہے تھے، شرف صاحب اس صورت حال پر اکثر افسوس کیا کرتے تھے، ان کا دل اس جمود سے مضطرب رہتا تھا اور یہ خواہش دل میں کر دہیں لیتی رہتی تھی کہ اشاعت کے ذریعہ مسلک اہل سنت کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کی جائے۔

پھر چند سال بعد اہل سنت میں بیداری کی ایک لہر دوڑی، ملک میں کئی خوبصورت علمی اور معیاری ماہناموں کا اجراء ہوا، مختلف شہروں میں کئی نئے مکتبے قائم ہوئے، اسلاف اہل سنت کی متعدد کتب زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں اور حال کے لکھنے والوں کو بھی حوصلہ ملا اور کئی نئی کتابیں مارکیٹ میں آگئیں۔ اس سلسلہ میں شرف صاحب نے بھی کئی اہم خدمات انجام دیں، جن کا تفصیلی ذکر آئندہ سطحوں میں آ رہا ہے۔

شرف صاحب ۱۳ اگست ۱۳۶۴ھ / ۱۹۴۴ء کو مرزا پود ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے  
ان کے والد ماجد مولوی التمدد صاحب ابن نور بخش ایک صوفی منسٹ بزرگ ہیں پہلے لاہور میں پرائمری تک پڑھا، اس کے بعد دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ مولانا بچپن میں اکثر اپنے والد ماجد کے ساتھ مولانا غلام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ انہیں پیار سے "علامہ" اور "فاضل لاہوری" کہا کرتے تھے اور یہ ان کی زبان ہی کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں واقعی علامہ بنا دیا ہے۔

پرائمری کے بعد شرف صاحب کو ان کے والد ماجد نے جامعہ رضویہ لاہور میں داخل  
کر دیا جہاں وہ حضرت شیخ الحدیث قبلہ مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہ کی زیر نگرانی پڑھتے رہے اور خود ان سے بھی منطلق کے ابتدائی رسالہ صغریٰ کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ جن اساتذہ سے مولانا نے وہاں تعلیم حاصل کی ان میں مولانا حافظ احسان الحق، مولانا سید منصور شاہ، مولانا حاجی محمد صیف، مولانا حاجی محمد امین اور مولانا محمد عبداللہ صنگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اسما قابل ذکر ہیں۔ اسی دوران مولانا صنگوی کے ساتھ سیال شریف گئے اور وہاں مولانا صوفی حامد علی صاحب علیا لکھنؤ میں پڑھنے کے بعد متوسط کتب کی تعلیم کے لئے شرف صاحب

ابتدائی کتب لاہور میں پڑھنے کے بعد متوسط کتب کی تعلیم کے لئے شرف صاحب



جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب حال شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لاہور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علمی استفادہ کیا۔ اس مدرسہ میں اگرچہ مولانا نور محمد صاحب، مولانا شمس الزماں صاحب، مولانا محمد ایوب صاحب اور مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سے بھی چیز کتا ہیں پڑھیں لیکن اکثر و بیشتر کتب حضرت مولانا غلام رسول صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم صاحب ہزاروی حال مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان سے پڑھیں۔

بعد ازاں آخری کتب پڑھنے کے لئے مولانا شرف صاحب بن دیال میں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ عطا محمد صاحب (متعنا اللہ تعالیٰ بطول جیاتہم) کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے تقریباً ہر فن میں حضرت سے استفادہ کیا ہے، نحو میں عبد الغفور و تکرملہ، بلاغت میں مختصر معانی و مطول، منطق میں ملا جلال، رسالہ قطبیہ، قاضی اور حمد اللہ، فلسفہ میں مینڈی، صدا اور شمس بازغہ، علم ہدیت میں تصریح، ہندسہ میں اقلیدس، فقہ میں ہدایہ مکمل، اصول فقہ میں حسامی، مسلم الثبوت، حدیث میں مشکوٰۃ و ترمذی اور تفسیر میں بیضاوی پڑھی ان کے علاوہ بعض کتابوں کا سماع بھی کیا ہے جن میں بدیع المیزان، مرقاۃ، قال اقول، شرح تہذیب، قطبی مع میر، طاحسن اور رشیدیہ شامل ہیں۔

حضرت علامہ بندیا لوی دامت الطافم درسی کتب پر بے پناہ عبور رکھتے ہیں، جب کتاب کے کسی مقام کی تقریر کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ مصنف کے مقاصد ان کے بیان کے تابع ہیں، تقریر کے دوران ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی سطر میں ان کے الفاظ میں گھلتی جا رہی ہیں۔ ان کی تدریس میں یہ خاصیت ہے کہ وہ جس فن کو پڑھاتے ہیں طالب علم میں اس فن کا صحیح شعور پیدا کر دیتے ہیں، وہ استاذ گراستاد ہیں، جن خوش نصیبوں نے ان سے تعلیم حاصل کی ہے ان میں سے اکثر اس وقت ملک کے دینی مدارس میں چوٹی کی کتابیں پڑھا رہے ہیں، مولانا شرف صاحب بھی حضرت کے ان تلامذہ میں ہیں جنہوں نے تعلیم و تدریس میں نہایت اونچا اور قابل فخر مقام حاصل کیا ہے۔

مولانا شرف صاحب نے جنوری ۱۹۶۵ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے اپنی تدریسی زندگی کا



آغاز کیا۔ ۱۹۶۶ء میں ان کے مرنے اور مشفق استاد مولانا مفتی محمد عبدالقیوم صاحب نے انہیں جامعہ نظامیہ رضویہ میں بلا لیا۔ پھر ۱۹۶۷ء تک وہیں پڑھاتے رہے۔ اسی دوران انہوں نے اپنی اشاعتی زندگی کا آغاز کیا اور عاشیہ احمد حسن جوہر اللہ کا ایک معروف عاشیہ ہے اور عرصہ سے نایاب تھا، طبع کرایا۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ حانیہ ہری پور کے ناظم اعلیٰ جناب صاحبزادہ طیب الرحمن صاحب بعد اصرار مولانا کو مفتی صاحب سے اجازت لے کر ہری پور لے گئے۔ صرف صاحب چار سال تک ہری پور پڑھاتے رہے۔ وہاں پر مولانا صاحب مدرس تھے، علاوہ ازیں افتاء کا کام بھی مولانا کے سپرد تھا۔ ہری پور کے دوران قیام مولانا نے متعدد تعمیری کام انجام دئے۔ وہاں کے بکھرے ہوئے سنی علماء کو جمع کیا اور جمعیت علماء کے پاکستان (سرحد) قائم کی، مولانا ہی کو جمعیت کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ افتاء، تدریس اور تنظیمی کاموں کے علاوہ مولانا تصنیف و تالیف میں بھی لگے رہتے تھے نیز اشاعت کی ذمہ داریاں بھی سنبھال لی تھیں۔ مولانا نے جمعیت کی طرف سے اس قلیل مدت میں فضائل اذکار، الحجۃ الفاعلہ، بذل الجواز، نور الانوار، یاد اعلیٰ حضرت، شرح الحقوق، مسائل اہلسنت، عقد الجبہ اور ذکر بالجہر کتب شائع کیں۔ مولانا نے اپنے طرز تبلیغ سے لوگوں کے دلوں میں مسلک رضوی سے محبت پیدا کی، اعلیٰ حضرت کی علمی اور تحقیقی خدمات سے انہیں متعارف کرایا اور پہلی مرتبہ ہری پور میں مولانا کی قیادت میں یومِ رضا منایا گیا۔

چار سال بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ اسلامیات شاہت العلوم چکوال کے منتظمین کی ضرورت اور ان کے شدید لظہار پر مولانا چکوال چلے گئے اور وہاں تدریس اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہاں کا ماحول بہت حوصلہ شکن اور مایوس کن تھا، طلبہ کی تعداد کم تھی، مخالفوں کی یورش تھی، تبلیغ و اشاعت کے ذرائع اور وسائل نہ تھے لیکن مولانا حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھے، ان کی ڈرت لگا ہی نے وہاں بھی جذبہ ورگی رکھنے والے نوجوانوں اور فعال کارکنوں کو ڈھونڈ لکالا۔ وہاں بھی جماعت اہلسنت کی تنظیم قائم کر دی اور اشاعت دین کا کام شروع کر دیا۔

مولانا نے اگرچہ چکوال میں مقور عرصہ قیام کیا اور دو ہی سال بعد وہاں سے لاہور آگئے لیکن اس عرصہ میں انہوں نے وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی



مولانا نے وہاں بھی بڑی دھوم دھام اور جوش و خروش سے یومِ رخصتا منایا، جماعت کی طرف سے دو رسالے راد الفخط والو بار اور غایۃ التحقیق بھی شائع کئے۔

مولانا نے تبلیغ و اشاعت کی خاطر ۱۹۶۷ء میں مکتبہ رضویہ بھی قائم کیا۔ اس مکتبہ سے حاشیہ احمد حسن برحمد اللہ، اقامۃ القیامہ، ایذان الاجر، قوالی کی شرعی حیثیت، الکافی حاشیہ ایساغوجی، نام حق مع حاشیہ فضل حق، شرح کریم اور سیف الجبار جیسے مفید رسائل، تشریح اور حواشی شائع کئے۔

شرف صاحب بڑی مصروف زندگی گزارتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے وقت میں برکت رکھی ہے۔ اتنی ساری مصروفیات کے باوجود وہ تصنیف و تالیف کا اہم کام بھی کرتے ہیں انہوں نے منطق کی مشہور و معروف کتاب قاضی مبارک پر عربی میں حواشی لکھے ہیں۔ یہ حاشیہ ابھی طبع نہیں ہو سکا۔ مرقاۃ پر بھی عربی میں ایک مبسوط حاشیہ لکھا ہے جو چھپ چکا ہے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کی سوانح پر بھی مولانا نے بہت تحقیق کی ہے اور کافی مواد جمع کر لیا ہے لیکن اس کی تبیین کی فی الحال فرصت نہیں ملی۔ نام حق پر فضل حق کے نام سے مفید اردو حواشی لکھے ہیں۔ فاضل بریلوی قدس سرہ کی سوانح میں یاد اعلیٰ حضرت لکھی، بعض سوالات کے جواب میں احسن الکلام نے مسکۃ القیام اور مسائل اہلسنت وغیرہ رسائل لکھے۔ حیلۃ اسقاط کے بارے میں غایۃ الاحتیاطی سبب حیلۃ الاسقاط کے نام سے ایک رسالہ لکھا، مولانا سراج احمد خاں پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح تحریر کی۔ یہ تمام کتابیں مختلف مکتبوں کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔

علاوہ ازیں شرف صاحب نے سیف الجبار اور باغی ہندوستان پر تحقیقی اور مبسوط مقدمے لکھے ہیں۔ ملک کے مشہور اور متداول رسائل کی فرمائش پر وقت نکال کر مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں چنانچہ فیصلے صرم، ترجمان اہلسنت، نور اسلام، عرفات اور دیگر رسائل میں اکثر ان کی علمی تحقیقی اور سوانحی نگارشات شائع ہوتی رہتی ہیں۔

تبلیغ و اشاعت کو وسعت دینے کے ارادے سے مولانا دسمبر ۱۹۷۳ء میں لاہور آگئے یہاں آنے کے بعد مولانا نے مفتی محمد عبدالقیوم صاحب، مولانا محمد منشا تالبش قصوری صاحب کے تعاون سے مکتبہ قادریہ قائم کر دیا۔ یہ مکتبہ جامعہ نظامیہ میں واقع ہے۔



قلیل عرصہ میں مولانا اس مکتبہ سے اعلیٰ حضرت کا رسالہ مبارک النیرۃ الراضیہ، مولانا مفتی محمد علیل خاں صاحب کی تصنیف ہمارا اسلام (پانچ حصے)، مولانا عبد الشاہد شروانی کی شہر آفاق تصنیف باغی ہندوستان، سو سالہ پرانی تاریخ، تاریخ تناویلیاں، اور مولانا محمد شرف سیالوی صاحب کی تصنیف کوثر الحجرات شائع کر چکے ہیں۔

شرف صاحب نے تدریس کے میدان میں بھی یادگار قسم کی خدمات انجام دی ہیں ان کے تلامذہ میں سے اکثر مختلف مدارس میں کام کر رہے ہیں، چند ایک یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا حافظ عطا محمد مہتمم مدرسہ خوشاب۔
- ۲۔ مولانا عزیز اللہ صاحب، لاڑکانہ۔
- ۳۔ مولانا غلام نبی صاحب صدر مدرس مدرسہ خفیہ سراج العلوم، گوجرانوالہ۔
- ۴۔ مولانا احمد دین صاحب صدر مدرس توگیرہ شریف۔
- ۵۔ قاری عبدالرشید صاحب، شہر کوٹ۔
- ۶۔ قاری عبدالرسول صاحب، کوٹ ادو۔
- ۷۔ مولانا محمد رفیق چشتی صاحب، مولف تشریح کریمیا۔
- ۸۔ مولانا عبدالرشید صاحب۔
- ۹۔ مولوی سید محمد صاحب۔
- ۱۰۔ مولوی عصمت اللہ صاحب آزاد کشمیر۔
- ۱۱۔ صاحبزادہ حمید الدین صاحب، دھاریاں۔

شرف صاحب کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ سے والہانہ عقیدت بھان کے صدر الشریعہ مولانا ماجد علی، مولانا صدیق فاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور محدث اعظم کستان مولانا محمد سردار احمد لاٹوی قدس سرہ سے بھی بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ موجودہ کرام میں حضرت سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی اور حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دست حق پرست پر عبادت رکھتے ہیں۔ حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دست حق پرست پر ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء کو بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۲۴ شوال ۱۳۹۸ھ کو حضرت



مولانا بہت ہنس مکھ، طنسار اور بذلہ سخن ہیں، طبعاً فیاض اور مہمان نواز ہیں، بادی نظر میں لگتا ہے کہ شاید کم گو اور ریزرو قسم کے آدمی ہیں لیکن ان سے ملنے والا بہت جلد اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۱۹۶۳ء میں مولانا کی شادی ہو گئی تھی، اب ماشاء اللہ دو صاحبزادے سمی ممتاز احمد قادری اور شتاق احمد ہیں، اس کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔ مولانا اپنی مہذبیت کے باعث بچوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں گزار سکتے اور اہل دعویٰ کے حقوق کا بیشتر حصہ بھی مسلک کی خدمت کی نذر ہو جاتا ہے۔

علامہ ارشد القادری مدظلہ مولانا محمد منشا تائبش قصوری کے نام ایک مکتوب محترمہ ۱۳ فروری ۱۹۶۹ء میں لکھتے ہیں،

”کل الحمد لبقۃ الندیۃ کی نیارت سے نگاہیں شاداب ہوتیں، دل مسرور ہوا۔ مولانا شرف قادری کا کلمہ تقدیم، اپنے معاصرین کے لیے بھی کلمہ تقدیم ہے۔ خدا پرورہ غیب سے اس امام کا مقتدی پیدا کرے۔ بڑا ہی پرمغز، جاندار، فکرا کلگیر اور معلوماتی مقدمہ ہے۔ زبان سے بھی عجبت نہیں ٹپکتی۔ خدائے قدیر آپ حضرات کو جزائے خیر عطا کرے اور آپ لوگوں پر فیسی وسائل کے دروازے کھول دے۔ علم و دانش کے اعزاز و تکریم کی بڑی اچھی طرح ڈالی ہے آپ حضرات نے۔“

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شرف صاحب کے علم و عمل میں مزید برکتیں عطا فرمائے، ان کی جملہ خدمات اور مساعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکوٰۃ فرمائے اور قوم کے نوجوانوں کو مسلک کی خدمت کے لئے وہی درجہ عطا فرمائے جس سے مولانا کا دل آباد رہتا ہے آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غلام رسول سعیدی غفرلہ



# تقریب

حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کا قیام اکابر اہل سنت کی مساعی سے ہوا، ظاہری فاتحین (سلاطین) اور باطنی فاتحین (صوفیہ کرام) اسی حنفی تھے، ان کے ساتھ جو علماء کرام تشریف لائے ان میں بھی غالباً کثرتِ احناف کی تھی۔ حضراتِ صوفیہ اور فقہاءِ حنفیہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے فیضان سے یہاں شریعت و طریقت کا ایک حسین امتزاج پیدا ہو گیا تھا اور یہ مبارک فضا کئی سو سال تک قائم رہی، حضرت امیر خسرو دہلوی رحمہ اللہ نے اس نورانی فضا اور مبارک ماحول کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

خوشا ہند وستان ورونقِ دین	شریعت و اکمالِ عز و تمکین
ز علم باہمسل دہلی بخارا	نشاہاں گشتہ اسلام آفکارا
مسلمانانِ نعمانی روشش خاص	ذول ہر چار آئیں را باغلاں
نہ کیں باشافعی نے مہر بازید	جماعت را دست را بجاں صید لہ

اس دورِ رحمت کے درمیان ایسے مواقع بھی آئے کہ بادشاہوں نے احناف کے مسلک

مذہب کے خلاف اپنے پسندیدہ مذاہب جاری کرنے کی کوششیں کیں مگر وہ بری طرح ناکام رہے۔ سلطان محمد بن تغلق (م ۵۲ھ) جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ "نارادانہ زلیت" کے عہد میں علامہ ابن تیمیہ کے ایک فاضل شاگرد عبدالعزیز اردبیلی ہندوستان آئے اور ان کی سلطان کے دربار میں بڑی پذیرائی ہوئی لہٰذا ان کے ذریعے سلطان علامہ ابن تیمیہ کے نظریات سے بے حد متاثر ہوا اور اس نے صوفیہ کرام کو ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا، بالآخر اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

ہمالیوں کو ایرانیوں کی امداد و اعانت سے دوبارہ تختِ حکومت پر متمکن ہونے کا موقع ملا تو اس نے شیعہ علماء و فضلاء کی بڑی قدر و منزلت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں اہل اسلام کے مقابل ایک

۱۔ دل رانی خضر خان، ص ۳۶-۳۷، بحوالہ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۲۱۷

۲۔ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات، از خلیق احمد نظامی، ص ۳۶



اور مستقل علیحدہ دین کی بنیاد پڑ گئی۔ پھر اکبری دور میں ابو الفضل فیضی اور ان کے والد ملا مبارک نے تقلید سے کنارہ کشی کی، ابو الفضل نے اپنے والد کے بارے میں لکھا ہے :-

”واذ تقلید برکنارہ، بسندگی دلیل کر دے“ (آئین اکبری)

ان غیر مقلد علماء کے تعاون سے اکبر نے دین الہی کا فتنہ کھڑا کیا، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور شیخ محقق سید الحق محدث دہلوی (رحمہما اللہ تعالیٰ) کی مساعی جلیبہ و عظیمہ نے ان علماء کو اور خصوصاً دین کے فتنوں کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔ دینی تاریخ کے ایسے متعدد حادثات حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے علم میں تھے لہذا انہوں نے ہند کے عوام کیلئے مذہبِ امامِ عظیم کی تقلید سے انحراف کو حرام قرار دیا۔ سلسلہ غرضکہ متحدہ ہندوستان میں ابن عبد الوہاب نجدی کی تعلیمات پہنچنے تک یہاں صرف سنی اور شیعہ دو مذہب ہی نظر آتے ہیں جو فی الحقیقت دو مذہب نہیں، دو دین ہیں۔

سلامہ سلیمان ندوی صاحب جن کا میلان طبع اہل حدیث کی جانب ہے، ”اہل حدیث اور خالص حنفی کے زیر عنوان لکھتے ہیں :-

”دہلی کے اس خاندان (ولی اللہی) کے فیضِ تعلیم سے دو اہم سلسلے جلتے ہیں ہندوستان میں اب تک ترکستان و خراسان کے اثر سے صرف فقہ حنفی کا رواج تھا، عرب سے خالص شافعی آتے تھے مگر ان کا اثر سواحل تک محدود تھا، اکبر اور جہانگیر کے زمانے میں جب سمندر کی طرف سے عربوں کی آمد و رفت کا دروازہ کھلا تو ہندوستان اور عرب میں علمی تعلقات کا آغاز ہوا، چنانچہ شیخ بہلول (حضرت مجدد الف ثانی کے شیخ الحدیث اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس فیض کو وہیں سے لائے، اس سے حنفیت کے غلو کے ساتھ حدیث و سنت کی پیروی کا خیال دلوں میں پیدا ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے جب عرب کا سفر کیا اور مختلف مذاہب کے علماء سے فیض پایا تو ان کا مشرب زیادہ وسیع ہو گیا، وہ عملاً گو حنفی ہی رہے مگر نظری اور علمی حیثیت سے وہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے، اس شان کا علانیہ جلوہ ان کی مسویٰ و مصفیٰ شروح موطا میں نظر آتا ہے، بانگی پور کے مشہور کتب خانہ میں صحیح بخاری کا ایک قلمی نسخہ ہے جس پر شاہ صاحب کے ہاتھ کی ایک تحریر ہے جس میں انہوں نے اپنے کو عملاً حنفی اور علماً و تدریسیاً حنفی و شافعی لکھا ہے







— یعنی یہ حضرات کسی نئے فرقے یا مذہب کے بانی نہیں بلکہ اصلی سلفی حنفی ہیں اور آج سے ایک سو سال قبل تک پورے ہندوستان میں انہیں سلفی حنفی علماء کا اثر تھا، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کو حرام قرار دینے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مدیر اہل حدیث نے ۱۹۳۷ء میں تحریر کیا تھا:

• امرتسری میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل پیدے قریباً مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔“ لہ

چونکہ اس صدی میں احناف اہل سنت کی سب سے زیادہ علمی تائید اور نوزائیدہ ”مذہب“ کی شدید تر دیدار علی حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ نے کی لہذا ان سے انتساب اہل سنت کا امتیازی نشان قرار پایا گیا۔

نجد، دیوبند اور علی گڑھ (متبعین سرسید) مکاتب فکر سے متعلق لوگ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کبھی اچھے لفظوں سے نہیں کر سکتے مگر جن ظاہر ہو کر رہتا ہے شیخ محمد اکرام، جو سرسید مکتب فکر سے وابستہ تھے، انہوں نے ”بریلوی پارٹی“ کے زیر عنوان اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کا تحقیق و دیانت سے دور کا بھی تعلق نہیں لیکن اس حقیقت کا اعتراف انہیں کرنا ہی پڑا کہ :

” انہوں نے۔۔۔۔۔ نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔“ لہ

ہندوستان کے مشہور محقق و ادیب مالک رام جو قادیانیت اور ندویت دونوں کے متاثر ہیں، اعلیٰ حضرت بریلوی کو قدیم الحیال عالم مانتے ہیں، لکھتے ہیں :-

لہ شیخ توحید از مولانا ثناء اللہ امرتسری، مطبوعہ سرگودھا، ص ۴۰

لہ موج کوثر، طبع ہفتم ۱۹۶۶ء، ص ۷۰



” جیسا کہ سب کو معلوم ہے بریلی، مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے وہ  
بڑے سخت گیر قسم کے قدیم الحیال عالم تھے۔۔۔۔۔“ ۱۵

فاضل محترم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری زید شرف نے اپنی گرفتار تالیف  
تذکرہ اکابر اہل سنت میں ان علماء کرام اور صوفیہ عظام کے حالات زندگی اور کمالات  
علمی تحریر کئے ہیں جو متحقق طور پر ان بزرگان دین کے صحیح جانشین یا نام لیوا ہیں جن کی بدولت  
اس کفرستان ہند میں اسلام کی شمع روشن ہوئی، غرض کہ اس کتاب میں ان اہل صلح و فلاح  
بزرگوں اور فضلائے وقت کے اذکارِ جمیلہ ہیں جو حضرت شیخ علی جوہری المعروف بہ حضرت  
داتا گنج بخش، سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت سلطان الاولیاء  
نظام الدین دہلوی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی، حضرت شیخ عبدالحق محدث  
دہلوی، حضرت مولانا فخر الدین دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے فرزند حضرت مولانا  
شاہ عبدالعزیز دہلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہم کے بیرونی تھے جنہیں موجودہ دور میں  
سنی بریلوی کہا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب مدظلہ نے یہ تذکرہ نہایت محنت  
اور کمال توجہ سے مرتب کیا ہے، انشاء اللہ اسے قبولِ دوام کا شرف حاصل ہوگا۔

محمد موسیٰ عفی عنہ

۱۳۹۶ھ

لاہور



# تفہیم

از: پروفیسر اکرم محمد مسعود احمد مدظلہ العالی (ایم اے پی ایچ - ڈی)

مسلمانوں کو سیرت نگاری سے کافی شغف رہا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو کچھ کیا اس کا احصاء تقریباً ناممکن ہے۔ — پاک و ہند میں بھی اس فن پر بہت کچھ لکھا گیا، متقدمین کو چھوڑ کر متوسطین اور متاخرین کو لیں تو علماء و صلحاء کے حالات میں یہ معروف کتب سیرت منے آتی ہیں :-

گلزارِ ابرار (مولانا محمد غوثی) - اخبار الاحبار (شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

مجمع الاصفیاء (علی اکبر دہستانی) - سفینۃ الاولیاء (شہزادہ داراشکوہ) -

سبحۃ المرجان (مولانا غلام علی آزاد بگرامی) - آثار الکرام (آزاد بگرامی) - خزینۃ الاصفیاء

(مفتی غلام سرور لاہوری) - الجبر العلوم (نواب صدیق حسن خاں) - تذکرہ

علمائے ہند (مولانا رحمن علی) - قاموس المشاہیر (نظامی بدایونی) - عدائق الخفیہ

(فقیر محمد جمیلی) - نزہۃ الخواطر (حکیم عبدالحی لکھنوی) وغیرہ وغیرہ

وہ کتب سیرت علیحدہ رہیں جو ایک خاص مسلک فکر کے علماء یا ایک خاص سلسلہ طریقت کے مشائخ کے حالات یا خاص خاص شخصیتوں پر لکھی گئی ہیں۔ — الغرض اخبار و ابرار کی سوانح کا ایک طویل سلسلہ ہے جو دوسرے مذاہب کے علمی سرمایہ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔

ایک طرف محدثین کرام نے اقوالِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی حفاظت کا اہتمام فرمایا تو دوسری طرف علماء و مشائخ نے اعمالِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ — اعمال کی حفاظت اقوال سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس



سلسلے میں مسلسل ریاض اور مستقل حرارت کی ضرورت ہے، بلاشبہ علماء و مشائخ کی پاک سیرتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ ہیں اور آئیہ کریمہ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** کی جیتی جاگتی تصویر،

علماء و صلحاء، ملت کی آن اور مذہب کی آبرو ہیں، ان کے دم سے دین و دنیا کی رونق ہے — وہ رونق جو فریب نظر نہیں بلکہ حیاتِ قلب و جگر ہے، جو انسانیت کی بہار ہے اور حیوانیت سے کوسوں دور — ہاں وہ مبارک بستیاں جنہوں نے قلب و نظر کی پرورش کی ہو، جنہوں نے رقتِ شانِ مصطفوی (علی صلوٰۃ السلام) میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا ہو، آنکھوں پر بٹھانے اور دل سے لگانے کے قابل ہیں بیشک اعلیٰ مبارک سیرتوں کو اجاگر کیا جائے، ان کی تعلیمات کی اشاعت کی جائے اور ان کے ذکر و اذکار کے بہائیں کہ ذکرِ محب ذکرِ محبوب ہی ہے — ان کی پاک زندگیاں جو انہوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں، اسے کاش وہ اس طرف متوجہ ہوں اور متاعِ خانہ کو درونِ خانہ گم کر کے وہ کام نہ کریں جو ایک نابینا سے بھی متوقع نہیں۔

حیف صد حیف فرنگی تہذیب و تمدن اور فرنگی سیاست نے ان جوانوں کو کہیں کا نہ رکھا، اس نے یہ راز پالیا کہ علماء و مشائخ امت ہی ملتِ اسلامیہ کی جان ہیں، انہیں کے دم سے ایمان کی حرارت باقی ہے، اس نے سب سے پہلے اس نے جوانوں کو علماءِ حق سے برگشتہ کیا کہ ان سے برگشتگی خود دین و مذہب سے برگشتہ کرنے میں معین و مددگار ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا — اس نے بڑی بے حیائی کے ساتھ حقیقتوں پر پردہ ڈال دیا، پھر جو معصوم تھا، مجرم نظر آنے لگا، جو مجاہد تھا غدار معلوم ہونے لگا، جو مصلح تھا مفسد لگنے لگا، جو عالم تھا ماہل نظر آنے لگا، جو شہید تھا مقتول و مردود معلوم ہونے لگا — اللہ اللہ اس فرنگی نے جو نہ کرنا تھا سب کچھ کیا اور ملتِ اسلامیہ کی نفسی تو دیکھئے کہ وہ اس کے دامِ تزویر میں ایسی گرفتار ہوئی کہ نکلنا مشکل ہو گیا، ان کی دولت خود ان کے ہاتھوں لٹوائی گئی اور ان کو احساس تک نہ ہوا۔

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے — پہلے میدان ان کے ہاتھوں تھا جنہوں نے



وقت کی قدر کی اور زندگی کو زندگی جانا اور قدم قدم آخرت کو پیش نظر رکھا، پھر میدان ان کے ہاتھ آیا جنہوں نے وقت کی قدر نہ پہچانی اور زندگی کو کھیل تماشا سمجھا اور آخرت سے بے خبر ہو گئے۔

اللہ ایک وہ دور تھا جب جوانوں کو علماء و صلحاء کی تلاش تھی اور یہ عجیب و در آیا ہے کہ جوان تو جوان، بوڑھے بھی علماء و مشائخ سے گریزاں نظر آتے ہیں، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ مدارس اور یہ خانقاہیں عظیم تربیت گاہیں تھیں جہاں سے انسان بن بن کر نکلتے تھے۔ بسبب سے ان سے بے تعلق ہوئے ہیں انسانیت سے دور اور حیوانیت سے قریب تر ہو گئے ہیں۔ ہاں اس دور قحط الرجال میں علماء و صلحاء کے حالات زیادہ سے زیادہ پیش کئے جائیں کہ بھٹکے ہوئے آہوؤں کو حالِ صرم معلوم ہو سکے اور شاید پھر وہ منزل کی طرف جا رہے ہوں، فاضل مولف حضرت مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری زیدت عنایتہم نے پاکستان کے مرحومین علماء و مشائخ کے حالات مرتب فرما کر ہم سب پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ فاضل موصوف نے بہت سی تابناک سیرتوں کو گوشہ نگہ نامی سے نکالا اور ہم کو ہمارے شاندار ماضی سے باخبر فرمایا۔ فجر ہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اس دور میں جبکہ ہمارے مورخ اور سیرت نگار ہوں نہ کاشکار ہیں غلو و لٹہیت کے ساتھ اتنا کچھ کرنا اور وقت عزیز کا ایشاد کرنا معمولی بات نہیں بڑی بات ہے۔

فاضل موصوف نے پاکستان کے مرحوم علمائے اہلسنت کو اپنا موضوع بنایا، یہ موضوع بظاہر مختصر ہے لیکن اس میں بڑا پھیلاؤ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں میں اہل قلم کو بہت باندھیں اور اپنے اپنے صوبوں کے علماء و صلحاء کے حالات پر سیر حاصل نکھیں، حضرت مولانا محمد امیر شاہ قادری کیلانی مدظلہ نے تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول (مطبوعہ مارچ ۱۹۶۲ء) اور جلد دوم (مطبوعہ ۱۹۷۲ء) لکھ کر وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، ان کے علاوہ اور بھی کوششیں ہوئی ہیں۔ اور اگر علماء اہلسنت کو خدا توفیق دے تو پھر پاکستان کے علماء و



مشائخ اہل سنت بلکہ پاکستان و ہند کے علماء و مشائخ اہل سنت، ————— نہیں نہیں، عالم اسلام کے علماء و مشائخ اہل سنت، پر لکھا جائے، لیکن اس مہم کو نمبر کرنا ایک شخص کے بس کی بات نہیں، یہ ایک ادارے کا کام ہے، خدا تو فریق خیر فریق معطا فرمائے، آمین ————— لیکن سر دست پاکستان کے مروجہ علماء و مشائخ اہل سنت کا ہی استحصاء مشکل ہے۔ نہ معلوم فاضل مؤلف نے کن کن مصیبتوں سے یہ حالات جمع کئے ہونگے، اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے سیرت نگاری کے سلسلے میں کچھ کیا ہے، بالخصوص اس دور میں۔

فاضل مؤلف نے اس تذکرے میں بہت سے نام معلوم اور غیر معروف علماء و صلحاء کا تعارف کرایا ہے ————— ان میں اہل دل بھی ہیں، اہل دانش بھی، عمق پر بھی ہیں، فقیہ بھی، شاعر بھی ہیں، اہل قلم بھی، مجاہد بھی ہیں، سیاست دان بھی اور مبلغ بھی ————— اس تذکرے سے شعراء کے تذکرہ نگاروں کو بہت مدد مل سکتی ہے اس کے علاوہ قاموس الکتب کی تدوین کرنے والے بھی مستفید ہو سکتے ہیں ————— ایسے بے شمار تراجم و تصانیف اور دواوین ہیں جن کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اگر کوئی مرکزی ادارہ قائم ہو جائے جہاں علماء و مشائخ کی ان مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کو جمع کر دیا جائے جن کا اس تذکرے میں ذکر کیا گیا ہے تو یہ بڑا مفید کام ہوگا اور اس طرح علماء و مشائخ اہل سنت و جماعت کے بارے میں اہل علم کی اس غلط فہمی کا ادا رہا ہو سکتا ہے کہ ان حضرات نے تقریروں کے سوا کچھ نہیں کیا۔

آخر میں فاضل مؤلف کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس طرف توجہ فرمائی اور وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور عقل و دانش دونوں کے لئے متاع عزیز فراہم کی، امید ہے کہ ان کی یہ کوشش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

حقیقہ محمد مسعود احمد عفی عنہ

، کراچی

۱۸ شعبان المعظم ۱۳۹۳ھ

۱۹ ستمبر ۱۹۷۳ء



## مفکرِ اسلام مولانا محمد ابراہیم علی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ

عظیم دانشور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی ابن مولانا محترم علی چشتی ابن مولانا احمد بخش یکدل غالباً ۲۷ شوال، ۱۶ اگست (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء) کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان علمی اور مذہبی روایات سے مالا مال تھا۔ آپ کے والد ماجد مولانا محترم علی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ نامور وکیل، قانون دان، سیاست دان، صحافی اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ آپ کے جدِ ماجد مولانا احمد بخش یکدل عربی اور فارسی کے مایہ ناز فاضل تھے، آپ کے تایا مولانا نور احمد چشتی مولف تحقیقاتِ چشتی شہرہ آفاق مورخ تھے۔ آپ کے نانا حضرت خواجہ مستان شاہ کابلی اپنے دور کے قطب شمار ہوتے تھے، امیر عبدالرحمن دہلوی کابل ان کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ اس دینی اور علمی ماحول نے مولانا محمد ابراہیم علی چشتی کو افکار و کردار کی وہ پختگی بخشی جو کم ہی کسی کے حصے میں آیا کرتی ہے۔

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی کی دنیاوی تعلیم سکول سے شروع ہوئی، ابھی گورنمنٹ کالج، لاہور میں فرسٹ آر ہی میں تھے کہ والد ماجد کا وصال ہو گیا اور گھر کی تمام ذمہ داری ان کے کندھوں پر آ پڑی، اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف سلسلہ تعلیم جاری رکھا بلکہ ملکی و ملی معاملات میں بھی گہری دلچسپی لیتے رہے۔

۱۹۳۸ء میں چشتی صاحب انٹر کالجیٹ مسلم برادر ہڈ کے سیکریٹری مقرر ہوئے، کالج میں شہزی مولانا روم (قدس سرہ) کا درس بڑے ذوق و شوق سے دیتے رہے۔ ۱۹۳۹ء میں اسی جماعت نے خلافتِ پاکستان پر چشتی صاحب کا لکھا ہوا ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں خلافتِ پاکستان کا مجوزہ نقشہ بھی شامل تھا، یہ پمفلٹ اور نقشہ ہندوستان بھر کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا

لے منتخب جناب عبدالقدیر، مزنگ لاہور بنام محب گرامی جناب محمد صادق قہو، زند مجدہ، تھریرا ۲ اکتوبر ۱۹۷۷ء



موضوع بنے رہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں :

”مولوی ابراہیم علی چشتی نے ۱۹۳۹ء میں خلافتِ پاکستان کی اسکیم پیش کی، اس کا مدعا یہ تھا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ایک اچھا خاصا جوڑا کارپڈور بھی رکھا جائے، انہوں نے اس سارے علاقے کو خلافتِ پاکستان قرار دیا اور باقی ہندوستان کے نقشے پر لکھ دیا ”الارض لہ“ اس سے ہندو خلع پر لیشان ہوئے اور انہوں نے اس بنا پر پاکستان کی او بھی شدید مخالفت شروع کر دی۔“

یہ اس دور کی بات ہے جب چشتی صاحب تعلیم حاصل کر رہے تھے، نامساعد حالات کے باوجود آپ نے نہ صرف بی۔اے اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں بلکہ صحافت کا ڈپلوما بھی حاصل کیا۔

۱۹۴۱ء میں جب صحافت کی کلاس کا آغاز ہوا تو مشہور عالمی وقائع نگار ڈاکٹر عبدالسلام خورشید آپ کے ہم جماعت تھے، چشتی صاحب فرسٹ آئے اور ڈاکٹر صاحب سیکنڈ۔ چشتی صاحب کو اردو اور انگریزی میں یکساں دسترس حاصل تھی اور دونوں زبانوں میں لکھتے تھے، کچھ عرصہ غیر ملکی اخبارات کے نامہ نگار بھی رہے، ملکی اخبارات میں منکر اور مبصر کے نام سے مقالات لکھ کر قارئین سے دادِ تحسین حاصل کرتے رہے۔

۱۹۴۱ء کے اواخر میں چشتی صاحب ایک نئے میدان میں داخل ہوئے، راجہ زین الدین

جو سیاسی طور پر ایک کٹرفرہ پرست ہندو اور تہذیب و تمدن میں مسلمانوں سے طعنا جلتا ذوق رکھتے تھے، مولانا محرم علی چشتی کے گہرے دوست تھے، اسی نسبت سے چشتی صاحب پر بڑی

لہ میاں محمد شفیع (م م ش) : مولوی ابراہیم علی چشتی، روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر : روزنامہ مشرق، ۷ اگست ۱۹۶۸ء۔

لے الینا



شفقت کرتے تھے، انہوں نے متحدہ پنجاب کے وزیرِ اعظم سر سکندر حیات کو کہا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں سیاسی اعتبار سے اتحاد کی کوئی صورت نہیں ہے البتہ اگر ایک غیر سیاسی ادارہ قائم کر دیا جائے جس سے دونوں قومیں وابستہ ہوں تو فرقہ دارانہ کشیدگی کم ہو سکتی ہے اور اس ادارے کی تشکیل کے لئے مولانا ابراہیم علی حسینی کا نام پیش کیا، چنانچہ حسینی صاحب نے تحریکِ رفاقت کے نام سے ادارہ قائم کر کے کام شروع کر دیا، تاہم مسلم لیگ کی ہمدردی اور اعانت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ جناب میاں محمد شفیع رقمطراز ہیں:-

” انہوں نے ۱۹۴۱ء کے اواخر میں تحریکِ رفاقت کی تشکیل کا فیصلہ

کن وجوہات کی بنا پر کیا اور وہ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء تک اپنے احباب کے ذریعہ کس طرح مسلم لیگ کی حمایت کرتے رہے؟ یہ علیحدہ داستان ہے۔“

کتنا اچھا ہونا اگر میاں صاحب یہ داستان کسی وقت سپردِ قلم فرمادیتے!

۱۹۴۶ء میں جب حکومت نے محسوس کیا کہ یہ تحریک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں رہی تو اسے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا، حسینی صاحب ڈٹ گئے کہ یہ تحریک میں نے شروع کی تھی، تمہیں اسے ختم کرنے کا کیا حق ہے؟ جب وہ کسی طرح چارج دینے پر رضامند نہ ہوئے تو حکومت پنجاب کے ڈائریکٹر جنرل مسٹر ہاور پولیس لے کر تحریک کے دفتر میں پہنچ گئے اور انہیں جبراً الگ کر دیا۔

قیامِ پاکستان سے قبل ہر جگہ مسلم لیگ کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا تھا البتہ صورتِ برسر میں خان عبدالغفار خاں اور اس کے خدائی خدمتکاروں کا گہرا اثر تھا، اس کے علاوہ مشہور انگریز دشمن فقیر آف اپی کا قبائلی علاقہ میں بڑا چرچا تھا اور کہا جاتا تھا کہ خفیہ طور پر خان عبدالغفار

۱۔ عبد السلام خورشید، ڈاکٹر: روزنامہ مشرق لاہور، ۴ اگست ۱۹۶۸ء

۲۔ عین محمد شفیع (ممش): روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۴ اگست ۱۹۶۸ء، ص ۲

۳۔ عبد السلام خورشید، ڈاکٹر: روزنامہ مشرق لاہور، سنڈے ایڈیشن، ۴ اگست ۱۹۶۸ء، ص ۲



۸ غاں کو اس کی حمایت حاصل تھی، مسلم لیگیوں کے لئے یہ بات وجہ تشویش تھی۔ میاں محمد شفیع (م ش) نے آزاد علاقے میں قیام اپنی کا حریف تلاش کر لیا اور سول اینڈ سٹریٹس میں بابا بلند کوہی ڈابستانی کے انٹرویو، تحریک پاکستان کی حمایت میں بڑی گھن گرج کے ساتھ شائع کرنے شروع کر دئے۔ نوائے وقت ان دنوں نیا پرچہ تھا، حمید نظامی نے میاں محمد شفیع سے فرمائش کی کہ بیانات زیادہ تفصیلی حاصل کئے جائیں، چنانچہ میاں صاحب کے نام سے مقالات کا سلسلہ شائع کیا گیا، ان بیانات اور مقالات کے دور رس نتائج مرتب ہوئے اور تحریک پاکستان کو زبردست تقویت ملی۔ یہ ۱۹۴۶ء کی بات ہے، شاید یہ راز پردہ خفا میں ہی رہتا مگر ۱۹۶۱ء میں ڈاکٹر عبدالسلام خورشید انکشاف کرتے:

”حضرت بابا بلند کوہی اصل میں مولوی ابراہیم علی تھے اور انہی کے تاثرات اور نظریات کو آزاد قبائلی علاقے کے مفروضہ حضرت بابا بلند کوہی سے منسوب کیا گیا تھا اور یہ کہ میاں محمد شفیع آزاد قبائلی علاقے میں نہیں پیدا ہوا، سٹریٹس جلتے رہے تھے، لاریب اس سے بڑا اسکوپ دنیا کے کسی اخبار نویس نے نہیں جیتا۔“

یہ رتبہ بلند صاحب کو مل گیا۔

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی ۱۹۴۶ء میں تحریک رفاقت سے الگ ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین گرفتار کر لئے گئے تو چشتی صاحب تحریک سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل چلے گئے، اسی سال جب بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی تو چشتی صاحب نے اس میں بھی نمایاں طور پر حصہ لیا اور خصوصی میٹنگوں میں شریک ہے، میاں محمد شفیع (م ش) لکھتے ہیں:-

”انہوں نے پنجاب کی اہم گدیوں تو نسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابل احترام مجاہد نشینوں کے بے پناہ اثر و رسوخ کے



دعاوں کا رخ مسد بیگ کی طرف موڑنے میں خاموش لیکن مؤثر کردار ادا کیا، قیام پاکستان کے بعد مولوی حسینی صاحب نے پاکستان کی ایڈیٹوریل کمیٹی کے متعلق بے شمار کام سپرد قلم فرمائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پرجوش حصہ لیا، منیر انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی رپورٹ سے آپ کے عزم و استقلال کا پتہ چلتا ہے، مجموعی طور پر دس سال تک قید و بند میں رہے۔

مولانا محمد ابراہیم علی حسینی نے ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں بے شمار کالم لکھنے کے علاوہ اردو اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے بعض دوسروں کے نام سے شائع ہوئیں، چند مطبوعہ تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ میری جدوجہد : ہرگز کی خود نوشت سوانح عمری کا اردو ترجمہ
- ۲۔ گریف جنرل مانج (انگریزی)
- ۳۔ پاکستان کے لئے جدید اسلامی دستور (انگریزی)
- ۴۔ مختصر معارف علوم اسلامیہ ( " )
- ۵۔ ملفوظات بابا بلند گوی (اردو)
- ۶۔ خلافت پاکستان ( " )
- ۷۔ انگریزی راج کیوں ختم ہوا؟ (ترجمہ از انگریزی) ۷

مولانا محمد ابراہیم علی حسینی کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا، مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے پاکستان، مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری، جناب حمید نظامی، ڈاکٹر عبدالسلام خورشیدا درمیاں محمد شفیع (م ش) وغیرہم آپ کے مخلص احباب میں سے تھے،

۱۔ میاں محمد شفیع (م ش) : روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء

۲۔ روزنامہ کوہستان لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء

۳۔ مکتوب جناب محمد شفیع (م ش) بنام راقم الحروف



دعاوں کا رخ مسد بیگ کی طرف موڑنے میں خاموش لیکن مؤثر کردار ادا کیا، قیام پاکستان کے بعد مولوی حسینی صاحب نے پاکستان کی ایڈیٹوریل کمیٹی کے متعلق بے شمار کام سپرد قلم فرمائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پرجوش حصہ لیا، منیر انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی رپورٹ سے آپ کے عزم و استقلال کا پتہ چلتا ہے، مجموعی طور پر دس سال تک قید و بند میں رہے۔

مولانا محمد ابراہیم علی حسینی نے ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں بے شمار کالم لکھنے کے علاوہ اردو اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے بعض دوسروں کے نام سے شائع ہوئیں، چند مطبوعہ تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ میری جدوجہد : ہرگز کی خود نوشت سوانح عمری کا اردو ترجمہ
- ۲۔ گریف جنرل مانج (انگریزی)
- ۳۔ پاکستان کے لئے جدید اسلامی دستور (انگریزی)
- ۴۔ مختصر معارف علوم اسلامیہ ( " )
- ۵۔ ملفوظات بابا بلند گوی (اردو)
- ۶۔ خلافت پاکستان ( " )
- ۷۔ انگریزی راج کیوں ختم ہوا؟ (ترجمہ از انگریزی) ۷

مولانا محمد ابراہیم علی حسینی کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا، مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ جنرل سیکریٹری جمعیت علمائے پاکستان، مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری، جناب حمید نظامی، ڈاکٹر عبدالسلام خورشیدا درمیاں محمد شفیع (م ش) وغیرہم آپ کے مخلص احباب میں سے تھے،

۱۔ میاں محمد شفیع (م ش) : روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء

۲۔ روزنامہ کوہستان لاہور، ۷ اگست ۱۹۶۸ء

۳۔ مکتوب جناب محمد شفیع (م ش) بنام راقم الحروف



چشتی صاحب شہید محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی  
قدس برجائے مسند پر سختی سے کار بند تھے بمقتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات دامت  
برکاتہم العالیہ نے فناوی کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کی وصیت کے مطابق

۱۳۔ بیع اشانی ۱۱ جولائی (۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء) کو مولانا محمد براہیم علی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ  
کا وصال ہوا اور شاہی مسجد کے قریب مولانا محرم علی چشتی کی بنوائی ہوئی مسجد حضرت مبارک شاہ ولی شہید  
میں دفن کئے گئے۔ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ نے قطعہ تاریخ کہا ہے

جناب براہیم چشتی کمال	زدنیائے دہلی خد سوئے والجلال
ذکی و سخن پرورد و خوش بیاں	نمودہ کے مثل اور در زماں
بعربی و انگریزی و فارسی	بارد و عبرانی و جرمنی
مدارت بے داشت در ہر زبان	بتالیف پرداخت در ہر زبان
تجرید و تفسیر بودہ وحید	بفقر و غنا مثل وے کس نہید
پسر پاک حضرت محترم علی	کہ بودہ باقران مرد بیلی
ز اولاد آن فرد مسعود دیں	شکر گنج قطب مان و زمیں
بدا از عاشقان بزرگان چشت	خداوند جالش کند در بہشت
بفردوس اعلیٰ شود مستقیم	بروضات جنات دارالنعیم
چو بر بست رخت حیات از جہاں	ربیع ددم سیزدہ بود آن
سن رعتش گویم از لطف شاہ	سراج بلایت مردت پناہ

۱۳۔ زسال مسیحی جو خواہی نشان

بداں خردے منتجب ہر آن

۱۹۶۸

باز مجازہ حضرت سید صاحب نے برصغیر



## رہبر شریعت و طہریت حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز

عارفِ کامل، مرشدِ اکمل حضرت خواجہ احمد بن بر خوردار کے جدِ امجد علاقہ دریائے چناب کے رہنے والے تھے، سکھوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر کوہستانی علاقہ میں چلے گئے، وہیں آپ نے بلوچ خاندان کی ایک عقیقہ سے نکاح کیا جن سے آپ کے والدِ ماجد پیدا ہوئے، انہوں نے بھی اسی قبیلہ میں نکاح کیا جس سے دو فرزند حضرت خواجہ احمد، خواجہ یعقوب اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئی، آپ کے والدِ ماجد حضرت پیر مچیان شاہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید و فضلہ دستِ بزرگ تھے، وظائف لے کر جنگل میں چلے جاتے اور یادِ خدا میں مصروف رہتے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ صاحب کی موجودگی میں ان پر دھدھٹاری ہو گیا، حضرت خواجہ صاحب ابھی بچے ہی تھے، والدِ گرامی کی اس کیفیت کو دیکھ کر ان کی چھین نکل گئیں، اس کے بعد انہوں نے معمول بنا لیا کہ آنکھ بچا کر تنہا ہی تشریف لے جاتے، آخری دفعہ شاہ شاہان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس آ رہے تھے کہ موضع منگورٹ (تونسہ شریف سے مغربی جانب دو کوس پر واقع ہے) پہنچے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا، مسجد بلوچ خاں میں مزار بنا، والدِ ماجد کی وفات کے بعد آپ کی کفالت آپ کے ماموں علی خاں نے کی۔ چار پانچ سال کی عمر میں گھر سے چار کوس کے فاصلے پر ایک مولوی صاحب کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لئے بٹھائے گئے، اس دوران آپ نے سخت ریاضت برداشت کی، صبح سبق پڑھ کر استادِ گرامی کے مویشی چرانے جاتے، سردیوں کے موسم میں استاد صاحب نے اونٹ کی اون کا ایک کسبل دیا جو اتنا جسے اور ٹھہ کر پہاڑ کی غار میں سو رہتے۔ اس حالت میں والدِ ماجد نے ایک سال تک تہذیبی سبب سے حضرت خواجہ صاحب تعلیم قرآن کے لئے تکالیف برداشت کرتے رہے اور اس وقت واپس لوٹے جب قرآن پاک ختم کر چکے تھے۔ مزید دینی تعلیم کیلئے منبع علوم و معارف تونسہ شریف پہنچے، ایک عرصہ تک وہاں ظاہری علوم اور باطنی فیوض سے مستفید ہوتے رہے، پھر کچھ عرصہ ملتان میں اکتسابِ علوم کیا، کتب جلدی تونسہ شریف



واپس آگئے اور کسبِ کمال کیا۔

بچپن ہی سے توکل اور استغناء آپ کے مزاج میں بدرجہا قائم موجود تھا چنانچہ جن دنوں آپ تونسہ شریف میں تحصیل علم میں مصروف تھے، لواب بہاولپور کے وزیر احمد خان نے طلباء کا ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تو طلباء کی فہرست میں آپ کا نام نامی بھی شامل تھا، لیکن آپ نے وظیفہ لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا میں یہاں محبت الہی کا درس لینے آیا ہوں، احمد خان کا دست نگر نہیں بننا چاہتا، میں اللہ تعالیٰ اور خواجگانِ چشت کی رضا پر راضی ہوں۔“

ذرا اندازہ کیجئے جس کا بچپن میں یہ عالم تھا وہ بعد میں کس مقام تک پہنچا ہوگا؟ اس کے علاوہ عیسیٰ خیل میں مولانا مملوک علی سے بھی استفادہ کیا۔

والد ماجد کی طرح آپ کے ماموں بھی حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ ایک دفعہ جب ماموں صاحب حضرت پیر پٹان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ صاحب ان کے ہمراہ حاضر ہوئے، تمام حاضرین ادب و احترام سے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت شاہ محمد سلیمان آرام فرماتے، یہ حضرات عرضِ سلام کے بعد بیٹھ گئے، حضرت خواجہ صاحب فرطِ ادب سے نگاہیں جھکا بیٹھے تھے کہ کسی شخص نے کہا کہ حضرت تمہاری جانب ملاقات کے لئے ہاتھ پھیلا رہے ہیں اور تم یونہی بیٹھے ہو! حضرت خواجہ صاحب کی خوشی کی انتہا نہ رہی، اٹھے اور دوبارہ دست بوسی کی۔ اتنے میں ایک خراسانی پٹان نے چار سیب لاکر نذر کئے، قبلہ عالم نے کاٹ کر دیا حضرت خواجہ احمد میروی کو دیا اور باقی حاضرین میں تقسیم کر دئے۔ یہ پہلی زیارت تھی جس سے حضرت خواجہ تونسوی قدس سرہ کی محبت دل میں اس طرح جاگزیں ہوئی کہ پھر اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ بیعت ہونے کے بعد چار دفعہ پھر سراپا شتیاق بن کر حاضر ہوئے اور دولتِ دیدار سے مشرف ہوئے، پانچویں دفعہ جب حاضری کے لئے تونسہ شریف جا رہے تھے تو راستہ میں حضرت خواجہ تونسوی کے دصال کی خبر ملی۔ اس نے جنتِ اترنے دل و دماغ پر اس قدر اثر ڈالا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔

میں صوم کے بعد میرا شریف (تحصیل پنڈی گھیب ضلع کیمیلپور) میں قیام کیا۔ یہ جگہ ایک بسا نہ ضلع کا دور افتادہ مقام ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب نے جب یہاں علم و عرفان کی فلاح خدا پروردار حاضر ہوئے، آپ نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں دیگر



مدین کے علاوہ آپ خود بھی درس دیا کرتے تھے۔ آپ نے کئی ایک علماء کو تبلیغ کے لئے مقرر کیا تھا جو مختلف مقامات پر مسلک اہل سنت کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوتے اور کسب فیض کرتے۔

ایک دفعہ آپ حضرت مولانا محمد علی قدس سرہ (خلیفہ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ) کے عرس پر مکہ شریف گئے، وہاں حضرت فاضل شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ساکن گڑھی شریف (خلیفہ حضرت پیر سچان قدس سرہ) نے خلوت میں آپ سے فرمایا "وقت خیر ہے، مناسب ہے تم بیعت کیا کرو، نہ صرف میری طرف سے بلکہ تمام مشائخ عظام کی طرف سے اجازت ہے۔ آپ نے بیعت کرنا شروع کر دیا لیکن تونسہ شریف میں پیاس ادب کسی کو بیعت نہ کرتے حتیٰ کہ حضرت خواجہ عبدالعزیز تونسوی قدس سرہ نے آپ کو تاکید جگم دیا کہ ضرور بیعت کیا کرو۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے آپ کے گھر سے مراسم تھے، باہم خط و کتابت اور آمد و رفت بھی تھی، آپ انہیں محبت سے لائو (بھائی) کہہ کر پکارتے تھے لہٰذا حضرت خواجہ احمد میروی کی شخصیت مرجع انام تھی، ان گنت افراد مشرف بیعت سے مشرف ہوئے اور کثیر التعداد حضرات صاحب کمال بنے اور فرقہ مغلافت سے مشرف ہوئے چند خلفاء کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ حضرت حاجی فضل کریم مہتمم مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال۔
  - ۲۔ مولانا نور محمد حکیم طاب اللہ
  - ۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد اکبر علی (میانوالی) ۷۔ مولانا محبوب الرحمن (ملتان)
  - ۴۔ الحاج میاں مہر (پشاور) ۸۔ مولانا غلام جیلانی (میانوالی)
  - ۵۔ جناب احمد دین (بمبئی) ۹۔ سید محمود شاہ (کراچی)
- نیز فاضل اہل مولانا میاں عبدالحق غور عثمانوی دام ظلہ بھی آپ کے مریدین میں سے ہیں۔



حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار تھے ہمیشہ نماز باجماعت  
 شہیدِ علالت کے ایام میں مدین چارپائی مسجد میں لاتے اور آپ نماز باجماعت ادا کرتے۔  
 آپ نے ہی مسابد تعمیر کرائیں، معلم کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک چور نے آپ کا جوتا اٹھا لیا۔ مریدین نے اسے  
 پکڑ لیا تو اپنے مسکما کر فرمایا! اچھا تو تمہیں اتنی سخت ضرورت تھی کہ اتنی سردی میں پاؤں اٹھا کر چل دے  
 تم نے جب انہیں دیکھا تھا تو پاؤں کسی گڑھے میں کیوں دھینک دئے؟ اب تم یقیناً چور بن چکے ہو،  
 میں تمہیں ایسی سزا دوں گا کہ یاد رکھو گے، خادم کو فرمایا کہ اسے جوتے کیلئے حافظ بدرالدین سے ایک  
 روپیہ لادو۔

بدی را بدی سهل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اس

۵ محرم الحرام، ۲۷ دسمبر (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء) بروز بدھ آپ کا وصال ہوا، مزار شریف میر شریف میں  
 مرجعِ انام ہے۔ آپ کے بعد آپ کے مرید اور خلیفہ قاص حضرت مولانا نور احمد خاں قدس سرہ سجادہ نشین ہوئے  
 اور ان کے بعد ان کے بھتیجے حضرت فقیر عبداللہ تعالیٰ صاحب سجادہ ہوئے، حضرت خواجہ احمد میروی  
 قدس سرہ کا قطعہ تاریخ وصال درج ذیل ہے۔

درینا! شیخ عالم، چشمہ وجود شہ ملک سلیمان، فیض نمود  
 فرید دہر، فخر اہل عرفاں وجود اد مجسم نور معبود  
 درینا! ظل ادا از فرق عالم ز پشیمان عیاں میں گشت مفقود  
 بیہنجیم از محرم، چار شنبہ بہ ملک حساب اداں گردید پدیدود  
 نداء از چینی آمد چو در گوش ز دابے بقار علت بہ فرمود

بگفتا ہا تقم از بہسرتاریخ

بگو عبیدی ازہے خاص خدا بود

۱۳ ۲۰

۱ حضرت فقیر عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ۲۷ صفر، ۱۳۴۰ فروری (۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) بروز جمعہ وصال فرما گئے، انشاء اللہ انا الیہ راجعون۔

۲ کوہ حسین شاہ، مسید مجیم، ذکر ولی (دومرا ایڈیشن) تمام حالات اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔



## خطیبِ اہل سنت مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری قدس سرہ العزیز

خطیبِ اہل سنت، عالم باعمل، پیرِ نلو، وایشار، مجسمہ علم و رحمت حضرت مولانا قاری احمد حسین فیروز پوری ثم گجراتی ابن جناب عبدالصمد موضع گوتمی تحصیل جھجر ضلع رتھک میں ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں والدین کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا، مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد درسِ نظامی کی ابتدائی کتب مختلف اساتذہ سے پڑھیں پھر تحصیل علم کی غرض سے دہلی چلے گئے اور مشہور لغت گو شاعر مولانا صابر حسین صابری سے نحو، منطق اور فقہ کی کتب میں استفادہ کیا۔ دہلی ہی میں مولانا قاری شبیر حسین سے تجوید و قرأت کا درس لیا اور مشق کی۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے قاری صاحب کو پورے آواز اور لحن داؤدی عطا کیا تھا اس لئے وعظ و تقریر کی طرف میلان ہوا اور میدانِ خطابت میں وہ جوہر دکھائے کہ باید شاید! آپ نساب صدیقی اور مشربانقشبندی تھے اور حضرت خواجہ عبدالخالق جہانخیداں کو سلف عبدالخالق (ضلع ہشیار پور) سے نسبتِ ارادت کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ "خانی لکھا کرتے تھے۔

ابتداء میں آپ مسجد قضاہاں فیروز پور میں خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے پرائز و وعظ کا اثر دور دراز تک پہنچا، بمبئی، امرتسر اور جالندھر وغیرہ مقامات پر آپ کی کثرتِ تقریریں ہوا کرتی تھیں فیروز پور میں آپ کی شہرت و مقبولیت اس حد کو پہنچی کہ گجرات پاکستان (تشریف لانے کے بعد بھی آپ کو فیروز پوری کہا جاتا تھا۔ اسی دوران آپ نے مولانا محمد سعید شبلی عربی ٹیچر کالج فیروز پور (سابق خطیب دربار حضرت فرید الملئہ والدین گنجشکر قدس سرہ) سے مزید علمی استفادہ کیا۔

غالباً ۱۹۴۵ء میں جب آپ حرمین شریفین کی زیارت کو گئے تو دورانِ سفر جہاز میں آپ کی تقاریر کا سلسلہ جاری رہا، اسی جہاز میں میاں فضل دین بگٹا نوالے مرحوم بھی شریک سفر تھے، وہ قاری صاحب کے وعظ سے بے حد متاثر ہوئے اور گجرات تشریف لانے کی دعوت



دی چنانچہ قاری صاحب نے مسجد میاں جلال دین مرحوم میں درس دیا اور رات کو اونچی مسجد منڈی میں تقریر کی۔ آپ کے بیان کا اہل گجرات پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ لوگ دل و جان سے آپ پر فریفتہ ہو گئے اور اصرار کیا کہ آپ ہمارے پاس ہی تشریف لے آئیں اور ہمارے دلوں کو آقائے مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے نور سے منور فرمائیں، ان حضرات کی طلب صادق رنگ لائی اور قاری صاحب گجرات تشریف لے آئے اور مرکزی جامع مسجد عید گاہ میں خطبہ دینا شروع کیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس زمانے میں نماز عید تمام لوگ بلا امتیاز، قاری صاحب کی اقتدا میں ادا کیا کرتے تھے

دیے تو پورے پاکستان کچھ نامور علماء سے قاری صاحب کے گھرے مراسم تھے لیکن غلام طور پر یہ حضرات قابل ذکر ہیں :-

- |                                       |                                  |
|---------------------------------------|----------------------------------|
| ۱۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی | ۸۔ الحاج سلطان علی               |
| ۲۔ پیر طریقت حضرت پیر ولایت شاہ       | ۹۔ مولانا مبارک محی الدین        |
| ۳۔ حضرت پیر حبیب اللہ شاہ             | ۱۰۔ مولانا حافظ سید علی          |
| ۴۔ مولانا فیروز دین                   | ۱۱۔ مولانا حکیم مختار احمد اشرفی |
| ۵۔ الحاج لالہ برکت علی                | ۱۲۔ مولانا محمد عارف             |
| ۶۔ لالہ فضل دین                       | ۱۳۔ مولانا سید محمود شاہ         |
| ۷۔ الحاج مرزا اللہ دتار               |                                  |

فی الحقیقت اس وقت گجرات شہر منبع برکات بنا رہا۔

حضرت قاری صاحب نے تحریک پاکستان اور جہاد کشمیر میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ ذرا بل اسلام کو اپنے مسخوڑ کن بیانات سے تائید پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کسب، حرک ختم نبوت میں بھی پُر جوش حصہ لیا۔ آپ کی تقریر کا خاص وصف یہ تھا کہ اکھڑا ہوا مجمع پھر سے جم جاتا تھا، لطف یہ تھا کہ قاری صاحب کے ہوتے ہوئے تلاوت، نعت، تقریر اور سلام و دعا کے لئے کسی اور شخص کی ضرورت نہیں رہتی تھی، گو یادہ خود ایک انجن اور جامع اجلاس تھے، خلوص کا یہ عالم تھا کہ جہاں تشریف لے جاتے وہاں اجلاس کی تمام نشستوں میں قیام فرماتے



مبادا کسی نشست کا مقرر نہ آئے اور مفتظین جلسہ کو پریشانی ہو، آپ وعدے کو ہر صورت نبھاتے سردی ہو یا گرمی، طوفانِ باد و باران ہو یا شدید بھاری، کوئی چیز آپ کو ایسے وعدہ سے روک نہ سکتی تھی، تقریر کے بعد فوراً اپنا سفر شروع کر دیتے اور جلسہ کے مفتظین سے اجازت لینا بھی پسند نہ کرتے، مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ محرم، صفر، ربیع الاول مسلسل تین ماہ ہرات کراچی میں آپ کی تقریریں ہوا کرتی تھیں، سامعین کی تعداد عموماً چالیس پچاس ہزار سے زائد ہوا کرتی تھی، حیدرآباد، بھٹہ اور نواب شاہ وغیرہ مقامات کے لوگ محض آپ کی تقریر سننے کے لئے کراچی کا رخت سفر باندھا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب کو غضب کی آواز اور بلا کا سوز عطا کیا تھا۔ جب آپ مولانا روم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور علامہ اقبال کا کلام پڑھتے تو مجلس پر ایک کیف طاری ہو جاتا اور جب اس کی تشریح بجا کرتے تو اچھے اچھے اہل علم دنگ رہ جاتے، خاص طور پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا کلام جس حسن و خوبی سے پڑھتے تھے اس کی نظیر کہیں دیکھنے سننے میں نہیں آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے روح پرور نعتیہ کلام کو پنجاب اور سندھ میں سب سے پہلے آپ ہی نے متعارف کرایا تھا۔

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور یاد میں شب و روز محو رہتے، آپ کی تقریروں میں یہ عنصر ہمیشہ نمایاں رہتا اور سننے والے کیف و سرور اور لذتِ محبت میں گم ہو جاتے۔ آپ کو بارہا خواب میں اور بعض اوقات عالمِ بیداری میں جمالِ جہاں آرا کے دیدار کا شرف حاصل ہوا۔ نو عمری کا زمانہ تھا، کیا دیکھتے ہیں کہ خواب میں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں اور ایسی پیاری لغت عرض کر رہے ہیں جو پہلے انہیں یاد نہ تھی، بیدار ہونے پر تجسس پیدا ہوا کہ یہ نعت کس کی لکھی ہوئی ہے، اکیدن اتفاقاً حدائقِ بخشش (امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا نعتیہ دیوان) دیکھ رہے تھے کہ اس میں وہی نعت مل گئی جو آپ نے خواب میں دربارِ رسالت میں پیش کی تھی، اب تو قاری صاحب کو فاضلِ بریلوی قدس سرہ سے بے انتہا محبت ہو گئی، اسی عقیدت کی بنا پر ایک دفعہ بریلی شریف



حاضر ہوئے، فائسل بریلوی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی اور چند دن وہاں قیام کیا۔

قاری صاحب نہایت رقیق القلب اور رحم دل واقع ہوئے تھے، انسان تو انسان ہیوان بھی آپ کی شفقت سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ باقاعدگی سے تہجد ادا کرنا آپ کا معمول تھا، وعظ و تبلیغ کے علاوہ تدریس اور خاص طور پر قرأت پڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا اور بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔ مولانا قاری محمد علی (لاہور) اور مولانا قاری محمد دین راجوردی (گجرات) آپ کے منظور نظر تلامذہ ہیں (انہیں حضرات سے حضرت قاری صاحب کے یہ حالات دستیاب ہوئے ہیں)۔

۲ ذی قعدہ، ۳۰ اپریل (۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء) بروز ہفتہ ساڑھے بارہ بجے دن قاری صاحب کا وصال ہوا، آخری کلمہ اذکرکنتی یا رسول اللہ زبان پر جاری ہوا اور روح قفسِ عنبری سے پرواز کر گئی۔ آپ کا جنازہ جاری تھا اور ساتھ ساتھ لاؤڈ سپیکر پر قاری صاحب کی تلاوت کا ریکارڈ لگایا گیا تھا جسے سن کر حاضرین کی چینیں نکل رہی تھیں۔ ایک لاکھ سے زیادہ افراد نے باچشمِ پُرّم جنازہ میں شرکت کی، جنازگاہ خواجگان علی پور روڈ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

آپ نے ایک صاحبزادی خورشیدہ بیگم اور ایک صاحبزادہ محمد حسین یادگار چھوٹے۔  
مولانا الحاج حکیم محمد مظفر علی خاں مظفر چشتی نظامی ساکن چک عمر نے درج ذیل تاریخ وفات کو سے

آں حبیب محترم احمد حسین	شہد روانہ جانب خسلد بریں
زمینت گجرات، فخر عبد گاہ	نام ادمشہور تادیوار چیں
برزباننش ذکر خالق دہمی	حق پرست و نعت گوئے شاہ دین
خوبصورت نیک سیرت بے ریا	عابد و زاہد امام الصالحین

لحمہ عبدالحکیم شرت قادری مولانا قاری احمد حسین فرورد پوری، ماہنامہ فیاض حرم، دسمبر ۱۹۷۲ء، ص ۲۵ تا ۵۵



گفت تارخیش غلامِ فتادرا      مهرِ تابانِ رفت از چشمم بہ میں

۱۳      ۴۹

گفت ہائے بلبیلِ بارخِ رسول

بارِ دیگرِ بامظفرِ دلِ حسنین

## ایضاً

زِ دنیا رفت قاری پاک باطن      خدا رحمت کند بر جان و مالش  
مظفرِ گفت در تاریخِ ہجری      بفر دوسِ بریں شادا ست سالش

۱۳      ۴۹



## استاذ العلماء مولانا احمد الدین (چکوالی) قدس سرہ

استاذ الاساتذہ مولانا احمد الدین بن مولانا غلام حسین بن قاضی محمد احسن ۲۰ رمضان المبارک ۸ جولائی (۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء) کو پیدا ہوئے۔ تاریخی نام چراغ دین (۱۲۶۸ھ) تجویز ہوا۔ آپ کا آبائی وطن موضع بولہ تحصیل پنڈدادن خان ضلع جہلم ہے لیکن وہاں سے منتقل ہو کر چکوال شہر میں مقیم ہو گئے تھے۔ ۲۲ محرم الحرام ۱۲۷۴ھ کو آپ کی باقاعدہ تعلیم شروع ہوئی اور والد ماجد سے تمام درجہ علوم کی تکمیل کی۔ ۱۸۷۲ء میں انگریز حکومت نے علماء کا انٹرویو لیا جس میں اول آنے پر آپ کو ۵۰ روپے نقد اور ۱۵ روپے ماہانہ کا وظیفہ مقرر ہوا تاکہ اوٹنیل کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کریں لیکن آپ کالج پہنچ کر واپس آگئے کیونکہ وہاں کا معیار تعلیم بہت پست تھا۔ ۱۲۹۸ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھا، وہاں مشہور قلعہ عیسائیت فاضل نیل مولانا رحمت اللہ کیراوی قدس سرہ (جو کہ آپ کے والد ماجد کے بھی استاد تھے) کے پاس ایک سال رہ کر حدیث، قرأت، بیعت، ربیع مجیب اور ربیع مقظہ وغیرہ علوم وہاں کے جنیاد اساتذہ سے حاصل کر کے تعلیم و تدریس کی اعلیٰ سندیں حاصل کیں، واپسی پر کراچی کے محلہ کھڈہ میں مولانا عبداللہ کے پاس کچھ عرصہ قیام کیا اور وہاں ایک دینی مدرسہ مظہر العلوم قائم کیا جو آج بھی جاری ہے۔ قیام کراچی کے دوران کئی علماء و طلباء آپ سے استفادہ ہوئے۔ آپ نے علم طب بھی پڑھا اور اس میں کمال حاصل کیا، کئی لاعلاج مریض آپ کے علاج سے شفا یاب ہوئے۔

۱۲۸۰ھ میں والد ماجد کے ہمراہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۳۱۰ھ میں بلاد مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر کیا اور بغداد شریف میں حضرت نقیب سلمان رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے جب جالی والی مسجد چکوال میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کی شہرت دور دراز تک پہنچی، خاص طور پر ثنوی شریف، ربیع مجیب اور ربیع مقظہ وغیرہ علوم پڑھنے کے لئے دور دراز سے علماء حاضر ہوتے اور شرف تلمذ حاصل کرتے۔ قدرۃ المحققین



حضرت مولانا غلام محمد پیدانوی (محشی تملکہ و مصنف نجم الرحمن) آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔  
 آپ پیدے حافظ قرآن نہ تھے بعد میں شوق پیدا ہوا تو قرآن کریم حفظ کر کے تراویح میں سنایا کرتے  
 تھے، تاریخ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا، عربی، فارسی اور اردو میں مشق سخن فرماتے تھے۔  
 آپ نے اپنے استاد گرامی مولانا رحمت اللہ مہاجر کی وفات پر قطعہ تاریخ کہا جس  
 کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:-

مجھ اندوہ و رنج بیکراں	آہ! زیں صین مصائب اقراں
بست قول مشنوی شاہد براں	گشت صبر از خاطر غم دیدہ گم
کایں نے خامہ بست دل را ترجاں	بشنوا زئے چوں حکایت میکند
باز بان تیز و چشم خوں فشاں	وز جد ایسا شکایت میکند
گر کنم رنج سنائی را عیاں	سینہ نوام شرہ ترہ از فراق
زا انتقال قبلہ اہل دلاں	تا جویم ذرہ درد اشتیاق
فیض بخش ناکساں و ناقصاں	حضرت محمد و منا علم الہدی
بلکہ در اسلا مبول ازوئے نشاں	فخر اہل السنہ فی ملک العرب
در فضائل گشتہ ممتاز زماں	در عراق و ہند و مصر و شام و روم
سیما آنانکہ ناید مثل شاں	فوت عالم موت عالم گفتہ اند
تا کہ شیخ ملک حرمین گشت اس	بود در دنیا چراغ دین و دل
رفت سوئے باغ شہ یعنی جہاں	روز جمعہ بست و دوم از ماہ صوم
می نمایم بر دُعا ختم بیاں	لاجرم چوں نیست در ماں غیر صبر

گو غریب الوطن تاریخ وصال

رحمتہ اللہ لدی خیر الجنان



آپ کے دو صاحبزادے آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے، مولانا فظ عیالار الدین ۲۱ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا فظ نسیم نیا الدین ایم اے، بی ٹی ڈسٹرکٹ انسپکٹر سکولز صحیح العقیدہ سنی تھے۔ ملازمت کے دوران ایک حادثہ کا شکار ہو گئے، تاریخی مادہ قاضی صاحب مرحوم الابد اور مولوی ضیاء الدین علامہ زمان (۱۹۳۴ء) ہے۔ ان کی وفات پر مولانا احمد الدین نے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا، اس نے دیکھنے والوں کو مجاہدیت بنا دیا۔

مولانا احمد الدین ۸ مئی، ۲۸ ذیقعدہ (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۹ء) کو صبح صادق سے کچھ پہلے صرف ایک دن کی علالت کے بعد اس دارِ فانی سے رحلت فرما ہوئے اور چکوال میں اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس علامہ جلیل کی قبر کس پیری کے عالم میں ہے، آج ان کی قبر کی تعیین کرنے والا شاید ہی کوئی موجود ہو، حضرت مولانا کا ذاتی کتب خانہ بہت بڑا تھا جس کا اکثر حصہ اب بھی محفوظ ہے۔

۱۔ مکتوب دہلی نورا، محقق نسیم، ڈیزنہائی سکول راولپنڈی صدر، بنام راقم الخدود، خرداد ۲۰۰۳ء، ۱۹۷۳ء



## فاضل متبحر حضرت علامہ مولانا سید احمد دین گانگوی قدس سرہ (میانوالی)

فاضل بیگانہ حضرت مولانا سید احمد دین گانگوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن مولانا میاں غلام علی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲۵۹ھ / ۱۸۴۳ء میں موضع گانگی شریف (ضلع میانوالی) میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب اکتیس واسطوں سے غوثِ صمدانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ کا خاندان پورے علاقے میں دینی اور علمی اعتبار سے ہمیشہ ممتاز رہا، آپ نے قرآن پاک اپنے والدِ گرامی سے پڑھا جو اپنے دور کے جتید عالم دین اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے، فارسی کی ابتدائی تعلیم قریبی موضع سیوان میں حاصل کی، صرف و نحو کی کتابیں ضلع مظفر گڑھ میں مولانا غلام رسول سے پڑھیں، پھر پٹان جا کر مولانا عبدالرحمن سے فقہ، اصول اور منطق کی تعلیم حاصل کی، بعد ازاں عمر پور (ضلع مظفر گڑھ) میں حضرت مولانا الہی بخش سے علمی استفادہ کیا اور معقول، فلسفہ، ریاضی اور حدیث و تفسیر کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ فرنگی محل کھنڈ کے افاضل سے اکتسابِ فیض کیا اور ۱۸۶۵ء میں دہلی سے سند تکمیل حاصل کی، آپ کی آمد سے ایک ہفتہ بعد والدِ گرامی کا وصال ہو گیا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق آپ نے تدریس، افتاء اور تبلیغ کا فریضہ انجام دینا شروع کیا اور ۱۹۲۸ء تک پورے تریسٹھ برس اس فریضے کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے، اس عرصے میں کابل، قندھار اور دیگر دور دراز مقامات کے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے چند شاگردوں کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولانا محمد اکبر علی (میانوالی)
- ۲۔ مولانا نورا احمد لائل پوری
- ۳۔ مولانا محمد زاہد (دریاضاں)
- ۴۔ مولانا فقیر محمد کابلی
- ۵۔ مولانا دولت خاں کابلی
- ۶۔ مولانا محمد رمضان، وغیرہم لہ

آپ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے لیکن حضرت ثانی خواجہ محمد الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور بہت



بعد صاحب کمال بن گئے، حضرت ثالث خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے فضل و کمال کے پیش نظر آپ کو آستانہ عالیہ سیال شریف کا مفتی اعظم مقرر فرمایا تھا، اس عہدے کے فرائض کو آپ نے بڑی محنت اور قابلیت سے انجام دیا۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور حق تحقیق ادا کیا، مثلاً عشر و زکوٰۃ کے موضوع پر اسلامی بیت المال اور مسئلہ سماع (قوانین) پر ضیائے شمس الانوار تالیف کیں، جو طبع ہو گئی ہیں۔ ان کے علاوہ مسئلہ علم غیب، حاضر و ناظر، استغاثہ بجنور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تین طلاقیں بیک لفظ دینے اور دیگر موضوعات پر آپ کی تصانیف تاہنوز زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔

حضرت مولانا احمد دین رحمہ اللہ تعالیٰ صحیح معنوں میں علمائے سلف کی یادگار تھے، کبھی خوف یا لالچ آپ کو اظہارِ حق سے باز نہ رکھ سکا۔ ایک سو پچیس سال سے زائد عمر ہونے کے باوجود باقاعدگی کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے خود چل کر مسجد میں تشریف لاتے، عالم جوانی سے آخر عمر تک نماز تہجد، اشراق اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے معمولات اہتمام سے ادا کرتے رہے۔ آپ فی الواقع صاحبِ کرامت بزرگ اور علمی اعتبار سے مرجعِ خلائق تھے۔

۴ رجب المرجب ۲۸، اکتوبر (۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء) بروز ہفتہ ایک بجے دن ذکر کرتے ہوئے آپ کی روح انور اعلیٰ علیتین کی طرف پرواز کر گئی۔ آپ کے وصال سے اہل سنت و جماعت ایک فاضل کامل اور صاحبِ دل ولی اللہ سے بظاہر محروم ہو گئے۔ آپ کے جنازہ میں اطراف و اکناف کے بکثرت مسلمانوں نے شرکت کی اور باچشمِ پرہیز مدرستہ شمس العلوم جامع مسجد گانگی (میانوالی) میں آپ کو دفن کیا گیا۔ یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ آپ کے فرزند ارجمند مولانا سید غلام فخر الدین مدظلہ العالی تلمیذِ رشید صدر الافاضل مولانا علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کے جانشین ہیں، مولائے کریم ان کا سایہ تادیر سلامت رکھے، آمین لہ



## مولانا سید احمد علی شاہ بٹالوی قدس سرہ (پروفیسر اسلامیکالچ و خطیب شاہی مسجد لاہور)

مناظر اسلام، محقق اہل سنت مولانا سید حافظ احمد علی شاہ بٹالوی حنفی نقشبندی حشمتی نظامی  
کالہ افغاناں بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے ممتاز فضلاء  
مشائخ سے اکتساب فیض کیا اور تبحر علمی میں معاصرین سے ممتاز ہوئے۔

بٹالہ میں قیام کے دوران مولوی محی الدین (غیر مقلد) کی کتاب "الظفر المبین" کے  
رد میں مشہور کتاب نصر المقلدین (جس میں منکرین تقلید کے اعتراضات کے مسکت جواب دئے  
تھے) تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو علمی دنیا میں قبولیت عامہ کی سند حاصل ہوئی۔

۱۸۸۲ء/۱۲۹۹ھ میں آپ لاہور تشریف لائے، ان دنوں پادری پورن چند مدرس  
مشن سکول لاہور نے مخالف اسلام سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں، سادہ لوح مسلمان اس  
پادری کے ہاتھوں تنگ آچکے تھے، مولانا کو پتہ چلا تو میدان میں آگئے اور مناظرہ میں  
پادری پورن چند کو شکست فاش دی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے عیسائی مبلغین کے خلاف  
تقاریر کا سلسلہ شروع کیا، آپ اکثر لوہاری دروازہ کے باہر تقریر کیا کرتے تھے، اس کے  
علاوہ آپ نے "دعوة الحق" کے نام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جس سے  
عوام و خواص خوب متغیض ہوئے۔ لاہور کے علاوہ ملتان، راولپنڈی، گوجرانوالہ، انبالہ،  
بٹالہ اور امرتسر وغیرہ شہروں میں تبلیغ کے سلسلے میں تشریف لے جاتے اور عیسائیوں کی  
ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرمادیتے۔

۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں اسلامیکالچ لاہور میں عربی، فارسی اور دینیات کے پروفیسر  
مقرر ہوئے۔ اہ قیام لاہور کے زمانہ میں مولانا حافظ مشتاق احمد انیسٹروی کی کتاب  
ضابطہ در تحصیل رابطہ پرنکملہ لکھ کر تصویب شیخ کے مسئلہ کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔ اس



علمی بحث کو معاصرین صوفیاء اور علمائے تصوف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔  
قیامِ لاہور کے دوران آپ کو بادشاہی مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا، خطابت کے  
فرائض کو بارہ سال تک نہایت خوبی سے نبھایا، یہ وہ دور تھا جب بگوی علماء کے آخری  
خطیب مولانا محمد شفیع بگوی اپنے وطن مالوٹ جا چکے تھے۔

حضرت مولانا پیر عبدالغفار شاہ قدس سرہ سے آپ کے بڑے گہرے روابط تھے  
اکثر اوقات انہی کے پاس گزارتے۔ ایک عرصہ تک نمازِ مغرب کے بعد مسلم شریف کا  
درس دیتے رہے جس سے لاہور کے بہت سے علماء مستفید ہوئے۔ حضرت پیر صاحب مرحوم  
مغفود ہر ماہ کی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو ختم شریف کرایا کرتے تھے، اس میں آپ کی  
تقریر ضرور ہوا کرتی تھی، ہر سال میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر سیرت طیبہ پر خطاب  
فرمایا کرتے تھے اور پیر صاحب آپ کی عزت افزائی کے طور پر آپ کی دستار بندی فرمایا  
کرتے تھے، علم و عرفان کی ان مجالس میں آپ کے علاوہ مولانا علامہ اصغر علی دوحی اور  
مولانا نور بخش توکلی، پروفیسر گورنمنٹ کالج ایسے صوفی فنش اور صاحبِ دل حضرات بھی  
شرکت کیا کرتے تھے، درسِ حدیث کی شہرت کی بنا پر آپ مدرسہ غوثیہ لاہور کے شیخ  
الحدیث کہلاتے۔

۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں جمعیت الاحناف امرتسر قائم کی گئی تو اس کی مجلسِ منتظمہ  
میں مولانا سید احمد علی شاہ رحمانہ تعالیٰ بھی بحیثیت رکن شامل تھے۔ آپ نے عقائدِ  
اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور غیر مقلد علماء کے کھوکھلے دلائل کی تردید میں گرانقدر خدمات  
انجام دیں۔ معاصر علماء آپ کے کمالِ علم کے معترف تھے، ذیل میں آپ کی تصنیف نور المقلدین  
پر مولانا عبدالعلی اسی مداسی کی منظوم تقریظ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن معاصرین  
کی نگاہ میں آپ کی فضیلتِ علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

احمد علی چو سیفِ تسلیم را علم نبود  
دادہ شکستِ فاش، نظر را بہ نصر دیں  
گرد عوائے مناظرہ دارد باو کے  
ناوک ہمیں، نشانہ ہمیں، معرکہ ہمیں  
نخرید در دلائل و سفیر در اصول  
بر سرف در ادائل و غطریف در پس



علامہ علوم کتاب و حدیث و فقہ فہمہ اصول و فروع دین

وہا بیاں نمود چوں باد سے مناظرہ

عاجز شدہ گر بخت از ہند تا بہ چین

آپ شاعری میں علی تخلص فرمایا کرتے تھے، افسوس کہ آپ کا کلام نہیں مل سکا۔ آپ نے

تراجم و تصانیف کا کافی ذخیرہ یادگار چھوڑا جسے اہل علم نے وقت کی نگاہ سے دیکھا اور بڑا

استفادہ کیا۔ تراجم و تصانیف کے نام یہ ہیں :-

### تراجم :-

۱۔ نغمت الانس از مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ تحفۃ القلوب و ہدایۃ الارواح از شیخ عثمان جالندھری

۳۔ مشکوٰۃ الانوار از امام غزالی قدس سرہ

۴۔ رسالہ حق نما از شہزادہ دارا شکوہ

۵۔ ہجرت الاسرار و معدن الاسرار از شیخ نور الدین ابی الحسن بن یوسف شافعی

۶۔ شفا شریف ، قاضی عیاض قدس سرہ

### تصانیف :-

۱۔ سورہ الخاطر الفاتر فی مذاہب شیخ سید عبدالقادر - ۲۔ نصر المقلدین

۳۔ نور الشمع فی ظلم الجموع (حضر پیر عبدالغفار شاہ خطیب تکیہ سیادھوں کے ایما پر لکھی گئی اور انہی کے زیر ہتھام چھپی)

آپ نے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں وفات پائی

آپ کے صاحبزادے حافظ بختیار علی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں فوت ہوئے، ان کے علاوہ

اولاد کا پتہ نہیں مل سکا۔ حضرت مولانا سید احمد علی شاہ قدس سرہ کی نماز جنازہ حضرت مولانا سید

دیدار علی شاہ الوری قدس سرہ نے پڑھائی، مزار مبارک میانی لاہور کے قبرستان میں ہے لہ



## حضرت خواجہ احمد نبی قدس سرہ (چوہرہ شریف)

مرشد طریقت حضرت خواجہ احمد نبی المعروف زلفاں والی سرکار، ابن مرشد العصر  
حضرت خواجہ فقیر محمد چوہراہی ابن حضرت شیخ المشائخ خواجہ نور محمد تیراہی (قدس سرہم)  
 چوہرہ شریف میں پیدا ہوئے، آپ حسینی حسینی سید تھے، آپ نے تمام تر روحانی تربیت  
 والد ماجد قدس سرہ سے حاصل کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت سے  
 مشرف ہو کر والد ماجد کے جانشین بنے۔

حضرت خواجہ احمد نبی قدس سرہ کے اقوال، افعال اور لباس سنت مبارکہ کا عکس  
 جمیل تھے، شانوں تک حسین اور دلاؤ نیز زلفیں رکھے ہوئے تھے اس لئے زلفاں والی سرکار  
 کے نام سے مشہور تھے۔

تمام زندگی قریہ قریہ تشریف لے جا کر شرعیات مقدسہ کی تلقین و تبلیغ فرمائی۔ آپ  
 کے مریدین کا حلقہ کابل، جموں، بلوچستان، سندھ، امرتسر، بمبئی، دہلی اور اجمیر شریف  
 تک پھیلا ہوا تھا۔ صبح و شام مہانوں کے لئے دسترخوان کھلا رہتا، اگر اتفاقاً کوئی  
 دوست کسی مہمان کو نا پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا تو آپ سختی سے منع کرتے اور  
 فرمایا کرتے تھے :-

” اللہ تعالیٰ کے حضور میں ملکی، علاقائی اور لسانی کوئی فرق

نہیں ہے، وہاں تو اعمال کا فسق ہے، سب مسلمان ایک

تسبیح کے دانے ہیں۔“

احباب کو ہمیشہ تلقین فرماتے کہ بچوں کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن  
 پاک کی تعلیم بھی دلوائیں، آپ خود صبح اٹھیں تاکہ بچے بھی صبح اٹھنے کے عادی بنیں، بعض  
 عقیدتمندوں کے اصرار پر چوہرہ شریف سے منتقل ہو کر لاہور میں ایک نیازمند بابا دوستن



کے کنوئیں پر تشریف لے آئے، وہاں ایک حجرہ میں عبادتِ الہی میں مصروف رہتے، بعد میں یہ جگہ دس دن پورہ کے نام سے مشہور ہوئی اور اس چوک کا نام پیراں والا چوک مشہور ہو گیا۔

اٹھارہ سال تک آپ یہیں رہے اور اسی جگہ آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ حضرت استاذ المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ بانی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور نے پڑھائی۔ حضرت خواجہ احمد نبی قدس سرہ کا مزار تشریف چوردہ تشریف میں ہے جہاں آپ کا سالانہ عرس بڑے اہتمام سے منایا جاتا ہے۔

۱۰ فیچر سروس : روزنامہ مشرق، لاہور، ۴ اپریل ۱۹۷۴ء۔



## حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعمتی قدس سرہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی احمد یار خان ابن مولانا محمد یار خان بدایونی (قدس سرہ) شوال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۶ء میں محلہ قلعہ کھڑہ اوجھیانی (ضلع بدایوں) کے دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد فارسی درسیات پر عبور رکھتے تھے، انہوں نے جامع مسجد میں ایک مکتب جاری کیا تھا جس میں طلباء کو تعلیم دیتے تھے، غالباً حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھو چھوی قدس سرہ کے مرید تھے۔

مولانا مفتی احمد یار خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، پھر مدرسہ شمس العلوم، بدایوں میں داخل ہو کر تین سال تک (۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۹ء) مولانا قدیر بخش بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، اسی زمانے میں بریلی شریف جا کر حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ابتدائی کتب محنت و جانفشانی سے پڑھیں، امتحان میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے، مولانا حافظ بخش بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ (محقق) نے خاص طور پر ان کی تعریف کی اور انہیں انعام کا مستحق قرار دیا، ماہنامہ شمس العلوم، بدایوں میں یہ کیفیت شائع ہوئی۔

مدرسہ شمس العلوم، بدایوں کے بعد مدرسہ اسلامیہ، مینڈھو (ضلع علی گڑھ) میں داخل ہوئے اور کچھ عرصہ پڑھا، چونکہ اس مدرسہ کا تعلق دارالعلوم دیوبند سے تھا اس لئے وہاں سے تعلیم ترک کر کے مراد آباد چلے گئے، اس واقعہ کا ذکر مفتی صاحب نے اپنے مجموعہ

۱۔ عبد النبی کوکب قاضی: سیرت سالک، طبع اول، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۲۔ غلام مہر علی مولانا: ایوانی المہرب، ص ۳۹

۲۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تلمی یادداشت۔

۳۔ عبد النبی کوکب، قاضی: سیرت سالک، ص ۲۳ تا ۲۷۔

۴۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: تلمی یادداشت



کلام دیوان سالک کے ایک حاشیہ میں بھی کیا ہے لے

جامعہ نعیمیہ، مراد آباد میں داخل ہوئے، حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی مردم شناس نگاہوں نے جوہر قابل کو پہچان لیا اور خود پڑھانا شروع کیا، پھر بے پناہ مصروفیات کی بنا پر حضرت مولانا علامہ شتاق احمد کانپوری ابن استاذِ زمن مولانا احمد حسن کانپوری قدس سرہ کو مراد آباد بلا کر مفتی صاحب کی تعلیم ان کے سپرد کر دی۔ ایک سال بعد مولانا احمد حسن کانپوری میرٹھ تشریف لے گئے، مفتی صاحب بھی استاذِ گرامی کے ساتھ رہے اور ۱۳۲۴ھ/۱۹۲۵ء میں درسِ نظامی سے فراغت حاصل کر لی، اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی لے

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے تکمیل کے بعد عملی زندگی کا آغاز جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے کیا جہاں تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے۔ بعد ازاں مدرسہ سکینیہ دھوراجی، کانٹھیا وار میں نو سال تک تدریس اور خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے، اس کے بعد ایک سال جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور قریباً تین سال کچھوچھو تشریف رہے، پھر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات دامت برکاتہم العالیہ کے بلانے پر پاکستان تشریف لائے اور بارہ تیرہ برس دارالعلوم خدام الصوفیہ، گجرات اور دس برس انجمن خدام الرسول میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے، وصال سے چھ برس قبل جامعہ غوثیہ نعیمیہ میں تصنیف، افتاء اور تدریس کا کام جاری رکھا لے

۱۹۳۶ء میں جب مرکزی انتخابات ہوئے تو سہ طرف مسلم لیگ اور پاکستان کا نعرہ تھا علاقہ ریل کھنڈ خاص طور پر ریلی اور بدایوں میں صرف مسلم لیگ کا شہرہ تھا، بدایوں کے علماء و علماء مولانا عبدالحامد بدایونی، خواجہ غلام نظام الدین، ملا عبد الصمد مقتدری وغیرہ نے بڑا کام کیا

لے محمد ایوب قادری، پروفیسر : قلمی یادداشت

لے عبدالنبی کوکب، قاضی : میرت سالک، ص ۲۸ تا ۳۲۔

لے ایضاً : ص ۳۸ تا ۴۲۔



قصبہ اوجھیانی میں چودھری حاجی شمس الدین، مولوی ابوالحسن، مفتی شمس الدین، سید شہید اعلیٰ، شیخ شوکت حسین، ریاض الدین اور شیخ عبدالرحیم وغیرہ مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے۔ قصبہ اوجھیانی میں مسلمانوں کے غالباً ستو سو تھے جن میں سے پندرہ ووٹ مسلم لیگ کو ملے، ڈاکٹر محمد اسمعیٰ نے ووٹ نہیں ڈالا، آخری ووٹ حضرت مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا، پولنگ کا آخری وقت ۵ بجے تھا، مفتی صاحب ساڑھے چار بجے گاڑی سے اوجھیانی پہنچے اور سٹیشن سے سیدھے پولنگ سٹیشن (میونسپلیٹی روڈ افس) جا کر مسلم لیگ کو ووٹ دیا، مسلمان اس بنا پر بہت خوش ہوئے کہ مفتی صاحب محض ووٹ ڈالنے کے لئے گجرات (پنجاب) سے سفر کر کے اوجھیانی پہنچے تھے چنانچہ بصوتِ جہلوس آپ کو گھر لایا گیا۔

حضرت مفتی صاحب گریجویٹس و تدریس اور تبلیغ کے میدان کے آدمی تھے تاہم مختلف مواقع پر ملی اور سیاسی تحریکوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ تحریک پاکستان کے سلسلے میں صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے قرارداد پاکستان کی تائید کے لئے جو کوششیں کیں، مفتی صاحب ان میں شریک رہے۔ ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں نظریہ پاکستان کی تائید کے لئے بنارس میں آل انڈیا کونگریس کانفرنس منعقد ہوئی تو مفتی صاحب پنجاب کے علماء و مشائخ کے عظیم وفد میں شامل تھے۔

غالباً آل انڈیا کونگریس کے انعقاد کے بعد بعض بااثر حضرات نے سی کانفرنس کے فیصلوں کی مخالفت کی اور اپنے حلقہ نشین اس کا تذکرہ بھی کیا۔ مسلم لیگ کے یہی خواہ اس بنا پر متفکر تھے کہ صوبائی الیکشن قریب ہے، اگر صورت حال یہی رہی تو نہ معلوم نتیجہ کیا ہو؟ تجویز کیا جا رہا تھا کہ بدایوں کے علماء کو بلا کر جلسہ کرنا چاہئے، اتنے میں مفتی صاحب اوجھیانی پہنچ گئے، ان کی دو تین تقریروں نے فضا کو ساگر بنا دیا اور صوبائی الیکشن میں مسلم لیگ کامیاب ہو گئی۔

۱۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر : قلمی یادداشت۔

۲۔ عبدالنبی کوکب، قاضی : میرت سالک، ص ۱۳۔

۳۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر : قلمی یادداشت۔



حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نہایت خوش اخلاق اور خندہ رو شخصیت تھے، سلام کہنے میں پہل کرتے، معمولات اور وقت کے اتنے پابند تھے کہ جب آپ جمعہ کے روز منبر پر بیٹھے تو لوگ پی گھڑیوں کا ہانم ٹھیک کر لیتے تھے، پانچ دفعہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے، ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے تقریباً ۴۶ سال کا عرصہ خدمت دین میں صرف کیا، سینکڑوں علماء کو فیض یاب فرمانے کے ساتھ ساتھ تصانیف کا معتد بہ خیرہ یادگار چھوڑا جس سے مسلک اہل سنت و جماعت کو نہایت تقویت ملی۔

تصانیف کے نام درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ تفسیر نعیمی : گیارہویں پارے کے ریح آخر تک لکھی گئی۔
- ۲۔ نعیم الباری فی الشرح البخاری : بخاری شریف کا عربی حاشیہ۔
- ۳۔ مرآة شرح مشکوٰۃ اردو ، آٹھ جلدوں میں۔
- ۴۔ نور العرفان فی حاشیۃ القرآن : اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ترجمہ پر تفسیری حواشی۔
- ۵۔ جاہ الحق ، دو جلد
- ۶۔ علم المیراث
- ۷۔ شان حبیب الرحمن من آیات القرآن۔
- ۸۔ اسلامی زندگی۔
- ۹۔ سلطنتِ مصطفیٰ
- ۱۰۔ دیوانِ سالک
- ۱۱۔ علم القرآن
- ۱۲۔ رسالہ نور
- ۱۳۔ رحمتِ خدا بوسیلہ اولیاء
- ۱۴۔ مواظبِ نعیمیہ
- ۱۵۔ نئی تقریریں
- دیگرہ وغیرہ

نعیم الباری اور تفسیر نعیمی کے دو تین پاروں کے علاوہ باقی تمام کتابیں چھپ چکی ہیں۔ حضرت مفتی احمد یار خاں قدس سرہ کے دو صاحبزادے یادگار ہیں :-

۱۔ مشہور خطیب مولانا مفتی مختار احمد

۲۔ مولانا مفتی اقتدار احمد

خدا کرے کہ دونوں حضرات مفتی صاحب کی امانتِ عظیمہ کو ملتِ اسلامیہ تک پہنچانے



یعنی زیادہ سے زیادہ کامیاب ہوں۔

جن دنوں حضرت مفتی صاحب میوہ ہسپتال میں تھے راقم الحروف اور مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے، حضرت مفتی صاحب نے دوران گفتگو فرمایا "میں جامعہ نعیمیہ، مراد آباد میں مدرس تھا" میں اور مولانا مفتی امین الدین بدایونی رحمہ اللہ کے بڑے شوق سے قوالی سنا کرتے تھے، ایک دن قوال نے یہ شعر پڑھا

کچھ پاس نہیں ہے پیر، کیا نذر کروں میں تیرے  
اک ٹوٹا ہوا دل ہے اور گوشہ تنہائی

یہ شعر سنا تھا کہ مفتی امین الدین صاحب نے جو کچھ پاس تھا، قوال کو پیش کر دیا، حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے بلا کر باز پرس کی اور فرمایا: یا تدریس ہوگی یا قوالی، حضرت کے اس ارشاد پر میں ہنسنے لگا، میں تدریس چھوڑ سکتا ہوں، قوالی نہیں چھوڑ سکتا، یہ سنتے ہی حضرت صدرالافاضل جلال میں آگئے اور فرمایا :-

" احمد یار خاں! میں تمہیں حکما کہتا ہوں کہ قوالی سننا چھوڑ دو۔"

چنانچہ اس کے بعد آج تک میں نے کبھی قوالی نہیں سنی۔

رحمۃ اللہ! احترام استاذ کی ایسی مثالیں آج کہاں ملیں گی۔

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہ کا وصال ۳ رمضان المبارک

۲۴ اکتوبر (۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کو ہوا، نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد

دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھائی، مفتی صاحب کی آخری آرام گاہ گجرات (پنجاب) میں ہے،

جنازہ میں شرکت کے لئے راقم الحروف گجرات گیا، حضرت مفتی صاحب کی زیارت کی، چہرہ چول

کی طرح کھلا ہوا تھا، اس وقت یہ تصور کرنا مشکل تھا کہ ان پر موت کی کیفیت طاری ہو چکی ہے۔

سید ابوالکمال برق نوشاہی نے قطعہ تاریخ کہا ہے

فدائے ملت محنتِ عالم      حکیم امتِ سرکارِ عالم  
وحید العصرِ تحریر و تقریر      خطیبِ اہل سنتِ شیخِ تفسیر



حیاتش بود در عالم کرامت      وفاتش از علامات قیامت

چوں یکتا بود او اندر شرافت ،

وفاتش برق بگو "شمع شرافت"

مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے سن عیسوی کا استخراج کیا ہے

آفتابِ شرع ، احمد یار خاں      ذاکر اسم خدا شام و پگاہ

در حدیث و فقہ کس مثلش نبود      صوفیان اہل حق را بود شاہ

از شرافت سال تہلیلش شنو!

مخزن انوار، شد مستور آہ

۱۹

۱۳۰۰، ۱۳۹ : میرت سالک ، ص ۱۳۹، ۱۴۰



## سبحانِ عصرِ مولانا علامہ اصغر علی روحی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا اصغر علی روحی ابن مولانا قاضی شمس الدین ابن میاں پیر بخش بن رکن الدین (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں دریائے چناب کے کنارے واقع قصبہ کھٹالہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا، ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور آئے اور اپنے دور کے ممتاز فضلا مولانا فیض الحسن بہار پوری، مفتی عبداللہ ٹونگی، مولوی عبدالحکیم کلانوری اور مولوی قاضی ظفر الدین سے استفادہ کر کے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کئے اور ایم او ایل کی ڈگری حاصل کی۔

علامہ اصغر علی روحی اور نیکل کالج، لاہور کے پروفیسر رہے، پھر ۱۸۹۲ء سے ۱۹۳۱ء تک اسلامیہ کالج لاہور کے شعبہ عربی کے پروفیسر رہے، اس کے بعد اگرچہ پیرانہ سالی کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے لیکن انجمن حمایت اسلام (جس کے زیر انتظام اسلامیہ کالج جاری تھا) نے اذناہ قدہ دانی چار صد روپیہ مشاہرہ تاحیات مقرر کر دیا۔ حضرت علامہ روحی تمام زندگی شریعت مبارکہ کے پابند اور ظاہری تکلفات سے بے نیاز رہے۔ انہیں عربی اور فارسی زبانوں پر کامل عبور حاصل تھا اور دونوں زبانوں میں بلا تکلف شعر کہتے تھے۔

نعتِ پاک کے چند اشعار ملاحظہ ہوں نہ

روحی لبت شہزادریاب سے ابر کرم سے کہ از فیض ببت تسنیم کوثر ساختند

سوزِ اواز سوختن دیگر نبیند چارہ یی زانکہ داغِ عشقت آتش دل سمندر ساختند

نعتِ احمد وصفِ قرآن ہر دو در معنی یکے ست

از پی اجمال یک، تفصیل دیگر ساختند







- ۴۔ ترجمہ قصیدہ بردہ اردو، صفحات ۱۸۲ مطبوعہ ۱۳۲۶ھ۔
- ۵۔ امیر الکلام من کلام الامام " " " ۱۲۸ " " ۱۳۲۲ھ۔
- ۶۔ شرح اسما حسنیٰ " " " ۲۴۸ " " ۱۳۲۹ھ۔
- ۷۔ سيطرة الاسلام علی النصارى اللسان ردحیت اردو، " " ۱۲۴ " " ۱۳۲۰ھ۔
- ۸۔ مافی الاسلام (اسلامی عقائد و احکام، دو جلد) ۱۲۰۰ " " ۱۳۵۰ھ۔

ان کے علاوہ بعض تصانیف فارسی دیوان چھ ہزار اشعار پر مشتمل اور دیوان عربی پانچ سو اشعار پر مشتمل، تفسیر سورہ یسین، آخری دو پاروں کی تفسیر اور خطبات عربی ابھی منتظر اشاعت ہیں۔

حضرت علامہ روحی کے فرزند ارجمند ڈاکٹر مصوفی محمد ضیاء الحق، ادب عربی کے مسلم فاضل ہیں اور اپنے والد گرامی کے کلام کی ترتیب و اشاعت میں کوشاں ہیں۔

حضرت علامہ اصغر علی روحی قدس سرہ کا دصال ۱۳۴۳ھ/۱۹۵۴ء میں ہوا۔ آپ کا مزار کٹوالہ میں مسجد سے ملحق، بریلپ شاہراہ عظیم (جی۔ٹی۔ روڈ) واقع ہے۔

لے سبھ حسن رضوی، ڈاکٹر : فارسی گوین پاکستان، ج ۱، ص ۲۶۲ و ۲۶۳۔

لے ایفنا : ص ۲۶۱۔



## فقہ العصر مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رضوی قدس سرہ (لاہور)

استاذ العلماء فقہ العصر مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خاں ابن مولانا سردار ولی خاں علی ابن مولانا ہادی علی خاں ابن مولانا رضا علی خاں (جد امجد مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی) قدس سرہ ۱۱ ربیع الثانی ۲۰ مارچ (۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے قرآن مجید شروع کیا اور حافظ عبد الکریم قادری بریلوی سے پڑھا، پھر درسی کتابیں متوسطات تک برادر معظم مولانا تقدس علی خاں مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ، پیر گوٹھ، سندھ، مولانا مختار احمد سلطان پوری اور مولانا محمد حسین رضا بریلوی سے پڑھیں، شرح جامی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی مدظلہ العالی سے اور تفسیر جلالین مولانا سردار علی خاں سے پڑھی اور ۱۳۵۲ھ/۱۹۲۹ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی مدظلہ العالی سے سند حدیث حاصل کی، بعد ازاں حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی قدس سرہ سے بھی سند حدیث حاصل کی، پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ مصنف بہار شریعت کی خدمت میں مدرسہ صحیدیہ دادول میں حاضر ہوئے اور تحصیل علوم کے بعد حضرت صدر الشریعہ سے سند حاصل کی بسلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی سے بیعت ہوئے اور آپ کے فرزند ارجمند حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی مدظلہ سے سلسلہ قادریہ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

تکمیل علوم کے بعد این۔ بی ہائی سکول بریلی میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا، پھر کچھ عرصہ دارالعلوم منظر اسلام اور کچھ عرصہ دارالعلوم مظہر اسلام بریلی میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ مدرسہ منہاج العلوم، پانی پت متصل مزار مولانا سید غوث علی شاہ پانی پتی قدس سرہ شریف لے گئے۔



اور ایک سال فرائض تدریس انجام دینے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں چلے آئے تقسیم کے بعد ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان آکر جامعہ محمدی تشریح جنگ میں ۱۹۵۱ء تک شیخ الحدیث رہے بعد ازاں کچھ عرصہ دارالعلوم اہل سنت و جماعت جہلم میں رہے، جون ۱۹۵۴ء میں شیخ الحدیث والفقہ کی حیثیت میں جامعہ نعیمیہ لاہور تشریح لے آئے اور تقریباً چھ سال تک بحسن و خوبی کام کیا۔ ۱۹۶۰ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے، ۱۹۷۳ء میں جامعہ نعمانیہ کی انتظامیہ کی جانب سے جمعیتہ علماء پاکستان سے وابستگی پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے استعفا دے دیا۔ اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شیخ الحدیث مقرر ہو گئے، افسوس کہ آپ جامعہ نظامیہ میں صرف دو دن تشریح لائے تھے کہ مرض وفات لاحق ہو گیا اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے طلباء آپ سے مستفیض نہ ہو سکے۔

مضنی اعجاز ولی خاں قدس سرہ ۱۹۳۷ء ہی سے تحریک مسلم لیگ کی حمایت و اعانت فرماتے رہے۔ ۱۹۴۰ء میں جب لاہور میں قراواہ پاکستان منظور ہوئی تو آپ نے اس کی حمایت میں دارالافتاء الرضویہ بریلی سے فتویٰ جاری کیا۔ ۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء، ۱۹۴۷ء میں مشرقی پنجاب کا دورہ کر کے پاکستان کے لئے رضا ہمار کی۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے کی بنا پر ایک سو دن تک سیٹی ایکٹ کے تحت نظر بند رہے۔

آپ ابتدا ہی سے جمعیتہ علماء پاکستان کے معاون رہے، علامہ ابوالحسنات قدس سرہ کے دور میں مجلس عاملہ کے رکن اور علامہ عبدالحمید الیونی کے دورِ صدارت میں مغربی پاکستان کے صدر رہے، حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی کے دورِ صدارت میں غازن رہے، مسی ۱۹۷۱ء میں جمعیتہ علماء پاکستان صوبہ پنجاب کے صدر مقرر کئے گئے اور اسی وابستگی کی بنا پر منصب شیخ الحدیث سے استعفا دے دیا۔

۱۔ علوم بہر علی مولانا: البواقیت المبرور، ص ۱۱۵، ۱۱۶

۲۔ وقار حسین طاہر: ماہنامہ رضائے حبیب گجرات (جنوری، فروری ۱۹۷۷ء) ص ۲۵

۳۔ اقبال احمد قادری، پیرزادہ، تذکرہ علمائے اہلسنت، لاہور، ص ۳۶۸

۴۔ وقار حسین طاہر: ماہنامہ رضائے حبیب، گجرات، ص ۲۶



۱۹۵۴ء میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار انور کے قریب جامعہ گنج بخش قائم کیا ،  
 غالباً ۱۹۵۶ء میں جامع مسجد محلہ اسلام پورہ میں خطیب مقرر ہوئے اور وہاں دارالعلوم حامد یہ رضویہ  
 قائم کیا۔ آپ نے گنج بخش کے نام سے ایک ماسنامہ بھی جاری کیا جو ایک عرصہ تک جاری رہنے  
 کے بعد بند ہو گیا۔

مفتی اعجاز دلی خاں رحمہ اللہ تعلقے احسن اخلاق، ایثار و قربانی، حق گوئی، صاف دلی ،  
 بے نفسی، علم و بردباری، قوت حافظہ، مسائل فقہیہ کے استحضار، صلابت اے اور تاریخ گوئی  
 میں اپنی مثال آپ تھے، بلاشبہ سینکڑوں علمائے آپ سے اکتساب فیض کیا، تصانیف یہ ہیں :-  
 ۱۔ قانون میراث ۔ ۲۔ تسہیل الواضیح خلاصہ النعم الواضیح ۔

۳۔ تئویر القرآن (تفسیر قرآن بر حاشیہ کنز الایمان)

۴۔ ترجمہ مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ۔

۵۔ ترجمہ کشف الاسرار ، مختلف کتب پر مقدمے اور بیستار فتاویٰ جات ۔

مختصر عدالت کے بعد ۲۴ شوال المکرم، ۲۰ نومبر (۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) بروز منگل فقیہ العصر

مفتی اعجاز دلی خاں قدس سرہ کا وصال ہوا، نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات  
 مدظلہ العالی نے پڑھائی، میاں صاحب، بہاولپور روڈ لاہور میں مولانا غلام محمد ترم قدس سرہ کے  
 سرخانے آخری آرامگاہ بنی، ایک صاحبزادہ پاشا صاحب اور ایک صاحبزادی یادگار ہیں، آپ اپنا  
 نام محمد اعجاز رضوی لکھا کرتے تھے، مولانا محمد ابراہیم خوشتر مدظلہ نے تاریخ وصال کی سہ

رضت ہوا جہان سے یہ کون باکمال  
 بوجھل ہوئی زمین تو فلک غم سے سجڑھاں  
 عقبی کی فکر، دین کا جس کو رہا خیال  
 "از عاقبت بخیر" ہے اس کا سن وصال لے

۱۳۰۹۳

۱۳ ماہنامہ ترجمان اہنت کراچی ، نومبر ۱۹۷۳ء ، ص ۴۴



## عارف کبیر حضرت علامہ مولانا محمد اکبر علی قدس سرہ العزیز (میانوالی)

علم متبحر، عارف اکبر حضرت مولانا محمد اکبر علی بن مولانا غلام حسین بن خدایار (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں میانوالی میں پیدا ہوئے، قرآن مجید والد ماجد سے حفظ کیا، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد (میانوالی) سے پڑھیں، بعد ازاں مولانا نور زمان، کوٹ چاند نہ شریعت (ضلع میانوالی) سے علمی استفادہ کیا، کچھ عرصہ چکی (ضلع کیمپور) میں پڑھتے رہے۔ استاذ اعلیٰ مولانا احمد الدین گانگوی (میانوالی) کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، اس کے بعد ضلع ہزارہ کے مختلف علماء سے تحصیل علم کرتے رہے، دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند میں کیا۔ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ، ۱۹۰۵ء کو سند فراغت حاصل کی۔ آپ سرخ العقیدہ علماء اہل سنت میں سے تھے، سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت خواجہ احمد میروی قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے تو اپنے محلے (زادہ خیل) کی چھوٹی ٹھی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے شروع کئے، جلد ہی آپ کی نیک نفسی اور جلالِ علمی کا شہرہ دور دراز تک ہو گیا، طلباء تحصیلِ علوم کے لئے اور عوام و خواص آپ سے ظاہری باطنی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق حاضر ہوتے اور اکتسابِ فیض کرتے، دیکھتے ہی دیکھتے مختصری مسجد کی جگہ عظیم الشان وسیع و عزیز مسجد تعمیر ہو گئی۔ آپ کے تلامذہ، مریدین اور معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے، مسائلِ دینیہ حل کرانے کے لئے اکثر لوگ آپ ہی کی طرف رجوع کرتے، اہل محلہ جو کم علمی کی بنا پر احکامِ شریعت سے بے خبر اور اہلِ غیرت سے محروم تھے آپ کے فیضِ صحبت سے نمازی، حاج، متبعِ سنت اور علم دوست بن گئے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، وسعتِ ظرف، خوش خلقی، سخاوت، حق گوئی اور مخلوقِ خدا سے بے نیازی ایسے اوصافِ حمیدہ سے نوازا تھا۔ ایک دفعہ میانوالی کے انگریز ڈپٹی کمشنر نے آپ کو کئی مربع زمین دینے کی پیشکش کی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کے

۱۔ فاضل جلیل مولانا غلام مہر علی مظہر نے البواقیۃ المریہ، ص ۱۰۹۔ سن ولادت ۱۲۹۸ھ لکھا ہے



پاس ایک برہمن حدیث تشریف پڑھا کرتا تھا، ایک خادم نے درخواست کی کہ اسے نہ پڑھایا جائے کہ مبادا پڑھ کر ہمارے مقابلہ پر اتر آئے۔ آپ نے فرمایا ”بے شک مقابلہ کرے، کیا ہمارا مذہب جھوٹا ہے؟“ مذاہبِ باطلہ کی بیخ کنی میں پوری سعی فرماتے تھے، اس ضمن میں کئی مرتبہ مخالفین سے مناظرے بھی کئے اور انہیں شکستِ فاش دی۔

شیخ المسلمین حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے آپ کے گھر سے مراسم تھے، چنانچہ کئی دفعہ عرس مبارک میں شمولیت کے لئے گولڑہ تشریف لے جاتے، مولانا فیض احمد گولڑوی لکھتے ہیں :-

”حضرت مولوی اکبر علی صاحب خطیب میانوالی (دو سال ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ء  
۲۹ دسمبر ۱۹۵۶ء) حضرت خواجہ احمد میروی کے عالمِ فنکار ہیں سے تھے اور ہمارے  
حضرت (حضرتِ عالی گولڑوی قدس سرہ) کے ساتھ ان کا گہرا روحانی رابطہ تھا،  
مستند عالم تھے، تصوف، کشف اور روحانیت میں بلند مقام رکھتے تھے چوہدری  
اورنگ زیب صاحب ڈپٹی کمشنر سے، جو ہمارے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے  
دامن گرفتہ ہیں، ان کے خصوصی تعلقات تھے اور ان سے بعض اوقات خاص  
اسرار کی باتیں بھی بیان فرمادیتے، مثلاً یہ کہ آج سبق کے دوران فلاں بزرگ  
کی روح تشریف فرما ہوئی، گولڑہ تشریف عرس کے موقع پر بھی کبھی حاضر  
ہوا کرتے تھے۔“

ایک دفعہ عرس کی مجلس ختم ہوئی تو چوہدری صاحب سے فرمایا کہ آج  
روحانی مجلس میں آواز بلند ہوئی کہ غوث کی عمر ایک برس اور بڑھادی گئی ہے  
چنانچہ پورے ایک سال بعد حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کا وصال ہوا، لے

ملفوظات

• انسان کو چاہئے کہ وہ خوف کی بجائے حیا کی بنا پر گناہ کو ترک کرے اور یہ یقین رکھتے ہوئے  
کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر فعل کو دیکھ رہا ہے، گناہ کرتے ہوئے نہ رہائے۔

لے فیض احمد مولانا، مہرنبیر، ص ۲۰۲



• ہر مصیبت و ابتلا میں ثابت قدم رہنا چاہئے، شریعت مطہرہ کو کبھی بھلایا نہ جائے اور ہمیشہ خندِ پیشانی سے رہنا چاہئے تاکہ دیکھنے والے کو انسان کی تکلیف کا احساس نہ ہو سکے۔

• اصل عزت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے حاصل کی جائے اور اسی کیلئے سزوح کی جائے اس سے نفس ذلیل ہو جاتا ہے وہ عزت جو اپنے نفس کیلئے حاصل کی جائے اور خواہشاتِ نفسانی کیلئے استعمال ہو تو اللہ تعالیٰ کا باعثِ بقی ہے

۲۷ جمادی الاولیٰ، ۲۹ دسمبر (۱۳۷۱ھ/۱۹۵۶ء) کو حضرت مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا، کیٹی بارغ کے وسیع میدان میں آپ کے استاد محترم مولانا احمد دین گانگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں میانوالی اور اس کے مضافات کے کثیر التعداد نیاز مندوں نے شرکت کی، مزار انور آپ کی عظیم دینی یادگار اکبر المساجد کے پہلو میں بنایا گیا جہاں ہر سال نہایت اہتمام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔ اس عرس میں پاکستان کے مقتدر علماء خاص طور پر غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث انوار العلوم، متان، ملک لدر سین استاد الاساتذہ مولانا عطا محمد بندری لوی دامت برکاتہم العالیہ شرکت فرمایا کرتے ہیں، مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ مہتمم شمس العلوم جامعہ مظفریہ ونویہ، واں بھجراں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اولادِ نرینہ میں سے دو صاحبزادے یادگار ہیں، مولانا غلام ربانی سرکاری ملازمت سے منسلک ہیں اور مولانا الحاج غلام جیلانی مدظلہ (فاضل مدظلہ اسلامیہ اردو بہ ضلع سہارنپور) اکبر المساجد (میانوالی) کے خطیب اور میانوالی کے مفتی ہیں، آپ کی نگرانی میں مسجد و مدرسہ کا نظام بحسن و خوبی چل رہا ہے۔ ان کے فرزند ارجمند مولانا محمد عبدالملک سلمہ بھان دنوں درسِ نظامی کی آخری کتابیں پڑھ رہے ہیں، انہیں ذہانت، شرافت اور سلامتِ طبع کے جوہر ورثے میں ملے ہیں، مسلکِ اہل سنت و جماعت کی ترقی کے لئے ان سے بڑی توقعات وابستہ ہیں، مولائے قدوس انہیں سلامت رکھے اور ہمیشہ از ہمیشہ دینی خدمات کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

۱۔ یہ تمام حالات انہوں نے ایک قلمی بیاض سے مہیا کئے، اس تعاون پر راقم ان کا شکوگزار ہے۔



## واعظ الاسلام مولانا سید محمد اکرام الدین بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا سید محمد اکرام الدین جلیل عالم دین اور مقبول زمانہ واعظ تھے اسی لئے آپ کو "واعظ الاسلام" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے، حضرت شیخ نے ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں درج ذیل الفاظ میں اجازت مرحمت فرمائی :-

اللہ اکبر

از فضل حسن

اما بعد الحمد للہ میاں خواجہ اکرام الدین بخاری کہ مرید ایں فقیر است  
اجازت طریقہ نقشبندیہ و قادریہ دادم کہ بر دماں تعلیم نمایند، ثم  
السلام والدعاء۔

نیز حضرت مولانا عمر ضیاء الدین عثمانی خالیدی کر دی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی سلسلہ عالیہ  
نقشبندیہ قادریہ میں اجازت عطا فرمائی، اجازت کے الفاظ یہ ہیں :-

اما بعد فقد شرفنا الحبيب الاكرم والاعز الافرغ  
خرة جباه اصحاب اليقين بهجة جبهة اصحاب  
التمكين العالم الفاضل خواجہ محمد اکرام الدین  
البخاری الشهير بواعظ الاسلام (الى ان قال) اجزناه  
نيابة عن المشايخ الكرام في الطريقة العلية النقشبندية  
القادريه قدس الله تعالى اسرار ساداتهم السنية  
ونفعنا من بركاتهم البهية اجازة مؤثرة بالنصيحة  
والتربية والتعليم۔



مولانا کلام الدین کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الفت اور بزرگانِ دین کی عقیدت سے معمور تھا۔ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور آپ کی شان میں ہدیہ عقیدت پیش کیا اور استغاثہ و استداد کی چند اشعار ملاحظہ ہوں :

بدرگاہِ جنابت آمدہ یا شاہِ جیلانی  
منور شد دل از پر تو الوارِ ربّانی  
غریب بے نوا افتادہ ام بیمار در کویت  
نظر فرما بحالم حضرت محبوبِ سبحانی  
آپ شعر و سخن کا بہترین ذوق رکھتے تھے اور آخرت تخلص کرتے تھے۔ ان کے کلام میں زیادہ زلفت و منقبت کا پہلو نمایاں ہے، درج ذیل مشہور قصیدہ نعتیہ آپ ہی کے فکرِ عالی کا نتیجہ ہے :

تری الفت میں مرثیہ شہادت اسکو کہتے ہیں  
تجھی کو دیکھنا تیری ہی سنا، تجھ میں گم ہونا  
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا  
بنایا مشرکوں کو عاشق تو حمید یکدم میں  
ادھر ایما ہو ایشہ کا ادھر بخشے گئے غامی  
نہے طغیاں کہ دریا سبھی کے ملبے بچوں کے  
سگِ گاہِ جیلان محکوم کر دے تو شاہوں کے  
ترا مقنون جان دادہ ترا عاشق ترا شیدا  
فارسی کلام ملاحظہ ہو :-

فین سخنوں نیشہ مصہبا برابر است  
یک خونِ دل بعلِ مصفا برابر است  
بے دردِ عشق، بیچ کے قرب حق نیابت  
یک ذرہ غم بہ جملہ اشیاء برابر است  
یک لحظہ توجیر خاطر باہل حق  
بافیض صبح و باشبِ بلد برابر است  
ذکر دوام صیقل زنگار باطن است  
دل صاف گشت بادلِ بھیا برابر است  
اختر دے لے کہ واقف اسرار عشق شد  
اور ابشت و دامن صحرایا برابر است



آپ اپنے خطبات میں اصلاح عقائد اور بد مذہبوں سے اجتناب پر بہت زور دیتے تھے، چنانچہ ایک خطبہ میں فرماتے ہیں :

ہے جب تک دم میں دم باقی عقیدہ پاک رکھ اپنا  
مسلمانو! بچو ہر وقت تم بہودہ باتوں سے  
کوئی منکر حدیثوں نے کوئی کتبہ میں عسی  
کوئی مرزائی و ہابی، کوئی چکڑالوی لیکن  
تمامی اولیاء اللہ تھے اس مذہب حق پر  
وگرنہ بے ادب کو روز محشر اس حسرت ہے  
زمانہ میں فساد و فتنہ کی اب بہت کثرت ہے  
بجو ان بد عقیدوں کی یہ سچی اور عقیدت ہے  
خدا کا شکر مومن اک فقط سنت جماعت ہے  
ہمیشہ اس جماعت پر خدا کا دست رحمت ہے

ان کے دور میں مرزائے قادیانی کے دعاوی کا بہت زور شور سے پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا، علامہ اسلام کی ہمنوائی میں مولانا نے عقائد اہلسنت کے تحفظ اور مرزاجی کے بلند بانگ دعاوی کے رد میں بڑی سرگرمی دکھائی اور بذریعہ تحریر و تقریر اس فریضہ کو باحسن وجوہ نبھایا چنانچہ اپنی تالیف فیض جاری ملقب بہ ہدیۃ التجاری کے ایک خطبہ (جس میں مسئلہ تخم نبوت کا مدلل طور پر بیان فرمایا) سے پہلے فرماتے ہیں :-

”اجکل خطر پنجاب وغیرہ میں دعویٰ نبوت و مہدویت کا بہت چرچا ہو گیا ہے  
چنانچہ مریدان میر تقادریانی کہ بڑے بڑے دعویٰ سے میر اکووسی کا انا و عسی موعود ہونے کو  
ثابت کرنے میں سرگرم ہیں اگرچہ تمہید علامہ الامام ابو الشکور سالمی میں صاوارو ہے کہ:

ومن یری الوحی والنبوة لاحد بعد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
سلم غیر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فانہ یصیر کافرًا۔ (تمہید ص ۱۶۹)

(فیض جاری ص ۷۵)

”جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کے لئے  
وحی اور نبوت کا اعتقاد کرے، وہ کافر ہے۔“

افسوس کہ نہ تو آپ کے فرید حالات مل سکے اور نہ تاریخ وفات معلوم ہوئی، یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ لاہور  
میں آپ کا مزار کس جگہ ہے۔

۱۔ یہ تمام حالات فیض جاری سے لئے گئے ہیں۔ (مرتب)



## امام العارفين حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ العزیز

سلسلہ چشتیہ کے نیرتاباں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی ابن حضرت خواجہ گل محمد بن حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی ماہ ذوالحجہ (۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء) میں تونسہ شریف میں پیدا ہوئے دینی تعلیم کے لئے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی نے آپ کو مولانا محمد امین کے سپرد کیا۔ انہوں نے قرآن مجید کے علاوہ فارسی نظم اور عربی صرف و نحو کی تعلیم دی، پھر حدیث کا درس دیا، باطنی تربیت خود حضرت پیر سیپان نے فرمائی۔

ابتدائی زمانہ میں آپ شاہانہ شان و شوکت سے رہتے تھے، جب اپنے اہل مقام پر فائز ہوئے تو پرانی ٹوپی، نیلا تہبند اور معمولی کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ جد امجد کے فیض تربیت سے نماز اور روزے کی محبت بچپن ہی میں حاصل ہو گئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت سے لگاؤ اتہما کو پہنچ گیا۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی آپ کے دینی جذبے سے بے حد خوش ہوتے تھے چنانچہ آپ نے اپنی حیات ظاہری ہی میں دلائل الخیرات شریف کا پڑھنا آپ کے سپرد کر دیا تھا اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ شجروں پر ہماری طرف سے تم ہی دستخط کر دیا کرو۔ حضرت خواجہ اللہ بخش نے اس فرمان پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت پیر سیپان کے بعد بھی شجروں پر حضرت شاہ سلیمان کا نام ہی لکھا کرتے تھے۔

جب آفتاب تونسہ شریف حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے روپوش ہونے کا وقت قریب آیا تو آپ نے حاضر ہو کر سر قدموں میں رکھ دیا اور عرض کیا :-  
" میں آپ سے اور کچھ نہیں مانگتا، صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے  
فقروں کے جوتے سیدھے کرتا رہوں "۔

یہ سن کر حضرت شیخ پر ایک کیفیت طاری ہو گئی اور فرمایا وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي اور جان



جاں آفریں کے سپرد کردی شاہ غلام نظام الدین فرزند کالے صاحب نے حضرت خواجہ اللہ بخش کے سر پر دستار باندھ کر انہیں سجادہ شیخ پر بٹھا دیا۔

حضرت خواجہ اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے جد امجد کی طرح پوری تندی سے خلق خدا کی راہنمائی فرمائی اور سلسلہ کی اشاعت میں اپنی تمام خداداد صلاحیتوں کو صرف فرمایا۔ آپ نے سجادہ نشین ہونے کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں کا سفر کیا اور بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دی، بیکانیر میں ہزاروں لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضر ہوئے، ۱۸۵۴ء میں اجمیر تشریف جا کر حضرت خواجہ بزرگ کے مزار پر حاضری دی اور دس روز اجمیر تشریف میں قیام فرمایا، یہاں بھی ہزاروں لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، پھر کشن گڑھ، جے پور، راجپوتانہ سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی اور حضرت خواجہ فخر الدین قدس اسرار ہم کے مزارات کے علاوہ سلسلہ چشتیہ کے دوسرے اولیاء کے مقابر پر بھی حاضری دی۔

قیام دہلی کے دوران بہادر شاہ ظفر نے حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کیا، بڑے بڑے امیر کبیر بھی آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اور محلات کی بیگمات مرید ہوئیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب اپنے عقائد کی تشہیر شروع کی تو آپ نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی سے تردید فرمائی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا دینی احساس بیدار ہو جائے تاکہ اس قسم کی گمراہ کن تحریکوں سے متاثر نہ ہوں، حالانکہ ابھی تک مرزا جی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

آپ کو تعمیرات سے بہت دلچسپی تھی، آپ کی بنوائی ہوئی عمارات شہر کے تقریباً نصف حصہ

۱۔ غلیق احمد نظامی، پروفیسر، تاریخ مشائخ چشت، مطبوعہ دارالمولین، اسلام آباد، ص ۱۸

۲۔ ایضاً، ص ۲۰

۳۔ ایضاً، ص ۲۲



میں پھیلی ہوئی ہیں، ان عمارات میں زیادہ تر مساجد، مدارس، کنوئیں اور سرائیں ہیں۔

آپ بلند اخلاق کے مالک تھے، ایک دفعہ آپ کے دربار میں حاضر ہونے والا آپ کے اخلاقِ حمیدہ کے ائمٹ نقوش دل میں لے کر جاتا تھا۔ مسلمان تو مسلمان ہندو تک آپ کے اخلاقِ عالیہ سے مستفید ہوتے تھے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی سے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے، ایک دفعہ حضرت شمس العارفین نے ان کے بارے میں فرمایا :-

”انہوں نے نبی شرافت و کرامت کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت میں سب سے آگے بڑھ کر قربِ الہی حاصل کیا“

آپ کی تین فضیلتیں بہت ہی نمایاں تھیں :-

۱۔ آپ نے عرب شریف سے ایک قاری صاحب کو بلا کر اپنے مکان پر پٹھرایا تاکہ علاقہ کے لوگ قرآنِ پاک کی قرارت کی تصحیح کر لیں، چنانچہ بے شمار افراد فیضِ قرآنی سے مستفیض ہوئے۔

۲۔ ۱۲۹۹ھ میں زیارتِ حرمین شریفین کے لئے گئے تو پچیس افراد آپ کے ہمراہ تھے، اس سفر میں آپ نے اپنے رفقاء اور حرمینِ طیبین کے خدام پر ساٹھ ہزار روپے صرف فرمائے۔

۳۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے وصال کے بعد بہت سے لوگوں کو تشویش مقلی کہ مریدین کی تربیت کون کرے گا اور وابستگانِ آستانہ کی ضروریات کا انتظام کون کریگا؟ جب حضرت خواجہ اللہ بخش مجاہدہ نشین ہوئے تو وہ حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی کی توجہ سے تمام اوصاف میں سب سے سبقت لے گئے۔

”پس چوں دریں وقت بنظر غور بہ بینم معلوم میگردد کہ ظہور حضرت خواجہ تونسوی اکوں شدہ است سبحان اللہ! چہنیں نیجادہ نشین از سجادگان پیش بظہور نیامدہ باشد“ لہ



حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا :-

” خواجہ اللہ بخش صاحب کی نظر میں اہل دنیا کی ذرہ برابر وقعت نہ

تھی، آپ بے حد غریب لگتے تھے، دنیا داروں کو بہت حقیر جانتے تھے،

خواجہ اللہ بخش جیسا کوئی فقیر دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔“ لہ

آپ کے تین فرزند تھے، حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ حضرت خواجہ حافظ احمد اور حضرت

خواجہ حافظ محمود رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے مریدین اور معتقدین حد شمار سے باہر ہیں شمس العلماء،

مولانا عبدالحق خیر آبادی آپ ہی کے مرید تھے۔

۲۹ جمادی الاولیٰ، ۱۳ ستمبر (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمہ

اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا، تاریخ وصال یہ ہے :

چراغِ جہاں بجھ گیا ہے لہ

۱۹      ۱۳

لے خلیق احمد نظامی، پروفیسر: تاریخ شاہچشت، ص ۲۱، بحوالہ ملفوظات طیبہ، ص ۱۴۲

ص : ۲۳

لے ایٹا



## فخر المدین مولانا علامہ ابوالفتح محمد الحدیث قدس سرہ (واں بھپراں)

سناظر اہل سنت فخر المدین حضرت مولانا علامہ ابوالفتح محمد الحدیث بن مولانا فضل احمد بن مولانا سید رسول بن میاں شیخ احمد (قدست اسرارہم) ۴ محرم ۱۲۰۲ھ (۱۹۲۹ء) بروز بدھ موضع شادیہ ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے، والد ماجد سے قرآن پاک حفظ کیا اور مقامی سکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی، صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں عمدتاً بخیل (میانوالی) میں اپنے وقت کے مشہور مدرس حافظ محمد احمد سے پڑھیں، حافظ صاحب دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، ان کی کوشش کے باوجود مولانا الحدیث کا ذہن سلیم اعتقادی طور پر ان سے ہم آہنگ نہ ہو سکا، پھر قسمت نے یاوری کی تو دورِ حاضرہ کے سب سے بڑے فیض رساں مدرس حضرت مولانا حافظ عطا محمد چشتی مدظلہ الاقدس کی بارگاہ میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام، میاں شریف حاضر ہوئے اور معقول و منقول کی منتہی کتب پڑھ کر محدثِ اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل سوار احمد قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور صحاح ستہ کا درس لے کر ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں تبارِ فضیلت اور سندِ فراغت حاصل کی۔

عقائد کی پختگی تو نیک المدین حضرت مولانا عطا محمد چشتی دام ظلہ کے فیضِ نگاہ سے حاصل ہو چکی تھی، حضرت محدثِ اعظم پاکستان کے فیضِ صحبت سے ایمان کو جلا ملی اور مسلکِ اہل سنت کی صحیح تعبیر مسلکِ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے تعلق خاطر اور مستحکم ہو گیا، سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔

فارغِ تحصیل ہونے کے بعد ایک سال مدرسہ احسن المدارس مرکزی جامع مسجد راولپنڈی اور ایک سال جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں قابلِ ستائش تدریسی خدمات انجام دیں، قیام



لاہور کے دوران جامع مسجد بیڈن روڈ میں خطیب ہے ۱۹۵۹ء میں واں پھراں (میانوالی) کے مشہور درویش منش رئیس ملک مظفر خان بہادر، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی کی رضامندی اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ کی اجازت سے بحیثیت خطیب مدرس اور مہتمم آپ کو واں پھراں لے گئے۔

واں پھراں کارکنز اور ایک عرصہ تک مولوی حسین علی (مؤلف بلغۃ الحیران) کے دور میں الوہیت و رسالت کی تقیص کی بادِ سموم کی زد میں رہا، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کی تشریف آوری نے فسوں کاری کے اس ماحول پر شدید ضرب لگائی تھی، بعد ازاں مولوی حسین علی کے شاگرد مولوی غلام نسیم بانیس سال تک سنیت کا لبادہ اوڑھ کر جامع مسجد مظفریہ، واں پھراں میں خطیب رہے، شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی کی نگاہ التفات نے انہیں بے نقاب کر کے علیحدگی پر مجبور کر دیا، یہ بھی ان بزرگانِ دین کی توجہات کا ثمرہ تھا کہ مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد سے قبضہ واں پھراں گلستانِ سنیت بن گیا، ان کے روح پرور بیانات اہل دل کے لئے نسیم سحری ثابت ہوئے، جاہجا صلوة و سلام کے کیف اور نغمے گو بنجنے لگے، میلادِ شریف کے جلوس سے عید کا سماں بندھنے لگا، واں پھراں کی تاریخ میں پہلی دفعہ آپ کے زیرِ اہتمام یومِ رضا منایا گیا۔

مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تدریس و تقریر کی طرح مناظرہ میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا، واں پھراں پہنچنے کے چند روز بعد ہی مولوی غلام نسیم کو چیلنج کیا کہ میدان میں اگر مسلکِ اہل سنت کی حقانیت پر گفتگو کر لیں لیکن وہ ہزار اطمینان دلانے کے باوجود بھی سامنے نہ آئے، سرگودھا کے مولوی محمد امیر سے موضعِ اتراہ ضلع سرگودھا کے قریب ایک دیہات میں مسئلہ علمِ غیب پر گفتگو کی اور دلائلِ قاہرہ سے اہل سنت کا موقف ثابت کر کے عظیم الشان فتح حاصل کی، جب یہ اطلاع محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ کو پہنچی تو انہوں نے نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو ابوالفتح کا لقب اور دستِ فضیلت تاج العسح عطا فرمائی، اس کے علاوہ حضرت محمدا عظمیٰ لاہوری کے ایما پر موضعِ دنگ (ضلع کنڈیاں) میں دیوبندی عالم مولوی عطا محمد سے دیوبندیوں کا گستاخانہ عبارتوں پر ایسا زوردار گفتگو کی



کہ فریقِ مقابلِ تابِ مقابلہ نہ لاتے ہوئے چلتے بنے اور جاتے ہوئے کچھ کتابیں بھی چھوڑ گئے۔  
 مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ تمام علماء و مشائخ اہل سنت سے گہری عقیدت  
 اور مخلصانہ روابط رکھتے تھے، خاص طور پر استاذِ گرامی ملک المدرسین حضرت مولانا عطا محمد  
 چشتی دامت برکاتہم العالیہ کی عقیدت و خدمت میں کوئی بھی ان تک نہ پہنچتا تھا، ایک عرصہ  
 تک معمول رہا کہ ایک جمعرات حضرت استاذِ گرامی کی خدمت میں بندیا ل ماضی دیتے اور  
 ایک جمعرات والدین کی خدمت میں موضع شادیہ حاضر ہوتے، حضرت استاذِ گرامی مدظلہ العالی  
 بھی انہیں بے پایاں شفقتوں سے نوازتے۔

مولانا محمد اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے تدریسی کمال اور اخلاقِ جمیدہ کا اثر تھا کہ  
 پاکستان کے گوشے گوشے سے طلبہ کھینچے چلے آتے تھے، افغانستان تک کے طلبہ آپ کی  
 خدمت میں حاضر ہوتے اور اکتسابِ فیض کرتے، علومِ دینیہ سے بہرہ ور کرنے کے ساتھ ساتھ  
 مسلکِ اہل سنت کی خدمت کا والہانہ جذبہ طلبہ کے دل و دماغ میں اتار دیتے، بندیا ل تشریف  
 لاتے تو کچھ وقت ہمیں بھی عنایت فرماتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد  
 قدس سرہ فرمایا کرتے تھے :-

”مولانا ادرسی کتب پر شروع و حواشی لکھنے کی طرف ضرور توجہ دیجئے،  
 کچھ نہیں تو ہر روز ایک دو سطریں ہی لکھ لیا کریں، انشاء اللہ العزیز ایک  
 وقت آئے گا کہ مکمل کتاب بن جائے گی۔“

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قدس سرہ نے ایک مکتوب میں آپ کو تحریر فرمایا:  
 ”مولیٰ عزوجل آپ کو مدارجِ علیا عطا فرمائے اور خدمتِ درس و  
 تدریس و خدمتِ خطابت و امامت و خدمتِ مذہبِ اہل سنت میں  
 خوب ترقی و قبولیت عطا فرمائے، آمین!“ لے  
 کیا یہ کرامت نہیں کہ اس دعا کا ایک ایک لفظ آپ کے حق میں پورا ہوا اور آپ نے



ہر شعبے میں نمایاں خدمات انجام دیں، آپ نے مختصر عرصے میں مدین کی اچھی خاصی تعداد تیار کر دی  
بحمدہ تعالیٰ آپ کے تلامذہ مملکت پاک کے متعدد مدارس میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے  
ہیں، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا پیر محمد چشتی شیخ الحدیث جامعہ معینیہ پٹور۔
- ۲۔ مولانا حاجی محمد علی مہتمم دارالعلوم رسولیہ شیرازیہ لاہور۔
- ۳۔ مولانا محمد عبدالوہاب بن مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی، (حال انگلینڈ)
- ۴۔ مولانا محمد طفیل، کراچی۔
- ۵۔ مولانا غلام نبی ناظم اعلیٰ دارالعلوم حلدیہ، کراچی۔
- ۶۔ مولانا غلام دستگیر افغانی مدرس دارالعلوم امجدیہ، کراچی۔
- ۷۔ مولانا منظور الحق، کراچی۔
- ۸۔ مولانا بشیر احمد جہلمی، چک سواری، آزاد کشمیر۔
- ۹۔ مولانا حافظ محمد ابراہیم ناظم اعلیٰ شمس العلوم مظفریہ رضویہ، واں بھچراں،
- ۱۰۔ مولانا حافظ غلام محمد صدر مدرس اشاعت العلوم، چکوال۔
- ۱۱۔ مولانا گل رحمن مدرس ضیاء العلوم جامعہ رضویہ، راولپنڈی۔
- ۱۲۔ مولانا فضل السجان مہتمم دارالعلوم قادریہ، بغدادہ مردان۔

دیگرہ وغیرہ

۲۱ ستمبر کو ملک سا بنجار ہوا، اگلے دن ۵ رمضان المبارک، ۲۲ ستمبر (۱۳۹۴ھ)  
۱۹۷۴ء کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا، مولانا ابوالفتح محمد اللہ بخش قدس سرہ  
کی شادی ۱۹۶۴ء میں میانوالی کے علمی گھرانے میں ہوئی، آپ کی اولاد میں سات  
اور نو سال کی دو بچیاں اور ایک صاحبزادہ عزیز القدر رضار المصطفیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ  
عمر چار سال یادگار ہیں۔



مولانا سید شریعت احمد شرافت نوشاہی مدظلہ نے قطعہ تاریخ وصال کہا ہے

مولوی اللہ بخش مردِ کمال بود فاضل، بنجانداں محبوب

کرد تبلیغ ملتِ احناف اہل باطل ازوشده مرعوب

مہتمم خاص بُد بدارِ علوم ہم مدرس بدسِ خوش اسلوب

مشہر فیضِ اوبہ وال پھراں داخلِ خلد گشت آن مطلوب

سال ترحیل و سے شرافتِ حبست

ہاتھم گفتم "تاند المرغوب" لے

۱۳ ۹۲

لے تھیں مضمون راقم الحروف "مولانا علامہ ابوالفتح محمد اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ" ماہنامہ ترجمانِ اہل سنت کراچی

جنوری ۱۹۷۵ء، ص ۲۳ تا ۲۷۔



## حضرت مولانا حافظ سید الہی بخش نوشاہی قدس سرہ لقب بہ مظهر حق، ساہنپال شریف (گجرات)

حضرت مولانا حافظ سید الہی بخش مولانا حافظ سید نور اللہ شاہ مفتی رسول نگر (م ۱۲۲۹) ابن حافظ سید محمد حیات ربانی (م ۱۱۴۳ھ)، ۱۱۸۲ھ/۱۷۶۸ء میں ساہنپال شریف (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت والد ماجد کے علاوہ علم مکرم مولانا سید ضیاء اللہ (م ۱۲۳۴ھ) سے پائی۔ علوم متداولہ کے ساتھ ساتھ طب، کتابت اور دعوتِ اسما و عملیات میں بھی ممتاز حاصل کی۔ آپ سلسلہ عالیہ نوشاہیہ قادریہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت تھے، ان کے علاوہ حضرت سید فتح الدین بن سید محمد عظیم نوشاہی (م ۱۲۲۴ھ) سے ظاہری طور پر اور حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قادری (م ۱۰۱۲ھ) بھلوال اور حضرت نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ سے روحانی طور پر مستفیض ہوئے۔

حضرت مولانا الہی بخش نوشاہی سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ کے اوراد و اذکار پوری پابندی سے ادا کرتے اور آدابِ شریعت کا پورا پورا لحاظ کرتے۔ آپ کے زمانہ سجادگی میں حضرت نوشہ گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف کو دریائے چناب کے سیلاب سے نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوا تو آپ نے ۱۸ شوال ۱۳۳۴ھ/۱۸۲۲ء کو حضرت نوشاہی کا تابوت شریف نکالا اور دریائے دوہیل کے فاصلے پر دفن کر دیا، آپ کی تصنیف دو غیر مطبوعہ کتابیں یادگار ہیں :-

- ۱۔ الروضة الزکیہ فی الحقائق العلیہ (نظم و نثر سے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا ہے۔)
- ۲۔ مفتاح السلاج (طبی مجربات)

آپ کے تین صاحبزادے تھے:

- ۱۔ مولانا حافظ سید قیل احمد نوشاہی ثانی (م ۱۲۸۶ھ)
- ۲۔ سید غلام احمد المعروف بوٹے شاہ (م ۱۳۱۸ھ)
- ۳۔ سید فیض احمد المعروف مکھن شاہ لاہوری (م ۱۳۳۲ھ)



۴ رمضان المبارک، ۵ دسمبر (۱۲۵۳ھ/۱۹۳۷ء) کو حضرت مولانا الہی بخش تلاوت کلام پاک کر رہے تھے۔ کم من فدیۃ قلبت فدیۃ کثیرۃ باذن اللہ، کلمک پہنچ کر زبان رک گئی، آپ کے فرزند اکبر مولانا حافظ قل احمد نے بیکارہ اللہ مع الصابریں پڑھتے ہی آپکا وصال ہو گیا۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت مولانا حافظ سید قل احمد نوشاہی (۱۲۱۲ھ/۸-۱۹۷۷ء) میں پیدا ہوئے، مادہ تاریخ ولادت "خمستہ قدم" ہے۔ ظاہری تعلیم والد ماجد مولانا الہی بخش اور جد امجد مولانا نور اللہ شاہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے حاصل کی، بعد ازاں اپنے چچو چچی زاد بھائی مولانا سید غلام قادر سے تمام علوم کی تکمیل کی۔ فن کتابت اپنے نانا مولانا محمد فوت سے حاصل کیا۔ آپ علم و عمل میں اپنے آبا و اجداد کے صحیح جانشین تھے، پالیس سے زیادہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا، آپ کے دو صاحبزادے تھے مولانا سید محمد امین نوشاہی (م ۱۳۱۰ھ) اور مولانا سید محمد شفیع (م ۱۳۱۱ھ)۔ ۲۳ ربیع الثانی، ۳ اگست (۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء) کو بوقت تہجد آپ کا وصال ہوا۔

مولانا حافظ سید قل احمد نوشاہی کے فرزند اکبر مولانا سید شاہ محمد امین نوشاہی رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۵ ذیقعدہ (۱۲۴۱ھ/۱۸۲۶ء) کو پیدا ہوئے، مادہ یحییٰ نام "مخار" قرار پایا آپ نے اپنے آبا کے سلسلہ کو بحسن و خوبی نبھایا، آپ کے تین صاحبزادے تھے:

- ۱- مولانا حافظ سید روح اللہ (م ۱۲۹۲ھ) ۲- پیر سید فاضل شاہ (م ۱۳۳۷ھ)
- ۳- مولانا حافظ محمد شاہ (۱۳۳۳ھ)

آپ کا وصال ۱۸ رجب سے الاثرے، ۸ سبوری (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء) کو ہوا۔ ان تمام حضرات کے مزارات قبرستان نوشاہیہ، ساہنپال شریف، ضلع گجرات میں ہیں۔



## منظر اسلام حضرت مولانا امام الدین قادری رضوی قدس سرہ (کوٹلی لوہاراں، لکھنؤ)

ناصر سنت ماحی بدعت حضرت مولانا ابوالیاس امام الدین قادری رضوی ابن حضرت مولانا عبدالرحمن قدس سرہ (کوٹلی لوہاراں، ضلع سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ جلیل القدر اساتذہ سے علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کے دونوں بڑے بھائی مولانا علامہ ابو عبد القادر محمد عبد اللہ کوٹلوی اور فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی قدس سرہ بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت مولانا امام الدین قدس سرہ کی مہر و نعتی



آپ نے تمام مہر فرق باطلہ کے خلاف تحریری و تحریری طور پر جہاد کیا۔ آپ پنجابی کے بہترین شاعر تھے، علمی مسائل، آیات و تفسیر، احادیث مبارکہ اور عبارات فقہیہ بڑی عمدگی سے نظم کے قالب میں ڈھال دیتے تھے۔ آپ نے تصانیف جلیلہ کا ذخیرہ یادگار چھوڑا۔

لیکن آپ کے اعزہ و اقربا نے اس کی حفاظت و اشاعت کی طرف توجہ نہیں دی۔

چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ نصرۃ الحق المعروف بتبیح نعمانیہ برگردن وہابیہ (رد وہابیہ) (تقلید، علم غیب، حیلہ اسقاط، کفنی لکھنا اور احتیاط النظر وغیرہ مسائل پر سیر حاصل بحث، پنجابی اشعار میں صفحات ۸۲، مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ، سن تالیف ۱۳۲۸ھ)
- ۲۔ احتیاط النظر (اس میں یہ ثابت کیا کہ نصاریٰ کی حکومت میں احتیاط النظر پڑھنی چاہئے،



مخالفین کے اعتراضات کے مسکت جوابات، صفحات ۴۴، مطبوعہ سٹیٹ پریس امرتسر، اس کے  
 انہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی سندِ خلافت و اجازت بھی درج ہے۔

۳۔ ہدایۃ الشیعہ، (اردو، دو حصے)

۴۔ الذکر المہود فی بیان المولد المسعود، (مطبوعہ، کل صفحات ۴۸، نظم پنجابی)

نعتِ پاک کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

سب یقین نبی محمد نوں رب دناشان اُچیرا	عم غیب کھلایا سنوں دور کیا سب خیرا
رب اپنے ناں دے نال رکھایا	نزد اللہ دے مستقیم دھکے ہو پسند نہ آیا
سیان چون ساں غیب استائیں	دچہ کلام اللہ دے دیکھو کیسا ہے رب سائیں
اسماں خاص نتیجہ ظاہر عقلاں و آئے جان	غیبی علم نبی نوں، یہی ہر دم شکر کماون

۱۹ ربیع الثانی، ۲۱ اگست (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کو حضرت مولانا ابوالیاس امام الدین قدس

سرہ العزیز کا وصال ہوا۔

آپ کے پوتے جناب رضا المصطفیٰ چشتی معروف صاحبِ قلم ہیں لیکن افسوس کہ کوشش  
 بسیار کے باوجود راقم الحروف ان سے حضرت کے تفصیلی حالات حاصل نہ کر سکا لہذا انہی  
 معلومات کو پیش کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ آخر میں وہ سند اجازت پیش کی جا رہی ہے  
 جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے مولانا امام الدین کو عطا فرمائی تھی، یہ سند  
 رسالہ احتیاط النظر میں چھپ چکی ہے، اسی مطبوعہ سند کا عکس ہدیۃ قارئین ہے۔

۱۰ امام الدین، مولانا : نعت الحق ، ص ۲



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 اَحْمَدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةِ لَمْتَثِقِیْنَ وَالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَ  
 اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ عَرْضَ كَرْتَابِیْ سَكِیْنِ اِمَامِ الدِّیْنِ مَوْطِنِ كُوْتَلِیْ وَوَاوَا  
 مَغْرَبِیْ ضَلَعِ سِیَّاكُوْثِ كِهْ جُوْمَعِیْ سِنْدِ قُرْاٰنِ وَحَدِیْثِ اُوْرَا اِجَازَاتِ سِلْسِلَةِ قَادِیَةِ اَعْلٰی حَضْرَتِ عَالِمِ  
 اِسْنَتِ نَاطِقِیْ مِلَّتِیْ مَفْتٰی شَرِیْعَتِیْ حَامِیْ طَرِیْقَتِیْ صَاحِبِ حَجَّتِیْ قَاهِرَةِ مَوْثِقِیْ سِنْتِیْ نَاطِقِیْ مَجْدِیْ  
 مَآءِ حَاضِرِهِ مَوْلَانَا مَوْلٰی اَحْمَدِ رَضَا خَاں صَاحِبِ حَفِیِّ قَادِیَةِ بَرَكَاتِیْ بِرِیْ  
 دَامِ ظَلَمِیْ وَعَمِّ فَضْلِهِ سَیِّدِیْ حَاصِلِیْ هُوْءِ بَیْنِهِیْ هَاں رُوحِ كِبَآئِیْ هُوْءِ هَرِّ فَا صِیْ وَعَامِیْ سَیِّدِیْ  
 اَطْمِیْنَانَ حَاصِلِیْ كَرِیْمِیْ سِنْدِیْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَحْمَدُ لِلّٰهِ حُدِّیْ مِّنْ لَا اَحَدٍ لَّهٗ \* وَسِنْدِیْ مِّنْ لَا سِنْدَ لَهٗ \* وَاَفْضَلِیْ الصَّلٰوةِ  
 وَاَكْمَلِیْ السَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِ الْكِرَامِ وَسِنْدِ الْاِثْمِ مَنَعِیْ سِلَاسِلِ الْاَنْبِیَاءِ  
 الْعِظَامِ وَعَلٰی اِلٰهِ وَصَحْبِهِ رَوَاةِ عِلْمِهِ وَرِوَاةِ اَبِيْهِ وَبَعْدُ فَقَدْ سَأَلْتِیْ جَمْعَ الْفَضَائِلِ مَنَعِیْ  
 الْفَوَاضِلِ حَامِیْ السُّنَّةِ وَالدِّیْنِ وَمَا حِیْ الْبِدْعَةِ وَالْمُفْسِدِیْنَ الْمَوْلٰی مُحَمَّدِ اِمَامِ الدِّیْنِ جَعَلَهُ  
 اللّٰهُ كَاسْمِهِ اِمَامِ الدِّیْنِ اِجَانَةَ مَا رَوِيْهِ عَنْ مَشَاطِئِ الْكِرَامِ سَیِّدِ نَاوْمُرْشِدِ نَاوْمَوْلَانِیْ وَ  
 سِنْدِیْ كُنْزِیْ وَذَخْرِیْ لَبِیْحِیْ وَغَدِیْ سَیِّدِ نَاوْمُرْشِدِ اِنْ الرَّسُوْلُ الْاَحْمَدِیْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ  
 بِالرَّضَى السَّرْمَكِ وَسَیِّدِیْ وَوَلَدِیْ خَتَامِ الْمُحَقِّقِیْنَ وَاِمَامِ الْمُدَقِّقِیْنَ حَضْرَتِ الْاَمُوْلِ الْمَوْلٰی مُحَمَّدِ  
 نَقِیْ عَلِيْحَانَ الْقَادِیَةِ الْبَرِيْكَوْقُدَسِ سِرِّهِ الْقَوِیْ عَنْ اَبِيْهِ الْكَرِيْمِ الْعَارِفِ بِاللّٰهِ سَیِّدِنَا  
 الْمَوْلٰی رَضَا عَلِيْحَانَ قُدَسِ سِرِّهِ وَشَيْخِ الْعِلْمَاءِ بِالْبَلَدِ الْاَمِيْنِ الْاِمَامِ الْمَحْدُثِ الْفَقِيْهِ  
 الْاَمِيْنِ سَیِّدِ نَاوْمَوْلِیْ السَّیِّدِ اَحْمَدِ بْنِ زَیْنِ دَحْلَانَ الْمَلِكِ قُدَسِ سِرِّهِ الْمَلِكِ عَنْ الشَّيْخِ عَثْمَانَ  
 الدَّمِيَّاطِيْ وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ الْهَمَامِ سِرَاجِ الْبَلَدِ الْحَرَامِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ السَّرَاحِ  
 مَفْتٰی الْحَنْفِيَّةِ بِمَكَّةِ الْحَرَامَةِ رَحْمَةً مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَنْ الْمَوْلٰی جَمَالِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو مَفْتٰی الْاِ







## حضرت مولانا امام الدین نقشبندی رائے پوری قدس سرہ

پیر طریقت حضرت مولانا امام الدین ابن مولانا کرم النبی (قدس سرہ) غالباً ۲۰۳-۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں چک عادل، ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی پھر مختلف افاضل سے استفادہ کرتے ہوئے فقیہ اعظم مولانا محمد شریف خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں کوٹلی لوہاراں حاضر ہو کر جملہ علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ تکمیل علوم کے بعد رائے پور اٹواناں، ضلع سیالکوٹ کو مرکز بنا کر تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کر دیا، سلسلہ نقشبندیہ میں امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اہانت و خلافت سے نوازے گئے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق آپ نے سلسلہ تبلیغ کو تیز کر دیا اور قریہ قریہ پھپک کر عوام کو دین متین سے روشناس کراتے رہے۔ اس سلسلے میں متحدہ پنجاب کے علاوہ بنگلور، میسور، بمبئی، احمد آباد اور ملہ اس تک دور سے فرماتے رہے۔ پیر مرشد کابل حضرت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فرمانے پر آپ نے ماہنامہ انوار الصوفیہ (سیالکوٹ) کی ادارت اور جامع مسجد متصل گنڈہ گھر سیالکوٹ چھاؤنی کی خطابت کے فرائض سنبھال لئے جنہیں تمام عمر بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

آپ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے، آنے والے مہمانوں اور طلبہ پر حد درجہ شفقت فرماتے، علماء و صوفیاء اور سادات کرام کی دل و جان سے تعظیم و توقیر کیا کرتے۔ بندگان دین کے مزارات پر عافری اور اس میں شمولیت کو ترقی درجات کا ذریعہ سمجھتے۔ بد مذہبوں سے سخت نفرت رکھتے تھے، تین دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پیر و مرشد حضرت امیر ملت قدس سرہ کی پیروی میں ضلع سیالکوٹ کے چپے چپے



کا دورہ کر کے قیام پاکستان کے لئے راہ ہموار کی اور عوام و خواص کو مسلم لیگ کی تائید و حمایت پر آمادہ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آباد کاری کے لئے شب و روز کام کرتے رہے۔

نصف صدی سے زیادہ عرصہ رشد و ہدایت میں گزار کر حضرت مولانا امام الدین رائے پوری قدس سرہ ۸ شعبان ۱۲۰۱ اپریل (۱۳۴۳/۱۹۵۴ء) کو عازمِ خلدیبری ہوئے۔ نمازِ جنازہ حضرت سید حافظ محمد حسین شاہ سجادہ نشین علی پور شریف نے پڑھائی۔ آپ کا مزار رائے پور اٹواناں کی مسجد کے صحن میں ہے۔

لے محمد رضا مصطفیٰ بھٹتی : نذر مصلوات، لاہور، اگست ۱۹۷۵ء۔



## فاضل جلیل مولانا شیخ محمد امان اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا شیخ محمد امان اللہ بن مولانا صدیق الدین رحمہما اللہ تعالیٰ نے چک عمر ضلع گجرات میں پیدا ہوئے، زیادہ تعلیم والد ماجد اور عم مکرم مولانا مخدوم عالم سے پائی، مزید تعلیم کے لئے کچھ عرصہ کرسال ضلع جہلم میں رہے، اس عرصہ میں آپ کے بڑے بھائی مولانا شیخ عبداللہ (چک عمر) آپ کی جدائی سے متاثر ہو کر فراقیہ اشعار کہتے رہے جو ایک کتاب میں جمع کئے جاسکتے ہیں۔

مولانا شیخ محمد امان اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دور کے متبحر عالم اور عربی و فارسی کے اچھے شاعر تھے، آپ نے جوازی جمعہ کے بارے میں ایک عربی رسالہ لکھا تھا جسے علمائے نگاہِ تحسین سے دیکھا، یہ رسالہ پروفیسر قریشی احمد حسین، پروفیسر زینتہ دارہ کالج گجرات کے کتابخانہ میں محفوظ ہے۔ مولانا شیخ محمد امان اللہ کو خاندانی تنازعات اور مقدمات کی وجہ سے علم و ادب کی خدمت کا موقع نہ مل سکا ورنہ وہ نہ معلوم کیسے کیسے جواہر پارے یا دیگر چھوٹے۔

۲۹ صفر، ۱۳۱۱ گشت (۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء) بروز جمعہ صبح کے وقت مولانا شیخ محمد امان اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہوا اور چک عمر ضلع گجرات میں مدفون ہوئے۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا سلام اللہ شائق نامور عالم دین ہوئے ہیں۔



۱۔ قریشی احمد حسین، پروفیسر : گجرات کی تمدنی تاریخ (قلمی)



واقعہ اسرارِ معر حضرت مولانا الحاج ابو الحقائق پیر سید امانت علی شاہ نظامی قدس سرہ

پیر طریقت حضرت مولانا ابو الحقائق پیر سید امانت علی شاہ نظامی ابن حضرت سید برکت علی شاہ حبشی صابری قدس سرہ ۲۰ صفر المظفر، یکم اپریل (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۱ء) بروز پیر موضع گھوٹی سیداں ڈاک خانہ کوٹھیلی خاں تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۵ واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔

چھ سال کی عمر میں والد ماجد کے ہمراہ کپور تھلہ چلے گئے اور پندرہ برس کی عمر میں اپنے تایا زاد بھائی حضرت سید نادر علی شاہ (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ معظلم دین مرد لوی خلیفہ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ) کے دستِ اسرارِ ہم) کے دستِ مبارک پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بیعت ہوئے۔ بیعت کے بعد ظاہری اور باطنی علوم حاصل کئے اور درجہ کمال کو پہنچے ایک دفعہ عرس کے موقع پر مقرر ہوئے وقت نہ پہنچ سکے تو آپ کے مرشد حضرت پیر سید نادر علی شاہ قدس سرہ نے فرمایا "امانت علی! آج آپ ہی وعظ کیجئے" آپ نے معذرت کی کہ میں نے کبھی تقریر نہیں کی، لیکن مرشد کے اصرار پر اظہار سے ہوئے، تائیدِ فیسی شامل ہوئی اور وعظ کا رنگ ایسا جما کہ سامعین عاجز رہ گئے، پھر کیا تھا، آپ نے باقاعدہ وعظ و تقریر کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ کے مواظب کا شہرہ دور دور تک پہنچا مرشد کمال نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

پیر صاحب کو وعظ و ارشاد میں یدِ بطولی حاصل تھا۔ اکابر بزرگان دین کی طرح آپ بھی وعدۃ الوجود کے قائل تھے، نہ صرف قائل بلکہ بہت بڑے مبلغ بھی تھے۔ آپ اپنے اکثر و بیشتر خطابات میں اس مسئلے کو بڑی تفصیل سے بیان فرماتے، پیرایہ بیان اس قدر دلنشین ہوتا کہ ایک عام آدمی بھی اس دقیق مسئلے کو سمجھ لیتا، شہنہی شریف پر ناقابلِ یقین حد تک عبور تھا، جب آپ شہنہی شریف کے اشعار اپنے مخصوص انداز میں پڑھتے تو سامعین کیفیتِ مستی سے سرفراز ہو جاتے۔ آپ کی تقریر اسرارِ تصوف کی آئینہ دار ہوتی تھی۔



پیر سید امانت علی شاہ عابد شب زندہ دار بزرگ تھے، نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے اور شریعتِ مطہرہ کی پیروی کو ہر وقت پیش نظر رکھتے، سخت سے سخت تکلیف کی حالت میں کبھی نماز قضا نہ ہونے دیتے، ہر جمعرات حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے اور ایک عرصہ تک ہر نوچندی جمعرات کو حضرت فرید الدین گمشکوہ قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دیتے رہے، بزرگانِ سلسلہ اور مشائخ کے عرس بڑے اہتمام سے مناتے۔

۱۹۴۰ء میں جامع مسجد عید گاہ (جامعہ نعیمیہ) گڑھی شاہو، لاہور کی انجمن کی استدعا پر آپ لاہور

تشریف لائے۔ ۱۹۴۳ء میں گنج مغلوہ، لاہور کے چند اجباب کے سپہامرار پر جامع مسجد شاہ کمال کی خطابت قبول فرمائی اور مسجد کے قریب آستانہ بیت اللہ میں قیام پذیر ہوئے، یہ مسجد پہلے مختصر تھی، آپ کے تشریف لانے کے بعد عاصی وسیع و عریض اور خوبصورت بن گئی۔ آپ تادم واپس اس مسجد میں اپنے ارشادات و مواعظ سے دلوں کی دنیا کو منور کرتے رہے۔

حضرت پیر صاحب شعر و سخن کا عمدہ ذوق رکھتے تھے اور نظامی تخلص کرتے تھے۔

۱۹۵۶ء میں اہل و عیال سمیت حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے دربارِ رسالت میں منظوم ہدیہ سخییت پیش کیا جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں :-

السلام اے مبتدا و منتہی	السلام اے مقتدا و پیشوا
السلام اے واقع علم لدن	السلام اے راز دارِ امر کن
السلام اے مظہر نور و وجود	السلام اے مظہر علم و شہود
السلام اے ناظر قلب حقیر	این نظامی گنگار و فقیر

۱۹۵۸ء میں حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے

اور سلام پیش کیا، چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

السلام اے مطلع انوارِ حقیقت	السلام اے رہبر اہل بہشت
السلام اے ساتی بہامِ کست	السلام اے ساز جمالِ یارِ مست
السلام اے پیکرِ حسن و جمال	السلام اے ماحی کفر و ضلال
ہو قبول اب تو نظامی کا سلام	آپ کا ہے یہ غلامانِ غلام



اردو میں بھی آپ نے طبع آزمائی کی ہے لیکن آپ دوسرے قلم کو کسی دنیا دار کی مدح و ثنا سے طوط نہیں ہونے دیا، مرتب بزرگان دین سے اظہار عقیدت کے لئے اشعار کو وسیلہ بنایا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی منقبت میں فرماتے ہیں

رہا نگر بھری مہک کو تیرے نام کا سہارا  
اسی طرح رات گزری اسی طرح دن گزارا  
سچی اور بھی ہیں بیشک یہ جہان چچان مارا  
ہوا سنگتوں کا آخر تیرے در پہ ہی گزارا  
کھر ادیر سے ہوں در پر، مجھے بھیک دو خدا را  
یہ ہے لاج بھی تمہاری ہے فقیر بھی تمہارا  
تیرے در پہل سے ہیں کئی شاہ اور گدا بھی  
چہ شود اگر نوازیٰ ز نگاہ ایں گدا را

ذرا دیکھ لے نظامی کہاں خاک بوس تو ہے

تو ہی ہے بلند قسمت ہے عروج پر ستارا

حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی شان میں فرماتے ہیں

دے آسناں سلامت دے برقرار شاہی  
کہ تمہارا نام پر ہے یہ ہماری کج کلاہی  
تیرے در پہ سزنگوں میں شاہوں کے تاج شاہی  
تیرے فقر پر تصدق ہے ہزار بادشاہی  
تیرا نعرو فریدی ہے قبول بارگہ میں  
مرے کان میں سہاٹی یہ صدائے بھگاہی

ذرا دیکھ لے نظامی یہ ہے درگاہ فریدی

کہیں بٹ رہی ہے جنت کہیں بٹ رہی ہے شاہی

آپ کے مرید اور خلیفہ جناب سید محمد اشرف بخاری آپ کے مواظفہ خطبات کو قلمبند کر لیا کرتے تھے، یہ خطبات مختلف عنوانات کے تحت چھپ چکے ہیں، مثلاً تینس خطبات پر مشتمل ذکر و فکر، کلمہ طیبہ، آئینہ معرفت، تصویر شیخ، حقیقت جامع، دعوت حق، شب قدر، شب معراج، رویت بلال، سائنس اور مذہب اور مقام ولایت وغیرہ وغیرہ۔

حضرت پیر صاحب کے مریدین اور معتقدین کا حلقہ فاضل کسب ہے۔ آپ کے چند خلفاء کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ صوفی عبدالرحیم دیوانہ، مولف حق کی پہچان، بھوگیوال، بانہا پورہ لاہور۔
- ۲۔ حاجی صوفی محمد عالم، شہداد پور ضلع ساکھڑ، سندھ۔



۳۔ میاں وارث علی۔

۴۔ میاں سخاوت علی، موضع پھلرون، تحصیل و ضلع لاہور

۵۔ سید محمد اشرف بخاری، محلہ حسین پورہ، آبادی کہار پورہ لاہور

۷، محرم الحرام، ۷ مارچ (۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) بروز جمعہ انجمن صبح پیر امانت علی شاہ  
رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حقیقی سے جملے نماز جنازہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت پیر سید  
کرامت علی شاہ حشری نظامی مدظلہ نے پڑھائی، مزارہ استانبول بیت الامان گنج مغلیوسہ، لاہور  
میں ہے، مزارہ شریف پر خوبصورت گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی نے قطعہ تاریخ

وصال کہا ہے۔

جناب پیر امانت علی و حمید زماں	رفیق مجلس آل فخر انبیا آمد
چو سالِ رحلتِ شیخ زماں شرافت جنت	شہیدِ عشق امانت علی، ندا آمد
	۹۱ ۷۷ ۱۳

۱۔ یہ تمام حالات جناب سید محمد اشرف بخاری زید مجاہد کی قلمی یادداشت سے لئے گئے ہیں۔



## فقیرِ اعظم مولانا مفتی محمد امجد علی خاں قدس سرہ

حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی خاں ابن دلاور حسین خاں (پٹھان) ساکن موضع سکھ ڈیرہ تحصیل شاہ آباد ضلع گیا (صوبہ بہار) تقریباً ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ شاہ آباد میں میٹرک کیا اور ڈاکا نے میں کلرک ہو گئے، پھر کسی صاحبِ دل کی تاثیر صحبت سے علومِ دینیہ کا شوق پیدا ہوا، مولانا محمد رسول خاں ہزاروی صدر مدرس مدرسہ امداد الاسلام، میرٹھ سے تعلیم حاصل کی، متوسط کتابیں جامعہ اسلامیہ بریلوی میں مولانا محمد من الدین سے پڑھیں، آخر میں مدرسہ عالیہ رامپور میں مولانا فضل حق دہلوی، مولانا ذریعہ محمد اور مولانا منور علی سے تکمیلِ علوم کی، مولانا سید محمد عبدالعزیز بنیٹھوی سے بھی استفادہ ہوئے، رامپور ہی میں مولانا قاری علی حسین تلمیذ مولانا قاری محمد عبدالرحمن پانی پتی سے تجوید و قرأت کی مشق کی، بعض مسائل کی تحقیق کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استفادہ کیا۔

۱۹۴۶ء میں غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کی دعوت پر بحیثیت مفتی و مدرس انوار العلوم ملتان تشریف لائے اور تاحیات وہیں رہے، مفتی صاحب حضرت مولانا سید محمد خلیل محدث امر دہوی قدس سرہ (برادرِ بزرگ علامہ کاظمی مظلمہ) کے ساتھ بعض اسباق میں شریک بھی رہے، مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے۔

”میں خوانینِ ثلاثہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا ختمت علی خاں کھنوی اور مولانا

ریاست علی خاں شاہ جہانپوری اقدس امرا ہم میں سے ایک (آخر الذکر) کا شاگرد

اور تینوں کا فیض یافتہ ہوں۔“

آپ بجز اخلاق، جامع علوم اور بیسٹل مدرس تھے جو دو دنیا میں بے نظیر تھے، ان گنت علماء نے آپ سے کسبِ فیض کیا، تصانیف میں سے ایک سالہ القول ایضاً فی اثبات حیات المسیح ۱۹۵۳ء میں مدرسہ

انوار العلوم سے شائع ہوا تھا۔ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء میں ۸۲ سال کی عمر میں بحال فرمایا۔ پسماندگان میں ایک صاحبزادہ ایک صاحبزادی اور ایک بھائی چھوٹے، مولانا حبیب احمد افق نے درج ذیل تاریخ وصال کہی ہے۔

بعد از دہائے منقرت، تاریخ منقلش گوا افق شد و اصل حق مفتی امجد علی والا مکان

لے شجاعت علی قادری، مولانا مفتی: مقالہ اشیح مفتی محمد امجد علی خاں صاحب، روزنامہ سادہ، ۱۰ اہل سنت نمبر، اگست ۱۹۶۸ء ص ۱۰



## قدوة العارفين حضرت پیر امیر شاہ بھیروی قدس سرہ العزیز

عارفِ کامل حضرت پیر امیر شاہ ابن حضرت پیر شاہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب انیل واسطوں سے حضرت شیخ الاسلام بہار الحق والدین حضرت زکریا تانی قدس سرہ سے ملتا ہے۔ قدرت نے آپ کو ابتداء ہی سے ذوقِ عرفان سے سرفراز فرمایا تھا۔ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیا اور تا عمر یہ سلسلہ جاری رہا۔ دس سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا لیکن تائیدِ ایزدی نے قدم قدم پر آپ کی راہنمائی اور حفاظت فرمائی، ابتداء میں حضرت پیر بہادر شاہ گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (بھیرہ) سے فیضِ روحانی حاصل کیا، پھر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور آفتابِ معرفت کے انوار و برکات سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ کے فیضِ نگاہ کا عالم یہ تھا کہ شرابی، چور اور بے نماز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کی دنیا بدل جاتی اور وہی بد کردار نیک میرت بن جاتے۔ مریض حاضر ہوتے تو شفا یاب ہو جاتے، غریب، مسکین، مسافر، بچہ، بوڑھا غرضیکہ جو بھی حاضر ہوتا، آپ کی شفقت و عنایت سے محروم نہ رہتا، شریعتِ مطہرہ کی سختی سے پابندی کرتے، فرائض تو کجا، نوافل کی ادائیگی میں بھی تساہل نہ کرتے، مریدین کو اتباعِ شریعت کا تاکید ہی حکم فرماتے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے جناب پیر صدیق شاہ، حضرت پیر حافظ محمد شاہ اور جناب پیر فتح شاہ مدظلہ۔ آپ نے اپنی زندگی میں اپنے منجملے صاحبزادے کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ حضرت پیر کرم شاہ مدظلہ علی ماہنامہ ضیائے حرم لاہور آپ کے پوتے اور سجادہ نشین ہیں۔

۱۰ جمادی الاخریٰ، ۶ دسمبر (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء) بروز کھنکھنبہ ۹۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے، تاریخ وصال یہ ہے

جناب شاہ امیر عارف حق گزیدہ منظرہ اسمائے حسنیٰ

چو پایروں کشید از دارِ دنیا مقامے یافت در فردوسِ اعلیٰ

۴۶ ۱۳



## مجاہد اسلام مولانا پیر سید امین الحسنات قدس سرہ (ماہنامہ)

نامِ ملت، مجاہد اسلام حضرت مولانا پیر سید امین الحسنات قدس سرہ ابن حضرت پیر عبد الرؤف قدس سرہ ۱۳۴۱ھ / ۱۹۲۳ء میں مانچی شریف تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں والد گرامی کے وصال کے بعد مجاہدہ نشین قرار پائے۔ تعلیم و تربیت کے سلسلے میں معلومات حاصل نہ ہو سکیں، حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ بڑے بیباک، نڈر اور روشن دماغ رہتا تھا، دین و ملت کی محبت نے انہیں پیکرِ سیاب بنا دیا تھا، ان کی انتہائی آرزو تھی کہ اسلامی حکومت ہو، اسلامی آئین نافذ ہو اور مسلمان دینی و اسلامی اقدار کو اپنا کر ترقی و کامرانی کے راستے پر مجاہدہ میں نظر آئیں، انہی جذبات کے تحت ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تحریک پاکستان میں کارہائے نمایاں انجام دئے، خان عبدالغفار خان، ڈاکٹر عثمان احمد خان، ڈاکٹر کمالی لکھنوی، لیڈروں کا پوری ہمت سے مقابلہ کیا، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صوبہ سرحد (جسے کانگرس کا ناقابل شکست گروہ سمجھا جاتا تھا) میں مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے مطالبہ کو مقبول بنانے میں آپ کا بڑا دخل تھا۔ مانچی شریف نہایت بااثر گدی تھی اور صوبہ سرحد، قبائلی علاقوں اور سرحدی ریاستوں کے ہزاروں افراد آپ کے مرید تھے، آپ نے سرحد کے غیر منظم قبائلوں کو پوری کوشش سے نظریہ پاکستان کی تائید و حمایت کے لئے تیار کیا۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی (کراچی) نے ایک انٹرویو میں آپ کی خدمات کو ان الفاظ میں مزاج عقیدت پیش کیا ہے :-

• علماء کے ساتھ سابق پیر مانچی شریف اور پیرز کوڑی شریف نے بڑی تندی سے کام کیا اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی تائید و حمایت سے صوبہ سرحد کی سیاسی فضا میں وہ عظیم تغیر رونما ہوا جو بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔



حضرت بے صاحب قدس سرہ کی دعوت ہی پر قائد اعظم نے پہلے پہل سرحد کا دورہ کیا اور دورہ سرحد کے دوران کئی روز تک آپ کے ہاں قیام کیا، اسی طرح آپ ہی کے ایما پر قائد اعظم نے مجاہد آزادی مولانا عبدالحماد بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کو صوبہ سرحد میں بھیجا جنہوں نے طوفانی دورے کر کے نظریہ پاکستان کو اجاگر کیا، ۱۹۴۵ء میں آپ نے علما کا ایک وفد مولانا محمد گل کی قیادت میں جمہوریت اسلامیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے ناظم اعلیٰ حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا جس نے حضرت صدرالافاضل سے نظریہ پاکستان پر تفصیلی گفتگو کی، اپریل ۱۹۴۶ء میں آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں شرکت کی اور اس جوش ایمانی سے اڑھائی گھنٹے تقریر فرمائی کہ عوام و خواص عیش عیش کر اٹھے اپنے دوران تقریر فرمایا :-

”میں نے قائد اعظم سے وعدہ لیا ہے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا، یا اسلام کے خلاف کوئی نظام جاری کرنے کی کوشش کی تو آج جس طرح ہم آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور آپ کی قیادت کو مان رہے ہیں، کل اسی طرح اس کے برعکس ہوگا“۔

پس متکلمین مولانا سید محمد محدث کچھو چھوی نے ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء میں جمیر شریف میں آل انڈیا سنی کانفرنس کئے۔ اجلاس میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :-

”پاکستان کے معنی اسلامی، قرآنی آزاد حکومت ہے، مسلم لیگ سے ہمارے سنی کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن حضرت سید شاہ امین العسکری صاحب سجادہ نشین مانگی شریف (سرحد) نے لکھا لیا ہے“۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے علما و مشائخ کے خصوصی اجلاس میں نظریہ پاکستان کی توثیق و تائید میں نہایت سرگرمی سے قرارداد پاس کرائی۔

۱۷ ہفت روزہ سواد اعظم، لاہور، ۱۳ جنوری ۱۹۶۰ء

۱۷ الخطبہ الاشرفیہ للجمہوریت الاسلامیہ، مطبوعہ اہل سنت برقی پریس، مراد آباد، ص ۸۰



۱۳۶۷/۱۹۴۸ء میں جب صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے پاکستان کا دورہ فرمایا تو حضرت پیر صاحب مانکی شریف ملاقات کے لئے لاہور تشریف لائے، حزب الاحناف، لاہور کے دفتر میں چار گھنٹے تک بند کرے میں گفتگو ہوتی رہی، اس گفتگو میں حضرت صدر الافاضل پیر صاحب مانکی شریف، حضرت سید محمد عدت کچھو چھوی، تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات اور مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی (مدیر سواد اعظم، لاہور) شریک ہوئے۔ اس موقع پر حضرت پیر صاحب نے حضرت صدر الافاضل پر زور دیا کہ آپ دستور اسلامی کا ایک خاکہ مرتب کر دیں پھر ہم قائد اعظم سے منوا کر رہیں گے لیکن افسوس کہ اس کے تین ماہ بعد حضرت صدر الافاضل کا وصال ہو گیا، ادھر قائد اعظم کی بھی رحلت ہو گئی اور آئین اسلامی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

۱۹۵۲ء میں چین میں امن کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پیر صاحب مانکی شریف کو بھی مدعو کیا گیا تھا، پیر صاحب انٹرا کی نظام کو دیکھ کر اس کی خوبیوں اور خامیوں کو جاننا چاہتے تھے، اس لئے پاکستانی وفد میں پکین تشریف لے گئے۔ ۹ اکتوبر ۱۹۵۲ء کے اجلاس میں لاؤس، روس، چلی، پانامہ، میکسیکو، انڈونیشیا، ویت نام اور ہندوستان کے مندوبین نے تقریریں کیں، ہندوستانی اور پاکستانی وفدوں نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں ایک مشترکہ فارمولا پیش کیا جسے بالاتفاق منظور کر لیا گیا، پاکستان کی طرف سے پیر صاحب مانکی شریف، سردار شوکت حیات، عطاء الرحمن اور میر عبدالقیوم نے دستخط کئے، فارمولے میں کہا گیا تھا کہ:-

”ہندوستان اور پاکستان کے مابین جو بھی تنازعات ہیں ان کا

فیصلہ امن اور آشتی سے ہونا چاہئے اور یہ حق باشندگان جموں و کشمیر

ہی کو حاصل ہے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ آپ کریں۔“



۱۹۴۷ء میں لیگ وزارت سازی کے سلسلے میں انتشار کا شکار ہو گئی تو پیر صاحب نے تمام ممبروں کو اپنی رہائش گاہ پر بلا کر اختلاف ختم کر دیا اور متفقہ طور پر اس وقت کے سیرسٹر (موجودہ ذیہرہ داخلہ) خان عبدالقیوم خاں کی حمایت کا اعلان کر دیا (اس قلمی فیصلے اور اعلان کا عکس ائذہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے) نتیجہ یہ ہوا کہ لیگ کا نمائندہ کامیاب ہو گیا، خان عبدالقیوم خان کی کامیابی میں پیر صاحب کا زبردست ہاتھ تھا۔

حضرت پیر امین الحسنات رحمۃ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ سیاسی اثر و رسوخ سے مرعوب ہو کر مخالفین نے یہ افواہ اڑادی کہ پیر صاحب وزارت کے خواہش مند ہیں، یہ بات آپ نے نوابزادہ لیاقت علی خاں کو لکھ بھیجی، اس کے جواب میں ۹ فروری ۱۹۴۸ء کو خان لیاقت علی خاں نے لکھا :-

”آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا، اس میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ فرنیٹر کے صوبہ میں اس چیز کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ میرے فرنیٹر کے قیام کے دوران میں آپ نے وزیر بننے کی خواہش ظاہر کی، یہ پروپیگنڈا بالکل بے بنیاد ہے اور ان لوگوں کی طرف سے کیا جا رہا ہے جو پاکستان کے دوست نہیں سمجھے جاسکتے۔“

آپ کو معلوم ہے کہ جب وزارت بنائی جا رہی تھی تو آپ سے درخواست کی گئی تھی کہ آپ اس میں شریک ہوں اور وزارت کے عہدے کو قبول کریں، آپ نے اس وقت اپنی معذوری کا اظہار کیا تھا، اس مرتبہ جب میں آپ سے فرنیٹر میں ملا تو میں نے پھر اسی امر کا آپ سے ذکر کیا تھا مگر آپ نے حسب سابق اپنی معذوری کا اظہار کیا، ان حالات میں کسی شخص کا اس قسم کا غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا کرنا سمجھتا قابل افسوس ہے، آپ کو اس کا خیال نہیں کرنا چاہئے۔

آپ قوم کی اور اسلام کی خدمت بغیر کسی لاپس کے کر رہے ہیں ہر شخص آپ کی دیانت داری اور حقیقی خدمت سے واقف ہے، آپ سے



مخلص کام کرنے والے قوم کے لئے باعثِ فخر ہیں۔“

آئندہ صفحات میں نواب زادہ لیاقت علی خاں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اس خط کا عکس شامل کیا جا رہا ہے، یہ خط نہ صرف نواب زادہ صاحب کی قلمی تحریر ہونے کی بنا پر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے بلکہ پیر صاحب مانکی شریف کی ملکی و ملی خدمات کو پاکستان کے پہلے وزیر اعظم کے ذریعہ دست خراج تحسین کی تاریخی دستاویز بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس دستاویز کو بہتر طور پر محفوظ کرنے کا شرف ہمیں حاصل ہوا ہے۔ ہمیں یہ مکتوب (قلمی) اور اخباری بیان (قلمی) جناب قاری عبدالرشید (لاہور) سے توسط مکرملی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ ملا ہے جس کے لئے راقم ان دنوں کا شکر گزار ہے۔

۱۹۵۵ء میں حضرت پیر صاحب مانکی شریف ارباب سیاست کی نئی سرگرمیوں میں مدوش کی بنا پر سیاست الگ ہو گئے اور ملت اسلامیہ کی روحانی پیشوائی فرماتے رہے، اس وقت آپ ہم میں نہیں ہیں آج قوم کو پھر کسی امن الحسات کی ضرورت ہے جو قوم کی صحیح راہنمائی کرے اور قوم کی کشتی کو گرداب بلا سے باہر نکالے۔

۵ جنوری ۱۹۶۰ء کو مانکی شریف سے کھیل پوچھتے ہوئے فتح جنگ کے قریب آپ کی کار حادثہ کا شکار ہو گئی ڈائیاٹورس ہی پر جاں بحق ہو گیا، پیر صاحب کی پسلیاں ڈرٹ گئیں، ملری ہسپتال، راولپنڈی میں علاج ہوتا رہا لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہوا، ۲۸ رجب ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء کو مجاہد اسلام پیر صاحب مانکی شریف کا وصال ہو گیا، دوسرے روز لاکھوں عقیدتمندوں نے نماز جنازہ ادا کی اور آپ کو مانکی شریف میں دفن کر دیا گیا، ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نے بحیثیت نمائندہ صدر پاکستان جنازہ میں شرکت کی اور قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی، ۲۹ جنوری کو یہ طور سجادہ نشین آپ کے بڑے صاحبزادے جناب روح الامین کی دستار بندی کرائی گئی جس میں سوات کے پاشا اولیٰ علی، علماء اور ممتاز شہریوں نے شرکت کی، مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ (مدیر سواد اعظم لاہور) نے تاریخ وصال کسی،

”اے! مرد میدان پیر صاحب مانکی شریف“

۱۳

سلسلہ تمام حالات سواد اعظم لاہور (شمارہ ۱۲ جنوری ۱۹۶۰ء) سے لئے گئے ہیں، البتہ جو معلومات دوسرے مقامات سے لیں ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ شرف قادری۔



PRIME MINISTER  
PAKISTAN

جی  
روری ۱۹۴۹ء

محمدی و مگڑی پر صاحب

اللاح علیہ

آپ کا مسائت نامہ موصول ہوا۔ اس میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ فریئر

صوبہ میں اس ہیز کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ میرے فریئر کے قیام کے دوران میں

وزیر بننے کی فریئر لائیک۔ یہ پروپیگنڈا بالکل بے بنیاد ہے اور ان لوگوں کی طرف سے کیا

جو پاکستان کے دست میں بچے جاسکتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ جب وزارت بنا جا رہی تھی تو آپ سے ذر ذرات کی

مدد آپ ایسے فریب میں لے کر وزارت کے عہدے کو قبول کر رہی۔ آپ نے اس وقت اپنی

تا اظہار کیا تھا۔ اس رتبہ جب میں آپ سے فریئر میں ملا کر رہی تھی پھر اس

یہ سے ذکر کیا تھا۔ مگر آپ نے حسب سابق اپنی سعزور کا اظہار کیا۔ ان حالات

شخص کا اس قسم کا غلطانہ بے بنیاد پروپیگنڈا کرنا سنت قابل افسوس ہے



آج اسکا خیال میں کرنا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں ہر قسم کے

نور ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اپنے ذائقے سے کھینچنے پر مائل

ہو رہے ہیں۔ اگر نہ یہی کھی گرنے میں کرتے۔

آپ نومبر کا مہینہ اصلاح کا خیریت ہے کسی لاپرواہی کے کر رہے ہیں اور

ہر شخص کی آپ کی دیانت داری اور حقیقی خدمت سے واقف ہے۔ آپ جیسے مصلحت

کرنے والے قوم کیسے باہت نثر ہیں۔

ایسے آپ خیریت ثابت ہو گئے۔

مخلص

پیادہ علی خان

خدمت خیریت جناب پیر صاحب ماگھی فریڈ

نسل پشاور



ہم مندرجہ ذیل ممبران اسمبلی بیگ کے دلوں سے غلط  
 نہیں دیکھ کر خٹے لئے مندرجہ ذیل بیان خنفتہ طور پر  
 افہامی بنایا کرتے ہیں۔ کچھ دلوں سے بیگ  
 خٹوں میں یہ افواہ عام گشت کر رہی تھی  
 کہ بیگ پارٹی میں وزارتی کٹش مکٹش کے وجہ زبردستی  
 اختلاف رونما ہو گا۔ فیماضہ ممبر صواب  
 صفت پھر صاحب مانگی شریف کے کٹش لڈارہ کی  
 صفت لڈیوں آج رہی جا رہی کٹش صواب میں  
 ممبران کو ملا یا۔ اور اسی سے مکمل  
 کٹش مکٹش کے لئے جو کچھ کٹش لڈارہ  
 لڈیوں میں موجود تھا۔ نہایت مستعدی کے ساتھ  
 اختلافات کے صراط کو مکمل طور پر نکال دیا  
 پارٹی کے ہر ایک ممبر نے صواب پھر صاحب مانگی  
 شریف کے ارشاد دست کو کٹش مکٹش  
 کٹش کے تمام رکنوں کے ساتھ کٹش لڈارہ



اور تمام کے تمام مہراں صاحبہ مافیٰ مشرق و مغرب  
 ہر گز سے۔ نیز ہر گز عبد القیوم خان کی  
 قیادت پر مکمل اعتماد ظاہر کیا۔

علی حسن علی  
 An Allah's  
 an. d. A

ایم۔ ایس۔ اے

در عبد الستار  
 زکریا  
 ایم این ایس

مکرم - ریح - دیوبند

مدرسہ تدریس - دیوبند  
 مدرسہ

Hudul  
 Lariyan  
 زکریا زکریا



## مولانا مفتی محمد امین الدین بدایونی قدس سرہ

حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین ابن جناب سراج الدین بدایونی ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں موضع ندائل تحصیل سہسوان ضلع بدایوں میں پیدا ہوئے۔ سکول میں پانچ جماعت تک پڑھنے کے بعد علم دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ کچھ عرصہ دادوں کے ایک دینی مدرسے میں پڑھتے رہے۔ پھر جامعہ نعیمیہ مراد آباد حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حضرت صدرالافاضل سے درس حدیث لیا، سلسلہ چشتیہ مینائیہ میں حضرت پیر سید دانش علی شاہ صغنی پوری کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ مفتی صاحب عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ فنِ نبوت میں بھی کمال رکھتے تھے۔ تحصیلِ علوم کے بعد کچھ عرصہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد اور دارالعلوم حنفیہ رضویہ امرتسر میں مدرس رہے۔ امرتسر ہی میں تھے کہ ملک تقسیم ہونے سے قبل فسادات شروع ہو گئے اور آپ رنجت لے کر وطن چلے گئے اور وہاں بڑی تندہی سے ہجرت کرنے والوں کی امداد کی اور انہیں سلامت پاکستان پہنچانے کے لئے تمام کوششیں کیں۔

۱۹۴۹ء کو اہل و عیال سمیت پاکستان تشریف لے آئے۔ ابتداً دارالعلوم ہمام الصوفیہ (گجرات) میں مدرس رہے۔ پھر حلال پور، پیر والہ تحصیل شجاع آباد چلے گئے جہاں آپ نے تعمیر مسجد کے علاوہ ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔ اسی دوران آپ نے تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ کچھ عرصہ بعد کامونگی کے احباب خصوصاً جناب الحاج محمد لطیف چشتی کے اصرار پر کامونگی تشریف لے آئے مفتی صاحب کی تقریر پر مغز اور عالمانہ ہوا کرتی تھی جس سے اہل علم بھی متاثر ہوئے بغیر رہ سکتے تھے۔ مفتی صاحب کی ہنس مکھ اور نہایت پُر فلوں شخصیت سے ہر شخص مسحور ہو کر رہ جاتا تھا، حلقہ احباب کی طرح مفتی صاحب کا حلقہ تلامذہ بھی بہت وسیع ہے۔

مفتی صاحب کا ذاتی کتب خانہ بہت اعلیٰ قسم کا تھا اور آپ کتابوں کو نہایت حسن و



خوبی سے رکھتے تھے۔ کامونگی منڈی سے لاہور گھر کے لئے سودا سلف خریدنے آتے تو سیدھے مولوی شمس الدین مرحوم تاجر کتب نادراہ کی دکان پر پہنچ جاتے، یہاں نادر کتابیں دیکھتے ہی طبیعت مچل جاتی تو کتابوں کا بندل بندھوا کر گھر کی راہ لیتے سہ

۷ ہر جمادی الاخریٰ، ۶۰ دسمبر (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) کو آپ کا وصال ہوا، آپ کے وصال پر اپنے تو اپنے، بیگانے بھی سوگوار ہو گئے۔

سہ یہ تمام حالات حضرت مفتی محمد امین الدین کے فرزند ارجمند عزیزیم مولانا محمد صابر سلمہ نے فراہم کئے، مولانا محمد صابر سلمہ اپنے والد ماجد کی طرح راسخ العقیدہ اور مسلک اہل سنت و جماعت کی خدمت کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں، مولانا کے کرامتیں حضرت مفتی صاحب کا صحیح جانشین بنائے، آمین۔



## حضرت مولانا اول خاں رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا اول خاں رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں بمقام دھوبیاں (مردان) پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تحصیل علم کے لئے آپ نے دور دراز کا سفر کیا اور افاضل زمانہ سے استفادہ کر کے تمام علوم خاص طور پر صرف، نحو، فقہ، منطق اور اصول میں شہرہ آفاق ہوئے۔ علم اصول میں کمال مہارت کی وجہ سے اصولی بابا کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ بغیر (سوات) جانے کے ارادے سے شہباز گڑھ (مردان) ہی پہنچے تھے کہ وہاں کے علم دوست احباب نے وہیں قیام کرنے پر اصرار کیا چنانچہ مولانا نے شہباز گڑھ میں سکونت اختیار کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔

طریق تعلیم یہ تھا کہ نصف شب کے بعد پڑھانا شروع کر دیتے اور صبح کی نماز تک اسباق پڑھاتے رہتے اور دن کو کھیتی باڑی کر کے اپنی معاش کا سامان مہیا کرتے۔ گرمیوں کی راتوں میں اگر کچھ اسباق رہ جاتے تو وہ کھیتوں میں جا کر پڑھاتے۔ یہ طریقہ آپ نے تقریباً چالیس برس تک جاری رکھا۔ دو گونہ مصروفیات کے باوجود شرح جامی، شرح حسامی اور نورالانوار پر حواشی لکھے جو طبع نہ ہو سکے، کابل، قندھار، دیر، بنیر اور پشاور کے بہت سے علمائے نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۳ ذی قعدہ / ۲۵ دسمبر (۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) پیر کی رات کو حضرت مولانا اول خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا۔



## مولانا سید ایوب علی رضوی قدس سرہ

فدائے رضویت مولانا سید ایوب علی رضوی ابن سید شجاعت علی ابن سید تراب علی ابن سید بر علی (قدس سرہم) بریلی شریف (صوبہ اتر پردیش، بھارت) میں پیدا ہوئے، مڈل سکول میں مڈل کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم حاصل کی، کچھ عرصہ اسلامیہ سکول، بریلی میں پڑھاتے رہے پھر جب اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا تو اپنے آپ کو بارگاہ رضویت کے لئے وقف کر دیا، لکھائی کا جو کام آپ کے سپرد کیا جاتا اسے حسن اہتمام سے انجام دیتے، رمضان شریف میں سحری اور افطاری کے نعتیہ مرتب فرماتے، دیگر علوم کے علاوہ حساب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے خوب خوب استفادہ کیا۔

مولانا سید ایوب علی رضوی، ڈاکٹر ضیاء الدین، وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بریلی شریف حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”کسوۃ اشعار یہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا، ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے، اس پر حضور (اعلیٰ حضرت قدس سرہ) نے میرے (مولانا سید ایوب علی رضوی) اور قناعت علی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے یہ دو بچے بیٹھے ہیں، انہیں جس قوت کا آپ سوال دے دیں یہ حل کر دیں گے، ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے“

سید صاحب کربلائے معلیٰ، بغداد شریف، نجف اشرف اور بصرہ میں ہندگان دین کے مزارات پر حاضری سے مشرف ہوئے، تین دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور طحالی سال تک مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے دو سال

۱۶ متوفی ۱۶ ربیع الاول، ۲۰ جون ۱۹۶۹/۵۱۳۸۹ -

۲۷ نظر الدین بہاری، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۵۱ -



بعد بریلی شریف میں رضوی کتب خانہ قائم کیا اور اعلیٰ حضرت کے متعدد رسائل شائع کئے، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کے سوانح حیات مرتب کرنے کی تحریک آپ ہی نے شروع کی تھی، حیات اعلیٰ حضرت مؤلفہ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری قدس سرہ کے اکثر و بیشتر واقعات آپ ہی کی روایت پر مبنی ہیں۔ مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں :-

”ہم رضویوں کو جناب حاجی مولوی سید یوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہتے تھے کہ اس کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی اور برادرانہ طریقت کو توجہ دلائی، ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا۔ جب ان کو میرے حیات اعلیٰ حضرت لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا، سب مجھے عنایت فرما دیا“ لے

مولانا سید ایوب علی رضوی، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے فیض صحبت سے مدد و رہمتاثر تھے، تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے، معاملات میں اس قدر محتاط تھے کہ جب تک ایک ایک پیسے کا حساب نہ چکا دیتے، مطمئن نہ ہوتے۔ ۱۳۰۰ھ/۱۹۵۰ء میں پاکستان آکر لاہور میں قیام پذیر ہو گئے، یہاں بھی رضوی کتب خانہ قائم کر کے متعدد رسائل شائع کئے، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی اور محدث اعظم پاکستان مولانا سرار احمد لاہوری قدس سرہ کے دل میں آپ کی بے حد قدر و منزلت تھی، آخری چند سال اپنے جامعہ رضویہ لاہور میں گزارے۔ قدرت نے آپ کو شعر و سخن کا پاکیزہ ذوق عطا کیا تھا، حمد و نعت اور منقبت ایسے محبوب موضوعات پر عام فہم اور دلنشین انداز میں اظہار خیال کیا کرتے تھے، مجموعہ کلام بارخ فردوس کے نام سے دو حصوں میں طبع ہو چکا ہے، ایک حصے کا مزید مواد تھا جو شائع نہ ہو سکا، اس کے علاوہ شفاۃ النجیدی علی دیار القدسیۃ العربیہ (۱۳۶۸ھ) منظوم اور رفیق زائرین (حجاج اور زائرین کے لئے ہدایات کا مجموعہ) وغیرہ رسائل شائع ہو چکے ہیں، موصوف نے اسے میرا چنے پن پخت مینت

لے ظفر الدین بہاری، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۰۹



زیارات الحرمین والعراق (۱۳۶۶ھ) کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہر سال عرس رضوی پر نئی منقبت لکھ کر پیش کیا کرتے تھے، ایک نعت کے دو بند ملاحظہ ہوں ۷

ہوئی ختم دن رات کی آہ و زاری نہ ہیں مردِ امیں نہ ہے اشکباری  
بہت کی ہے سرکار اختر شماری بس اب آپ ہی کے کرم کی ہے باری  
لہ میں تھپک کر سلا دیجئے گا

شہا میری تربت پہ لٹا آئیں نکیرین جس وقت تشریف لائیں  
شبیرہ مبارک کے جلوے دکھائیں اور ایوب رضوی کو جب آزمائیں  
تو کلمہ نبی کا پٹھا دیجئے گا

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ایک منقبت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۷

تمہارا لطف و کرم سے آقا ہوا میں طیبہ کی کھا رہا ہوں  
جو دارِ غایت تھے دل پہ کھائے وہ رفتہ رفتہ مٹا رہا ہوں  
کوئی بغلیگر ہو رہا ہے تو کوئی پیشانی چومتا ہے  
جو نام والا کوسن رہا ہے جسے کونتا بتا رہا ہوں  
مئے جو حالاتِ حاضرہ تھے، یہ ان کی تصدیق ہو ہی ہے  
حرم کے ذی احترام علماء تمہارے مداح پا رہا ہوں  
فیر ایوب قادری کی قبول فرمائے منقبت کو  
ترے نقیبوں میں بندہ پرور ہمیشہ مدح سرا رہا ہوں

۲۶ رمضان المبارک، ۲۶ نومبر (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) بروز جمعہ الوداع نمازِ فجر

سے قبل مولانا سید ایوب علی قادری کا وصال ہوا اور میاں صاحب (لاہور) کے قبرستان میں  
دفن ہوئے ۷

۷ مکتوب گرامی جناب سید یعقوب علی شاہ ابن مولانا سید ایوب علی رضوی، دائرہ پرنسپل گورنمنٹ کالج مردان

کینٹ، ۲۶ اگست ۱۹۷۳ء، بنام راقم الحروف -



## حضرت مولانا تاج الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

عالم باعمل مرد مجاہد مولانا تاج الدین ابن شیخ محمد عیسیٰ، موضع میاں وال راجیاں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کھانوں کا کاروبار کرتے تھے، نہایت متقی اور درویش منش تاجر تھے، جب ہوش سنبھالا تو اپنے گاؤں کی مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی، درس نظامی کا استفادہ مولانا سید غلام رسول سے کیا، درس حدیث کے لئے لاہور تشریف لائے ان دنوں جامع مسجد پٹولیاں اندرون لوہاری دروازہ لاہور میں مولانا شہاب الدین درس حدیث دیا کرتے تھے جن کا شہرہ دور دور تک پہنچا ہوا تھا۔ مولانا تاج الدین نے یہی دروازہ پولیس لائن کے سامنے ایک چھوٹی سی مسجد میں اقامت اختیار کی اور درس حدیث مولانا شہاب الدین سے لیتے رہے۔ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ اور حضرت مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہما سے آپ کے گھر سے مراسم تھے، آپ فرمایا کرتے تھے:

”اگر وعظ سننا ہو تو مولوی دیدار علی شاہ صاحب کا سننا چاہئے جس

سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی علمی فضیلت کے دل و جان سے قائل تھے، نماز جمعہ ہمیشہ مولانا غلام قادر بھیروی کے پیچھے ادا کرتے اور جب کبھی وہ رخصت پر تشریف لے جاتے تو آپ ان کی جگہ فرائض خطابت انجام دیتے۔

تحصیل علم کے بعد آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں پیر صاحب مانگی تشریف کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور گیارہ برس تک شیخ کی خدمت میں رہ کر ماہ عرفان کی منزلیں طے کرتے رہے ان کے وصال کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور ہر سال شیخ کے مزار اقدس پر حاضری دیتے رہے۔ لاہور تشریف لاکر چوک مسجد وزیرخان کے قریب چوہہ بھگتورام کی ایک مسجد میں قیام پذیر ہو گئے اور اسے از سر نو تعمیر کر کے یاد خدا میں زندگی بسر کرنے لگے، اپنی شب زندہ دار والدہ کو بھی اپنے پاس لے آئے جن کا وصال لاہور ہی میں ہوا اور در کس میاں میں دفن ہوئیں۔



یہاں کی ہنگامہ پرورد فضا سے اکتا کر پاور ہاؤس کے قریب چوبچہ گرو رام متصل ریلوے لائن امرتسر  
 مولانا جان محمد سرحدوی کی مسجد میں چلے آئے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، مولانا  
 کی کوششوں سے مسجد کی تعمیر ہوئی اور جنگل میں منگل کا سماں پیدا ہو گیا، مولانا بحید عالم اوقاف قدر  
 مرشد طریقت تھے، تمام عمر مجر دسے، رعبے دبدبے کا یہ عالم تھا کہ غیر شرعی میت کے کسی شخص کو آپ  
 کے پاس حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

اسی دوران محکمہ ریلوے نے ایک لائن کا نقشہ پاس کر کے مسجد کو خالی کرنے اور متبادل جگہ دینے  
 کا نوٹس دیا تو مولانا نے صاف انکار کر دیا اور مسجد کو منہدم کر کے لائن بچھانے کی اجازت نہ دی۔ آخر کار  
 محکمہ ریلوے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور انہیں یہ نقشہ تبدیل کرنا پڑا، ۲۵ شعبان المعظم، ۶ فروری ۱۳۳۷ھ  
 (۱۹۲۹ء) بروز بدھ بوقت نمازِ عشاء آپکا وصال ہوا، اسی مسجد میں آپکا مزار بنا جو مسجد مولانا تاج الدین  
 کے نام سے مشہور ہے، نماز جنازہ امام اہلسنت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ نے پڑھائی، ہزاروں افراد  
 جنازہ میں شریک ہوئے، مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی، غازی  
 کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، پیر غلام مستگیر نامی، غازی علم الدین شہید کے علاوہ بیشتر  
 علمائے کرام اور معززین شہر شامل تھے، وصال سے پہلے آپ نے اپنے مدفن کی نشاندہی کر دی تھی۔  
 اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جب غازی علم الدین شہید کو میانوالی جیل میں آخری  
 وصیت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے ایک بات یہ بھی کہی کہ میری وحش اس چار پائی پر  
 قبرستان یجائی جگہ جس پر مولانا تاج الدین کا جنازہ اٹھا تھا، بدنام زمانہ، گستاخ رسول  
 راجپال کو قتل کرنے سے پہلے غازی علم الدین شہید کہا کرتے تھے :-

”زندگی ہو تو ایسی ہو اور جنازہ ہو تو ایسا ہو!“ لے



## امیرت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ابن سید کریم شاہ علی پوری ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید اور سادات شیراز کے حضرت سید محمد مامون المعروف بہ قطب شیرازی کی اولادِ امجاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے حضرت حافظ شہاب الدین کشمیری سے علی پور سیداں میں قرآن پاک حفظ کیا۔ ابتدائی کتب مولانا عبدالرشید علی اور مولانا عبدالوہاب امرتسری سے پڑھیں۔ مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے کسب فیض کیا۔ کانپور میں مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء سے بھی استفادہ کیا، علامہ زماں مولانا احمد حسن کانپوری سے علمی استفادہ کیا۔ مولانا قاری عبدالرحمن پانی پتی سے بھی فیضیاب ہوئے۔ حدیث شریف کی سند مولانا عبدالحق مہاجر مکی سے حاصل کی گئی۔ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی نے بھی حدیث کی سند عطا فرمائی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف بابا حاجی علیہ الرحمہ (چورہ شریف) کے مرید ہوئے اور قلیل مدت کے بعد خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں، اسلام کا پیغام متحدہ ہندوستان (متحدہ پاک و ہند) کے کونے کونے تک پہنچایا۔ عیسائی مشنریوں اور آریہ سماج کی ریشہ دوانیوں کو ناکام بنایا، ہزار ہا عیسائیوں اور ہندوؤں کو مشرف بہ اسلام کیا، شدھی تحریک

۱۔ حیدر حسین شاہ پیر سید : تذکرہ شہ جاعت ، مطبوعہ ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۲ء ، لاہور ، ص ۲۵۔

۲۔ ایضاً ، ص ۳۰۔

۳۔ محمد دین کلیم : لاہور میں ادیبائے نقشبندیہ کی سرگرمیاں ، ص ۶۱۔

۴۔ حیدر حسین شاہ پیر سید : تذکرہ شہ جاعت ، ص ۳۰-۳۱۔







آپ نے حجاز ریلوے فٹ میں اپنے متوسلین کی طرف سے چھ لاکھ روپے جمع کرائے۔ ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی غرض سے نواب وقار الملک نے امداد کی اپیل کی اور یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی اور یونیورسٹی کی مساجد میں پنجوقتہ نمازوں کی حاضری تمام طلبہ پر لازمی ہوگی، آپ نے کسی لاکھ روپیہ اپنے حلقہ ارادت سے جمع کروایا۔

علامہ اقبال آپ کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفع آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ کی صدارت کر رہے تھے کہ علامہ اقبال آکر آپ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہا کہ بزدلوں کے قدموں میں بیٹھنا سعادت ہے، آپ نے فرمایا اقبال جس کے قدموں میں ہوا سے اور کیا چاہئے؟ ایک موقع پر پیر صاحب نے ازراہ عنایت فرمایا، ڈاکٹر صاحب! آپ کا یہ شعر میں بھی یاد ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا  
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس پر علامہ اقبال نے کہا :-

”میری نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کو میرا یہ شعر یاد ہے“

آپ کے مریدین اور خلفاء میں زیادہ تر جدید تعلیم یافتہ طبقہ شامل ہے۔ آپ نے بے شمار حج کئے، کم و بیش پچاس مرتبہ دربار رسالت میں حاضری دی، سینکڑوں مسجدیں تعمیر کرائیں، متعدد مدرسے جاری کئے۔ ۱۹۰۴ء میں انجمن خدام الصوفیہ کی بنیاد لاہور میں رکھی، اس انجمن نے دینی اور ملی کارہائے نمایاں انجام دئے، کئی رسائل آپ کی سرپرستی میں شائع ہوتے رہے، ماہنامہ انوار الصوفیہ لاہور (جو ان دنوں قصور سے شائع ہوتا ہے) اور ماہنامہ لمعات الصوفیہ سیالکوٹ پر آپ کی خاص نظر عنایت تھی، اس دور میں یہ رسائل بڑے وسیع مضامین پر مشتمل ہوتے تھے۔

۱۔ امین الدین سید : صوفیائے نقشبند ، ص ۲۵۲۔

۲۔ ایضاً : ص ۲۵۲۔



آل انڈیا سٹی کانفرنس بندس میں بحیثیت سرپرست شریک ہوئے، غرض آپ کے کارہائے نمایاں آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں لیکن غموس اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی گئی لہٰذا آپ کی سخاوت اور دیادلی کا ایک عالم میں پیریا تھا، کوئی سائل آپ کے دربار سے غالی نہ جاتا تھا، خاص طور پر عربوں کی بہت عزت و تکریم کرتے چنانچہ اہل عرب آپ کو ابوالعرب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت پیرسید جماعت علی شاہ قدس سرہ بے پناہ دینی اور ملی مشاغل کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ دے سکے، تاہم چند رسائل آپ سے یادگار ہیں :-

۱۔ ضرورتِ شیخ، قرآن و حدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال سے بیعت کی اہمیت کا بیان کیا گیا،  
۲۔ یارانِ طریقت :- بیعت کے روحانی فوائد۔

۳۔ اطاعتِ مرشد۔

۴۔ مریدِ صادق : مرید کی تعریف اور مرید کے تعلق کی وضاحت (یہ رسائل طبع ہو چکے ہیں) علاوہ ان فضیلتِ تہذیب پر ایک مقالہ تحریر فرمایا جو ماہنامہ انوار الصوفیہ سیکورٹ میں شائع ہوا۔ ایک رسالہ فیضائلِ مدینہ طیبہ پر لکھا جو ۱۹۱۰ء میں انوار الصوفیہ لاہور کے شمارہ ۱۱ میں شائع ہوا۔ یارانِ طریقت کی ابتدا میں حافظہ سلی بھٹی کی ایک نعت شائع ہوئی تھی، چند اشعار ملاحظہ ہوں :-

کسی کو مرض سے شفا چاہئے	ہمیں تو مرض لا دوا چاہئے
مدینہ کہاں اور یہ عاجز کہاں	پہنچنے کو بختِ رسا چاہئے
وہ مانیں نہ مانیں انہیں اختیار	ہمیں رات دن التجا چاہئے
محبت محبت تو کہتے ہیں سب	محبت کو سماں بڑا چاہئے
شرعیّت کے آگے جو گردن جھکی	طریقت پہ دل مبتلا چاہئے

لے الحمد للہ ! جناب پروفیسر محمد طاہر فاروقی (صدر شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی) نے اس طرف توجہ دی

اور ایک ضخیم سوانح مبارک مدون فرمائی ہے (مسعود) اس کے علاوہ حضرت پیرسید حیدر حسین شاہ مدظلہ نے "تذکرہ

شہر جماعت" مرتب فرمایا ہے جو ستمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ حیدر حسین شاہ، پیرسید : تذکرہ شہر جماعت، ص ۲۳-۲۴۔



جو آنکھوں میں آنسو تو لب پر ہو آہ  
 ہومنا زرد، لب خشک آنکھیں ہوں تر  
 ادھر لب کہیں یا نبی! یا نبی!  
 جو موت آئے تو زندگی بن کے آئے  
 دم خاتمہ بھی ہو لب پر یہ بات  
 مجھے خاتم الانبیاء چاہئے  
 موافق یہ آب و ہوا چاہئے  
 دم سرد، آہ رسا چاہئے  
 ادھر دل سے نام خدا چاہئے  
 قضا کی نرالی ادا چاہئے  
 جو قسمت سے ایسی محبت ملے

تو حافظ کو پھر اور کیا چاہئے

امیر ملت، ابوالعرب حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کا وصال ۲۶ ذیقعدہ  
 ۱۳۶۱ اور ۲۷ کی درمیانی شب، ۳۰ اگست (۱۳۶۰/۱۹۵۱) جمعرات اور جمعہ کی درمیانی  
 شب کو ہوا۔ آپ کا مزار انور علی پور سیداں میں مرجع خلافت ہے، ہر سال نہایت شان و  
 شوکت سے آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں ہزاروں مریدین شرکت کرتے ہیں۔

۱۔ جماعت علی شاہ، امیر ملت پیر سید : یارانِ طریقت، ص ۲



## امام الاصفیاء حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری قدس سرہ

منبع خیر و برکت، پیکر شد و ہدایت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی ابن حضرت  
 سید سید علی شاہ قدس سرہ ۲۱ ماہ سادون ۱۹۱۶ء بمقامی (۱۲۷۹/۱۸۶۰) جمعۃ المبارک کے روز  
 بمقام علی پور سیداں پیدا ہوئے۔ آپ حسینی سادات میں سے تھے۔ آپ کے اجداد میں ایران کے  
 نامور بزرگ حضرت نظام الدین شاہ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ ولی کامل گزرے ہیں۔ حضرت پیر  
 سید جماعت علی شاہ لاثانی قدس سرہ بچپن میں کم گو اور تنہائی پسند واقع ہوئے تھے۔ عام بچوں  
 کی طرح کھیل کود میں بہت کم حصہ لیتے تھے۔ آٹھ نو برس کی عمر میں مولانا عبدالرشید علی پوری  
 سے علوم کا درس لینا شروع کیا۔ کلام مجید پڑھنے کے بعد فقہ، حدیث اور تصوف کی چیدہ چیدہ  
 کتابیں پڑھیں۔

دیے تو آپ تمام اصباغ توجہ اور محنت سے پڑھتے تھے لیکن تصوف سے زیادہ  
 شغف تھا۔ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کے سوانح اور حالات کا مطالعہ بہت مرغوب خاطر  
 تھا۔ تصوف اور بزرگان دین کے اس تعلق نے آپ کے دل میں عشق الہی کی شمع فروزاں  
 کر دی۔ اب آپ کو مرشد کامل کی جستجو ہوئی تاکہ روحانی پیاس کو معرفت کے آبِ زلال  
 سے تسکین دی جاسکے۔

تلاش مرشد میں آپ کی دفعہ چورہ تشریف حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف باباجی  
 قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب دل پوری طرح مطمئن ہو گیا تو گھر سے بیعت کا  
 ارادہ لے کر لاہور پہنچے کیونکہ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت باباجی لاہور میں تشریف فرما ہیں۔  
 وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ موضع پٹیالہ تشریف لے گئے ہیں چنانچہ آپ لاہور سے پٹیالہ پھر

سہ انیکلو پڈیا ، فرور سنز لاہور ، ص ۵۱۸۔

مکمل محمد سلیم نقشبندی، مولانا : ضیاء لاثانی ، طیب بکلوپو، نشاط آباد، لائل پور، ص ۱۸۔



موضع دھونکل (وزیر آباد) اور وہاں سے سیالکوٹ پہنچے اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے بہت جلد مدارجِ سلوک طے کرتے ہوئے اس مرتبہ پر پہنچے کہ خلافت سے نواز دئے گئے۔ آپ کے دل میں اپنے شیخ کی بے پناہ محبت تھی۔ چورہ شریف کے علاقے کا کوئی شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو اس کا بے حد احترام فرماتے اور شفقت سے نوازتے۔

علی پور شریف میں دو ایسے باکمال بزرگ آرام فرماہیں جو ہمنام ہونے کے علاوہ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے اس لئے حضرت خواجہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی صاحب کا امتیازی لقب عطا فرمایا تھا، بعد ازاں آپ کی ترقی درجات کے پیش نظر لاثانی کا لقب عطا فرما دیا۔ مرشدِ کامل نے اپنے جس مرید کو لاثانی کا لقب عطا فرمایا ہو اس کا ثانی کون ہوگا؟ ۱۷

حضرت لاثانی قدس سرہ اتباعِ شریعت، اخلاقِ عالیہ، مریدین کی اصلاح و تربیت، سادگی اور بے نفسی میں بے نظیر تھے۔ پنج وقتہ نماز باجماعت، تہجد، اشراق پوری پابندی سے ادا کیا کرتے تھے، اور ادو وظائف سفر و حضر میں باقاعدگی سے پڑھتے اور ہر معاملے میں سنتِ نبوی کی پیروی کو پیش نظر رکھتے تھے، خلقِ خدا کی اصلاح کے لئے آپ کے فرمودات آج بھی کامیابی کی دلیل ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے :-

- سب سے بڑی کمیابی یا دحق ہے۔
- جس جگہ سے آدابِ شریعت اٹھ جائیں وہاں سے فقر کا اثر بھی ختم ہو جاتا ہے۔
- درویش کے لئے دو چیزیں بربادی کا باعث ہیں، حرصِ دنیا اور نامحرم عورتوں سے تعلق۔
- تین چیزوں کی حد نہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجات، سیر سلوک اور ادب کے ویسے تو آپ کے فیضِ صحبت سے ہزاروں افراد مستفیض ہوئے، بڑے بڑے علماء

۱۷ محمد سلیم نقشبندی، مولانا : ضیائے لاثانی . ص ۲۳-۲۴ -

۱۸ ارشاد احمد ہاشمی : ماہنامہ سلسلہ تذکرۃ الاولیاء جدید (خاص نمبر، جنوری، فروری، ۱۹۷۳ء)، ص ۷۲

۱۹ محمد سلیم نقشبندی، مولانا : ضیائے لاثانی . ص ۶۰-۶۲



آپ سے بیعت ہوئے لیکن جن حضرات کو آپ نے خلعتِ خلافت سے نوازا، ان کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے، چند خلفاء کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا سید چراغ علی شاہ ، مراڑہ شریف ۔
- ۲۔ مولانا میاں احمد دین لنگاہی ، سیالکوٹ ۔
- ۳۔ مولانا محمد شفیع ، موضع بڑھنڈہ ضلع گودا اسپور ۔
- ۴۔ صوفی محمد اندین مدراسی ۔
- ۵۔ پیر محمد شریف ، فتووال ۔
- ۶۔ مولانا حکیم عبدالغنی ، موضع الہڑ ضلع سیالکوٹ ۔
- ۷۔ مولانا فضل الہی ، دغیریم لہ

۱۶ شعبان المعظم، یکم اکتوبر (۱۳۵۸/۱۹۳۹ء) کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار پرنوار علی پور سیداں میں مزج انام ہے، ہر سال عرس پر ہزاروں عقیدتمند حاضر ہوتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں لکہ قطعہ تاریخ وصال درج ذیل ہے :-

ثانی صاحب اں امام المتقین	رہنمائے فابدین و زابدین
چو بہ عقبتی نقل از دنیا نمود	جملہ احبابش شدہ اندوگین
گفت ہاتھ بروصالتش از سما	کعبہ اہل فہم درخسلہ بریں لکہ

۱۳ ۵۸

۱۔ محمد سلیم نقشبندی، مولانا : ضیائے لائانی ص ۸۳-۸۴

۲۔ امین الدین، سید حکیم : صوفیائے نقشبندیہ ، ص ۳۵۰

۳۔ محمد رفیق، صوفی : انوار لائانی، مطبوعہ حجازی پریس (۱۳۶۴) ص ۱۹۰



## مرجع الفضلاء والاکابر حضرت مولانا حافظ محمد جمال الدین ملتانی قدس سرہ

تاج الاصفیاء امام الاولیاء حضرت مولانا حافظ محمد جمال الدین بن محمد یوسف ابن حافظ عبدالرشید (قدست سرارہم) تقریباً ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء میں طمان شریف میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے اجلہ فضلاء سے علوم و فنون کی تحصیل کی۔ آپ دور طالب علمی میں ہی علم و فضل، ذکاوت و فطانت میں تمام طلبہ پر فوقیت رکھتے تھے، جو بھی آپ سے مباحثہ کرتا اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ کتاب دائرة الاصول تک علم حاصل کیا تھا کہ آپ کو شرح صد حاصل ہو گیا اور جذبہ الہیہ اس قدر غالب ہوا کہ عبادات و ریاضات میں منہمک ہو گئے۔ مرشد کامل کا شوق پیدا ہوا، اسی تلاش میں حضرت شیخ رکن الدین ملتانی قدس سرہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے، ہر روز ایک قرآن کریم ختم کرتے اور پیر کامل کیلئے دعا مانگ کر جاتے ایک رات حضرت خواجہ خواجگان خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری کا ارشاد ہوا، فوراً مہار شریف حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں مرید ہو گئے۔ حضرت حافظ صاحب کو اپنے شیخ سے عشق کی حد تک محبت تھی، سفر و حضر میں حاضر خدمت رہتا اور وضو کرانے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت شاہ فخر دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ طمان میں حضرت خواجہ بہار الدین زکریا مہاروی قدس سرہ کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرف کام نہیں کرتا اور دوسرے سلسلے کا کوئی بزرگ وہاں کسی کو بیعت نہیں کرتا۔ حضرت شاہ فخر رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ عالم مہاروی قدس سرہ کو فرمایا :-

۱۔ عبدالحق مہر، ڈاکٹر : نور جمال (سرائیکی ادبی بورڈ، ملتان، ۱۹۷۴ء) ص ۱۷۔

۲۔ عبدالعزیز پرباروی، علامہ العصر : گلزار جمالیہ (مطبع ابوالعلائی، آگرہ، ۱۳۲۵ھ) ص ۸-۷۔

۳۔ خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت (بمبارہ مناقب المحبوبین) ص ۵۹۹-۶۰۱۔



” اب تک ملتان حضرت بہار الحق کی ولایت تھی لہذا وہاں کسی دوسرے ولی کا تصرف کارہ نہیں ہوتا تھا، اب ملتان ہمارے حوالہ کر دیا گیا ہے، اب ضروری ہے کہ تم وہاں اپنا کوئی مرید بھیجو اور کہو کہ حضرت شیخ بہار الدین کی خانقاہ میں جا کر مخلوق کو مرید کرے اور اپنا تصرف جاری کرے۔“

چنانچہ حضرت خواجہ مہاروی نے دہلی سے واپس آ کر حضرت مولانا حافظ محمد جمال الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو ملتان بھیج دیا، انہوں نے مولانا خدا بخش کو خانقاہ حضرت شیخ بہار الحق میں بیٹھ کر مرید کیا۔

حضرت حافظ صاحب علم و فضل کے بجز خاتم تھے، دقیق سے دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرتے کہ گند ذہن طلبہ بھی باسانی سمجھ لیتے۔ مسند وحدۃ الوجود پر حیرت انگیز عبور رکھتے تھے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور مولانا جامی کی کتابوں کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ نغمات الانس، مثنوی شریف، لوائح جامی، اشعۃ اللمعات اور فصوص الحکم نہایت ہی پسند تھیں، خاص طور پر فصوص الحکم کے فص محمدی سے تو یہاں تک محبت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کے سامنے ذکر بھی کر دیتا تو مجھوم جاتے تھے آپ نہایت بااخلاق شخصیت کے مالک تھے، بچوں کے ساتھ درجہ شفقت سے پیش آتے، غریبوں کی دلجوئی کو بہت اہمیت دیتے، اگر کسی غریب کے ہاں دعوت پر تشریف لے جاتے تو خوشی کے آثار آپ کے چہرہ پر ظاہر ہوتے۔

ایک دفعہ روزہ سے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو مدعو کیا، آپ اسی طرح تشریف لے گئے، کھانے کے وقت روٹی کے لقمے توڑ توڑ کر رکھتے رہے اور پاس بیٹھے ہوئے احباب کھاتے رہے حتیٰ کہ چند ہمراہیوں کے علاوہ کسی کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ آپ نے

۱۔ خلیق احمد نظامی، پروفیسر : تاریخ مشائخ چشت : ص ۵۹۸-۵۹۹۔

۲۔ عبدالعزیز پرہاروی، علامۃ العصر : گزارہ جاہلیہ ص ۸۔



## کھانا نہیں کھایا لے

حضرت حافظ صاحب علامہ وقت اور شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ مہرِ حق اور مرد میدان بھی تھے۔ آپ کے دور میں پنجاب سکھوں کے تسلط میں آچکا تھا، سکھوں نے کئی مرتبہ ملتان پر حملہ کیا لیکن آپ کی زندگی میں ملتان پر قابض نہ ہو سکے۔ ایک رات آپ کو معلوم ہوا کہ سکھ ملتان کا محاصرہ کر کے حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خبر ملتے ہی آپ شمشیر و سناں سے مسلح ہو کر جوانوں سے بھی آگے نکل گئے اور ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا۔ محاصرہ سے پہلے بعض لوگوں نے کہا کہ ہمیں یہاں سے دوسری جگہ چلے جانا چاہئے تاکہ کافروں کے حملے سے محفوظ رہیں، اس پر حضرت حافظ صاحب نے فرمایا :

” اب عام ابتلاء کا دور ہے اور جہاد فرض عین ہو چلا ہے

اس وقت ہم کہیں نہیں جائیں گے، اب ہمارے لئے دو ہی محمود

انجام ہیں کہ ہم غازی ہوں گے یا شہید“ لے

حضرت حافظ صاحب خوف و ہراس سے نا آشنا تھے، تیرا انداز میں

اس قدر ماہر تھے کہ دوسروں کو یہ فن سکھایا کرتے تھے۔

آپ بہت لطیف مزاج تھے، عمدہ لباس زیب تن فرماتے، آپ کی انگوٹھی پر ان

اللہ جمیل و یحییٰ الجمال“ نقش تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ خرق عادت یہ ہے کہ نفس

کی عادات مثلاً شکم سیری، بے فائدہ گفتگو اور عبادات میں سستی کو خوراک کی کمی، خاموشی اور

ریاضت سے توڑ دے، نیز فرمایا کرتے تھے جو امر بھی ظاہر ہو یہی سمجھنا چاہئے کہ یہ درحقیقت

اللہ عزوجل کا فعل ہے اور ماؤ شامرف دہم ہے لے

۱۔ عبدالعزیز پروردی، علامۃ العصر: گلزارِ حالیہ ص ۱۰۔

۲۔ خلیق احمد نظامی، پروفیسر: تاریخ مشائخِ پشت ص ۶۰۳-۶۰۴۔

۳۔ عبدالعزیز پروردی، علامۃ العصر: گلزارِ حالیہ ص ۱۰۔

۴۔ ایضاً ص ۱۹-۲۱۔



حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سلاسلِ اربعہ میں مجاز تھے لیکن سلسلہ عالیہ چشتیہ سے زیادہ اُنس رکھتے تھے اس لئے اکثر و بیشتر اسی سلسلہ میں مرید کیا کرتے تھے۔  
 ۵۔ جہادِ اولیٰ ۲۹۰ مئی (۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء) کو آپ نے وصال فرمایا اور طمان میں  
 محوِ استراحتِ ابدی ہوئے، کسی نے تاریخ وصال کہی ہے۔

خرد ز سالِ وصالش چو جُست و جوئے کرد

ندائے دادِ سر و شتم کہ یافت خوب وصال ۱۷

آپ کے بعد حضرت مولانا فخر بخش ملتانی مصنف رسالہ توفیقہ (توحید کے مہر و پیر) سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت حافظ صاحب کے مریدین کا علقہ بہت وسیع تھا آپ کے خلفاءِ عظام کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱۔ علامۃ الدہر مولانا عبد العزیز پربھاری (صاحبِ بنارس) شرح شرح عقائد و کتبِ عدیدہ
- ۲۔ مولانا زاہد شاہ۔
- ۳۔ مولانا غلام حسن۔
- ۴۔ مولانا قاضی عیسیٰ خان پوری۔
- ۵۔ مولانا عبید اللہ ملتانی۔
- ۶۔ مولانا حامد۔
- ۷۔ مولانا غلام فرید وغیر ہم (رحمہم اللہ تعالیٰ)

۱۔ علامۃ العزیز پربھاری، علامۃ العصر : گلزارِ عالیہ ص ۱۸۔

۲۔ خلیق احمد نظامی پد فیروز، تاریخ و تفسیر چشت

۳۔ ایضاً ص ۶۰۶۔

ص ۶۰۶۔



## فاضل اجل مولانا سید چراغ شاہ گجراتی قدس سرہ العزیز

مولانا سید چراغ شاہ ابن سید محمد شاہ موضع بوکن مضافات گجرات میں ایک غریب سید گھرانے میں ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں حضرت باباجنگو شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (جن کا مزار مبارک موضع ملو کھوکھو المعروف ڈیرہ باباجنگو شاہ میں مرجع خاص و عام ہے) کے ارشاد پر سیالکوٹ چلے گئے اور استاد الاستاذ مولانا غلام مرتضیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس میں شریک ہوئے۔ صرف چند سال میں مروجہ علوم پر عبور حاصل کر کے دستارِ فضیلت حاصل کر لی۔ استاذِ مکرم کے وصال کے بعد ان کی جگہ مسجد کبوتران والی میں درسِ قرآن و حدیث دینا شروع کیا اور تاجیات تشنگانِ علوم دینیہ کو اپنے فیض سے سیراب فرماتے رہے۔

مولانا صاحبِ قلم بزرگ تھے، ان کی بیشتر تصانیف اخلاف کی بے پرواہی سے ضائع ہو چکی ہیں البتہ مکرمی سید نور محمد قادری مدظلہ (نبیرہ حضرت موصوف) کے پاس بڑے سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک قلمی بیاض موجود ہے جس میں آپ نے اختلافی مسائل مثلاً شفاعت، عبادت، استعانت، علم غیب، بدعت اور تقلید وغیرہ پر فاضلانہ بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں بعض نادر تحریریں محفوظ ہیں مثلاً:

- ۱۔ حضور سیدنا نوح علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سجادہ نشین سید محمد صالح قادری سے لیکر سیدنا آدم علیہ السلام تک شجرہ نسب،
- ۲۔ مناقب الاصفیاء، اچ شریف کے بزرگوں کا تذکرہ، مرتبہ مولانا عبداللہ نو مسلم مارواڑی ثم اچھی۔

۱۔ اقبال کے استاد علامہ ریحان، منشی محمد زین فوق کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: میری طفولیت کے زمانہ میں یہاں دو درسیں تھیں ایک مسجد کبوتران والی جس میں مولوی غلام مرتضیٰ صاحب جو نہایت پارسا، قانع، صابر، فرشتہ سیرت و صوت بزرگ تھے، درس دیا کرتے تھے ایسے بزرگ و اخلاق کا کوئی اور (اسی میں نے نہیں دیکھا) (نقوش مکاتیب نمبر، جلد دوم، ص ۸۰۵ (۱۹۵۷ء))



۳۔ مولانا جان محمد لاہوری کی ایک تقریر ، وغیرہ وغیرہ

معاصرین میں سے حضرت مولانا قاضی سلطان محمد، مولانا غلام حسن ساہووالہ، مولانا غلام حسین ساہووالہ اور ادیب یگانہ علامہ محمد حسن فیضی ساکن بھین (ضلع جہلم) کے ساتھ آپ کے گہرے مخلصانہ روابط تھے۔

۱۳۰۴ھ/۱۸۸۴ء میں آپ کا وصال ہوا، مولانا محمد حسن فیضی نے عربی میں اور مولانا غلام حسین نے فارسی میں طویل اور پُر درد مرثیے کہے۔ مولانا غلام حسین نے موصوف کے نام مبارک چراغ شاہ کی مناسبت سے "بے اوجہانے بے چراغ" (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۴ء) تاریخ وصال کی، تاریخی شعور درج ذیل ہے۔

نوکِ کلکم ز دردم "بے اوجہانے بے چراغ"

پس "یرضی الحق عنہ" نیز تاریخیں شمار

آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن میں سے مولانا حافظ سید عبداللہ شاہ، مولانا سید

نور اللہ شاہ سیالکوٹی اور حکیم سید ظہور اللہ شاہ اپنے دور کے ممتاز فاضل تھے۔

۱۔ یہ تمام حالات مکتب سید نور محمد قادری مدظلہ، موگن، اعلیٰ حضرت کی سیاسی بعیرت "اور" اعلیٰ حضرت کی شہری

پر ایک نظر" نے فراہم کیے ہیں۔



## مجاہد ملت حضرت مولانا سید حامد جلالی قدس سرہ

حضرت مولانا سید حامد جلالی ابن حضرت مخدوم سید امیر حمزہ نقوی جلالی دہلوی (رحمہما اللہ تعالیٰ)  
 ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم ناصر جلالی (م) ۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ  
 آپ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ سے  
 ملتا ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں مولانا قاری حافظ سید محمد، امام عید گاہ شاہی، دہلی سے قرآن پاک  
 حفظ کیا بعد ازاں مدرسہ عالیہ جامع فقہی دہلی میں تمام علوم کی تکمیل کی۔ مدرسہ طیبیہ، دہلی سے  
 سند حکمت حاصل کی۔ اپنے برادر بزرگ کے ساتھ مل کر جماعتِ اخوان الصفا قائم کی، متعدد  
 جرائد (مثلاً ماہنامہ حق، شعلہ ویکلی، اتحاد سڑو نہ جاری کئے، ۱۹۳۵ء میں کراچی سے ماہنامہ  
 زبان ہند جاری کیا۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور اپنا تین من دھن تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے  
 وقف کر دیا، اتحاد عالم اسلامی کے زبردست داعی، مجلس اتحاد عالم اسلامی کے صدر اور جمعیتہ علماء پاکستان  
 کے سرپرست تھے، قیام پاکستان کے بعد ماہنامہ اذان جاری کیا اور آخر میں ماہنامہ علم و عرفان نکالا۔  
 حضرت مولانا سید حامد جلالی متعدد کتب کے مصنف تھے، تفسیر قرآن کریم اور بخاری شریف کی  
 شرح آپ سے یادگار ہے، مجلس مجبان علامہ اقبال کے صدر تھے، علامہ اقبال کے بارے میں کئی کتابیں  
 سپرد قلم فرمائیں، سنوئی مولانا دوم کے تقریباً عاقل تھے اور بڑے دلکش انداز میں اس کی شرح  
 فرماتے تھے، حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف ہوئے، ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا، سرکار  
 دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے محب اور لیا بکلام کے پیروکار اور امام نزاری رحمۃ اللہ تعالیٰ  
 کے فلسفے کے دلدادہ تھے۔

ماہ مئی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔



## زبدۃ الاصفیاء حضرت مولانا صوفی حامد علی قدس سرہ

(لیتہ، ضلع مظفر گڑھ)

حضرت مولانا صوفی حامد علی قدس سرہ اپنے دور کے بہترین مدرسین میں شمار ہوتے تھے، موجودہ دور میں تقویٰ و پرہیزگاری کے اعتبار سے سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ آپ کے ابتدائی حالات معلوم نہ ہو سکے، راقم نے سیال شریف میں آپ سے نحو میر پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی، ان جیسے انماک سے پڑھانے ہوئے بہت کم اساتذہ کو دیکھا گیا ہے۔

حضرت مولانا صوفی حامد علی قدس سرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت پیر بادام ظلہ العالی سے بیعت اور مستفیض تھے۔ طویل عرصہ تک سیال شریف میں پڑھاتے رہے پھر غالباً ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء میں لیتہ ضلع مظفر گڑھ میں جامعہ نعمانیہ رضویہ کی بنیاد رکھی، تدریس کے لئے بہترین مدرسین کا انتظام کیا، گرد و نواح کے متلاشیانِ علم دین جوق در جوق آنے لگے اور محوڑے ہی عرصہ میں یہ مدرسہ ایک مثالی درس گاہ بن گیا۔

۱۹ رجب، ۱۶ جولائی (۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء) بروز جمعہ حضرت استاذی المکرم مولانا صوفی حامد علی قدس سرہ کا وصال ہوا اور لیتہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ اب وہ محلہ جہاں آپ نے مدرسہ قائم کیا تھا، حامد آباد، کے نام سے معروف ہے آپ کے بھتیجے مولانا محمد اقبال سلسلہ رہہ ہونہار اور زریک نوجوان ہیں، خدا کرے وہ جامعہ نعمانیہ رضویہ کی بقا اور ترقی کی کوششوں میں کامیاب ہوں۔

جناب فداحسین فداملہ نے قطعہ تاریخ وصال تحریر کیا ہے

نہ کیونکہ اہل علم و فضل کے دل آج ہوں نمکیں  
ہوئے جو حضرت حامد علی میں دہر سے رخصت  
انہیں محبوب تعادین رسول ہاشمی واللہ!  
حریف اہل باطل تھے وہ الحق قاطع بدعت



وہ پابند شریعت بھی تھے اور اہل طریقت بھی  
 علوم دین میں یکجا تھے وہ بیشک بزم عالم میں  
 انہیں ہر حال میں مطلوب تھی اسلام کی حرمت  
 نہاں ہر دل میں ہے ان کے کمال و فضل کی عظمت  
 بنے گی بقعہ انوارِ بیزواں آپ کی تربت  
 فیضِ رحمۃ للعالمین از لطفِ ربانی

سنِ ترحیل میں ان کے فدا غلطان ہوتے ہی  
 ندا یہ عرش سے آئی، کہو، صوفی ملکِ خصلت

۱۳ ۵ ۹۶



## صوفی با صفا ڈاکٹر حبیب الرحمن برق قدس سرہ

حضرت ڈاکٹر حبیب الرحمن برق ابن حضرت حاجی محمد رمضان لدھیانہ میں پیدا ہوئے، اپنے وقت کے ممتاز افاضل سے علم حاصل کیا، فزنی محل (لکھنؤ) دیوبند اور جامعہ ازہر، مصر کے فاضل تھے۔ کچھ عرصہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بھی رہے۔ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں ایم۔ اے کیا، پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی، چاروں زبانوں میں بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ طبقہ مشائخ میں موجودہ دور میں اس قدر پرمعا لکھا شائد ہی کوئی ہو، حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی شیخ و مرشد حضرت شاہ سلج الحق چشتی کے مرید تھے لیکن تربیت ان کے مرید حضرت مولانا صوفی انور علی شاہ صاحب (بیلی بیٹ) نے فرمائی جو بفضلہ تعالیٰ ابھی تک بقیہ حیات ہیں، اپنے دنیا کے بہت بڑے علاقے کی سیاحت کی۔ قیام پاکستان کے بعد لاکھوں روپے کی جائیداد چھوڑ کر پاکستان تشریف لے آئے اور اتار گلی (لاہور آرٹ پریس) کے قریب قیام کیا۔ آخری دنوں میں دھنی رام روڈ منتقل ہو گئے۔

آپ سلاسل سنیہ (قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ صابریہ، سہروردیہ، قلندریہ اور اولیسیہ) میں مجاز تھے۔ اس قدر با کمال ہونے کے باوجود تمام عمر چٹائی پر بیٹھ کر گزار دی، آپ کو اہل دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا، ہر وقت ذکر خدا و مصطفیٰ (صلی و علیہ وسلم) میں رطب اللسان رہتے۔ ایک دفعہ راقم الحروف حاضر ہوا تو فرمایا مولوی! اس وجود کا کیا اعتبار جس کے پہلے بھی عدم ہوا اور بعد بھی عدم، یعنی حقیقت وجود و موجود تو صرف اس کی ذات ہے جو لم یزل اور لایزال ہے۔

علمائے اہل سنت سے انس اور محبت رکھتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی عاشق رسول اور مرد مجاہد تھے۔ وقت آیا تو بتاؤں گا کہ وہ کیا تھے، شہ عظیم پاکستان مولانا سردار احمد لاپوری نسبت طریقت میں آپ کے بھتیجے (یعنی شاہ سلج الحق چشتی کے مرید تھے) حضرت صوفی محمد حسین مراد آبادی کے خلیفہ و مرید تھے) تھے، ان کا ذکر بڑی



محبت سے فرماتے تھے، ایک دفعہ فرمایا "سردار واقعی سردار ہے، انہوں نے مختصر عرصے میں بہت بڑا کام کیا ہے" ایک مرتبہ برادر محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر قادری کو میرے متعلق فرمایا کہ یہ اگر مولانا محمد سردار احمد کامریہ نہیں ہو سکا تو اسے ان کے کسی خلیفہ مجازہ کامریہ کو اردو، حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مختلف قسم کے لوگ حاضر ہوتے تھے، آپ ان سے ایسی گفتگو فرماتے کہ انہیں تسلیم کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوتا شیعہ مکتب فکر کے مولوی اسماعیل طلاقات کے لئے آئے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا مولانا ایک شخص اپنی ماں کو گالی دیتا ہے اس کے متعلق کیا فتوے ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ بڑا بے ادب ہے، گستاخ ہے وغیرہ وغیرہ! ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ذرا سوچئے تو سہی کہ جو لوگ اپنی بلکہ تمام مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی کرتے ہیں، ان پر بہتان طرازی کرتے ہیں، ان لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟ مولوی صاحب سے خاموشی کے بغیر کوئی جواب نہ بن سکا۔

ایک صاحب پہلی دفعہ ملاقات کے لئے آئے اور حسبِ عادت کہنا شروع کیا کہ دیکھے بعض لوگ کہتے ہیں "یا غوثِ اعظم دستگیر" اور انبیاء و اولیاء کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں، یہ سب شرک ہے! ڈاکٹر صاحب نے نہایت اطمینان سے تمام گفتگو سنی اور فرمایا میں نبی نہیں ہوں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام ہوں لیکن تمہاری پوشیدہ باتوں کو جانتا ہوں، بھادرج کو بغیر نکاح کے لئے پھرتے ہو اور پھر انبیاء و اولیاء کے علم پر طعن کرتے ہو، ذرا ہوش سنبھال کر بات کرو، وہ صاحب چپ چاپ اٹھ کر چل دئے۔

راقم نے آپ کی پیرائے سالی میں زیارت کی لیکن اس وقت بھی آپ کا حافظہ اس قدر تیز تھا کہ اردو اور فارسی کے بے اندازہ اشعار آپ کو یاد تھے۔ آپ ایک ماہر طبیب تھے طبی نسخے لکھواتے تو بلا تکلف کئی کئی آدمیوں کو لکھوادیتے۔ مریدین کا حلقہ کافی ہے، انہیں اعمال و اذکار کی تعلیم دیتے۔ آپ کی گفتگو میں لطیف مزاح اور بذلہ سنجی کی چاشنی بھی بدرجہہ اتم موجود ہوتی تھی جسے صرف پڑھے لکھے لوگ ہی محسوس کرتے تھے اور محظوظ ہوتے تھے۔

۲۰ رذوالحجہ، ۲۰ مارچ (۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء) بروز بدھ آپ کا وصال ہوا اور بہاول پور

روڈ میانی صاحب میں دفن ہوئے، نماز جنازہ برادر محترم جناب مولانا عبدالغفار ظفر قادری



نے پڑھائی۔

وصال سے چند دن قبل کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور صرف جو شانڈے کے بھپارے  
پر اکتفا فرماتے۔ ایک دن آپ کے صاحبزادے جناب محمد اکرام الحق نے عرض کیا کہ کچھ تثنیٰ اول  
فرمائیں، آپ نے فرمایا تیس سال بعد خدا خدا کر کے میں نے اپنے بیٹے کو طعام سے پاک کیا ہے  
اب پھراس سے طوت کرنا چاہتے ہو؟

آپ شعر و سخن کا پاکیزہ ذوق بھی رکھتے تھے، ایک رباعی درج ذیل ہے۔  
ہے مشق و لا بوترا بی ہی نہیں      یہ تندر ہے گلابی ہی نہیں  
کافر ہے جو علی کو خدا کہتا ہے      بی کے جو نہ بیکے وہ تشرابی ہی نہیں

۱۔ یہ تمام حالات برادرِ محکم مولانا محمد عبدالغفار ظفر القادری زید مجدہ (لاہل پور) نے فراہم کئے۔



## مولانا محمد حبیب اللہ نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ مولف تفسیر لغمانی

پنجابی زبان کے مشہور شاعر و مفسر مولانا محمد حبیب اللہ بن نظام دین کبوتر ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں ضلع امرتسر کے گاؤں کبوتر میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، سکول میں مڈل تک اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مختلف اساتذہ سے فارسی، صرف اور نحو کی کتابیں پڑھیں، ترجمہ قرآن مجید، تفسیر اور طب پڑھی، پولیس میں بھرتی ہو گئے، اٹھارہ سال تک کانسٹیبل، ہیڈ کانسٹیبل، ہیڈ محرر اور تھانیدار کی حیثیت میں کام کرتے رہے، محکمہ پولیس کو چھوڑ کر مختار عام کام کرتے رہے پھر امرتسر میں دکان کھول لی اور قیام پاکستان کے بعد چیک ۵/۸۶- آہ ہارون آباد میں سکونت پذیر ہو گئے۔

مولانا محمد حبیب اللہ نعمانی پنجابی کے قادر الکلام شاعر اور کثیر التصانیف مصنف تھے، رسالہ تقلید میں انہوں نے بعض ایسی باتیں لکھ دی تھیں جو ناواقف ریاضی اور حقائق کے خلاف تھیں اس لئے مولانا نبی بخش حلوائی نے تفسیر نبوی اور بعض دیگر رسائل میں ان پر سخت گرفت فرمائی، مولانا نعمانی سلیم الطبع اور حق پرست شخصیت تھے لہذا بروایت مولانا اللہ تاملہ (راقم کے والد گرامی) انہوں نے ان غلط باتوں سے رجوع کر لیا۔

براہِ محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر الصابری (لاہوری) کے نام مولانا کے بعض مکاتیب جو انہوں نے دہال سے کچھ عرصہ پہلے (۱۹۵۰-۵۳ء) میں لکھے تھے اور مولانا کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے ایک مخطوطہ سے (جو راقم کے پاس محفوظ ہے) پتہ چلتا ہے کہ مولانا صحیح العقیدہ اور متصلب سنی تھے، مولانا نے کریم نے توفیق عطا فرمائی تو ان پر کسی وقت الگ مقالہ لکھا جائے گا انشاء المولیٰ الکریم۔

لہ اناسیکو پیٹیا مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔



مولانا کی تصانیف کے نام یہ ہیں (مطبوعہ)

- ۱- حبیب التفسیر المعروف بتفسیر نعمانی (تقریباً ۲۲ پیارے)
- ۲- گلزارِ موسیٰ
- ۳- گلزارِ عیسیٰ
- ۴- گلزارِ آدم
- ۵- گلزارِ یوسف (حسن القمص، قصص الحسنین)
- ۶- مجموعہ خطبات
- ۷- مجموعہ خطبِ اسلامیہ
- ۸- تفسیر سورہ واسطی
- ۹- اکرام المصطفیٰ
- غیر مطبوعہ تصانیف :-
- ۱۰- تفسیر سورہ یسین
- ۱۱- جنگِ حبیب
- ۱۲- تفسیر مہنت سورہ
- ۱۳- حالات حضرت نوشہ
- ۱۴- توضیح مرام (نثر)
- ۱۵- قصہ سجاد
- ۱۶- رسالہ تقلید
- ۱۷- باغ بہشت المعروف بہ بیخ گنج

- ۱۸- اخبار الغیب، ترجمہ و شرح قصیدہ حضرت نعمت شاہ ولی رحمہ اللہ تعالیٰ
- ۱۹- تفسیر سورہ فاتحہ، وغیرہ وغیرہ

۱۶ رجب، ۲۲ مارچ (۱۳۷۳/۱۹۵۴ء) بروز سوموار صبح آٹھ بجے آپ کا وصال ہوا۔  
حکیم محمد صادق چک ۵/۸۶ آر مارون آباد آپ کے فرزند ہیں اور مطب کرتے ہیں۔

مکتوب جناب حکیم محمد صادق جناب بادر مولانا محمد عبدالغفار ظفر الصابری، لائل پور



## طیب روحانی و جسمانی حضرت مولانا حکیم خادم علی سیالکوٹی قدس سرہ

حضرت مولانا حکیم خادم علی قدس سرہ العزیز کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ علم دینیہ اور طب میں فخر و روزگار تھے، شعر و شاعری میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت حکیم صاحب حافظ قرآن اور ظاہری علوم میں باکمال ہونے کے ساتھ ساتھ باطنی علوم میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم قدس سرہ (دادا پینڈی) کے مرید ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے اور ان کے وصال کے بعد حضرت امیرت محدث علی پوری بھی منت پائی۔ حضرت حکیم صاحب قادر الکلام خطیب تھے، ان کی تقریر اور منظوم کلام میں بلا کا سونہ تھا، انہوں نے شریعت و طریقت، طب و حکمت اور علم و ادب کی گرانقدر خدمات انجام دیں، آپ کا کلام حکمت و موعظت اور پند و نصیحت کا قابل قدر خزینہ ہے، آپ کی متعدد تصانیف شائع ہو کر مقبول عوام و خواص ہو چکی ہیں، افسوس کہ ہمیں کوشش کے باوجود ان کے تفصیلی حالات نہ مل سکے۔

حضرت حکیم صاحب نے اپنے فیض کرامت پر طب کا پردہ ڈال رکھا تھا، ہزاروں افراد حاضر ہوتے اور اپنی ظاہری و باطنی بیماریوں کا علاج کر دیا اور واپس جاتے۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے جس جگہ آپ قیام فرماتے اس سڑک کا نام حکیم خادم علی دوڑ رکھ دیا گیا ہے۔ حضرت حکیم صاحب غریب پرور اور وفار شعار بزرگ تھے۔ حکیم عبداللہ سکھ مذہب چھوڑ کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے، ان کی وفات کے بعد آپ طویل عرصہ تک ان کے مطب، واقع ادھ شہباز پر تشریف لے جاتے رہے اور مریضوں کو نسخے لکھ کر دیتے رہے تاکہ حکیم عبداللہ مرحوم کا مطب چلتا رہے اور ان کے بچوں کی کفالت ہوتی رہے۔

سہ زبدا الحکا حکیم آفتاب احمد قرشی نے آپ کا سن ولادت ۱۸۶۶ء لکھا ہے (مجلد طیبہ لاہور، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۴۷)

سہ بروایت مولانا محمد عالم سیالکوٹی، حال مقیم لاہور۔ عہد بروایت برادرم جناب محمد صادق قسوی زید مجید۔



موجودہ دور کے مشہور زمانہ طبیب اور فاضل جناب حکیم نیر واسطی مدظلہ کے تاثرات  
ملاحظہ ہوں :-

راقم الحروف نے گذشتہ اگست کے آخری ہفتے کے چند دن  
سوات میں گزارے، واپسی پر معلوم ہوا کہ طبیب قدیم کی عظیم یادگار  
جسے حکیم خادم علی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، بھی ہم سے  
چھین گئی۔

سرزمین سیالکوٹ نے جہاں شاعری میں اقبال کو جنم  
دیا وہاں طب میں حکیم خادم علی جیسی عظمت کو پیدا کیا۔ حکیم خادم علی  
رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل اور فن طب میں کمال کے علاوہ تصوف، شعر و ادب  
میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی فیاضیوں نے وہ  
تمام خصوصیتیں مرحوم میں جمع کر دی تھیں جو آج سے چند سو سال  
پہلے ہماری قوم میں پائی جاتی تھیں۔

سنا ہے حکیم صاحب نے ایک سو بائیس سال کی عمر پائی، لیکن  
ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ مدت چشمِ زدن میں گزر گئی اور ہم اسلان  
کی اس دولت مستعمل سے کچھ بھی استفادہ نہ کر سکے۔ آج آپ کی  
وفات سے نہ صرف سیالکوٹ ہی میں اندھیرا چھا گیا بلکہ حقیقت یہ  
ہے کہ پاکستان میں علم و حکمت کی آخری شمع کے پروانے کی وہ خاطر  
بھی نذر حوادث ہو گئی جو رونقِ محفل کی آخری یادگار تھی، آہ سے

تاکر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اسے بادِ صبا  
یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

۱۔ جناب حکیم آفتاب احمد قریشی نے آپ کی عمر ۱۰۵ سال لکھی ہے، (مجلد طبیب لاہور، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۶)

۲۔ علی احمد نیر واسطی حکیم سید  
ماہنامہ ناض لاہور، ستمبر ۱۹۷۱ء، ص ۷۔







جوا نکھا کرتے تھے" لے

حضرت حکیم غلام علی صاحب مدنی مور کا دھالان ۳ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱/۱۹۷۱ء بروز ہفتہ ہوا۔ ۵۰۰  
سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی سیالکوٹ میں آپ کا مزار پرچہ انوار تعمیر ہو چکا ہے جہاں  
عقیدت مند آج بھی اسی محبت سے حاضر ہوتے ہیں اور فیضیاب ہو کر لوٹتے ہیں۔  
آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم عبدالحمی مدظلہ آپ کے جانشین ہیں اور  
طب و حکمت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔



۱۔ آفتاب احمد قرشی، زبدۃ الحکماء، جلد طبع لایہو، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۶۰۵۔

۲۔ آفتاب احمد قرشی، زبدۃ الحکماء، جلد طبع لایہو، اکتوبر ۱۹۷۱ء، ص ۶۔



## حضرت مولانا حافظ دوست محمد لٹھی قدس سرہ

حضرت مولانا حافظ دوست محمد ابن حضرت خواجہ غلام نبی لٹھی (قدس سرہ) ۱۲۶۶ھ / ۵۰-۱۸۴۹ء میں لٹہ شریف (ضلع جہلم) میں پیدا ہوئے۔ ابھی آپ شیرخوار ہی تھے کہ عارف یگانہ حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوی دامہ المصنوی قدس سرہ نے آپ کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا:

”مولوی حافظ دوست محمد کو دعا“

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ حافظ بھی ہوئے اور مولوی بھی تکمیل علوم کے بعد تین سال تک والد ماجد سے کسب لوک کیا اور سلسلہ مجددیہ کے مقامات کی تکمیل کر کے سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ایما سے خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد حضرت خواجہ غلام نبی لٹھی قدس سرہ کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر فائز ہوئے اور حق و صداقت کی جانب خلق خدا کی رہنمائی فرمائی، سزبار اور مساکین کو الطافِ خسرانہ سے نوازتے اور اہل دنیا سے کچھ فرض نہ لکھتے، صاحبِ حال ہوتے ہوئے کمال اخلاص سے کام لیتے، اہل حاجت حاضر ہوتے اور آپ کی نگاہِ التفات سے کامیاب ہو کر لوٹتے۔

۱۸ ذوالحجہ، ۸ اپریل (۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء) کو آپ کا وصال ہوا اور لٹہ شریف میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں مجاورتِ راحت ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد عبدالرسول قدس سرہ ہادی خلق بنے لیکن عین عالم شباب میں ۲۹ سال کی عمر میں، رمضان المبارک، ۲۰ اگست (۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء) کو راہی دارِ آخرت ہوئے۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد عبدالرسول کے پوتے حضرت خواجہ محمد مطلوب الرسول مدظلہ العالی سلف کے طریقے پر چلتے ہوئے تبلیغ و ارشاد میں مصروف ہیں، مولائے کریم مستشرقین پران کا سایہ تادیر سلامت رکھے۔



# امام المحدثین حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری قدس سرہ العزیز

مرجع الفقہاء والمحدثین مولانا ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ ابن سید نجف علی ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۶ء  
 بروز پیر محلہ نواب پورہ الوری میں پیدا ہوئے، آپ کے عم مکرم باخدا بزرگ مولانا سید نثار علی شاہ رحمہ اللہ  
 تعالیٰ نے آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا :-  
 ” بیٹی! تیرے ماں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دینِ مصطفویٰ کو روشن کریگا  
 اس کا نام دیدار علی رکھنا“

آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے  
 آباء و اجداد مشہد سے ہندوستان آئے اور الوری میں قیام پذیر ہوئے۔  
 آپ نے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں الوری میں مولانا قمر الدین سے پڑھیں، مولانا کریم اللہ  
 خاں سے دہلی میں درسی کتابوں اور دورہ حدیث کی تکمیل کی، فقہ و منطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین  
 رام پوری سے کی، سند حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن  
 گنج مراد آبادی سے حاصل کی، حضرت شیخ الاسلام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد  
 محدث سودتی آپ کے ہم درس تھے۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے،  
 سلسلہ چشتیہ میں حضرت مولانا سید علی حسین کچھوچھوی اور سلسلہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا  
 بریلوی کے خلیفہ سبب مجاز ہوئے۔

حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

- ۱۔ غلام مہر علی بریلوی : ایوانیت المرید ص ۱۱۷
- ۲۔ عبدالنبی کوب، قاضی : اخبار جمعیت لاہور (۱۹۵۸ء) ص ۳
- ۳۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ : تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور ص ۲۶۸-۲۶۹



کے درمیان بڑے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صدر الافاضل نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا ذکر کیا اور ملاقات کی رغبت دلائی، حضرت سید المحدثین نے فرمایا:

”بھائی مجھ ان سے کچھ حجاب سا آتا ہے، وہ پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے طبیعت سخت ہے“

لیکن حضرت صدر الافاضل دوستانہ روابط کی بنا پر بریلی سے ہی گئے، ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا نے عرض کی حضور مزاج کیسے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

”بھائی کیا پوچھتے ہو پٹھان ذات ہوں، طبیعت کا سخت ہوں“

کشف کی یہ کیفیت دیکھ کر مولانا کی آنکھوں میں آنسو آگئے، سر عقیدت نیاز مندی سے جھکا دیا اس طرح بارگاہِ رضوی سے نہ ٹوٹنے والا تعلق قائم ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ اور آپ کے قابل صد فخر فرزند مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی کو تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت فرمائی تھی اور اجازت و خلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اوراد و وظائف کی اجازت فرمائی تھیں۔ بعد ایک سال صدر اشاعت العلوم، راجپوت میں رہے۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء میں لاہور میں قوت الاسلام کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا پٹنہ تشریف لاکر جامعہ نعمانیہ میں افسر تدریس انجام

رہے۔ ۱۳۲۵ھ/۱۹۱۶ء میں مولانا ارشاد حسین دہلوی کے ایما پر اگرہ میں شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں دوبارہ لاہور تشریف لائے اور مسجد

وزیرخان میں خطابت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء میں مرکزی انجمن حزب الاحناف قائم کی اور دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی جہاں سے سینکڑوں علماء، فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے، آج پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر یا دیہات ہوگا جہاں حزب الاحناف کے

۱۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ، تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت، ص ۲۶۸-۲۶۹

۲۔ دیدار علی شاہ، امام المحدثین، مقدمہ میزان الادیان تفسیر القرآن، ص ۸۰



فارغ التحصیل علماء دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔

حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں، بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، مخالفتوں کے طوفان آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ دے سکے، دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہ کر سکتی تھی، علم و فضل کے تو گویا سمندر تھے، کسی مسئلے پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا۔ سورہ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا، آپ کے خلوص و ایثار، زہد و تقویٰ، سادگی اور اخلاق عالیہ کے مخالف و موافق سبھی معترف تھے، سنیت اور حنفیت کے تحفظ اور فروغ کے لئے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں، غازی کشمیر مولانا سید ابوالحسنات قادری صدر جمعیت علماء پاکستان (رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور دامت برکاتہم العالیہ آپ ہی کے فضل و کمال کے عکس جمیل ہیں، آپ عربی، اردو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، آپ کے دیوان نعتی، کلام پرشاد ہیں۔

ہندوپاک میں آپ کی انتھک تدریسی کاوشوں کی بدولت بے شمار تلامذہ نے آپ سے علوم دینیہ کی تعلیم پائی، آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ چند تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا ارشاد علی الوری مرحوم
- ۲۔ مولانا رکن الدین الوری نقشبندی
- ۳۔ مولانا محمد اسلم جلال آبادی
- ۴۔ مولانا عبدالحق ولایتی
- ۵۔ مولانا عبد الرحمن ولایتی
- ۶۔ مولانا سید فضل شاہ (بجانبی)
- ۷۔ مولانا فیض اللہ خاں بوتی مردان
- ۸۔ مولانا محی السلام بہاولپوری
- ۹۔ مولانا عبد القیوم ہزاروی
- ۱۰۔ مولانا سید منور علی شاہ
- ۱۱۔ مولانا محمد رمضان بلوچستانی
- ۱۲۔ مولانا غلام محی الدین کاتانی
- ۱۳۔ مولانا محمد رمضان لسبیلہ، سندھ
- ۱۴۔ مولانا شفیق الرحمن پشاور
- ۱۵۔ مولانا فضل حسین، معین الدین پور، گجرات
- ۱۶۔ مولانا عبد العزیز، الگوں
- ۱۷۔ مولانا زین الدین الوری
- ۱۸۔ مولانا عبد القیوم الوری
- ۱۹۔ مولانا عبد الرحیم الوری
- ۲۰۔ مولانا عبد الجلیل جالندھری



- ۲۱۔ مولانا محمد غوث ملتانى۔  
 ۲۲۔ مولانا محمد مہدین مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ ضویہ لاہور۔  
 ۲۳۔ مولانا ابوالخیر محمد نور الدینی مدظلہ العالی بانی و مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور۔  
 ۲۴۔ مولانا عبدالعزیز پورے والا۔

آپ نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، بعض تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ تفسیر میزان الادیان (مقدمہ تفسیر سورہ فاتحہ) ۷۔ علامات و ہابیہ
- ۲۔ ہدایۃ الخوی در ردہ و افض
- ۳۔ رسول الکلام
- ۴۔ تحقیق المسائل ۷
- ۵۔ ہدایۃ الطرق
- ۶۔ سلوک قادریہ
- ۸۔ فضائل رمضان
- ۹۔ فضائل شعبان
- ۱۰۔ الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عن الاستغاثۃ من اللہ
- ۱۱۔ دیوان دیدار علی فارسی
- ۱۲۔ " " اردو

۲۲ رجب المرجب، ۲۰ اکتوبر ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء کو اپنے رب کریم کے دربار میں حاضر ہوئے

اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے، مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ تعالیٰ نے  
 قطرہ تاریخ وصال کہا جس کا تاریخی شعر یہ ہے :-

حافظ پس سر کوئی اعدا بر شریعت  
 دیدار علی یافتہ دیدار علی را  
 ۱۳ ۵۴

۱۵۔ یہ کتاب مولوی رشید احمد گنگوہی سے بعض فقہی مسائل کے سلسلے میں خط و کتابت کا مجموعہ ہے جن میں گنگوہی صاحب  
 عاجز آگئے تھے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَهُمُ الرِّبَالُكَ آتَانَا دِ الْخَيْرِ وَنَفَا يَه سَلَا سَلَا الظَّكَاةُ صَلَّ عَلَيَّ جِبَلَاكَ الْوَصْوَا الْفَصَلِ الْغَيْرِ  
مَعَ مَرْسَلَاكَ الْمَرْفُوعِ بُو صَالَاكَ طَوَّقَ كُلَّ مَرْتَفَعٍ وَوَعَلَى اللَّهِ وَصَّيْبُهُ خَيْرَ الْوَالِ وَصَّيْبُ مَرْفَاةٍ  
وَصَّيْبُهُ طَرِيقَ الْوَصْوَا الْوَالِ إِلَى سَا حَتَّةِ الرَّحِيبِ وَوَجَدَ فِ سَلَامِ عَلَيَّهَا وَرَحْمَةً اللَّهِ وَبَرَكَاتٍ  
سَيِّدِ الْفَا صَالَاكَ وَالْجَيْدِ الْفَا صَالَاكَ ذَا الْفِيحِ السَّمِيِّ وَالْقَدْرِ الْعَلِيِّ مَوْ لَدُنَا الْمَوْ لَوِيِّ  
رَبَا حَلَا دِيْلَا مَرْعَلِيَّةِ الْعَالَوِيِّ الْخَبِيْهَةِ سِرِّي لَنَا الرِّضْوَانِي الْكَلَا لُو سِرِّي مَفْتِي الْبَرَا بَادِ الْبَادِ  
بَلِ الْفَسَا دَعْوَى أَيْدِيهِ بِالْسَدَادِ وَالرِّشَادِ وَنَحِيلُهُ الْكَلَا سَعْدِ الْكَلَا رِشَادِ الْكَلَا حَمْدِ الْكَلَا حَمْدِ







## استاذ العلماء سراج الفقہاء مولانا سراج احمد خانپوری قدس سرہ

سراج الفقہاء حضرت مولانا سراج احمد خانپوری ابن حضرت مولانا احمد یار ابن حضرت مولانا محمد عالم (قدست اسرارہم) ۱۴ رعد الحجہ ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء بروز بدھ قصبہ مکھن بیلہ مضافات خانپور (ضلع رحیم یار خاں) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد اپنے علاقہ کے مشہور عالم دین اور مفتی تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر چاچا چڑاں شریف کے مشہور مدرسہ جامعہ فریدیہ میں مولانا تاج محمد اور مولانا غلام رسول سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی، فنون کی بعض انتہائی کتب اور حدیث شریف کا برس قصبہ منڈ ضلع بہاولپور میں مولانا امام بخش سے لیا اور ۱۳۱۷ھ میں تحصیل علوم سے فارغ ہوئے۔ دس سال کی عمر میں حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ العزیز (م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ حقیقیہ نظامیہ میں بیعت ہوئے اور فیوض و بکات سے مستفید ہوئے۔

آپ نے جوانی کے عالم میں تدریس کی ابتداء کی، پہلے ایک عرصہ تک قصبہ ڈیرہ گبولان (ضلع رحیم یار خاں) میں اور پھر اپنے گاؤں مکھن بیلہ میں تشنگان علوم کو میل کیا، بعد ازاں چاچا چڑاں شریف میں موجودہ مجاہدہ نشین حضرت خواجہ فیض فرید مظلہ العالی کی تعلیم و تربیت آپ کے پر ہوئی جسے آپ نے بطریق احسن انجام دیا۔ کچھ عرصہ دربار قادریہ پھر چونڈی شریف (ضلع سکھر) میں مقیم رہے جہاں مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمن قدس سرہ کو پڑھاتے رہے، مدرّات انوار العلوم ملتان میں بھی فرائض تدریس انجام دتے رہے، آخر میں مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور میں بحیثیت مدرس اور مفتی عرصہ دراز تک کام کیا، آپ نے تقریباً ۷۰ سال علوم دینیہ کا درس دیا اور ہیشمار مشتاقانِ علم کو فیضیاب کیا۔

آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ چند تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

حضرت مولانا خواجہ حافظ عبدالرحمن قدس سرہ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء) پھر چونڈی شریف ضلع سکھر

حضرت مولانا پیر علی الرحیم شہید قدس سرہ (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء)



۳۔ حضرت مولانا پیر سید مغفور القادری قدس سرہ (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) شاہ آباد شریف، گڑھی اختیار خاں۔

۴۔ حضرت خواجہ فیض فرید مدظلہ العالی، سجادہ نشین چاچڑاں شریف۔

۵۔ حضرت مولانا حافظ سراج احمد مہتمم مدرسہ عربیہ سراج العلوم خانپور۔

۶۔ مولانا ابوصالح محمد فیض احمد اویسی مہتمم جامعہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور۔

۷۔ مولانا حسن الدین ہاشمی ناظم علماء اکیڈمی لاہور۔

۸۔ مولانا محمد عبد الغفور الوری مہتمم جامعہ مجددیہ فیض العلوم رٹے وند۔ (دیگرہ وغیرہ)

حضرت سراج الفقہار قدس سرہ نے تدریس کے علاوہ ایک طویل عرصہ تک منصب افتاء کو بطریق احسن انجام دیا۔ آپ کے فتاویٰ آپ کے تجربہ علمی کے شاہدِ عادل ہیں، آپ کو علوم فقہیہ خاص طور پر علم میراث پر زبردست عبور حاصل تھا۔ آپ کی تصانیف میں سے "الزبدۃ السراجیہ فی علم المیقات و المیراث والوصیہ" (مطبوعہ) اور "سراج الفتاویٰ" (غیر مطبوعہ) بلند پایہ علمی کتابیں ہیں۔

ابتداءً بعض اساتذہ کے اثر سے آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے حسن اعتقاد نہیں رکھتے تھے لیکن الزبدۃ السراجیہ کی تصنیف کے دوران ایک مسئلے میں مفتی بہ قول معلوم کرنے کے لئے مختلف مراکز علمیہ سے آپ نے رابطہ قائم کیا مگر کہیں سے تسلی بخش جواب نزل سکا، آخر امید کی آخری کرن امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی صورت میں نظر آئی چنانچہ ان کی خدمت میں بھی استفتا بھیج دیا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کی طرف سے ایک جفتے میں جواب موصول ہو گیا۔ اس شافی جواب نے تمام شکوک و شبہات دور کر دئے اور بدگمانی کی فضا کو کیسے ختم کر دیا۔ یہ فتوے سوانح سراج الفقہار مطبوعہ کرمی مجلس لہور میں شائع ہو چکا ہے۔

غزالیٰ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، حضرت مولانا سراج احمد خانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو سراج الفقہار کا لقب حضرت علامہ کاظمی صاحب مدظلہ العالی نے ہی دیا تھا جو آپ کی علمی ثقاہت کی بنا پر نہایت ہی مناسب ہے۔



یہ تذکرہ ابھی ترتیب کے مراحل سے گزر رہا تھا کہ ۵ رذوالقعدہ المبارکہ، ۱۲ دسمبر (۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء) بروز منگل گیارہ بجے شب حضرت سراج الفقہاء کا وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال سے علماء و فضلاء کے حلقہ میں وہ خلا پیدا ہو گیا ہے جو باسانی پر نہیں ہو سکتا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم و فضل کا ایک دور سمٹ گیا ہے۔

مکرمی جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی نے درج ذیل مادہ ہائے تاریخ و فوات استخراج کئے ہیں :-

فات فاضل	فداد دست سراج احمد	رحلت عالی مراتب
۱۳ ۵ ۹۲	۱۳ ۵ ۹۲	۱۳ ۵ ۹۲

لے محمد عبد الحکیم شرف قادری، راقم الحروف : سوانح سراج الفقہاء (شائع کردہ مرکزی مجلس لاہور)



## محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ العزیز

شیخ الحدیث والتفسیر جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد  
ابن چوہدری میراں بخش ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپورہ میں پیدا ہوئے  
ابتدائی تعلیم قصبہ دیال گڑھ میں حاصل کی ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں اسلامیہ ہائی سکول ذوال  
سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ایف اے کی تیاری کے لئے لاہور تشریف لائے۔  
انہی دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے زیر اہتمام مسجد وزیر خاں میں عظیم الشان  
اجلاس ہوا جس میں پاک و ہند کے کثیر التعداد علماء و مشائخ کے علاوہ شہزادہ اعلیٰ حضرت  
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی بھی شریک ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث حجۃ الاسلام  
کی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انگریزی تعلیم کو خیر باد کہہ کر مرکز علوم و معارف  
بریلی تشریف چلے گئے۔ حضرت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی  
سے استفادہ کیا اور آٹھ سال تک صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی مصنف "بہار شریعت"  
کی خدمت میں رہ کر جامعہ معینیا جہیر شریف سے سند فراغت حاصل کی۔ زمانہ قیام اجیر

۱۵۔ اجلاس ۱۵، شوال الحکم ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو مسجد وزیر خاں لاہور میں ہونا قرار پایا تھا جس میں اجنت کی طرف سے حجۃ الاسلام  
مولانا حامد رضا خاں بریلوی اور دیوبندی کتب خانہ کی طرف سے مولوی شرف علی تقاوی مناظر مقرر ہوئے تھے تاکہ خطا لایان  
براہین قاطعہ اور تھذیب اناس کی تنازعہ فیہا عبارات پر فیصد کن گفتگو کی جائے، افسوس کہ تقاوی صاحب مقررہ تاریخ پر نہ آئے حکم  
تندہ پاک و ہند کے علماء اجنت کا جم غفیر لاہور پہنچ چکا تھا اور حضرت حجۃ الاسلام بھی تشریف لے آئے تھے۔ اس موقع پر مسکب  
اجنت و جہالت کی حقانیت کا زبردست مظاہرہ ہوا۔ (آخری فیصد کن لاہور کا مناظرہ، مطبوعہ سبئی ۱۹۳۴ء)  
اس اجلاس کی شہرت کی بنا پر ذہن میں یہ خیال راسخ تھا کہ یہی وہ اجلاس تھا جس میں مولانا سردار احمد  
قدس سرہ حضرت حجۃ الاسلام کے ساتھ بریلی تشریف تشریف لے گئے تھے۔ مولانا جلال الدین قادری (کھایا)  
کے توجہ دلانے پر غور کیا متعین ہو گیا کہ یہ اجلاس ۱۹۲۶ء میں ہوا تھا۔  
۱۵۔ محمد افضل کوٹلوی، مولانا، نائب اعلیٰ حضرت (جامعہ قادریہ لائل پور) ص ۶-۷



شریف میں حضرت مولانا سید امیر اجیری سے بھی استفادہ ہوئے لے  
 آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شاہ محمد سراج الحق چشتی کے دستِ اقدس پر  
 بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں شاہزادہ اعلیٰ حضرت  
 بریلوی حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی سے فیض یاب ہوئے لے  
 تکمیلِ علوم کے بعد پانچ سال تک جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں تشنگانِ  
 علوم کو سیراب فرمایا۔ پھر جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے  
 اور علمِ حدیث کی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ اس دور میں بے شمار اہلِ علم نے آپ سے  
 فیض حاصل کیا لے

قیامِ بریلی شریف کے دوران حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قدس سرہ  
 نے مشہور یونیورسٹی منظر مولوی منظور احمد نعمانی سے حفظِ الایمان (از مولوی اشرف علی مقالوی)  
 کی مشہور گستاخانہ عبارت پر ۲۰ محرم، ۲۵ اپریل (۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کو کامیاب مناظرہ کیا  
 یہ مناظرہ چار دن جاری رہا اور فریقِ مخالف کو زبردست شکست ہوئی، چوتھے دن مولوی  
 منظور احمد نعمانی نے بے باکی کی انتہا کر دی اور کہا،

”میں فاتحہ کو بدعت کہتا ہوں اور محرم کی سبیل لگانے اور محرم میں  
 دودھ یا شربت پلانے کو حرام کہتا ہوں اور اس وجہ سے میں کم بخت  
 ہوں تو میں ایسا کم بخت ہی اچھا ہوں، میں بھی بھوکا مارتا ہوں اور میرے  
 آقا محمد رسول اللہ بھی بھوکے مرا کرتے تھے، جو حشر میرا وہ ان کا“ لے  
 (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۱۷ محمد مولیٰ برتسری، حکیم اہل سنت، مولانا سید امیر مولوی اجیری، ضیائے حور، بریلی، ۱۹۷۰ء، ص ۳۰

۱۸ محمد عتیق الرحمن سیفی، عاشقِ رسول، مکتبہ سعادت لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۱۰

۱۹ ابوالحسن، محدثِ اعظم پاکستان، ادانہ ص ۸

۲۰ محمد حامد نقی، مولانا، مناظرہ بریلی کی مفصل روایت، ذریعہ کتب خانہ لاہور، ص ۲۶

۲۱ ایضاً : ص ۱۳۹



تقسیم ملک کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ وزیر آباد اور سارو کی میں قیام فرمایا۔ ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء کے اواخر میں لائل پور تشریف لے آئے اور بے سرو سامانی کے عالم میں درسِ حدیث دینا شروع کیا اور جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی۔ اور چودہ سال کے مختصر عرصے میں لائل پور کی کایا پلٹ دی۔ اس وقت سے جگہ جگہ سے صلوة و سلام کی روح پروردائیں سنائی دیتی ہیں، ہزاروں افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے سینکڑوں علماء آپ سے درسِ حدیث لے کر پاکستان کے گوشے گوشے تک دیگر ممالک میں بھی دینِ متین کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور عظیم دینی درس گاہ اور لائل پور کی سب سے بڑی مسجد سنی رضوی جامع مسجد آپ کی عظمت کی یادگار اور گواہ ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی کی معیت میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء میں اس سعادت سے مشرف ہوئے لہٰذا پابندی کے باوجود تصویر نہیں بنوائی۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث پیکرِ اخلاق، سراپا شفقت، باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت تھے، علوم و فنون کے بحرِ بے پایاں، زبردست مناظر اور باکمال محدث تھے۔ انہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی، اسی بے پناہ محبت و عقیدت کا اثر تھا کہ ان کا ہر قول و فعل شریعت و سنت کے مطابق ہوتا تھا، سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی محبت عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، چونکہ فوٹو کے بغیر بیرون ملک جانے پر پابندی تھی اس لئے پاکستان اگر بے انتہا آرزو کے باوجود نہ بغداد تشریف گئے اور نہ بریلی تشریف۔

آپ کا وعظ اس قدر پراثر ہوتا تھا کہ سخت سے سخت دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ آپ کے مخالف لوگوں نے آپ کے خلاف مخالفوں کے طوفان اٹھائے مگر



آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ آپ نے تمام عمر علوم دینیہ اور خاص طور پر حدیث شریف کی خدمت اور وعظ و ارشاد کے ذریعہ عوام کے دلوں کو حسب نبوی سے منور کرنے میں صرف کی اس لئے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملا تاہم چند تصانیف یادگار ہیں :-

۱۔ اسلامی قانونِ وراثت۔

۲۔ تبصرہ مذہبی (علامہ شرقی کے تذکرے پر تبصرہ)۔

۳۔ مرزا مردہ سے یا عورت؟ (ردِ مرزائیت)

۴۔ موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام۔

حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا سر فار احمد قدس سرہ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ایک دفعہ حائری دینے والا ہمیشہ کے لئے دائم محبت و عقیدت میں گرفتار ہو جاتا، کسی دیوبندی علماء آپ کے درس حدیث میں شامل ہوئے اور آپ کی زبان مبارک سے مسکب اہل سنت کے زور دار دلائل سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسکب اہل سنت کے مبلغ بن گئے آپ کے سینکڑوں تلامذہ کا شمار کرنا مشکل ہے۔ آخری سالوں میں سند فراغت حاصل کرنے والوں کی تعداد سو سے متجاوز ہو جایا کرتی تھی، چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

۱۔ مولانا غلام رسول لاہوری مظاہر العالی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لاہور۔

۲۔ علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری ایم۔ این۔ اے، شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی۔

۳۔ مولانا وقار الدین مدظلہ، نائب شیخ الحدیث

۴۔ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ، ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

۵۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق مدظلہ، مدیر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔

۶۔ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی مدظلہ، انڈیا۔

۷۔ مولانا محمد صابر القادری نسیم بستوی،



۸۔ مولانا مفتی محمد مجیب الاسلام اعظمی، انڈیا

۹۔ مولانا علامہ عبدالرشید جھنگوی۔

۱۰۔ مولانا علامہ ابوالحسنات محمد اشرف چشتی سیالوی شیخ الحدیث سیال شریف۔

۱۱۔ مولانا علامہ اللہ بخش رحمہ اللہ تعلقے (واں بھراں)

۱۲۔ مولانا سید جلال الدین شاہ (بھکھی شریف)

۱۳۔ مولانا ابوالمغالی محمد معین الدین شافعی ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ لاہور۔

۱۴۔ مولانا محمد ابراہیم خوشتر، مبلغ اسلام مارشس۔

۱۵۔ مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر شہید لاہوری قدس سرہ

۱۶۔ مولانا محمد شریف ملتانی شیخ الحدیث مظہر العلوم ملتان۔

۱۷۔ مولانا عنایت اللہ، مناظر اہل سنت (ساکن گلہ ہل)

۱۸۔ مولانا ابوالانوار محمد مختار احمد لاکھ پوری۔

۱۹۔ مولانا سید زاہد علی شاہ ناظم اعلیٰ جامعہ نوریہ رضویہ لاہور۔

۲۰۔ مولانا سید منصور شاہ مدرس جامعہ رضویہ لاہور۔

۲۱۔ مولانا فیض احمد اویسی شیخ الحدیث جامعہ اویسیہ بہاولپور۔

۲۲۔ مولانا مفتی محمد حسین سکھروی ایم۔ پی۔ اے۔

۲۳۔ مولانا مفتی محمد امین مہتمم جامعہ امینیہ لاہور۔

۲۴۔ مولانا حافظ احسان الحق صدر مدرس جامعہ امینیہ لاہور۔

۲۵۔ مولانا سید حسین الدین شاہ ناظم اعلیٰ ضیاء العلوم جامعہ رضویہ راولپنڈی وغیرہم۔

آئندہ صفحات میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے ایک مکتوب کا عکس دیا جا رہا

ہے جس میں انہوں نے مولانا اللہ بخش رحمہ اللہ تعلقے (جو ان دنوں جامعہ نفا مہ

رضویہ لاہور میں مدرس تھے) کے لئے یہ دعائیہ کلمات لکھے ہیں :-







یا مجیب اغفرلہ تاریخ ہے کس برس وہ رہنا جاتا رہا

۸۲ ۱۳

دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو

چاندرو شوق علم کا حب اتار ہا

۸۲ ۱۳

خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مدظلہ نے تاریخ وصال کی

سید و سردار ہا وارث علوم مصطفیٰ

نائب احمد رضا اللہ سے وصل ہوا

۱۳

۸۲

آپ کے تین صاحبزادے اس وقت تشریف فرما ہیں،  
(۱) صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول رضوی مدظلہ سجادہ نشین

(۲) صاحبزادہ قاضی محمد فضل احمد مدظلہ

(۳) صاحبزادہ قاضی محمد فضل کریم،

قوم کے سردار پاکستان کے شیخ الحدیث

ہے تری ذات گرامی، لائق صد احترام (عزیز حاصل پوری)

۸۲ ماہنامہ نوری کرن پریل شریف : محدث اعظم پاکستان نمبر ، مارچ اپریل ۱۹۶۳ء ، ص ۸

۸۲ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوار عہد - افسوس کہ ۲۱ رجب ۱۴۰۲ھ / اپریل ۲۰۲۱ء کو  
خطیب پاکستان کا وصال ہو گیا۔







## فخر السادات حضرت مولانا پیر سید سردار احمد شاہ قادری قدس سرہ (گڑھی اختیار خاں)

حضرت مولانا سید سردار احمد ابن حضرت پیر سید محمد جعفر شاہ قدس سرہ ماہ ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں گڑھی اختیار خاں (ضلع رحیم خاں) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ الشیوخ حضرت سید عثمان مروندی المعروف لال شہباز قلندرز تک پہنچتا ہے۔ آپ کے جد امجد شکار پوسند سے منتقل ہو کر سابق ریاست بہاولپور میں آئے، آپ کے والد ماجد جہا پنے دور کے مشہور ولی اللہ تھے، خوانین گڑھی کے اصرار پر گڑھی اختیار خاں میں تشریف لائے اور خوانین کے توسط سے ایک شاہی عالم اور قاضی وقت کے گھر آپ کا عقد مسنون ہوا، مشہور زمانہ خطیب و مقرر مولانا محمد یار گڑھی والے آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت مولانا سید سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک پڑھنے کے بعد اپنے علاقہ کے مشہور علماء سے عربی و فارسی کی مروجہ کتابیں پڑھیں۔ آخری کتابیں اس علاقہ کے نامور عالم مولانا محمد حیات سے پڑھیں، تکمیل علوم کے بعد غوث وقت حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ قدس سرہ (بھڑوچنڈی شریف) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور مکتوبے ہی عرصہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کی فضیلت علمی کے پیش نظر شیخ و مرشد کے صاحبزادے حضرت مولانا پیر عبدالرحمن تعلیم و تربیت کے لئے آپ کے سپرد کئے گئے، حضرت پیر عبدالرحمن قدس سرہ کی دینی و ملی خدمات اور تحریک پاکستان میں تاریخی کردار آپ ہی کے فیض تربیت کا نتیجہ تھا۔

آپ کو عربی، فارسی، سندھی اور مراٹھی زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ عربی میں اہل لسان کی طرح گفتگو کرتے تھے، عربی اور فارسی ادب کا بہت بڑا ذخیرہ آپ کے پیش نظر تھا، اشعار محاورات اور ضرب الامثال کے بر محل استعمال سے آپ کی وسعت نظر کا اندازہ ہوا تھا، خوشنویسی میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کی مجلس علم و ادب اور فقر و درویشی کا بہترین نمونہ ہوتی تھی، آپ کی سادہ مگر پُر اثر تقریر علوم و معارف اور وعظ و نصیحت کا گنجینہ ہوتی تھی، مشہور



خطیب حضرت مولانا محمد یار قدس سرہ فرماتے تھے کہ حضرت اگر آپ وعظ و تقریر میں حصہ لیتے تو مجھے کوئی نہ پوچھتا۔ آپ اپنے دور کے نامور اور قادر الکلام شاعر تھے، آپ کی نعتیں اور کافیاں آج بھی بہاؤ کے گوشے گوشے میں ذوق و شوق سے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔

آپ کو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، رمل، جفر، نجوم اور ہندسہ وغیرہ علوم میں بردست مہارت تھی۔ آپ نے رشد و ہدایت اور نپند و نصیحت کی مصروفیات کے باوجود چند عالمانہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، جن تصانیف کا پتہ پل سکا وہ یہ ہیں :

مجموعہ کلام : جس میں عربی، فارسی، سرائیکی اور سندھی میں آپ کا کلام ہے، جفر و نجوم پر مختصر عربی رسالہ، تصوف کی مشہور اصطلاحات کی تشریح میں مختصر رسالہ (فارسی) اس کے علاوہ بعض علمی مضامین، فٹ نوٹ اور یادداشتیں ہیں جو سینکڑوں مسائل پر مشتمل ہیں۔

آپ کے مریدین اور علمی و روحانی فیض یافتہ حضرات سابق ریاست بہاولپور اور سندھ کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۱ شعبان المعظم ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۱ء کو مختصر علالت کے بعد باہمی ملک بقا ہوئے، آپ کامنار پرا نوار شاہ آباد شریف گڑھی اقبیاریاں (ضلع رحیم یار خاں) میں زیارت گاہِ خلائق بنے۔ آپ کے بعد آپ کے اکلوتے صاحبزادے علیل القدر عالم، نامور ادیب و شاعر مولانا سید مخدوم القادری رحمان اللہ تعالیٰ (م ۱۳۹۰ھ / ۱۹۶۹ء) جانشین ہوئے، ان دنوں آپ کے پوتے فاضل نوجواں جناب صاحبزادہ سید محمد فاروق القادری مدظلہ سندھین میں در طریق اسلاف پر عمل پیرا ہیں۔

لے یہ تمام حالات انہی کے فراہم کردہ ہیں۔



## زبدۃ الاصفیاء مولانا سلطان اعظم قادری قدس سرہ

استاذ الافاضل، شیخ طریقت مولانا سلطان اعظم ابن میاں غلام نبی موضع چھپر شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، فارسی، صرف اور نحو کی ابتدائی کتابیں موضع بھرتہ میں پڑھیں بعد ازاں اہل سنت کے مقتدر فاضل مولانا غلام محمد قدس سرہ (پپلاں، ضلع میانوالی) کی خدمت میں پانچ سال تک حاضر رہے اور تمام کتب کی تکمیل کی، پھر مولانا غلام رسول (انجمنی، ضلع گجرات) کے پاس رہ کر تین سال میں تمام کتب کا سماع کیا، دورہ حدیث دیوبند میں مولانا انور شاہ کشمیری سے پڑھا، حضرت سلطان نور احمد قدس سرہ (یکے از اولاد حضرت سلطان باہو قدس سرہ) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ نہایت پرہیزگار خاتون تھیں چھپر شریف کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آج بھی وہاں کی اکثر عورتیں حافظہ قرآن ہوتی ہیں، آپ کی ولادت سے پہلے انہوں نے مسلسل بارہ سال تک روزے رکھے، ایسے ماحول میں پرورش پا کر جب سلسلہ عالیہ قادریہ کے فیوض و بکات سے مستفیض ہوئے تو طبیعت میں تقویٰ و طہارت اور عبادت و ریاضت کے جذبات بدرجہ اتم پیدا ہو گئے، آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک اور دو وظائف پڑھتے، درود کبریتِ اہم ہمیشہ بکثرت پڑھتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ اس درود شریف کی برکت سے مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار تک رسائی ہوئی۔ نماز اشراق کے بعد علوم دینیہ کا درس دیتے، نماز ظہر کے بعد بھی سلسلہ تدریس جاری رہتا۔ نماز عصر کے بعد قرب و جوار سے آنے والے شرعی استفسارات حل فرماتے، آپ کا معمول تھا کہ ہر ماہ حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے مزار انور پر حاضر می دیتے اور سفر میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا، کئی دفعہ عالم بیداری میں حضرت سلطان باہو قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے کم و بیش ۵۰ سال تک علوم دینیہ کی تدریس فرمائی، اکثر کتابوں میں آپ کی خصوصی



ہے، ہر دست جو حضرات معلوم ہوئے ان کے اسما پیش کے جلتے ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف، ضلع سرگودھا۔

۲۔ حضرت مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ، شیخ الحدیث ضیاء شمس الاسلام سیال شریف (ضلع سرگودھا)۔

۳۔ مولانا محمد حسین شوق، پپلاں، ضلع میانوالی۔

۴۔ مولانا شہباز خان مرحوم۔

۵۔ مولوی غلام حسین دیوبندی، واں بھیراں

۶۔ مولوی غلام حسین دیوبندی، ڈیرہ اسماعیل خان

۷۔ مولوی واحد بخش، کوٹ مٹھن شریف۔

۸۔ مولوی خدا بخش، موضع کفری، ضلع سرگودھا۔

۹۔ مولوی شمس الدین، ربانہ، ”

۱۰۔ مولوی غلام قادر پنج گرامیں، بھکر ضلع میانوالی (دیگر ہم)

مولانا سلطان اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ مسلک اہل سنت کے تحفظ کے لئے مختلف مناظروں

میں شریک ہوئے، موضع ڈوکری تحصیل خوشاب میں ایک مناظرہ ہوا جس میں دیوبندیوں کی

طرف سے مولوی حسین علی، مولف بلغۃ المیران (واں بھیراں، میانوالی) اور مولوی فضل کریم

بندیالوی مناظر تھے جب کہ اہل سنت کی طرف سے مولانا سلطان اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ، استاذ اہلکار

مولانا یار محمد بندیالوی، مولانا علامہ غلام محمود (پپلاں، ضلع میانوالی)، مولانا قطبی شاہ (ملتان

شریف) اور مولانا نور محمد کنڈیاں، تشریف لائے، اس مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل سنت

کو فتح میں عطا فرمائی۔

مولانا سلطان اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ مولانا عطا محمد چشتی

خطیب جامع مسجد اڈہ لاریاں (خوشاب) نے بتایا کہ میرے دانت میں شدید درد تھا، کافی علاج

معالجہ کے باوجود افاقہ نہ ہوا، اتفاقاً حضرت مولانا سلطان اعظم قدس سرہ ہمارے گاؤں موضع گنڈ



(تحصیل خوشاب) تشریف لائے۔ میں نے حاضر ہو کر اپنی تکلیف بیان کی، آپ اس وقت کچھ پڑھ رہے تھے، اسی طرح دم فرمایا، درد فوراً کا فوراً ہو گیا، آج اس واقعہ کو پندرہ سال گزر چکے ہیں پھر کبھی وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

آپ بعض معتقدین کے اصرار پر موضع موسیٰ والا (مضافات پیدپاں) میں مقیم ہو گئے تھے ماہ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۷ء میں آپ کا وصال ہوا اور موسیٰ والا میں محو استراحت ابدی ہوئے آپ کے فرزند ارجمند مولانا محمد انور زید مجیدہ جانشین ہیں۔

۱۔ یہ حالات مولانا محمد عبدالمعین ہزاروی سلمہ کے ذریعے انہی سے حاصل ہوئے۔



## عارفِ کامل حضرت مولانا قاضی سلطان محمود اعوانی قدس سرہ العزیز

غریب نواز حضرت مولانا قاضی سلطان محمود ابن حضرت غلام نوث ابن حضرت غلام مصطفیٰ ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء کو اعوان شریف (ضلع گجرات) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مختلف مقامات مثلاً حاجی والا (گجرات) ملکہ (تحصیل کھاریاں)، چن گڑھ (گجرات)، موضع کدھتی مقوا محرم خان، چکی، غورگشتی، پشاور وغیرہ میں تشریف لے گئے اور پچیس پچیس سال کی عمر میں علوم کی تکمیل کر لی، تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ ہر فن کا ایک فن زبانی یاد تھا، خطاطی میں بے مثال تھے، موافق و مخالف آپ کی عظمت کے معترف تھے۔

۱۲۸۲ھ/۱۸۶۴ء میں تکمیلِ علوم کے بعد حضرت اخوند عبدالغفور قدس سرہ کی خدمت میں سید تشریف (سوات) حاضر ہوئے حضرت اخوند صاحب نے آپ کی دستار بندی فرمائی حضرت قاضی صاحب آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور کچھ عرصہ بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، ان کے علاوہ حضرت شاہ دولہ (گجرات)، حضرت پیرے شاہ غازی اور دیگر بزرگان دین سے فیضِ باطنی حاصل کیا اور درجہ کمال حاصل کیا آپ نے طویل عرصہ تک کتبِ درسیہ کا درس دیا اور اباب شوق کو فیضِ باطنی سے نوازا۔ آپ زبردست فاضل تھے آپ نے شرح چمنینی اور منطق و فلسفہ کی بعض کتابوں پر محققانہ حواشی تحریر فرمائے جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکے، آپ کے تلامذہ اور خلفاء میں نامور علماء اور مشائخ گزرے ہیں، چند خلفاء کے نام یہ ہیں :-

۱۔ حضرت صاحبزادہ محبوب عالم مدظلہ العالی (ابن حضرت قاضی صاحب ممدوح)

۲۔ مولانا عبدالرحمن ساکن پنڈی سرہال (ضلع کیمیل پور)

۳۔ مستری احمد بخش ساکن رتہ امرال (داو پندی)

۴۔ لاجپش امرتسری



۵۔ مولانا سراج الدین لاہوری

۶۔ سائیں چپ شاہ کیمبلپوری

وغیر ہم

یکم شعبان المعظم ۱۲۸۱ ہجری بزرگوار (۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) کو عالمِ قدس کی طرف رحلت فرمائی،  
 "قبلہ ما قاضی سلطان محمود" (۱۳۳۷ھ) تاریخ وصال ہے۔

نواب معشوق یار جنگ نے "مقاماتِ محمود" کے نام سے آپ کی سوانح عمری لکھی ہے۔

۱۔ یہ تمام حالات مقاماتِ محمود سے ماخوذ ہیں، یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں مشتاق احمد پال، میوہ منڈی جلم شہر  
 نے شائع کی، کل صفحات ۴۶۸ ہیں۔



## پیر خرابات حضرت خواجہ سنار اللہ خراباتی قدس سرہ

پیر خرابات حضرت خواجہ سنار اللہ خراباتی قدس سرہ ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء میں بمقام طننگاہ ضلع بلند میر (سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ حضرت عبدالرحمن بلبل شاہ رحمہ اللہ تعلقے سے ملتا ہے۔ آپ کے نانا حضرت سید عبدالغفور شاہ اپنے زمانہ کے باکمال بزرگ تھے انہوں نے باطنی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ کو رفوگری کا فن بھی سکھایا چنانچہ آپ ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء تک رفوگری کا کام کرتے رہے، اس کے ساتھ آپ کو تجارت کا بھی شوق رہا۔ اس سلسلے میں ایران، کابل اور گلگتہ جانے کا اتفاق ہوتا رہا۔ بچپن میں ایک بچے نے کھیلتے ہوئے آپ کو پتھر سے مارا جس سے آپ کی موت واقع ہو گئی۔ آپ کے نانا حضرت سید عبدالغفور شاہ کو پتہ چلا تو دوڑتے ہوئے آئے اور انہیں اپنے ساتھ چھٹا لیا، پھر بارگاہِ ایزدی میں دعا کی، نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو حیاتِ نوحی ملی گئی۔

حضرت خواجہ سنار اللہ کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھے۔ اپنی اصطلاح میں ناخواندہ تھے لیکن ان کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علم و فضل کے بزرگ تھے، انہیں جو کچھ حاصل ہوا وہ بزرگانِ علم و ادب اور خاص طور پر آپ کے نانا سید عبدالغفور شاہ کی مجلسِ کافض تھا قدرت نے غیب سے ان کے علم و عرفان کے اسباب اہم کر دیئے تھے۔ خواجہ صاحب کشمیری، فارسی، عربی، اردو، ترکی اور پنجابی زبانوں سے اچھی طرح باخبر تھے۔ نجوم، ہندسہ، ہیئت، قیاس شناسی، تعبیر، عروض، اخلاق، طلسمات، کیمیا، طب، فقہ، تجوید، انساب، رجال، صرف و نحو، معانی، بیان وغیرہ علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ آپ سلسلہ قادریہ میں اپنے نانا سید عبدالغفور رحمہ اللہ تعلقے سے بیعت

۱۔ قریش احمد حسین قلعہ داری: پیر خرابات (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء) ص ۱۶-۱۷۔

۲۔ جس میں قلمی نسخہ خراباتی، رابطہ و مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان راولپنڈی ص ۱۷۔



اور مجاز تھے، حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی جس کا اظہار انہوں نے مختلف قصائد اور متعدد کتب میں کیلئے ہے

تجارت کے سلسلے میں آپ کو مختلف مقامات کی سیر کا موقع ملا، اس دوران آپ نے بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضری دی اور استفادہ کیا چنانچہ سب سے پہلے اپنے نانا سید عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے بعد ازاں شاہ محمد صادق کے مرید ہوئے اور تیس سال تک ان سے کسب فیض کیا، اس کے بعد لاہور میں وارد ہوئے اور حضرت میاں میر قدس سرہ کے فیضانِ صحبت سے بہرہ ور ہوئے، پھر تجارت کے لئے کلکتہ گئے اور حضرت عبدالوہاب کی مجلس میں حاضری کا موقع ملا، وہاں سے وارد کشمیر ہوئے اور حضرت صیب سے فیضِ صحبت حاصل کیا، پھر کابل گئے اور حضرت شاہ قلندر سے روحانی برکات حاصل کیں، حضرت غلام الدین خراسانی سے بھی اکتسابِ رشد و ہدایت کیا، حضرت شاہ دولہ دریابی سے روحانی طور پر استفادہ کیا، غرضیکہ حضرت پیر خرابات نے پوری کوشش کی کہ جہاں سے بھی انوارِ معرفت حاصل ہو سکیں حاصل کئے جائیں، نتیجہ یہ ہوا کہ بزرگانِ دین کی کیمیا اثر نگاہ نے آپ کو کندن بنا دیا۔

اس سیر و سیاحت سے واپس آئے تو آپ کے علاقے میں بہت بڑا سیلاب آیا، مجبوراً نقل مکانی کر کے نیا بازار متصل شیر دروازہ (جموں) میں آکر مقیم ہو گئے۔ ایک دن اتفاقاً سر بازار ہمارا راجہ گلاب سنگھ سے ملاقات ہوئی، اسے گفتگو سے معلوم ہوا کہ آپ متعدد علوم و فنون میں یدِ طولی رکھتے ہیں تو بڑا متاثر ہوا اور آپ کو توشہ خانہ کا انچارج مقرر کر دیا، جموں میں آپ محمد حیو کے نام سے مشہور ہوئے، اس زمانے میں دور دراز کی سیر و سیاحت کی اور ایک طویل زمانہ تک اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں ہمارا راجہ کے قین وزیروں نے آپ پر غبن کا الزام لگایا، ہمارا راجہ

۱۔ محمد حسین تبسبی، فرست نسخہ نامے خطی، خواجہ مسنا، اللہ خرابات، ص ۳۰-۳۱

۲۔ قریشی احمد حسین، پروفیسر، پیر خرابات، ص ۲۳-۲۵



نے تحقیق کے بغیر آپ کو قلعہ ہری پرت میں قید کر دیا، ایک عرصہ بعد ایک دوست کی وساطت سے رہائی پا کر پنجاب کی طرف چلے گئے۔ جالندھر، امرتسر اور سیالکوٹ میں مختصر مدت قیام کرتے ہوئے جلال پور جہاں آ کر مقیم ہو گئے اور تاحیات یہیں رہے یہاں آپ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا، خلق خدا کی ہدایت و تربیت پر خاص طور سے توجہ دی، سنگم قائم کیا جہاں سے نہ صرف غریبار، فقراء اور مسافروں کو کھانا مہیا کیا جاتا بلکہ ضرورت مندوں کو لباس تک مہیا کیا جاتا، دنیاوی مال و اسباب کو خاطر میں نہ لاتے بلکہ جو کچھ ہوتا، راہِ خدا میں صرف کر دیتے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آج کی روزی آج اور کل کی روزی کل عطا فرمانے والا ہے۔ وضو کے لئے صرف ایک روٹا رکھا ہوا تھا اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ ایک دفعہ آپ کے مرید خاص خواجہ نظر محمد نے بازار سے سونے کا ایک زیور خریدا، آپ کو پتہ چلا تو بہت بڑا جھلا کہا اور فرمایا:-

”میرے پاس جو کچھ تھا میں نے بھاڑ دے کر سب نکال باہر کیا  
تم اسے دوبارہ گھراتے ہو! جتنا جلد ہو سکے اسے فیروں میں تقسیم  
کردو“ لے

حضرت خواجہ خراباتی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا اور بلندی فکر سے نوازا تھا، آپ کے قلم میں بلا کی روانی تھی، ایک ایک دن میں پوری کتاب تحریر کر دیتے جسے ایک ہفتے میں بھی مشکل سے پڑھا جاتا۔ آپ نے نظم و نثر میں تقریباً ایک سو کتابیں لکھیں جن میں سے باون تصانیف زمانے کی دستبرد سے محفوظ ہیں، ان تصانیف کی مفصل فہرست محمد حسین تبسبی نے مرتب کی ہے جسے مركز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان (راولپنڈی) نے فہرست نسخہ ہائے خطی خواجہ سنا اللہ خراباتی کے نام سے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا ہے، اس طرح تقریباً ایک صدی کے بعد علمی حلقوں میں آپ کی تصانیف کا تعارف ہو رہا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ قریشی احمد حسین، پروفیسر : پیر خرابات ، ص ۲۸-۲۹

۲۔ محمد حسین تبسبی : فہرست نسخہ ہائے خطی خواجہ سنا اللہ خراباتی ، ص ۳۴-۳۵



۱- بحر الانوار تقریباً تین ہزار چھ سو اشعار پر مشتمل ہے، دینی اور اخلاقی مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں۔

۲- تحفۃ القادری بارہ سو اسی اشعار، مناقب حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولیاء اللہ کے اقوال و افعال پر مشتمل ہے۔

۳- تذکرۃ الکاملین سلسلہ قادریہ اور قلندریہ کے احوال و افکار کے بیان میں ہے۔

۴- تذکرۃ الواصلین تین ہزار دو سو اشعار پر مشتمل ہے، اس کا موضوع فقہ و حدیث اور اخلاق و ادب ہے۔

۵- تصدیق الایقان

۶- تفسیرنا (جلد دوم) چار ہزار چھ سو اشعار پر مشتمل مختلف آیات قرآنیہ کی تفسیر ہے۔

۷- حقیقۃ الاسلام

۸- دیوانِ خراباتی (تین جلد)

۹- سجات آفتابی در رد و ہابی ۱۴۴۰ اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۰- رحیبا (شعب الہدیٰ) کہ بیا کی پیروی میں اسی فنک پر پند و نصائح بیان کئے ہیں، یہ کتاب تیرہ سو اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۱- مشنوی خلاصۃ الاسرار مسائل روح کو مختلف تمثیلات سے بیان کیا ہے۔

۱۲- تحفۃ القادری یا مدیہ شاہ جلیاں موضوع، نام سے ظاہر ہے وغیرہ وغیرہ

آخر الذکر دو کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔

حضرت پیر خرابات رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو باسانی مرید نہیں کرتے تھے بلکہ ایسی کڑی شرطیں لگاتے کہ عام آدمی انہیں پورا نہیں کر سکتا تھا، آپ کے پانچ خلفاء مشہور ہوئے ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

۱- خواجہ نظر محمد

۲- سید فضل شاہ جلال پور جٹاں۔

۱- محمد حسین تبسبی، فہرست نسخہ ہائے خطی خواجہ سناہ اللہ خراباتی - ۱ - ۱۸۲



۳۔ محمد احسن

۴۔ محمد صلاح امرتسری

۵۔ سید عبدالغفار شاہ سیالکوٹی

حضرت خواجہ صاحب کی پوتی سیدہ فاطمہ بی بی بنت سید محمد شاہ کے صاحبزادے  
جناب سید ریاض حسین شاد بلخ لاہور میں مقیم ہیں ان کی کوشش ہے کہ حضرت پیر خرابات  
کی تصانیف کو شائع کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ انہی کی ماسعی جمید سے محمد حسین تبسوی نے  
خواجہ صاحب کی تصانیف کی تفصیل سے فہرست مرتب کی ہے نیز انہی کی تحریک پر پروفیسر  
قریشی احمد حسین احمد قلعہ داری نے حضرت خواجہ صاحب کے سوانح حیات کتابی صورت میں قلم بند  
کئے ہیں۔

حضرت خواجہ سنار اللہ خراباتی قدس سرہ کا وصال ۷ ذیقعدہ، ۲۱، اکتوبر (۱۲۹۷ھ)

۱۸۸۰ء کو ہوا۔ آپ کا مزار انور کلاچور متصل جلاپو جٹاں (ضلع گجرات میں ہے) لے

۱۔ پروفیسر، قریشی احمد حسین، پروفیسر ۱۔ پیر خرابات، ۳۴



## زبدۃ الاصفیاء حضرت مولانا الحاج سید احمد سری کوٹی قدس سرہ (پہری پور ہزارہ)

حضرت مولانا سید احمد سرکویٹی ابن سید صدر شاہ رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے اجل عالم اور نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، علم و فضل کے باوجود اپنے شیخ طریقت غوثِ زماں حضرت خواجہ عبدالرحمن چھوہروی قدس سرہ الغزنی بانی دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ بہری پور ہزارہ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اسی لئے آپ اپنے مرشدِ کامل کی خدمت میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے تھے۔

آپ بہری پور سے اٹھارہ میل مغرب کی جانب واقع موضع سرکیوٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتداءً تجوید کے ساتھ قرآن کریم حفظ کیا، بعد ازاں اپنے علاقہ کے جید فضلاء سے تحصیل علم کی اور دیوبند جا کر درسِ حدیث لیا لیکن اس کے باوجود دیوبندی معتقدات و نظریات کا بڑی شدت سے رد کیا کرتے تھے تکمیلِ علوم کے بعد ایک عرصہ تک افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن، زنجبار اور مباسہ میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ وہاں سے واپس آنے پر غوثِ زماں حضرت خواجہ عبدالرحمن چھوہروی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے، ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں پھر تبلیغِ دین کے لئے رنگون تشریف لے گئے اور مرکزی مسجد، مسجد ناخدا میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ وہاں کے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اہدایت سیکھنے لگے۔ آپ کی تبلیغ و تلقین کا اثر یہ ہوا کہ شرابِ کباب کے زیادہ صرف فسق و فجور سے تائب ہو گئے بلکہ نمازی اور تہجد گزار بن گئے۔

حضرت مولانا سید احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کو اپنے شیخ سے بڑی عقیدت تھی چنانچہ آپ اکثر و بیشتر محبت بھرے الفاظ میں مرشدِ کامل کا تذکرہ فرماتے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں نے درخواست کی کہ آپ حضرت خواجہ چھوہروی قدس سرہ کو دعوت دیں تاکہ ہم ان کی زیارت



سے مشرف ہوں اور حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ آپ نے یہ صورت حال حضرت خواجہ چھوہروی قدس سرہ کی خدمت میں لکھ بھیجی، انہوں نے جواباً اپنا ایک رومال بھجوا دیا اور فرمایا جو شخص سحری کے وقت با وضو ہو کر اس پر ہاتھ رکھے گا وہ میرا مرید بن جائے گا۔ اس طرح بے شمار افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے، تین سال بعد اپنے اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا کہ اس دوران آپ نے اپنے مرشدِ کامل کی تصنیفِ جلیل مجموعہ صلوات الرسول شریف تین ضخیم جلدوں میں شائع کروا کر پاکستان کے مغربی اور مشرقی حصوں میں تقسیم کی اور اس پر تفصیلی مقدمہ لکھا جس میں حضرت خواجہ چھوہروی کے حالات شرح و بسط سے تحریر کئے۔ پہلا ایڈیشن ختم ہونے پر آٹھ نو ہزار روپے کی لاگت سے طبع ثانی کا انتظام کیا اور اپنے دور کی عظیم الشان کتاب کو منظر عام پر لانے کے اسباب فراہم کئے۔

۱۳۲۴ھ/۱۹۲۵ء میں آپ نے چٹاگانگ میں انجمن شوریٰ قائم کی اور جامعہ احمدیہ سنہ کی بنیاد رکھی۔ جامعہ کی سہ منزلہ حسین و جمیل عمارت میں سینکڑوں طلباء کیلئے رہائش کا انتظام کیا جہاں جدید نصاب کے مطابق علوم دینیہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ بعد ازاں آپ کے فرزند ارجمند حضرت الحاج صاحبزادہ محمد طیب دید مجاہد (شتا لہ شریف، سرکویٹ ہری پور ہزارہ) کی سرپرستی میں ڈھاکہ جامعہ طیبہ کی تعمیر بڑی تیزی سے جاری تھی کہ خدادادوں کی فداہی کے نتیجے میں مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہو گیا، نہ معلوم اس وقت وہاں دینی مدارس اور مساجد کی کیا حالت ہوگی۔

مولانا سید احمد قدس سرہ چٹاگانگ میں مدرسہ قائم کرنے کے باوجود اپنے شیخ و مرشد کے قائم کردہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں پوری دلچسپی دیتے رہے چنانچہ دارالعلوم کی موجودہ بلند و بالا عمارت میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ نے تقریباً سولہ سال تک مشرقی پاکستان میں قیام کیا، اس عرصہ میں بلا مبالغہ لاکھوں افراد حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کے مریدین کا امتیازی نشان مسلکِ اہل سنت پر ثابت قدمی، ایک پاکستان سے سچی محبت اور



دینِ منین کے ساتھ گرا لگاؤ ہے۔ اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ شہید و فاجناب فضل القادر چودھری  
(خدا انہیں مغربِ رحمت کرے) آپ کے نیاز مندوں میں سے تھے لہ

آخر دین کا یہ جانباز مجاہد اپنی تمام عمر اشاعتِ اسلام میں صرف کر کے ارضِ یقعدہ، ۲۷ اپریل  
(۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) بروز جمعرات عازمِ فردوس ہوا لے ہری پور سے مغرب کی جانب اظہارِ میل  
کے فاصلہ پر شتالو شریف سرکویٹ میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے جہاں آپ کے فرزندِ ارجمند  
حضرت الحاج محمد طیب قادری مدظلہ، مہتمم دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور کی سرپرستی میں  
ہر سال عرس منایا جاتا ہے جس میں بکثرت عقیدہ تمند شمولیت کرتے ہیں اور فیضِ قادری کا اکتساب  
کرتے ہیں۔

۱۔ محمد عبدالحکیم شون قادری ، آغاز شرح الحق ، (مطبوعہ ہری پور ہزارہ ، مارچ ۱۹۷۰ء)

۲۔ محمد احمد قادری ، مولانا ، تذکرہ علمائے اہل سنت ، ص ۴۸



## عارفِ کامل مولانا سید امیر علوی اجمیری قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا سید امیر علوی اجمیری ابن حافظ غلام رسول قدس سرہا چیمپڑ شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ چونکہ وصال کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۹۷ سال تھی اس لئے غالب گمان ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں ہوئی ہوگی۔

سات سال کی عمر میں ایک مجذوب نے طنان جانے کا اشارہ کیا، چنانچہ رات کی تاریکی میں خاموشی سے طنان روانہ ہو گئے اور گھوڑے ضلع طنان میں ایک بزرگ حضرت مولانا حافظ جمال الدین قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر کئی سال تک صرف و نحو کی تکمیل کی اور استاذ گرامی سے امام النحو کا لقب حاصل کیا۔

کچھ عرصہ گھر رہنے کے بعد پھر طنان شریف چلے گئے اور غوث عالم حضرت خواجہ بہار الدین زکریا قدس سرہ کے مزار اقدس پر باقاعدگی سے حاضری دیتے رہے۔ یہ معمول بارہ سال تک جاری رہا۔ اسی اثنا میں ایک نابینا متبر عالم سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو نحو کی ایک کتاب پڑھا دیں، میں آپ کو فلاں کتاب پڑھا دوں گا، پھر انہی کے ایما پر اجمیر شریف حاضر ہو کر مدرسہ معینیہ میں مولانا علامہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ سے علوم دینی کی تکمیل کی اور اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے۔

ایک سال بعد جذبہ محبتِ الہیہ کی فراوانی کی بنا پر تمام مصروفیات سے دستبردار ہو کر خواجہ سراجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درگاہ اقدس میں گوشہ نشین ہو گئے۔ ۳۵ سال تک یہ معمول رہا کہ خواجہ کی چوکھٹ پر نگاہ جمائے مختصر سے حجرے میں بیٹھے رہتے اور حضرت خواجہ کے انوار و برکات سے بہرہ ور ہوتے رہتے تھے۔ سلسلہ طریقت میں امام العارفین حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کے مرید تھے۔

آپ کے تلامذہ میں سے یہ حضرات بڑے قابل ذکر ہیں۔



۱۔ محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سرمد دار احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ بانی دارالعلوم  
منظر الاسلام لائل پور۔

۲۔ حضرت محقق علامہ مولانا سید غلام جبیلانی مدظلہ العالی صدر المدرسین مدرسہ  
اسلامیہ میرٹھ (بھارت)

حضرت مولانا سید امیر اجیری قدس سرہ نے تبلیغ اسلام، اصلاح عقائد  
اور بندگانوں کے رد میں متعدد رسائل تالیف فرمائے بعض کے نام ذیل میں درج کئے  
جاتے ہیں :-

- |                              |                                      |
|------------------------------|--------------------------------------|
| ۱۔ بیعتِ مشائخ               | ۷۔ سماعِ موتی                        |
| ۲۔ اہلک الوہابین             | ۸۔ آدابِ زیارت (قبور)                |
| ۳۔ کشف القناع عن وجہ السماع  | ۹۔ ارشاد الحق                        |
| ۴۔ رسالہ نور                 | ۱۰۔ رسالہ حاضر و ناظر                |
| ۵۔ ماہِ حق نما               | ۱۱۔ کلمۃ الحق                        |
| ۶۔ مسئلہ وحدۃ الوجود والشہود | ۱۲۔ کشف الحجاب عن مسئلۃ ایصال الثواب |

### دیگرہ وغیرہ

قیامِ پاکستان کے بعد آپ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے چلے گئے  
اور واپسی پر چیچٹر شریف میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ نے تین مسجدیں تعمیر کرائیں اور  
خوشاب میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا۔

حکیم اہل سنت مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ راوی ہیں کہ غالباً جنوری ۱۹۶۲ء کو خبر  
ملی کہ حضرت مولانا بعارضہ فالج بیمار ہیں، نومبر ۱۹۶۲ء کو آپ کو پاس تشریف لے آئے، غور  
سے دیکھنے کے باوجود جسم کے کسی حصہ پر فالج کا اثر نظر نہ آیا البتہ زبانی گفتگو کی بجائے  
اشاروں سے بات چیت کر رہے تھے۔ کاغذ اور قلم پیش کیا لیکن گرفت بالکل صحیح ہونے  
کے باوجود ایک لفظ بھی نہ لکھ سکے۔ میں نے (حکیم صاحب زید مجدہ نے) پوچھا کہ حضرت  
کسی وقت کوئی لفظ زبان سے ادا نہ تھے؟ یا نہیں؟ تو آپ نے بغیر کسی لکنت



کے صاف طور پر پڑھا :

” الصلوة والسلام عليك يا رسول الله وسلم عليك يا حبیب الله “

گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان کو اپنے اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے لئے مختص فرمادیا تھا ورنہ اگر مرض ہوتا تو دنیاوی باتوں کی طرح درود شریف کی ادائیگی پر بھی قدرت نہ ہوتی، اور یہ حالت آخری دم تک رہی۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کی مجلس میں بیٹھ کر خدا یاد آتا ہے اور سکونِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

۴ شعبان المعظم، ۶ اکتوبر (۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) بروز منگل نمازِ ظہر کے بعد نفل پڑھتے ہی سفرِ آخرت فرمایا۔ مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے سرپرست مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مظاہر نے تاریخ وصال کسی :

” شمعِ ہدیٰ خوش ہے “ لے

۱۳ ۰ ۰ ۹

لے محمد موسیٰ امرتسری حکیم اہل سنت : مولانا سیما میر علوی امیری ناہارنہ فتح گڑھ جولائی ۱۹۷۲ء ص ۳۷-۳۸



## شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ الغریب

برہان العاشقین، شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی ابن  
 حضرت خواجہ محمد یار ابن میاں محمد شریف ابن میاں برخوردار ابن میاں تاج محمود  
 ابن میاں شیر کرم علی (قدست سرہ ہم ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۹ء میں سیال شریف ضلع سرگودھا میں  
 پیدا ہوئے۔ آپ کے ابا و اجداد کئی پشتوں سے دنیاوی معروضہ اور علم و تقویٰ میں ممتاز  
 تھے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت شیر کرم علی قدس سرہ اپنے دور کے باکمال بزرگ اور سلسلہ عالیہ  
 قادریہ کے عظیم مقتدا حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ  
 کا سلسلہ نسب پچاس واسطوں سے حضرت عباس علمدار شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے جا ملتا ہے۔

حضورِ اعلیٰ سیالوی قدس سرہ ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن پاک کی تعلیم کے لئے  
 مکتب میں بٹھائے گئے، سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ علم دین کی تحصیل کے لئے  
 علاقہ پٹی گھپ کے ایک گاؤں میکی ڈھوک میں گئے، ابھی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں  
 کہ استاذِ گرامی کا وصال ہو گیا اس لئے وہاں سے حضرت مولانا محمد علی قدس سرہ کی خدمت میں  
 مکہ شریف حاضر ہوئے اور تیرہ سال تک ان سے کسب فیض کیا، اسی اثنا میں مکہ شریف  
 کے ایک تاجر میاں محمد امین نے حضرت مولانا سے گزارش کی کہ میں تجارتی مقاصد کے لئے  
 افغانستان جا رہا ہوں اس لئے آپ کی قسمی صفات شاگرد کو میرے ساتھ روانہ کریں تاکہ اس کی  
 معیت باعث برکت ہو۔ استادِ کامل کی نگاہِ انتخاب حضورِ خواجہ سیالوی پر پڑی چنانچہ آپ اس تاجر  
 کے ساتھ تشریف لے گئے، تاجر موصوف کو وہاں کافی عرصہ رکنا پڑا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے  
 ہوئے فاضل یگانہ مولانا حافظ دراز قدس سرہ سے فقہ و حدیث کا درس لیا۔ ہدایہ شریف مکمل پڑھا



اور سندِ حدیث حاصل کی، واپس آکر پھر استاذ مشفق مولانا محمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دور کے متبحر فاضل اور صاحبِ دل بزرگ تھے بایں ہمدانہیں ایسے رہبرِ کامل کی تلاش تھی جو ایک ہی نگاہ میں دل کی دنیا کو دولتِ سکون سے مالا مال کر دے۔ ایک دن کسی راہِ و شوق نے پیر مہمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کا فکدِ خیر کچھ پاس انداز سے کیا کہ آپ کا دل اس بارگاہ کی عاضری کے لئے بے قرار ہو گیا اپنے شاگردِ ارشد حضرت خواجہ سیالوی کو ساتھ لے کر بارگاہِ سلیمانی میں حاضر ہوئے اور استاذ شاگرد شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا چھ ماہ تک دربارِ مرشد میں رہے اور باطنی توجہات سے مستفیض ہوئے، بعد ازاں خرقہ خلافت سے سرفراز ہو کر شیخِ کامل کے ایما پر واپس مکہ شریف تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی اولادِ زینہ نہ تھی، انہیں خیال ہوا کہ حضرت خواجہ سیالوی قدس سرہ کو اپنا جانشین بنالیں، ویسے بھی آپ کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے۔ والدین کو جب اس ارادے کا علم ہوا تو بیقرار ہو گئے اور بجائے بیکیاں حضرت خواجہ

۱۔ امیر بخش مولانا : انوارِ شمسیہ المعروف بخطبہ چشتیہ، مطبوعہ منیہ عام پریس لاہور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء، ص ۲۸۰۔۲۸۱

۲۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے اکثر و بیشتر سوانح نگار حضرات (خلیق احمد نظامی، تاج محلّی، شایخ چشتی، ص ۴۰)

مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ ادیبانِ چشتیہ ص ۲۱۶۔ پیر محمد کرم شاہ زینجہ، ماہنامہ ضیائے حرم، ج ۳، ص ۲۸۴۔ انوارِ شمسیہ ص ۲۸۰

۳۔ یہ بھی بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے، کا کتا ہے کہ آپ نے مولانا حافظ دراز رحمہ اللہ سے کابل میں علمی استفادہ کیا حالانکہ مولانا حافظ دراز

خوشاب، پنجاب کے رہنے والے تھے اور پشاور میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تھے، کتب تاریخِ دہکراہ سے ان کا کابل میں کدس دینا ثابت

نہیں ہوتا۔ تذکرہ علماء و مشائخ موعود جلد اول ص ۱۲۲ پر پیر امیر شاہ زینجہ لکھتے ہیں "آپ موضع خوشاب (پنجاب) کے رہنے والے تھے مگر

مستقل طور پر پشاور شہر کو اپنی قیام گاہ بنا لیا تھا۔" مولانا فقیر محمد جمالی (مدائن الخفیہ ص ۷۵) اور مولانا رحمن علی (تذکرہ علماء ہند، اردو ترجمہ

ص ۱۸۵) نے آپ کے نام اس طرح لکھا ہے "محمد حسن واعظ المعروف بہ حافظ دراز بن حافظ محمد صدیق واعظ بن حافظ محمد اشرف

خوشابی، پشاور" اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ حضرت شمس العارفین نے پشاور ہی میں اس سے استفادہ کیا ہوگا۔



محمد سلیمان قدس سرہ کی خدمت میں ماجرا عرض کیا، حضرت پیر سچان قدس سرہ نے مولانا کو لکھا :-

”آپ نے اس فقیر کو اسیر بنا رکھا ہے اس کو باپ کے پاس بھیجو اور ساتھ ہی حضرت خواجہ شمس العارفین کو فرمایا وہ والدین کے پاس جائیں اور فریضہ نکاح ادا کریں“ لے

۳۴ سال کی عمر میں حضرت خواجہ شمس العارفین کا نکاح ان کے چچا میاں احمد یار کی دختر نیک اختر سے پڑھایا گیا، ان حالات میں آپ نے سیال شریف میں قیام کا ارادہ فرمایا اور ارشادِ مرشد کے مطابق تمام اوراد و اذکار ادا کرنے کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، سال میں کئی دفعہ پایادہ مرشدِ کامل کے دربار میں حاضری دیتے اور کم و بیش چالیس دن تک وہاں قیام کرتے۔ چودہ مرتبہ حضرت پیر سچان کی معیت میں تونسہ شریف سے مہار شریف کا سفر اس شانِ نیاز سے کیا کہ مرشدِ کامل گھوڑی پر سوار ہوتے اور آپ آنحضرت کا قرآن مجید، رحل اور دیگر وظائف سر پر رکھے، پانی کا کوزہ دائیں ہاتھ میں، مصلیٰ اور عصا بغل میں دبائے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے، دیکھنے والے اس بیکہ حسن و جمال کی جفاکشی اور عقیدت کیشی کو دیکھ کر محو حیرت رہ جاتے اور اہل نظر اس شہباز معرفت کی قوت پر واز کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے۔

۳۶ سال کی عمر میں جب آپ کا قلب انور عبادت و ریاضت اور پیرِ کامل کی نگاہِ کیمیا اثر کی برکت سے رشکِ شمس و قمر بن چکا تھا حضرت پیر سچان سلیمان زماں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ نے خرقہ مخالفت عطا کیا اور فرمایا :

”جو شخص بیعت کی تمنائے کر حاضر ہو اس کی مراد بر لائی جائے اور اپنے اشغال میں مصروف ہو کر اسے نظر انداز نہ کر دینا“

لے خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت . ص ۲ - ۳ .  
لے محمد کریم شاہ، مومنانا پور : ماساریضائے حرم . ص ۲۲ .



سب سے پہلے آپ کے دستِ اقدس پر والدین کریمین بیعت ہوئے، اس کے بعد  
 میاں چھڑکسب دار، شیخ عبدالجلیل قریشی، عبداللہ دین دار اور میاں فضل احمد قریشی مرید ہوئے۔  
 مرشدِ اکمل سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک نودانی پیکر بزرگ حضرت پیر  
 پٹھان قدس سرہ کے پاس تشریف لگا اور پوچھ کر گفتگو ہو کر رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد  
 حضرت نے فرمایا: "یہ حضرت خضر تھے، جو شخص ان کی زیارت کرنا چاہتا ہے جائے اور زیارت  
 کرے" تمام حاضرین دیوانہ داران کے پیچھے چلے گئے مگر حضرت خواجہ شمس العارفین وہیں بیٹھے  
 رہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا: "مولوی! تمہیں حضرت خضر کی زیارت کا اشتیاق نہیں؟"  
 عرض کی میرے لئے اسی کی زیارت کافی ہے جس کی ملاقات کے لئے حضرت خضر چل کر تشریف  
 لائے ہیں۔

ہمد شہر پُر زخوباں منم و جمال ماہے  
 چہ کنم کہ چشم خوش میں کند بہ کس نگاہے

اس خلوص و محبت پر حضرت پیر پٹھان بہت خوش ہوئے اور دعا کی "اللہ سائیں میرے  
 سیال کوں رنگ لائیں" اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ چار دانگ عالم سے جامِ عرفان کے متلاشی پڑانہ وا  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تسکینِ دل و جمال اور منزلِ مراد حاصل کرتے تھے۔  
 آپ ملکوتی صفات اور قدسی اخلاق کے پیکر تھے، آپ کے قائم کردہ لنگر سے ہر مسافر مجلس  
 اور مسکین بہرہ ور ہوتا اور آپ ہر درد مند کی دکھ بھری داستان سنتے اور حسبِ حال اس کا مداوا  
 فرماتے، شریعتِ مقدسہ کی اتباع اور پیروی میں اپنی مثال آپ تھے، نماز باجماعت ادا کرتے اور  
 مریدین کو بھی اتباعِ سنتِ مطہرہ کا سختی سے حکم دیتے، آپ نے رشد و ہدایت کا پیغام اعلیٰ پیمانے پر  
 عوام و خواص تک پہنچایا اور بے شمار مریدین کو درجہ کمال تک پہنچایا۔ تاریخِ مشائخِ چشت میں آپ  
 کے ۳۵ خلفاء کے نام درج ہیں، آپ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل حضرات آسمانِ علم و عرفان پر مہر و ماہ  
 بن کر چمکے جن کے ذکر اور فیض سے قیامت تک دلوں کی دنیا مستنیر ہوتی رہے گی۔ :-

سلفِ خلیفہ احمد نظامی، پروفیسر: تاریخ مشائخ چشت ص ۴۰

سلفِ محدث شرف سیالوی، مولانا: بنیاد سلسلہ، خاص ایڈیشن (جنوری، فروری، مارچ ۱۹۷۳ء) ص ۵۳-۵۴

ص ۶۰

سلفِ سید نظامی، پروفیسر



۱۔ حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی (فرزند ارجمند)

۲۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی۔

۳۔ حضرت پیر غلام حیدر شاہ جلالپوری۔

۴۔ حضرت پیر معظم الدین مردوی (دو غیر ہم قدمت اسرار ہم)

حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ کا وصال ۲۲ صفر، جنوری (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) بروز

جمعہ صبح صادق کے وقت ہوا۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک ۲۲، ۲۳، ۲۴ صفر المظفر کو آستانہ عالیہ

سیال شریف پر موجودہ سجادہ نشین حضرت شیخ الاسلام و المسلمین الحاج علامہ حافظ محمد شمس الدین

دامت برکاتہم العالیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوتا ہے جس میں ہزاروں ارادت مند حاضر ہو کر فیضیاب

ہوتے ہیں، یہ ایک حقیقت ہے کہ مزار مقدس پر حاضر ہونے والا اپنے دل میں جلال و جمال کی

بلی جلی کیفیت محسوس کرتا ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ وصال کسی سے

در لیل صمد در لیل صمد در لیل صمد کہ شمس الدین امام العارفین رفت

ہزارا فسوس کیں مہر جہاں تاب باوچ عرش از فرش زمین رفت

چو سرود حبت تا نخیس زہاتف

بگفتا شمس اوچ علم و دین رفت

۱۳۰۰ھ

سلاہ امیر بخش، مولانا : انوار شمس، ص ۸۲۔

نوٹ :- انوار شمس اور تاریخ مشائخ چشت میں علم اور دین کے درمیان واڈ نہیں ہے حالانکہ اس کے بغیر تو

کا عدد پورا نہیں ہوتا ۱۲ مرتب



## آفتاب ولایت حضرت میاں شہیر محمد شرقپوری قدس سرہ العزیز

شیر بانی حضرت میاں شہیر محمد شرقپوری ابن حضرت میاں عزیز الدین شرقپوری قدس سرہ ۱۲۸۲ھ/۶-۱۸۶۵ء میں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے حضرت خواجہ امیر الدین قدس سرہ (پرو مشد حضرت میاں صاحب) نے شرقپور میں آمد و رفت شروع کر دی تھی کیونکہ انہیں کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ اس جگہ ایک ولی اللہ پیدا ہو گا۔ پچپن ہی میں آپ پر محبت الہیہ کا غلبہ تھا جیسا کہ یہ عالم تھا کہ گلی کوچے میں چادر اور کھڑکے گزرتے، محلے کی عورتیں کہا کرتی تھیں ہمارے محلے میں لڑکی پیدا ہوئی ہے ختم قرآن پاک کے بعد مڈل سکول شرقپور میں پانچ جماعت تک تعلیم حاصل کی سکول سے واپس آ کر مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ جاتے اور ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے۔ بعد ازاں فارسی کی کچھ کتابیں اپنے چچا حضرت حافظ حمید الدین سے پڑھیں، حکیم شیر علی سے بھی کچھ پڑھا۔ پھر خوشنویسی کا شوق پیدا ہوا اور اس فن میں کمال حاصل کیا۔ کئی قرآن پاک جن کے ابتدائی اور آخری پارے بوسیدہ ہو گئے تھے، انہیں خود لکھ کر مکمل کیا۔

ظاہری طور پر صرف اسی قدر تعلیم حاصل کی لیکن قدرت ایزدی نے آپ کو علم لدنی کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ بڑے بڑے علماء حاضر ہوتے تو خمیدہ سر، دوزانو ہو کر بیٹھے اور آپ کے علوم و معارف کے مستفید ہوتے۔

جو دو سخا کی یہ کیفیت تھی کہ جو ضرورت مند حاضر ہوتا اس کی حاجت روائی فرماتے۔ حضرت بابا امیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کو لڑنے شریف کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اعزازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

۱۔ محمد ابراہیم قصوی نقشبندی: خزینہ معرفت (دوسرا ایڈیشن) ص ۹۳ (نوٹ: ملک حسن علی شرقپوری نے سال ۱۲۸۳ھ تکملاً  
۲۔ حسن علی شرقپوری، ملک: حیات جاوید (مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور) ص ۱۰



حضرت میاں صاحب قدس سرہ کی پرکشش شخصیت سے فیضیاب ہونے کے لئے دور دراز سے لوگ حاضر ہوتے اور شاد کام واپس جاتے۔ آنے والے ہر عقیدت مند کو شریعتِ مطہرہ کی بیرونی کا حکم دیتے۔ بعض اوقات خلاف شریعت صورت و سیرت رکھنے والے افراد کو صرف زبانی سمجھانے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ تعمیرِ تمکک سید کر دیتے، کیا مجال کہ کوئی اُفت بھی کر جائے، ایسے افراد نام نہاد ہو کر تائب ہو جاتے اور عمر بھر میاں صاحب کے ممنون رہتے، حضرت میاں جلیل احمد شرقپوری لکھتے ہیں:-

” پچالیس کے غلام رسول صاحب نے اپنی پہلی طاقات کا حال بیان کیا کہ ۱۹۲۴ء میں سرہند شریف جاتے ہوئے حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لئے شرقپور شریف حاضر ہوا، کچھ اور افراد بھی موجود تھے۔ ان سے گفتگو فرمانے کے بعد مجھ سے پوچھا یہ بزرگ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا پچالیس سے، فرمایا مولیشیوں میں وقت گزارتے ہو لیکن نماز کا خیال تک نہیں کرتے، میرا نام پوچھ کر فرمایا، کیا اچھا نام ہے اور شکل کیسی بنا رکھی ہے۔ پھر فرمایا چھوٹے بھائی کا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، نبی بخش! اس پر بندہ کو ایک تعمیرِ تمکک سید کیا اور فرمایا پھر آؤ تو غلام رسول بن کر آنا، نام پابندی سے ادا کیا کرو۔ (کچھ وظائف بنا کر) اسلام کی پہلی کتاب (تالیفِ لطیف مولانا غلام قادر بھروی قدس سرہ) اور تواریخ حبیب اللہ (تالیف مولانا مفتی عنایت احمد کاکوروی قدس سرہ) کے مطالعہ کی تاکید کی اور رخصت عطا فرمائی“ (مختار)

حضرت مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری (مریدِ عالی حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ) جامعہ نعمانیہ میں مدرس تھے۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب کا بڑا چرچا سنا پھر یہ بھی پہنچا کہ امام المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ ان کی طاقات کے لئے



گئے تھے، واپسی پر ان سے بھی میاں صاحب کی تعریف سنی تو زیارت کا شوق لئے شرچہ شریف پہنچ گئے۔ مشتاقانِ زیارت پہلے سے موجود تھے یہ بھی بیٹھا گئے، اس سے پہلے میاں صاحب کی زیارت نہیں کی تھی چنانچہ جب میاں صاحب تشریف لائے تو انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی درویش ہوں گے۔ میاں صاحب نے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں اور کیا شغل ہے؟ مفتی صاحب نے بتایا لاہور سے آیا ہوں اور جامعہ نعانیہ میں پڑھتا ہوں۔ میاں صاحب نے فرمایا: کیسے آئے؟ عرض کی، قبلہ میاں صاحب کی قدمبوسی کو آیا ہوں۔ فرمایا: میاں صاحب کو مل کر کیا کرو گے تم خود عالم ہو، تمہیں فیروں سے ملنے کی کیا ضرورت ہے؟ مفتی صاحب نے غصے میں پوچھا کیا فیروں کو ملنا گناہ ہے تم فیروں کے پاس رہ کر ایسے گمراہ ہو کہ فیروں سے ملنا گناہ سمجھتے ہو! میاں صاحب نے فرمایا مولوی احمد علی (شیرانوالہ دروازہ لاہور) اور مولوی غلام مرشد کیسے ہیں؟ مفتی صاحب نے کہا، وہ بھی تمہاری طرح گمراہ ہیں جو فقرا کے قائل نہیں۔ فرمایا تو تم غصے میں آگئے ہو مفتی صاحب نے کہا تم خود غصے کی باتیں کر رہے ہو، میاں صاحب سے عرض کروں گا کہ آپ نے ایسے گمراہ کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔

میاں صاحب آگے بڑھ گئے اور ایک ڈارٹھی منڈے سے فرمایا تم نے ڈارٹھی کیوں منڈوائی ہے، اگر تیری بیوی کا سر منڈ دیا جائے تو اچھی معلوم ہوگی؟ اس نے کہا نہیں، اور سر مبار ہو کر ڈارٹھی نہ منڈوانے کا عند کیا۔ اسی طرح میاں صاحب ایک ایک آدمی کو ہدایت کرتے گئے، اتنے میں کسی نے مفتی صاحب کو اشارۃً بتا دیا کہ یہی میاں صاحب ہیں۔ مفتی صاحب کو بڑی ندامت ہوئی اور رقت طاری ہو گئی۔ کچھ دیر بعد میاں صاحب تشریف لائے اور کشف المحجوب لا کر دی جس میں تین جگہ نشانی رکھی ہوئی تھی۔ حضرت میاں صاحب گھر تشریف لے گئے اور واپسی پر مفتی صاحب کے لئے قریباً آدھ سیر کھجوریں لے آئے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں جن تین عقیدوں کے حل کے لئے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کشف المحجوب کے مطالعہ سے تینوں حل ہو گئے۔ میاں صاحب نے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھنا اور ان پر عمل کرنا، پھر فرمایا مولوی احمد علی (شیرانوالہ دروازہ



لاہور گزشتہ جمعہ میاں آیا تھا، وہ میاں جمعہ پڑھانا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کی بد عقیدگی کی بنا پر پڑھانے نہیں دیا، واپسی پر جب مفتی صاحب بس پر سوار ہوئے تو دیکھا رومال کے کونے میں ایک روپیہ بندھا ہوا تھا جو آمدورفت کا کرایہ تھا۔

حضرت میاں صاحب قدس سرہ دورِ آخر میں صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی بہت بڑی کرامت یہ تھی کہ بیشمار افراد آپ کی ہدایت پر صورت و سیرت میں قبیح شریعت بن گئے۔ آپ کے مریدین اور معتقدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ نے کسی کتاب میں چھپوا کر تقسیم نہیں اور متعدد مسجدیں بنوائیں۔

آپ کے بعد آپ کے برادر حقیقی حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری قدس سرہ جانشین ہوئے، انہوں نے میاں صاحب کی روایات کو پوری آب و تاب سے باقی رکھا۔ اب حضرت ثانی لاثانی کے فرزند ارجمند حضرت الحاج میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ زید سجادہ ہیں، مسلک الہی سنت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی گراماں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۳ ربیع الاول، ۲۰۱۳، ۲۰ اگست (۱۳۴۴ھ/۱۹۲۸ء) بروز ماہِ افرور سوموار شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ کا وصال ہوا۔ شرفِ شریفین میں آپ کے مزار پر انوارِ پرگند تعمیر ہو چکا ہے، ہر سال بڑے اہتمام سے آپ کا عرس ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ وصال یہ ہے۔

چو مولانا نے قبہ شرقپوری      ز دنیا شد روان با کام و آرام  
 "وصالِ شیر حق، شیر محمد"      شدہ سالِ وصالش اے کمونام کے

لے قلمی یادداشت حضرت مولانا مفتی غلام جان ہزاروی، ملکہ مولانا محمد مظفر اقبال رضوی زید محمدہ

لے احمد علی شرقپوری : آفتابِ ولایت ، ص ۱۲۰

لے ماہنامہ نور اسلام ، شیر ربانی نبر ، جون دہولائی ۱۹۶۹ء ، ص ۱۶۴



# اسم ذات شیرازی حضرت میاں شیر محمد

نے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا،





حضرت میاں شیر محمد شر قیوڑی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکیم مظفر حسین قریشی (موضوع بحث کے صلح گو جزا نوالہ) نے ایک عرضیہ کے ذریعے وظیفہ "یا شیخ سید عبدالقادر جبیلانی شیئاً اللہ" (جس کے پڑھنے پر مولوی ثناء اللہ امرتسری اور دیگر علماء نے فتویٰ کفر و شرک دیا تھا) کے جواز کے بارے میں دریافت کیا تھا، آپ نے جو جواب دیا، درج ذیل ہے:-

خداوند کریم فضل و کرم سے انجام خیر کریں،

ہر حال شکماور ذکر فکر عبرت ضروری ہے سو آجکل محال ہے، اس دوسرے میں پڑنا زیبا نہیں، غریب تو پڑھا کرتا ہے بلکہ کل ولی سے امداد لینا جائز ہے، آپ کا دل چاہے تو خیر پڑھا کریں۔ حضرت میاں محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجیب طرز کی توحید میں فنان تھے اس لئے جو لوگ ان کو یاد کرتے ہیں انہوں کو خداوند کریم کی محبت کامل ہو جاتی ہے، اخیر سب کا رجوع رب کریم کی جانب ہے، واللہ خیر حفظا و ہوا رحمہم الراحمین آپ کے وجود غیر خدا سے نہیں بنا ہے، اس کا ثبوت قادی قلندروں سے لیں، اگر کوئی نہ پڑھے تو خیر۔

خداوند کریم کی سنت جاری ہے ہر ایک کو ایک کام سپرد کیا ہے، جیسا ہر ایک چیز سے کام لیا جاتا ہے ویسا ہی ہے :

در دلم ہزار اور دست لاکن ہا کس نگوئم

بہر حال جمال اللہ بینم  
بجز روشنخواہم پیچ چیزے  
بہر قال جمال اللہ بینم  
ز شوقِ جاں جمال اللہ بینم  
فرصت کم، خط کی رسم ہی نہیں۔

( آئندہ صفحات میں اصل سوال و جواب کا عکس دیا جا رہا ہے )



خود دانش علی احمد الیوم

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده

والسلام علی من بعدہ والصلوة والسلام علی من لا نبي بعده







## قدوة الفضلاء حضرت علامہ مفتی محمد صالح جداد خاں قدس سرہ العزیز

امام الفقہاء، قدوة الفضلاء حضرت علامہ مفتی محمد صالح جداد خاں رحمہ اللہ تعالیٰ  
 ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں بمقام لونی (مضافات سبئی صوبہ بلوچستان) پیدا ہوئے۔ قرآن مجید  
 خواجہ محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا محمد یوسف رحمہ  
 اللہ تعالیٰ (لانڈھی مضافات بھاگ، قلات) سے پڑھیں، پھر مدرسہ قاسمیہ (گردھی یاسین  
 مضافات سکھر) میں مولانا محمد قاسم سے علوم و فنون کی تحصیل کی اور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں سند  
 فراغت حاصل کی، بعد ازاں کچھ عرصہ رانی پور اور کچھ زمانہ سلطان کوٹ (مضافات سکھر)  
 میں مدرس رہے۔ ایک مدت تک قلات کے قاضی العقضاء رہے بعد ازاں پیر پکارا حضرت  
 پیر سید محمد صبغتہ اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے طلب فرمانے پر پیر گوٹھ (ضلع خیرپور، میرس سندھ) تشریف  
 لے گئے اور جامعہ راشدیہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور علم و فضل کے پیاسوں کو خوب خوب

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی بے مثال خدمات  
 دیں، فن افتاء میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا، دُک و دراز سے لوگ دینی و علمی مسائل میں  
 غ کیا کرتے تھے، سوادِ حکم لاہور میں راقم کی نظر سے مدینہ طیبہ سے آیا ہوا استفاء گزارا ہے  
 اس کا مبسوط جواب مفتی صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لائے مولانا اپنے فتاویٰ میں بہارِ شریعت (از صد الشریعہ  
 مولانا محمد علی قدس سرہ) کا حوالہ دیا کرتے تھے، اس طرح ایک تو ماخذ کی نشاندہی ہو جاتی اور  
 دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ بہارِ شریعت کا مستند ہونا عوام و خواص پر ظاہر ہو جاتا۔

۱۔ غلام سرعلی، مولانا : ایواقیۃ المہربیہ ، ص ۱۵۳

۲۔ نامہ پاسبان (امام احمد رضا نمبر، مارچ ۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء) ص ۷۱



مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے وقتی ضروریات کے پیش نظر متعدد کتابیں رقم فرمائیں  
فی الحال جن تصانیف کے نام ہمارے سامنے آئے ہیں، یہ ہیں :-

۱۔ القول المقبول فی عظة قول اللہ والرسول : لاؤڈ سپیکر کی آواز پر امام کے افعال کی پیروی  
کرنے کے ناجائز ہونے پر مبسوط فتویٰ۔

۲۔ الہام القدیر فی مسئلۃ التقدير : مسئلۃ تقدير کی وضاحت اور شکوک و شبہات کا ازالہ۔

۳۔ سبیل النجاح فی مسائل العیال والنکاح : نکاح و طلاق کے مسائل اور عائلی قوانین پر تبصرہ۔

وغیرہ وغیرہ

حضرت مفتی محمد صاحب داد خاں قدس سرہ ۲ جمادی الاولیٰ، ۲۹ اگست (۱۳۸۵ھ /  
۱۹۶۵ء) اتوار کی شب اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے اور سلطان کوٹ (مضافات شکار پور)  
میں مدفون ہوئے۔

۱۔ غلام مہر علی، مولانا : البواقیت المہریہ ، ص ۱۵۴۔



## مجاہدِ اسلام حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ

شیخِ طریقت، مجاہدِ جلیل حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین ابن حضرت خواجہ محمد الدین ابن حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی (قدست اسرارہم) ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء میں سیال شریف (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ لے "منظور حق" (۱۳۰۴ھ) مادہ تاریخ ہے۔ آپ کو بچپن ہی سے علومِ دینیہ کلبے حد شوق تھا، قرآنِ پاک حفظ کرنے کے بعد ممتاز افاضل سے علمِ دین کی تعلیم حاصل کی اور والد ماجد کے وصال کے بعد مجاہدہ نشین ہوئے۔ آپ نہ صرف قرآنِ کریم کے حافظ تھے بلکہ بائبل پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب سے اس قدر لگاؤ تھا کہ اکثر بیشتر شام کا کھانا رات کے دو تین بجے تناول فرماتے، ملک اور بیرون ملک سے کتبِ دینیہ کا بہت بڑا ذخیرہ منگوا کر کتب خانہ میں خاصی توسیع کی، آستانہ عالیہ پر قائم شدہ دارالعلوم کو خاطر خواہ ترقی دی۔ علامہ زماں مولانا معین الدین اجیری اور ان کے جلیل القدر شاگرد مولانا محمد حسین اور دیگر اجدادِ فضلاء کو آپ ہی کی کشش سیال شریف کھینچ لائی تھی، علم دوستی کی اس سے بہتر اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ آپ نے اپنے فرزند ارجمند شیخ الاسلام و المسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین مظللاعالی کو تحصیلِ علوم کے لئے اجیر شریف، مولانا معین الدین اجیری کی خدمت میں بھیجا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام کا کمالِ علمی اور علومِ دینیہ سے لگاؤ آپ ہی کا مرہونِ نظر ہے۔

آپ کے دل میں ملتِ اسلامیہ کلبے پناہ دے داد و مکار فرنگی سے مدد و درجہ منفرد تھا۔ آپ نے تمام عمر انگریزوں کو زمین کا لگان نہ دیا، ملتِ مسلمہ کی اس خیر خواہی اور انگریز دشمنی کے تحت آپ نے تحریک

لے امیر بخش، مولانا : انوار شمس، ص ۱۰۵۔

لے سلطان احمد فاروقی، مولانا : ماہنامہ الحبیب (اکتوبر ۱۹۷۰ء) ص ۲۵۔

۱۰۵







حضرت کی طرف بڑی نگاہ سے دیکھا گیا تو ان سے پہلے ہم جیل میں جائیں گے اور گورنمنٹ کے مخالف ہو جائیں گے۔ چنانچہ حالات کے خطرناک تصور دیکھ کر آپ کو گرفتار کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ آپ نے ٹون سکیسر کے ہپاڑی علاقہ سے وہ پتھر اکٹرا کر پھینک دیا جس پر ترکوں کے خلاف دادِ شجاعت دینے والے فوجیوں کے نام کندہ تھے، آپ نے فرمایا :

ہم ان بد بختوں کے نام دیکھنا نہیں چاہتے جنہوں نے عربوں پر گولیاں چلائی تھیں۔ لے

آپ نے ردِ مزائیت میں ایک رسالہ معیارِ المسیح تحریر کیا جو ۱۳۲۹ھ میں چھپا۔  
حضرت پیر مہر علی شاہ گورٹومی رحمة اللہ تعالیٰ کے آپ کے ساتھ بڑے والہانہ تعلقات تھے  
عید کے موقع پر آپ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں :

عید شد، ہر کس زیارے عیدے دارد ہوس عید ما و عید کی ما دیدن روئے تو بس  
عید مردم دیدن ما، عید ما دیدار تو این چنین عیدے نہ بیند درد و عالم سچکس

۱۳ محرم الحرام، ۲۲ جون (۱۳۳۸/۱۹۲۹ء) کو آپ کا دصال ہوا۔ اور آپ سیال شریف  
میں اپنے جدِ امجد حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے پلو میں عواستراحت ہوئے۔ موجودہ  
زیب سجادہ عالیہ سیال شریف شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین دام ظلہ الاقدس، تحریکِ پاکستان  
کے عظیم مجاہد، اسلاف کی یادگار اور موجودہ دور کے اعتقادی فتنوں کے لئے شمشیرِ بیاں ہیں، مولائے  
کریم قوم کو ان سے بیش از بیش مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ سلطان ترمذی، مولانا : تذکرہ مشائخ چشت ، ص ۵-۲۴۴

۲۔ فیض مذکورہ : رسیر ، ص ۳۹۶

۳۔ ایضاً ایضاً

۴۔ سلطان احمد فاروقی، مولانا : ماہنامہ الحیب اکتوبر ۱۹۷۰ء ، ص ۲۹



## استاذ الافاضل مولانا سید ضیاء الدین سلطان پوری قدس سرہ

عالم باعمل، فقیہ زمان مولانا سید ضیاء الدین ابن مولانا سید حمید شاہ قدس سرہما قریباً ۱۳۱۲ھ/۵-۱۸۹۴ء میں سلطان پور ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں مشہور و معروف تھا۔ الحمد للہ یہ خاندان آج بھی اسی بزرگی اور فضیلت کا حامل ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا احمد دین قدس سرہ (والد ماجد استاذ الاساتذہ مولانا محب النبی دامت برکاتہم العالیہ) سے حاصل کی۔ ترکیب پڑھنے کے لئے موضع شاہراں (ضلع کیمپلو) میں صرف و نحو کے مشہور آفاق استاذ (نام معلوم نہیں ہوگا) کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد ازاں مختلف اساتذہ سے استفادہ کرتے ہوئے اہل سنت کے مایہ ناز فاضل مولانا مشتاق احمد کانپوری ابن مولانا احمد حسن کانپوری قدس سرہما کی خدمت میں اجمیر شریف حاضر ہوئے اور معقول و منقول کی منتہی کتب کا درس لیا، دورہ حدیث شریف دہلی میں غالباً جامعہ امینیہ میں پڑھا۔ مولانا سید ضیاء الدین حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہما کے مخلص مریدین میں سے تھے، بارہا سیال شریف کے سفر میں حضرت پیر صاحب کے ہم سفر رہے۔

حضرت مولانا سید ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فراغت کے بعد ۱۳۳۶ء میں سلطان پور میں دارالعلوم حمیدیہ کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا اور وصال سے دو تین سال پہلے تک علوم دینیہ کا درس فی سبیل اللہ دیتے رہے۔ ویسے تو تمام علوم میں دسترس رکھتے تھے لیکن فقہ، اصول فقہ اور میراث میں خاص طور پر یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ استاذ الاساتذہ مولانا محب النبی دامت برکاتہم العالیہ کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے فقہی جزئیات کا ایسا ماہر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ علم و فضل کے باوجود آپ سراپا اخلاق، پیکرِ شفقت، متواضع اور حلیم الطبع شخصیت کے مالک تھے، مہرِ محرمی کے وقت طلباء کو درس دیتے اور نماز کے بعد چلاتے، آخر دم تک نماز باجماعت

حضرات قابل ذکر ہیں :-  
 محی الدین مظلمہ مہتمم  
 ہاموہ رضویہ سبزی پٹی راولپنڈی۔



۲۔ مولانا سید عبدالرحمن شاہ مدظلہ خطیب رحمانیہ جامع مسجد ہری پور۔

۳۔ مولانا سید حسین الدین شاہ ناظم اعلیٰ ضیاء العلوم جامعہ رضویہ سبزی منڈی راولپنڈی۔

۴۔ مولانا عبدالحق مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم سنگی (حضرہ)

۵۔ مولانا حافظ عبدالغفور مہتمم جامعہ غوثیہ بجا پڑہ بازار راولپنڈی (دو غیر ہم)

اول الذکر تین حضرات مولانا سید ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرزند ان گرامی ہیں ان کے افکار و کردار کی بلندی کو دیکھ کر ان کے والد ماجد کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے جس کے فیض بیت سے تینوں صاحبزادے آج دنیاے مسئیت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ راولپنڈی کی مشہور دینی درس گاہ ضیاء العلوم جامعہ رضویہ (سبزی منڈی) مولانا سید ضیاء الدین قدس سرہ کے نام ہی کی طرف منسوب ہے۔

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۹ جولائی (۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء) بروز جمعرات حضرت مولانا سید ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا، دوسرے دن بارش کے باوجود حج غفر نے نماز جنازہ میں شرکت کی، سلطان پور میں آپ کے آبائی قبرستان میں آخری آرام گاہ بنائی گئی۔ اقامت الحروف ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تھا۔

۱۷۔ یہ حالات مولانا سید حسین الدین شاہ مدظلہ نے فراہم کئے۔







آپ کا معمول تھا کہ ہر شخص کی بات بھری توجہ سے سنتے اور اس کی تسکین کے لئے ہر امکانی سعی فرماتے یہی وجہ تھی کہ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دینے والا ہمیشہ کے لئے آپ کا عقیدت کیش بن جاتا تھا۔

اورادو و وظائف ادا کرنے کے علاوہ پابندی کے ساتھ تبلیغ و ارشاد کی مغل منفقہ فرماتے، دعاء، تعویذ اور روم کے ذریعے اہل حاجت کی دستگیری فرماتے۔ آپ صاحبِ کرامت ہند گتھے۔ ایک دفعہ آپ گلگتہ میں تشریف فرما تھے کہ بستی دگیونہ (صوبہ بہار) کے چند سرکردہ افراد نے آگرا ایک ہندو جادوگر کے مظالم کی داستان سنائی اور اس کا شتر دفع کرنے کی درخواست کی، آپ اس بستی میں تشریف لے گئے۔ جادوگر کو پتہ چلا تو ایسا افسون بھونکا کہ بستی کے گرد شعلے بھڑکنے لگے لیکن آپ کی برکت سے کوئی نقصان نہ ہوا، جادو کرنے آپ کو چیلنج کیا کہ اگر کوئی کمال ہے تو دکھاؤ! آپ نے فرمایا ہم کوئی جادوگر نہیں ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے تمہارا کوئی حربہ کامیاب نہ ہوگا۔ آپ نے کھیت میں ایک چار پائی بھجوائی اور اسے دائرہ کرنے کے لئے کہا۔ اس کے جادو سے ایک آتشیں دائرہ پیدا ہوا جس کی تپش دور دور تک پہنچتی تھی، آپ کے سر پر جا کر شعلہ بار ہوا، آپ نے انگلی کا اشارہ کیا تو وہ آتشیں دائرہ جادوگر کی طرف پلٹا اور ہم کی طرح زمین میں دھنس گیا جہاں سے پانی ابل پڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر نہ صرف وہ جادوگر مسلمان ہو گیا بلکہ اس آبادی کے پانچ چھ ہزار غیر مسلم دولتِ اسلام سے مشرف ہو گئے۔

آپ کے ایک صاحبزادے مخدوم اشرف شاہ جیلانی آپ کی زندگی ہی میں دھمال رمانے لگے، آپ نے دھمال کے وقت دو صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ گمان کے ظلم یہ ہیں :-

۱۔ شرفی مسید : روزنامہ نئی روشنی، لاہور، ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء

۲۔ (میلو) اشرف شاہ، انڈسٹریل کراچی، ص ۲۲



- ۱۔ حضرت ابو محمد سید احمد اشرف شاہ جیلانی بسجاوہ نشین درگاہ عالیہ اشرفیہ۔  
 ۲۔ سید طیب اشرف جیلانی۔  
 ۳۔ سید مظاہر اشرف جیلانی۔

۷ ارجب دی اولیٰ، ۱۷ اکتوبر (۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) کو حضرت سید محمد طاہر اشرف جیلانی  
 قدس سرہ کا وصال ہوا اور فردوسِ کالونی (کراچی) میں نحو استراحتِ ابدی ہوئے۔ مولانا سید  
 حامد حسن قادری نے قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

مخدوم جناب طاہر اشرف      دین و دنیا میں فردِ کامل  
 اشرفی و قادری و چشتی      اہل تقویٰ و صاحبِ دل  
 پر وہ فرما کے اس جہاں سے      اب ہو گئے اپنے رب سے اصل  
 ہو روح پہ ان کی رحمتِ حق      گلزار ہو ان کی پہلی منزل

تاریخ یہ قادری نے لکھی

جاوید وصال ذاتِ حاصل سے

۱۳ • ۸۱

سید طیب اشرف جیلانی، سید: قلب ربانی، ص ۵۸



## حضرت مولانا پیر سید ظہور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مجمع جمال صوری و مصنوعی، صاحب کمال ظاہری و باطنی حضرت مولانا پیر سید ظہور شاہ ابن مولانا پیر سید محمد شاہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ جلال پور جہاں ضلع گجرات میں ۱۳۰۹ھ/۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اہل ہمدان کثیر سے آکر جلال پور میں مقیم ہو گئے تھے۔ جب سن شعور کو پہنچے تو قرآن پاک مولانا حافظ نور الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے جلال پور میں پڑھا اور کچھ دسی کتابیں بھی انھی سے پڑھیں، بعد ازاں کچھ عرصہ برادر مکرم مولانا سید اعظم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جموں میں استفادہ کرتے رہے، پھر کچھ وقت پشاور میں رہے اور آخر میں بریلی شریف جا کر کسب فیض کیا اور فراغت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ ان کے علاوہ شیر بانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت پیر صاحب اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے، آپ جہاں وعظ فرماتے، ہزاروں کا اجتماع ذوق و شوق سے شریک مجلس ہوتا۔ آپ کا خصوصی وصف یہ تھا کہ عوام الناس کو عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی بھرپور تلقین کے ساتھ ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر کرایا کرتے تھے جس کا حاضرین کے دل پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا اور بہت سے لوگ راہِ راست پر آجاتے۔ قدتِ ایزدی نے آپ کو ذورِ بیان، وجد اور خوش الحانی اور حسنِ سیرت و صورت کا حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔

آپ مسلکِ اہل سنت و جماعت کو بڑے مدلل طریقے سے بیان فرمایا کرتے تھے اور عقائدِ باطلہ خاص طور پر اہل تشیع کا رد بڑی خوبی سے فرمایا کرتے تھے، انسان تو انسان، حیوان بھی آپ کے حسنِ بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

ایک دفعہ موضع کند وال (ضلع جہلم) میں بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک اونٹ سوار آکر محفل میں شریک ہوا، جب اس نے اونٹ کو باندھنا چاہا تو اس نے



شور مچا دیا، حضرت پیر صاحب نے فرمایا:

”اسے چھوڑ دو، یہ بھی کالی کالی کلبی دالے، قاصد علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

کا ذکر سننا چاہتا ہے۔“

چنانچہ وہ اونٹ غاموشی سے بیٹھ گیا اور جب تک تقریر جاری رہی غاموشی سے

بیٹھا سنتا رہا۔

حضرت پیر صاحب شریعتِ مطہرہ کی سختی سے پابندی فرمایا کرتے تھے، کوئی کام خلاف

شریعت دیکھتے تو بروقت اس کی ممانعت کرتے۔ موضع بوجھال کلاں (موضع جہلم) میں ایک عظیم

اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے کہ انگریز ڈپٹی کمشنر میراہ گزرتے ہوئے انہوں کو دیکھ کر رُک گیا

اور جلسہ گاہ میں جا کر مجمع کی تصویر اتارنے لگا۔ آپ نے فوراً منع فرما دیا اور فرمایا: ہمارا دین اس

کی اجازت نہیں دیتا۔ وعظ ختم ہونے پر وہ انگریز آپ کی خدمت میں بڑے احترام سے حاضر ہوا

اور معذرت کر کے رخصت ہوا۔

آپ نے تقریباً چالیس برس تک وعظ و ارشاد کے ذریعے عوام الناس کے دلوں

کو نورِ بیان سے گرمائے رکھا اور دور دراز علاقوں میں جا کر دین کا پیغام لوگوں تک پہنچایا

خاص طور پر جہلم، گجرات اور سرگودھا کے قصبوں اور دیہاتوں میں آپ کا دورہ اکثر ہوا کرتا تھا

تبلیغِ دین کے سلسلے میں آپ نے بڑی بڑی صعوبتوں کو برداشت کیا اور کسی بھی موقع پر آپ کے

عزم میں تزلزل پیدا نہیں ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور الزام لگایا کہ یہ اہل

تشیع کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا

آپ کے صاحبزادے سید فخر الزمان شاہ قادری (جن کی عمر اس وقت چھ سات سال کی تھی)

نے جب آپ کو ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھا تو رو دئے اور پوچھا: آپ کو یہ زنجیر کس نے

لگائی ہے؟ آپ نے انہیں دلاسا دیا اور فرمایا: بیٹا! یہ اسلام کی خاطر میرا زیور ہے۔

یکیس تین ماہ تک چلتا رہا، بالآخر ہندو جج کنول نین نے آپ کو باعزت طور پر بری کر دیا،

اور فیصلے میں لکھا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی



کو گالی دے، یا خلافِ شائستگی کوئی بات زبان پر لائے۔

حضرت پیر صاحب کامیاب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں بلا کا اثر تھا۔ آپ کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ دیہاتی عورتیں بھی دودھ بلوتی اور آٹا پیستی ہوئی آپ کے اشعار پڑھا کرتی تھیں اور کلمہ طیبہ کا درد کیا کرتی تھیں۔

آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی نہایت خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور نہایت مفید اور مقبول عام تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا جن میں اصلاح اعمال کے علاوہ عقائد باطلہ خاص طور پر مرزائیت اور تشیع کی مدلل تردید کی ہے۔ لفظ کی تصانیف کے نام درج ذیل ہیں :-

- |                                     |   |
|-------------------------------------|---|
| ۱۔ ظہور صداقت در ردِ مرزائیت        | ۸۔ خطباتِ ظہوری                             |
| ۲۔ قہر نیردانی بر سرِ جمالِ قادیانی | ۹۔ سیفِ مرید بر فرقہ ریزید                  |
| ۳۔ نورِ ہدایت                       | ۱۰۔ مصمامِ حنفیہ                            |
| ۴۔ ظہورِ ہدایت                      | ۱۱۔ سیفِ الخادمین علی رؤس الفاسقین۔         |
| ۵۔ شمشیرِ پیر بگردنِ شریہ           | ۱۲۔ مرغوبِ لغزینِ الحرف بہ محبوبِ العاشقین۔ |
| ۶۔ وظائفِ حصوری                     | ۱۳۔ ظہورِ کرامت                             |
| ۷۔ چرخہ ظہوری                       | وغیرہ وغیرہ۔                                |

آپ کے ہاں چار صاحبزادیاں اور چار صاحبزادے سید قمر الزمان شاہ، سید فخر الزمان شاہ (فاضل حزب الاحناف لاجورد سجادہ نشین دربار شریف ظہوری منارہ ضلع جہلم سید محبوب الزمان شاہ اور سید عادل مستورہ تولد ہوئے۔

حضرت پیر سید ظہور احمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۲ جمادی الاولیٰ، ۸۰، فروری (۱۳۴۲/۱۹۵۳ء) اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو وصال فرمایا۔ مزارِ انور منارہ ضلع جہلم میں ہے، آپ کے خلف الرشید مولانا سید فخر الزمان شاہ قادری مدظلہ ہر سال آپ کا عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں۔

لے یہ تمام حالات انہوں نے ہی فراہم کئے ہیں۔



## مولانا حکیم سید ظہور اللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

واعظِ خوش بیان، طبیبِ عاذق مولانا حکیم سید ظہور اللہ ابن مولانا سید چراغ شاہ  
 ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۰ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ علومِ دینیہ کی تکمیل اپنے بپا درِ معظم مولانا حافظ سید  
 عبداللہ شاہ سے کی، فنِ طب کی تکمیل حکیم فضل دین سیالکوٹی سے کی، آپ بہترین خوشنویس اور جید عالم  
 دین تھے، پندرہ سولہ سال تک جامع مسجد دربار امام علی الحق قدس سرہ میں خطابت کے فرائض انجام  
 دیتے رہے۔ مکرئی سید نور محمد قادری مدظلہ العالی کے پاس آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی حائل شریف موجود  
 ہے جو آج سے ستر سال پہلے اتحاد پریس سیالکوٹ میں طبع ہوئی تھی۔

عارف و طبیب مولانا حکیم خادم علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے مخلصانہ روابط تھے۔  
 ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء میں جب آپ کا وصال ہوا تو متعدد شعرا نے مرثیے لکھے، حضرت حکیم خادم علی قدس  
 سرہ کے مرثیہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

سید والا حسب عالی نسب	صاحبِ بدو ورع، علم و ادب
وہ طبیبِ عاذق و مردِ خلیق	تھا غریبوں کا ہی خواہ اور رفیق
تھا وہ شاگردِ حکیم فضل دین	طب و حکمت میں جو تھا مردِ گزیر
اس کی فرقت میں ہے اب شام و لپاہ	زار و نالاشاہ نور اللہ شاہ
وہ رہا یادِ خندا کے شوق میں	عمر ساری کی بسر اس ذوق میں
مرنے والے کا ہو جنت میں مقام	صبر کی دولت سے ہوں سب شاد کام

ختم کر خادم دعا پر اب یہیں

اس کو بخشے ذاتِ رب العالمین

آپ حضرت شاہ شید اپیر و مرشد حضرت شاہ دولہ دریائی قدس سرہا کی درگاہ میں مدفون ہیں۔

لے یہ حالات مکرئی سید نور محمد قادری زید مجہد (گجرات) نے فراہم کئے۔



## مجاہد ملت مولانا شاہ محمد عبدالحماد قادری بدایونی قدس سرہ

تحریک پاکستان کے ممتاز راہنما حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحماد قادری بدایونی ابن مولانا حکیم عبدالقیوم شہید (م ماہِ رجب ۱۳۱۸ھ) ابن مولانا حافظ فرید جیلانی ابن مولانا محی الدین ابن مولانا سیف اللہ اسلول شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں دہلی میں اپنے نخیال کے ہاں پیدا ہوئے۔ محمد ذوالفقار حق (۱۳۱۸ھ) تاریخی نام تجویز ہوا لکھ بھی آپ کی عمر بیس دن ہی کی تھی کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ ان کے وصال کا واقعہ بڑا روح پرور ہے۔ پٹنہ، بہار میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہو رہا تھا جس میں شرکت کے لئے آپ تین سو علماء کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک اسٹیشن پر عصر کی نماز ادا کی اتنے میں گاڑی چل دی، آپ سوار ہوتے ہوئے پہیوں میں پھنس گئے، زخم اس قدر تھے کہ ستر ٹانگے لگائے گئے، اسی حالت میں اجلاس میں شریک ہوئے، تمام تقریریں سنیں، اختتام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، رقت کے عالم میں ٹانگے ٹوٹ گئے اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

آپ کا خاندان شریعت و طریقت کے اعتبار سے نہ صرف بدایوں بلکہ پورے ہندوستان میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا، مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت اور بزرگی باطلہ کی تردید میں اس خاندان کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں۔

مولانا عبدالحماد بدایونی اور ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالماجد بدایونی کی تعلیم و تربیت کا تمام تر انتظام ان کی والدہ ماجدہ (سیدہ بار الدین دہلوی کی ہمیشہ) نے کیا۔ ابتداً اپنے آبائی

۱۔ محمد ایوب قادری، پروفیسر: مدرسہ حسن العلوم بدایوں، مجلہ علم و آگہی کراچی، خصوصی شمارہ ۵-۴، ۱۹۷۷ء، ص ۹۳

۲۔ محمد احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۱۵۹

۳۔ محمد فاروق احمد، سید: گلدستہ عقیدت (مرتبہ محمد عابد القادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء) ص ۳۱-۳۰



درسد، مدرسہ قادریہ میں تعلیم حاصل کی، آخری دو سال انبیاء کی تکمیل اور فنِ قرابت کی تحصیل کے لئے مدرسہ الہیہ، کانپور میں رہے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبدالمتقدر بدایونی قدس سرہ کے علاوہ حضرت مولانا محب احمد قادری، مولانا حافظ بخش بدایونی، مولانا قدیر بخش بدایونی، مولانا مفتی محمد ابراہیم، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا واحد حسین اور مولانا عبدالسلام فلسفی کے نام ملتے ہیں۔

تکمیل کے بعد مدرسہ شمس العلوم، بدایوں کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور تین سال تک مدرسہ کے انتظام و انصرام اور ترقی میں کوشاں رہے۔ اسی زمانے میں تحریکِ خلافت شروع ہوئی تو مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے لکھنؤ سے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو حضرت مولانا شاہ عبدالمتقدر بدایونی کی خدمت میں بدایوں بھیجا، انہوں نے مہانوں کی خوب خاطر مدارات کی اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو مومنا اور مولانا عبدالحماد بدایونی اور مولانا عبدالماجد بدایونی کو حکم دیا کہ انگریزی استعمار کے خاتمے کے لئے علی برادران اور ان کے رفقاء کا ساتھ دیں، پیر و مرشد کے حکم کے مطابق مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولانا عبدالحماد بدایونی نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جا کر تحریکِ خلافت کا پیغام پہنچایا، مولانا عبدالحماد بدایونی، ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی، بدایوں کے جنرل سیکرٹری رہے، خلافت پر اونٹنل کمیٹی اور سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔

گاندھی نے تحریکِ خلافت میں شریک ہو کر قائدانہ پوزیشن حاصل کر لی تھی، مسلمان اپنی سادہ لوحی کی بنا پر ہندوؤں کو اپنا ہمدرد تصور کر بیٹھے تھے لیکن شدھی تحریک شروع ہونے پر منکشف ہوا کہ ہندوؤں کے عیار ذہن میں مسلمانوں کے خلاف کیا کیا منصوبے پرورش پارہے ہیں۔ مولانا عبدالحماد بدایونی شدھی تحریک کے شروع ہوتے ہی کانگریس سے الگ ہو گئے اور مرکزی تبلیغ الاسلام، انبالہ اور آگرہ میں شریک ہو کر ہر اس جگہ میں پہنچے جہاں شدھی تحریک کام کر رہی تھی اسے



ہندوؤں کی تنگ نظری اور اسلام دشمنی کے پیش نظر ضرورت محسوس کی گئی کہ مسلمانوں کی الگ جماعت قائم ہونی چاہیے چنانچہ جب مسلم کانفرنس قائم کی گئی تو مولانا عبدالحماد بدایونی اور تحریک خلافت کے اکر مسلم رہنما مسلم کانفرنس میں شریک ہو گئے۔ لندن کانفرنس کے بعد دہلی میں مولانا شوکت علی کی قیام گاہ پر مسلم زعماء کا اجلاس ہوا تو مولانا عبدالحماد بدایونی نے بھی اس میں شرکت کی، اس اجلاس میں طے ہوا کہ آئندہ انتخابات میں صرف مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندگی کرے گی۔ مولانا عبدالحماد بدایونی نے یوپی، سی پی، بہار، اڑیسہ، بنگال، آسام، بمبئی، کراچی، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے دور افتادہ علاقوں میں جا کر عامۃ المسلمین کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے پر تیار کیا۔ پیر صاحب مانگی شریف کے ایما پر قائد اعظم نے انہیں صوبہ سرحد میں بھیجا، جہاں آپ نے خان برادران کے اثرات کو ناکل کر کے مسلم لیگ کی مقبولیت کو چار چاند لگا دئے، انہی خدمات کی بنا پر آپ کو فاتح سرحد کا لقب دیا گیا تھا۔ سلٹ اور بنگال میں مولوی حسین احمد ٹانڈوی کا بڑا اثر و رسوخ سمجھا جاتا تھا، مولانا بدایونی کی ولولہ انگیز تقریروں نے کانگریسی مسلم کو توجہ کر کے مسلم لیگ کے نمائندہ کو کامیاب کرایا۔

حافظ بشیر احمد غازی آبادی لکھتے ہیں :-

آج کے بہت سے (کانگریسی) علماء جو پاکستان میں نظریہ پاکستان کی حفاظت کر رہے ہیں اور مختلف سیاسی پیٹ فارموں سے اپنی حب الوطنی کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، آل انڈیا نیشنل کانگریس کے ہمنوا تھے اور آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کے مقابلے میں حریفانہ سیاسی چالیں چل رہے تھے، خدا مولانا عبدالحماد بدایونی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کر سکا انہوں نے اس محاذ پر نیشنلسٹ علماء کا مقابلہ کیا اور مسلم لیگ میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کیں لکے

۱۔ محمد فاروق احمد، سید، گلدستہ عقیدت، ص ۲۲

۲۔ بشیر احمد غازی آبادی، حافظ، گلدستہ عقیدت، ص ۳۲



۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو منٹو پارک لاہور کے تاریخی اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی تو مولانا عبدالحامد بدایونی مسلم لیگ کے ان زعماء میں شامل تھے جنہوں نے قرارداد کی تائید میں تقریر کی۔ ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء کو کونسل آف پاکستان کی صدارت میں پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی، اس کانفرنس میں آپ نے پاکستان کے حق میں بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو بعد میں نظامی پریس بدایوں سے چھپ کر ملک بھر میں تقسیم ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں قائد اعظم اور میر عثمان علی خاں فرمانروائے دکن کے باہمی اختلافات نازک صورت اختیار کر گئے تو قائد ملت خان لیاقت علی خاں نے مولانا عبدالحامد بدایونی کو منتخب کیا تاکہ اختلافات ختم کرانے کے لئے دونوں ماہنوں کی ملاقات کا راستہ ہموار کریں۔ والی دکن مولانا بدایونی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور انہیں دینی جلسوں میں تقاریب کے لئے مدعو کیا کرتے تھے۔ مولانا نے فرمانروائے دکن سے ملاقات کی اور طویل گفتگو کے بعد انہیں قائد اعظم سے ملاقات کرنے پر آمادہ کیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا کونسل کانفرنس، بنارس میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ اسے کامیاب بنانے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں علماء کا ایک وفد حجاز مقدس گیا جس کے قائد مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعظیم صدیقی میر مٹھی اور جنرل سیکریٹری مولانا بدایونی تھے، اس وفد نے نہ صرف حجاج پر عائد کردہ ٹیکس ختم کرنے کے سلسلے میں حکومت سعودیہ سے مذاکرات کئے بلکہ عالم اسلام کے دینی اور سیاسی ماہنوں کے سامنے نظریہ پاکستان کو موثر طور پر پیش کر کے پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے تو زعماء پاکستان کے اصرار پر مستقل طور پر یہیں قیام پذیر ہو گئے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان کیمپری میں مبتلا ہیں تو آپ نے ایک اجلاس میں ہندوستان کے تمام صوبوں اور مقامی نمائندوں پر مشتمل "مرکزی مہاجرین



کیٹی کی بنیاد ڈالی جو عوامی اور سرکاری سطح پر مہاجرین کی آباد کاری اور ان کی ضروریات کی فراہمی کے لئے مسلسل کوشش کرتی رہی۔

۱۹۴۷ء میں آپ کی تحریک پر ویدرٹا اور کراچی میٹروپولیٹن کمیٹی نے علیہ وسلم کا عظیم الشان جلوس نکلا جس میں اس وقت کے وزیر اعلیٰ سندھ محمد ایوب کھوڑو بھی پاپیادہ شریک ہوئے، اس کے علاوہ خلفاء راشدین اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایام شان و شوکت سے منانے کا اہتمام بھی آپ ہی نے شروع کیا، ان اجتماعات میں پاکستان کے گورنر جنرل اور وزیر اعظم نے بھی شرکت کی۔

۱۹۴۸ء میں مولانا شاہ عبدلعظیم میر بھی کی قیادت میں سندھ کے علماء و مشائخ کے ایک وفد نے قائد اعظم سے ملاقات کی جس میں مولانا بدایونی بھی شریک تھے اور تفصیلی یادداشت پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا :

” ملک پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر اسلامی مالک کی طرح پاکستان میں بھی وزارت امور مذہبیہ قائم کی جائے“ لے

جمعیتہ العلماء، پاکستان کے قیام اور استحکام کے لئے ابتدا ہی سے آپ نے اپنی کوششیں وقف کر رکھی تھیں، حضرت علامہ ابوالحسنات قادری کے وصال کے بعد جمعیتہ کے مرکزی صدر بنے اور اپنی شبانہ روز محنت سے جمعیتہ کو چار چاند لگا دئے، مولانا ان علماء میں شامل تھے جنہوں نے ۲۲ نکات پر مشتمل دستوری خاکہ مرتب کیا تھا، ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت شروع ہوئی تو اس میں آپ نے کھل کر حصہ لیا اور انتہائی علالت کے باوجود فروری ۱۹۵۳ء سے جنوری ۱۹۵۴ء تک کراچی اور سکھر کی جلیوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔

۱۹۶۲ء میں اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن نامزد ہوئے، اس ضمن میں انہوں نے



کونسل کو اہم سفارشات پیش کیں، ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ چھڑی تو آپ نے علماء اہل سنت کی ایک جماعت کے ساتھ ملک بھر کا دورہ کیا اور تین لاکھ روپے کے کپڑے اور دیگر ضروری ساز و سامان مہاجرین کشمیر میں تقسیم کیا۔

مولانا عبدالحماد بدایونی نے قدیم اور جدید علوم کے ساتھ ساتھ دنیا کی اہم زبانوں کی تعلیم کے لئے کئی لاکھ روپے صرف کر کے منگھوپیر روڈ، کراچی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے نام سے عظیم درس گاہ قائم کی، آپ کی اپیل پر صدر مملکت اور اسلامی ممالک کے سربراہوں نے دل کھول کر امداد کی، یہ ادارہ آج بھی علوم دینیہ کی خدمت میں مصروف ہے۔

آپ چین، روس، مصر، ترکی، تیونس، نائیجیریا، کویت، عراق، ایران اور حجاز مقدس گئے اور مسند کشمیر کی اہمیت کو واضح کیا۔ آپ نے بائیس مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت حاصل کی تہ آپ کے شاہ فیصل، صدر ناصر، ڈاکٹر محمد جمعی، عبدالسلام عارف (عراق) مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی اور مسلمانان روس کے مفتی اعظم سے ذاتی مراسم تھے اور ان حضرات نے آپ کی وفات پر تعزیتی پیغامیں آپ کی دینی اور علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا تہ

آپ نے بے اندازہ ملکی و ملی مشاغل کے باوجود قابل قدر تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا، چند تصانیف کے نام یہ ہیں:-

- |                                |                                |
|--------------------------------|--------------------------------|
| ۱۔ فلسفہ عبادات اسلامی         | ۵۔ اسلام کا زراعتی نظام        |
| ۲۔ تصحیح العقائد               | ۶۔ اسلام کا معاشی نظام         |
| ۳۔ نظام عمل                    | ۷۔ مرقع کانگریس (مطبوعہ ۱۹۳۸ء) |
| ۴۔ کتاب و سنت غیروں کی نظر میں | ۸۔ مشرقی کا ماضی و حال         |

۱۔ امیر علی امام، سید، مولانا عبدالحماد بدایونی پر ایک نظر

۲۔ بشیر احمد غازی آبادی، گلستانہ عقیدت، ص ۳۵

۳۔ امیر سلیمان، سید، مولانا عبدالحماد بدایونی پر ایک نظر



- ۹- انتخابات کے فروری پہلو  
۱۰- الجواب مشکور (عربی)  
۱۱- اسلام پھیریز (انگریزی)  
۱۲- حومت سود  
۱۳- تاثرات دورہ روس  
۱۴- تاثرات دورہ چین

### ۱۵- مشیرالحجاج لے

بخدمہ تعالیٰ کراچی میں مولانا بدایونی اکیڈمی قائم ہو چکی ہے، امید ہے کہ آپ کی تصانیف کو از سر نو شائع کرنے کو اولیت دی جائے گی۔

۱۵ رجب دی الاولیٰ، ۲۰ جولائی (۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) کو تحریک پاکستان کے صنف اول کے مہابد، عالم باعمل مولانا شاہ محمد عبدالحمید بدایونی قادری قدس سرہ کا جناح ہسپتال، کراچی میں وصال ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ، منگھو پیر روڈ، کراچی کے احاطہ میں بنی، پس ماندگان میں اہلیہ محترمہ، دو صاحبزادے جناب محمد عابد القادری (جنہوں نے مولانا کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں بڑا کرم فرمایا، راقم ان کا شکر گزار ہے) اور جناب محمد زابد القادری اور ایک صاحبزادی یادگار ہیں لے

حضرت مولانا عبدالحمید بدایونی کے وصال پر سفیر عراق نے یہ پیغام تعزیت بھیجا :

"مولانا بدایونی کے چہانگ انتقال کی خبر مجھے ابھی ابھی معلوم ہوئی ہے، مولانا

بدایونی علیہ الرحمۃ جتید عالم و فاضل تھے اور مسلمان قوم میں ان کا بہت بڑا مقام

تھا، خدا تعالیٰ مولانا کی روح پر فتوح پر اپنے فضل و کرم کی بارش کرے"

حضرت مولانا فضل الرحمن مدظلہ العالی ابن حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین دامت

برکاتہم العالیہ نے برقی پیغام بھیجا :

"افسوس کہ پاکستان اور پاکستانی قوم ایک مقتدر مذہبی پیشوا اور جتید عالم اور

فاضل سے محروم ہو گئی، باری تعالیٰ مولانا علیہ الرحمۃ کے خاندان کو اس غیر معمولی



صدر کو برداشت کرنے کی ہمت سے اور مرحوم پر اپنے فضل و کرم کی بارش  
فرمائے آمین“

مولانا جمال میاں فرنگی محلی ابن حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (قدس سرہ) ان الفاظ  
میں تعزیت کا پیغام بھیجا :

” علامہ مولانا عبدالحمید القادری الہدیونی کے انتقال کی خبر سے میں غیر معمولی  
طور پر قلبی صدر محسوس کرتا ہوں، یہ حادثہ نہ صرف میرے لئے بلکہ پوری ملت  
پاکستان کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے“ ۱۷  
جناب سید سیفی ندوی نے قطعہ تاریخ کہا ۱۷

عبدالحمید سر پائے جہد و یقین عالم دین و سرمایہ اہل دین  
سرفراز سے کہ ملت از سر بلند داشت بر آستان محمد حسین  
خوش برفت از جہاں سوئے دار البقا شد جہاں از حدائی ذاتش غنیں

ہاتھم گفت سیفی ز سال وصال  
”منبر عبدالحمید بہشت بریں“ ۱۷

۱۳ ۱۰

جناب صابر بباری قادری نے عیسوی سن قلب بند کیا ۱۷  
سال رحلت کو ہے صابر سبز گبند کی صدا  
”عالم مشہور، حامد، عازم بانج جہاں“ ۱۷  
۱۹ ۱۰

۱۷ جگہ حقیقت : ص ۱۲-۱۱

۱۷ ایضاً ص ۳۳

۱۷ ایضاً ص ۲



## استاذ الافاضل حضرت مولانا مفتی عبد الحفیظ حقانی قدس سرہ

حضرت علامہ مولانا محمد عبد الحفیظ حقانی ابن مولانا عبد الحمید قدس سرہا محلہ مداری دروازہ، بریلی میں پیدا ہوئے، تاریخی نام خطا الرحمن (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) تجویز ہوا، ابتدائی تعلیم و تربیت ان کے وطن آنولہ میں ہوئی۔ قرآن پاک کی تعلیم استاذ الحافظ مولانا حافظ محمد عیوض مرحوم سے حاصل کی، بعد ازاں والد ماجد سے فارسی اور عربی کی تعلیم شروع ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں والد ماجد کے ہمراہ ٹانڈہ چلے آئے۔ والد ماجد اس قدر محنت سے پڑھاتے کہ ریل کے سفر کے دوران بھی سبق جاری رہتا۔ مولانا مفتی عبد الحفیظ حقانی قدس سرہ بے حد ذہین اور محنتی تھے، سال کی عمر میں اکثر و بیشتر علوم و فنون کی تحصیل کر لی، کچھ عرصہ لکھنؤ میں حضرت مولانا عبد الباقی فرنگی محلی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر سراجی، شرح چمنینی اور منطق و فلسفہ کی لیس کتابیں پڑھیں۔

۱۹۲۰ء میں حضرت مفتی صاحب مبارک پور، اعظم گڑھ کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں آپ کی شادی بدایوں میں ہوئی، اسی سال والد ماجد نے مدرسہ منظر حق، ٹانڈہ میں اپنے پاس بطور مدرس بلا لیا۔ ۱۹۲۶ء میں مدرسہ حمیدیہ بنارس میں مدرس مقرر ہو گئے، ۱۹۳۰ء میں بعض احباب کی درخواست پر قصور (پنجاب) چلے آئے۔ ۱۹۳۴ء میں انجمن تبلیغ الاحناف کی دعوت پر امرتسر تشریف لے گئے اور مسجد سکند خان ہال بانڈہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس علاقہ میں مرزاٹیوں کی سرگرمیاں شروع پڑیں، مفتی صاحب نے ان کے رد میں ایک جامع کتاب السیون الکلامیہ لقطع الدعوی الغلامیہ تحریر فرمائی، دوسرا سال لکھنے والے مزید محب التعلیہ لکھا جس میں تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین انداز میں گفتگو فرمائی۔

اسی زمانہ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد سے آپ کا مناظرہ ہوا جس میں آپ کو سببوں کا میابی ہوئی، اسی دوران سلطان میں شیر بیٹہ اہل سنت مولانا حسنت علی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ



کا مناظرہ مولوی ابوالوفاء شاہ جہانپوری سے ہوا۔ اہل سنت کی طرف سے مولانا محمد عبدالحمید رحمہ اللہ  
تعالیٰ اور دیوبندیوں کی طرف سے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری صدر تھے۔ اس مناظرہ میں  
بھی مخالفین کو شکست ہوئی۔ اس کامیابی پر مخدوم صدر الدین سجادہ نشین درگاہ حضرت حافظ  
جمال الدین موسیٰ پاک شہید قدس سرہ (ملتان) نے آپ کو ایک قیمتی تحفہ عطا فرمایا۔

۱۹۳۶ء میں حضرت مفتی عبدالحمید رحمہ اللہ تعالیٰ مدرسہ نعمانیہ، فرائض خانہ دہلی میں  
شیخ الحدیث مقرر ہوئے، اگست ۱۹۳۹ء میں آپ جامع مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے  
اور ۱۹۵۵ء تک وہیں رہے۔

آپ کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، تقریر فرماتے تو دلائل کے انبار لگاتے  
تدریس کے وقت علم و فضل کے دریا بہا دیتے، حکیم عبدالغفور مولف سوانحات المتأخرین، آئولہ  
لکھتے ہیں :-

(مولوی عبدالحمید) مولوی عبدالمجید صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے

ہیں اور ہر بات میں باپ پر سبقت ہے، علم میں، وعظ گوئی میں، جسم کی انیت

میں موصولی میں، نغز نیکہ ہر بات میں باپ پر فوقیت حاصل ہے۔“

حضرت مفتی صاحب نے تدریس، خطابت اور مناظرہ کی گونا گوں مصروفیات کے باوجود

تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، تصانیف درج ذیل ہیں :-

۱۔ تکمیل الایمان :- عقائد اہل سنت پر مختصر رسالہ (چھپ چکا ہے)

۲۔ السیون الکلامیہ لقطع الدعوی الغلامیہ :- ردّ قادیانیت پر مدلل کتاب، (امرتسر اور لاہور

سے چھپ چکی ہے)۔

۳۔ الحسنیٰ والمزید لمحب التعلید :- تقلید شخصی کے وجوب پر بہترین رسالہ (امرتسر سے شائع ہوا)

۴۔ علم غیب :- طبع ہو چکا ہے۔

۵۔ عقائد حقہ اہل سنت و جماعت :- یہ رسالہ آگرہ سے چھپ چکا ہے۔

۶۔ کلمہ اسلام :- کلمہ طیبہ کی شرح و تفصیل (انجمن اصلاحی جماعت، آگرہ کی طرف سے شائع

ہونے والا پہلا رسالہ جس کے صدر پروفیسر حامد حسن قادری اور نائب صدر



مفتی صاحب رحمہ

۷۔ عبادتِ اسلام :- اصلاحی جماعت اگرہ کے طرف سے شائع ہونے والا دوسرا رسالہ جس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

۸۔ تہافتہ الولاہیہ :- وہابی اور دیوبندی معتقدات کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کی روشنی میں باطل و مردود قرار دیا ہے، یہ مفید کتاب اگرہ اخبار پریس، اگرہ سے طبع ہو چکی ہے۔

۹۔ ریڈیو کے اعلان کا شرعی طریقہ :- رویتِ ہلال کے بارے میں مشروط طور پر تائید فرمائی ہے، اسی کے ساتھ دوسرا رسالہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال تحریر فرمایا ہے، یہ دونوں رسالے غیر مطبوعہ ہیں۔

۱۰۔ ضیائۃ الصحابہ عن خرافات بابا :- بابا خلیل داس سوانی نے چند چھوٹے چھوٹے رسائل لکھے جن میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں سورہ قلمی کا اظہار تھا، مفتی صاحب نے ان رسائل کی تردید فرمائی ہے، یہ قابل قدر کتاب بھی چھپ چکی ہے۔

۱۱۔ متروکہ جائیداد پر مساجد :- مضمون کتاب نام سے ظاہر ہے، یہ رسالہ جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے چھپ کر تقسیم ہو چکا ہے۔

۱۲۔ مجروحہ فتاویٰ :- قیام کراچی کے دوران جو فتوے آپ نے قلمبند فرمائے ان کا مجموعہ بھی چھپ چکا ہے۔

۱۳۔ ارقام ہاڈر :- ماہر القادری نے ماہنامہ فاران کراچی کے توحید نمبر اور خاص طور پر اس کے ادارہ میں بڑے شد و مد سے مسلک اہل سنت و جماعت کی مخالفت کی، حضرت مفتی صاحب نے اس کا جواب لکھا تھا جسے ملتان سے شائع کیا گیا۔

۱۴۔ مزاحمت :- خاتم النبیین کا صحیح مفہوم، یہ رسالہ مرکزی انجمن حزب الاحناف



لاہور کی طرف سے شائع ہوا، راقم الحروف کی نظر سے گزرا ہے۔  
ان کے علاوہ آپ کی تصانیف میں شرح ہدایت اور مودودی پر تنقید کے نام بھی  
ملتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ۱۹۵۵ء میں کراچی تشریف لائے، ابتداءً جنح مسجد میں مفتی و  
خطیب رہے پھر مدرسہ دارالعلوم مظہریہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ نومبر ۱۹۵۶ء میں مدرسہ  
انوار العلوم ملتان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے۔  
۱۹ جون ۱۹۵۸ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور کے افتتاحی جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے  
گئے، ۲۱ جون کو واپسی ہوئی، راستہ ہی میں ریاضی درد شروع ہو گیا، ۵ رعد الحجہ ۲۳ جون  
(۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) کو مفتی اگر حضرت مولانا محمد حنیف قدس سرہ کا وصال ہو گیا بلتستان  
میں قبرستان حسن پروانہ میں دفن ہوئے۔ حضرت مولانا محمد حسن حقانی مہتمم دارالعلوم امجدیہ  
کراچی و ایم۔ پی۔ اے صوبہ سندھ آپ ہی کے فرزند ارجمند اور اہل سنت کے مایہ ناز  
عالم دین ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی نے تعزیتی  
مکتوب میں تحریر فرمایا :-

” حضرت مولانا مولوی عبد الحفیظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات  
حسرت آیات کی خبر وحشت اثر سے بے حد رنج و ملال لاحق ہوا، مولیٰ تعالیٰ  
مرحوم کو غریقِ رحمت فرمائے۔ اس پُر فتن اور پُر آشوب زمانہ میں مولانا کا  
ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانانا قابلِ تلافی نقصان ہے۔

آہ مولوی عبد الحفیظ آپ کی ایمان افروز اور فضائل سزا تقریب  
یاد آ کر دل کو بے چین کرتی ہیں، آپ کی ساہما سال کی محبت بھری صحبتیں  
یاد آ کر دل کو تڑپاتی ہیں۔“



پروفیسر حامد حسن قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قطعاً تاریخ کہا ہے

مفتی عبد الحفیظ صاحب آج  
 نیک دل نیک طبع تک اوصاف  
 و اعظیٰ خوش بیان و محسّر علوم  
 تربیت پاک ان کی نورانی  
 پردہ فرما کے حق سے میں واصل  
 سر بسر پاک جان و روشن دل  
 صاحب فیض و فاضل کامل  
 رشک خلد ان کی اولیں منزل

قادری نے بھی ان کا سال وصال  
 لکھ دیا "وصل ذات کا حاصل"

۱۳ ۵ ۷۷

مادہ دیگر

ذو فضل علی العالمین  
 ۱۹ ۵ ۵۸

۱۷ محمد ایوب قادری ، پروفیسر ، قلمی یلوداشت



## فاضل متبحر مولانا مفتی عبد الحمید قادری قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا مفتی عبد الحمید قادری ابن استاذ الحفظ حافظ عبد الحمید قادری ۲۰-۱۳۱۹ھ  
۱۹۰۲ء میں قصبہ آنولہ (ضلع بریلی - یو۔ پی) میں پیدا ہوئے، قرآن پاک والد ماجد سے حفظ کیا،  
فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا بركت اللہ اور مولانا رحیم بخش (م ۱۹۲۰ء) سے پڑھیں،  
بعد ازاں بریلی شریعت جاگہ مولانا رحمہ الہی، مولانا عبد العزیز خاں، مولانا عبد الحمید آنولوی، اور  
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ (شہزادہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ) سے  
علوم دینیہ کی تکمیل تکمیل کی۔

مولانا مفتی عبد الحمید قادری قدس سرہ نے کچھ عرصہ بریلی شریعت میں سلسلہ درس و  
تدریس جاری رکھا، بعد ازاں جامعہ حنفیہ رضویہ، بنارس میں صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے  
تقریر و تحریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے، کتبِ درسیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، اعلیٰ کلمۃ الحق  
اور تبلیغ دین پودی بے باکی سے انجام دیتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے مشہور  
اجلاس کے انعقاد میں حصہ لیا اور اس کے سرگرم رکن رہنے کا ٹکڑا اس کا رد نہایت شدت سے  
کرتے تھے، غیر مقلدین کے رد میں چند رسائل میر و قلم کئے۔

۱۹۵۰ء میں پاکستان آکر شہداد پور (سندھ) میں قیام پذیر ہو گئے اور وعظ و  
تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا، آخر میں جامع مسجد نواب شاہ میں خطیب اور مفتی مقرر ہو گئے۔  
۴ ربیع الثانی، ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء بروز پیر مولانا مفتی عبد الحمید قادری  
رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نواب شاہ میں انتقال ہوا۔

سہ محمد ایوب قادری، پروفیسر؛ قلمی یادداشت۔



## غوثِ زماں حضرت خواجہ محمد عبدالرحمن چھوہروی قدس سرہ

حضرت خواجہ عبدالرحمن ابن خواجہ فقیر محمد المعروف بہ خواجہ خضریٰ قدس سرہ ۱۲۶۲ھ  
 ۱۸۴۶ء میں ہری پور کے ایک گاؤں چھوہر شریف میں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں والدِ گرامی  
 کا سایہ سر سے اٹھ گیا لہٰذا ابتداء ہی سے آپکی طبیعت عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ تھی چنانچہ  
 زمانہ نو عمری میں ایک سخت چلہ کیا اور حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہ کے دربار میں  
 سید و شریف (سوات) حاضر ہوئے، حضرت نے فرمایا "اپنے گھر جا کر ہوتہارا مرشد خود  
 تمہارے پاس آکر تمہیں بیعت کرے گا۔ کچھ دنوں بعد حضرت شیخ یعقوب شاہ گنجپوری قدس سرہ  
 چھوہر شریف تشریف لائے اور حضرت خواجہ کو بیعت فرمایا لہٰذا

آپ نے صرف ابتدائی تعلیم سائزہ سے حاصل کی لیکن فیضانِ الہی سے آپ کو علوم و  
 معارف کے خزانے حاصل ہو گئے لہٰذا آپ کا لباس نہایت سادہ اور اخلاق کریمانہ تھے آپ  
 علوم دینیہ کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ آپ نے کسی مسجد میں تعمیر کرائی اور ۱۳۲۸ھ میں ہری پور  
 میں مدرسہ اسلامیہ محمدیہ کی بنیاد رکھی جو اب دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور کی صورت میں  
 علوم دینیہ کی قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

آپ کے فیضِ تربیت سے ان گنت افراد مستفیض ہوئے۔ بنگلہ دیش (مشرقی  
 پاکستان) میں آپ کا فیض خوب جاری ہوا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا تھا۔  
 آپ نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں مجموعہ صلوات الرسول "شریف نہایت اہم ہے، اس کے

۱۔ محمد امیر شاہ قاسمی، مولانا : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ، ج ۱ ، ص ۵-۱۸۲

۲۔ سید احمد سرکیوٹی، مولانا حافظ ، مقدمہ مجموعہ صلوات الرسول شریف (مطبوعہ پشاور) ص ۸-۱۰

۳۔ ایضاً : ص ۱۰

۴۔ مدرسہ کے سبب بنیاد پر ہی سن ۱۸۵۱ء لکھا ہے تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ج ۱۔ ص ۱۸۸ میں ۱۳۲۱ھ لکھا ہے۔



تیس پارے ہیں اور ہر پارہ قرآن مجید کے پارے سے تقریباً دو گنا بڑا ہے لہ ہر پارے میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ایک وصف کا کتاب و سنت کے مطابق بیان ہے، آپ نے یہ عظیم الشان کتاب بارہ سال آٹھ ماہ بیس دن میں مکمل کی تھی۔

یکم ذوالحجہ، ۵ جولائی ۱۳۲۲ھ/۱۹۲۴ء بروز ہفتہ آپ نے دارِ جاودانی کی طرف سفر فرمایا تھی چھوہر شریفین میں آپ کا مزار مرجعِ خلافت ہے۔

ان دنوں آپ کے فرزندِ اندامِ جہند حضرت الحاج محمود الرحمن چھوہروی مدظلہ العالی صدر انجمن شوریٰ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور سجادہ نشین ہیں اور حضرت خواجہ صاحب کے پوتے حضرت مولانا صاحبزادہ محمد طیب الرحمن مدظلہ العالی دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

اے مولانا فیض احمد گولڑوی نے مہرِ نیر میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل اس کتاب کا ذکر اس انداز میں کیا ہے کہ یہ ایک رسالہ ہے، غالباً انہیں اس عظیم کتاب کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

تھ سید احمد سرکھٹی، مولانا حافظ : مقدمہ مجلہ صلوات الرسول ص ۱۹۰

تھ ایضاً : ص ۷



## مجاہدِ اعظم حضرت پیر عبد الرحمن بھڑوچندی شریف قدس سرہ

مجاہدِ ملت، نامہ تحریک پاکستان، شیخ ثالث حضرت مولانا پیر عبد الرحمن ابن حضرت مولانا حافظ محمد عبدالقدوس سرہا ۱۳۱۰ھ/۳-۱۸۹۲ء میں بھڑوچندی شریف (ضلع سکھر) میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد سراج العلماء مولانا سراج احمد (خان بیلوی ثم خانپوری) قدس سرہ سے نحو اور فقہ حنفی کی کتابیں پڑھیں اور بقیہ تعلیم مولانا عبد الکریم ساکن میانوالی سے مکمل کی۔ چونکہ آپ کو بچپن ہی سے ایسا ماحول میسر آیا تھا جو شریعت و معرفت کے انوار اور ذکر و فکر کی برکات سے معمور تھا اور پھر ولی کامل والد ماجد کی کیمیا اثر صحبت سے آپ پوری طرح مستفیض ہوئے تھے اس لئے آپ کے کمالات و درجات کا اندازہ لگانا نظر ظاہر بین کے بس کی بات نہیں ہے۔ ۱۳۴۶ھ میں والد ماجد کے وصال کے تیسرے روز خانقاہی دستور کے مطابق آپ کی دستار بندی کرائی گئی۔ آپ نے مسندِ سجادگی پر جلوہ افروز ہو کر وہ غیر العقول کا نام سے انجام دئے جو تاریخ کا روشن ترین باب ہیں۔

حضرت شیخ ثالث حد درجہ پابندِ شریعت تھے، نماز باجماعت کے ایسے پابند تھے کہ عمر بھر میں شائد ہی کوئی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہو، اذان کے دوران گفتگو کرنے کو سخت ناپسند رکھتے تھے، تقبیلِ ابہامین کو مستحسن سمجھتے تھے، نہایت سادہ لباس زیب تن فرماتے، ظاہری کردار سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے، ان کے ہر کام میں لٹھیت جلوہ گر ہوتی، ان کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی کچھ وقعت نہ تھی۔ ایک مرتبہ سردار شیر محمد خاں مرحوم نے عرض کیا کہ میں قومی اسمبلی کا امیدوار ہوں، جیکب آباد میں آپ کے بہت سے مریدین ہیں لہذا آپ تشریف لے جائیں اور جماعت کو حکم دیں کہ مجھے کامیاب کرانے۔ آپ انراہ کرم تشریف لے گئے۔ جنگلے پر پہنچ کر اس نے تین ہزار روپے سنگڑ کے مصارف کے لئے پیش کئے۔ آپ نے یہ پیشکش ٹھکرا دی اور واپس آگئے فرمایا: خان مجھ دہم دولت میں پھنسا کر اپنا اٹو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔

آپ کے غلوں اور ایثار کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ مدرسہ انوار العلوم، ملتان کے جلسہ



میں رونق افروز تھے، حضرت علامہ شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کے لئے چندہ کی اپیل کی، کوئی سو روپیہ، کوئی دو سو روپیہ اور کوئی پانچ سو روپیہ دے رہا تھا اور اس کا اعلان کیا جا رہا تھا، دریں اثنا حضرت ممدوح نے ایک روپیہ عنایت فرمایا، اس کا اعلان بھی کر دیا گیا، لوگ تعجب خیز نگاہوں سے آپ کو دیکھ رہے تھے لیکن آپ اس طرح اطمینان سے تشریف فرماتے جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ تین دن بعد جب جلسہ ختم ہوا تو آپ نے حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی دامت بکاتم العالیہ سے اجازت چاہی اور خلوت میں مدرسہ کے لئے ایک ہزار روپیہ کی خطیر رقم عطا فرمائی۔ آج بے نفسی کی ایسی مثالیں شاید ہی کہیں دیکھنے میں آتی ہوں۔

حضرت شیخ ثالث مولانا عبدالرحمن قدس سرہ کو سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سنتے تو گویا آنکھوں سے سیلاب اُٹ پڑتا۔ شیخ اعظم حضرت مولانا محمد صدیق بانی بھیر چٹھی شریف کا یہ معمول تھا اور حضرت شیخ ثالث نے بھی اسے جاری رکھا کہ ربیع الاول شریف کا پورا مہینہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منایا کرتے تھے۔ جماعت کے لئے بہترین کھانے کا انتظام فرماتے، کھانے سے پہلے اور بعد خود تمام لوگوں کے ہاتھ دھلاتے اگرچہ حاضرین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی۔

حضرت ممدوح ان گنت خوبیوں کے مالک تھے، اگر ایک طرف آپ کے فیضِ صحبت سے دلوں کی دنیا نورِ عرفان سے منور تھی، ہزاروں افراد حلقہ ذکر و فکر میں شامل ہو کر منازلِ سلوک طے کرتے تھے تو دوسری طرف اعتقادی فضا کو عقائدِ باطلہ کے مسموم اثرات سے پاک کرنے کے لئے جلیلہ علماء کی جماعت ساتھ لیکر جگہ جگہ کے دورے کرتے، دخط و ارشاد کی محفلیں منعقد فرماتے اور ضرورت پڑنے پر اعلاہ کلمۃ الحق کی خاطر مناظروں میں شرکت فرماتے تھے۔

آپ اپنے دور کے سیاسی حالات سے بھی پوری طرح باخبر تھے اس لئے جب آپ نے دیکھا کہ راکین اسمبلی ووٹ لینے کے لئے بڑے بڑے چوڑے وعدے کہتے ہیں لیکن ایوان میں چلے جانے کے بعد سب کچھ بھول جاتے ہیں تو آپ نے صوبہ سندھ کے باخبر افراد کو جمع کر کے انجمن جبار الاسلام قائم کی جس کا مقصد قوانینِ شریعہ کا نفاذ، چوری، ڈکیتی اور تمام غیر شرعی امور کا انسداد اور ملک و ملت کے خیر خواہ ممبروں کو کامیاب کرنا تھا۔ اتفاق رائے سے آپ کو اس انجمن کا صدر منتخب



کیا گیا، جماعت کی طرف سے ایک اخبار الجماعۃ جاری کیا گیا، سندھ کے طول و عرض میں عابجا  
 شاخیں قائم کیں، طوفانی دورے کئے گئے اور انجمن کے مقاصد سے عوام الناس کو روشناس  
 کرانے کے لئے بھرپور کوشش کی گئی۔ مٹوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں افراد انجمن کے ممبر بن گئے۔  
 یہ وہ دور تھا جب سندھ میں کانگریس کا طوطی بول رہا تھا۔ مسلم لیگ نے ابھی تک  
 اس صوبے میں قدم نہیں جمائے تھے۔ انجمن احیاء الاسلام اور حضرت تبیر صاحب کی مساعی جمیلہ  
 کے نتیجے میں کانگریس کا فسوں ٹوٹ کر رہ گیا اور پاکستان کی والہانہ محبت لوگوں کے رگ و  
 پے میں سرایت کر گئی۔ انجمن احیاء الاسلام کی قوت و مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے  
 کہ سندھ اسمبلی کے آٹھ ممبر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جن میں سے پانچ وہ تھے جنہیں حضرت تبیر صاحب  
 نے احیاء الاسلام کی طرف سے کامیاب کرایا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائے  
 کیونکہ مقصد تو دین کی خدمت، ملک کی اصلاح اور اسمبلی میں ہندو عنصر کا دور توڑنا ہے لہذا کیوں  
 ہم مسلم لیگ کو کامیاب کرائیں، اس طرح آپ نے تحریک پاکستان کو موثر اور مضبوط بنانے کے  
 لئے تذبذب مت کرنا ادا کیا۔

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور خطیب عصر  
 مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی کی کوششوں سے آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقد ہوئی جس سے دو قومی  
 نظریہ کو صحیح طور پر عوامی مقبولیت حاصل ہوئی، حضرت شیخنا لٹ اس فقید المثال کانفرنس میں  
 ڈیڑھ سو رفتار کی محبت میں شریک ہوئے اور کانفرنس کو کامیاب کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔  
 حق و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے مجاہدانہ کارناموں اور خاص طور پر تحریک پاکستان کے  
 سلسلے میں آپ کی مساعی جمیلہ کو آپ ذرا سے لکھا جائے۔

آپ نے مسجد منزل گاہ سکھر کو ہندوؤں کے قبضے سے واگزار کرانے کے لئے بھرپور جدوجہد  
 کی اور اس سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتوں کو بھی برداشت کیا، آپ جیل میں کیا گئے کہ وہاں ایک  
 دبستان معرفت کھل گیا، ہر آٹھ پانچ لوگ آپ کے فیضِ محبت سے متعلق اور پرہیزگار بن گئے۔ ویسے  
 آپ کی تبلیغ اسلام اور پرکشش شخصیت کا یہ اثر تھا کہ آپ کی زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا دن گزرتا۔  
 تھا جب کوئی غیر مسلم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشی اسلام نہ ہوتا ہو۔



حضرت شیخ ثالث صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ نے اپنی تمام عمر اشاعتِ اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھی، علم اور اہل علم کی بڑی قدر و منزلت فرماتے تھے، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے فتاویٰ رضویہ جلد اول اور بہارِ شریعت کی اشاعت آپ ہی کی تحریک پر کی تھی۔

آخر اسلام کا یہ عظیم مجاہد، سنیت کا بطلِ حلیل اور سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ کا عظیم مقتدا ۹ رجمادی الاولیٰ، ۳۰ اکتوبر (۱۹۶۶ء) بروز اتوار اپنے ربِ کریم کے دربار میں حاضر ہو گیا اور اپنے پیچھے لاکھوں معتقدین کو سوگوار چھوڑ گیا۔ آپ کا مزار پُر انوار بھر چوڑی شریف (ضلع سکس) میں مرجعِ خلافت ہے۔

۱۔ مفتی القادری، سید مولانا : عباد الرحمن ، ص ۱۳۳ ، ۲۰۲  
 ۲۔ محمد عبدالکیم شرف قادری : سوانح مہراج الفقہاء ، ص ۱۰



## مجاہد ملت حضرت مولانا پیر عبد الرحیم شہید قدس سرہ (بھرتونڈی شریف)

پیکرِ عزم و استقامت، منبعِ رشد و ہدایت حضرت مولانا پیر عبد الرحیم شہید ابن حضرت مولانا عبد الرحمن ابن حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ (قدست اسرارہم) ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۰ء میں بھرتونڈی شریف، ضلع سکھر میں پیدا ہوئے۔ ساتویں دن عبد المجید نے عبد الرحیم نام تجویز کیا۔ کسی نے پوچھا حضرت! صاحبزادے کا نام کیا تجویز کیا ہے؟ فرمایا ہم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پورا کیا ہے، وہ اس طرح کہ اپنا نام عبد اللہ، صاحبزادے کا نام عبد الرحمن اور پوتے کا نام عبد الرحیم، تینوں ناموں سے لفظ "عبد" ہٹانے سے بسم اللہ شریف پوری ہو جاتی ہے۔

عبد المجید حضرت شیخ ثانی کو آپ سے بہت محبت تھی۔ اکثر آپ داداجان کے سینے پر کھلتے رہتے تھے۔ آپ ابتدا ہی سے غیر معمولی ذہین تھے، جو سب دوسرے طالب علم گھنٹوں میں یاد کرتے اسے آپ منٹوں میں یاد کر لیتے۔ قرآن مجید کی تعلیم شروع ہوئی، پندرہ پارے حفظ اور پندرہ ناظرہ پڑھے۔ درسی کتابیں پہلے حضرت مولانا عبد الکریم (ساکن میانوالی) سے، پھر سراج الغفار مولانا سراج احمد قدس سرہ (خانپوری) سے پڑھیں اور آخر میں حضرت علامہ سید معنوزا تقادری رحمہ اللہ تعالیٰ (شاہ آباد شریف، ضلع رحیم یار خاں) سے پڑھنا شروع کیا، شرح جامی، شرح دقایہ اور مشکوٰۃ شریف تک کتابیں خود سمجھ کر پڑھیں حتیٰ کہ دوسری کتابوں کے سمجھنے کا فاصلہ ملکہ پیدا ہو گیا۔

حضرت پیر صاحب نہایت بلند ہمت اور بے باک شخصیت تھے، مالک تھے، اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ اور سر بلندی کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہ کرتے تھے کسی ایسی واقعات پیش آئے کہ ہندوؤں نے نو مسلم عورتوں کو قید کر کے ارتداد پر مجبور کیا پیر صاحب کسی خطرے کو دل میں نہ لاتے ہوئے میدان میں آگئے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک ان نو مسلم خواتین کو آزاد نہ کر دیا۔

اپنے والد ماجد مجاہد اعظم حضرت مولانا عبد الرحمن قدس سرہ کے زیر سایہ رہ کر انجمن



احیاء الاسلام اور تنظیم المشائخ کی بے مثال خدمات انجام دیں اور اس دور میں جب کہ کانگریس پوری طرح صوبہ سندھ پر چھائی ہوئی تھی۔ آپ نے تحریک پاکستان اور دو قومی نظریہ کی بھرپور اشاعت و حمایت کی۔ یہاں ہی مشائخ کی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ صوبہ سندھ کی رائے عامہ مسلم لیگ کے حق میں ہموار ہو گئی اور عوام انکس نے بڑھاپے جوش و خروش سے نظریہ پاکستان کو اپنایا۔

۱۹۴۶ء میں والد ماجد کی قیادت میں ڈیڑھ سو افراد کی جماعت کی قیام آل انڈیا سنی کانفرنس بنا کر میں شریک ہوئے اور قیام پاکستان کی پُر زور تائید کی۔ اہل سنت کی اس نمائندہ کانفرنس میں متحدہ پاک و ہند کے تقریباً پانچ ہزار علماء و مشائخ کا قیام پاکستان کی خاطر اپنی تمام کوششوں کو صرف کر دینے کا عہد ایک ضرب کلیمی تھی جس نے کانگریس کے سامریوں کا طلسم توڑ کر رکھ دیا تھا۔ احیاء الاسلام اور تنظیم المشائخ کے بعد آپ جمعیت علماء پاکستان، سندھ کے نائب صدر منتخب ہوئے اور جس جرأت و ہمت اور خلوص و ایثار سے جمعیت کی سرگرمیوں میں حصہ لیا اُسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

۱۹۶۰ء میں شیخ ثالث حضرت مولانا عبدالرحمن قدس سرہ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے تو آپ کی مصروفیات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا لیکن جس حسن و خوبی سے آپ نے ذمہ داریوں کو نبھایا، موجودہ دور میں اس کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔ آپ کے دل میں دین و ملت کا بے پناہ درد تھا۔ اگرچہ آپ پر قاتلانہ حملے کئے گئے، طرح طرح سے آپ کو اذیتیں پہنچائی گئیں لیکن اس مردِ خدا کے قدم چھپنے کے بجائے ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں راجستان سیکٹر میں عملی طور پر حصہ لیا، اپنے مریدین و مجاہدین کے کئی دستے مسلح کر کے محاذ پر بھیجے اور انہیں تمام ضروریات پہنچانے کا باقاعدہ انتظام کیا اور دو دفعہ خود محاذ پر تشریف لے گئے۔

حضرت پیر صاحب نظریہ اسلام کے زبردست حامی تھے۔ ۱۹۷۱ء کے انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان کے صوبہ سندھ کے نائب صدر ہونے کی حیثیت سے علی الاعلان اسلامی قوتوں کا ساتھ دیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ عوام کے اذہان میں صحیح اسلامی اقدار کو اس قدر



ساح کر دیا جائے کہ وہ نظریہ اسلام کے علاوہ کسی نظریے اور ازم کو قبول نہ کریں۔  
 اسلام دشمن عنانہ حضرت پیر صاحب کی بااثر شخصیت کو اپنے راستے میں بہت بڑی  
 رکاوٹ یقین کرتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں جب سندھ میں فتنہ دہریت شروع پر تھا، پیر صاحب  
 اس فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور لاہور میں یوم محمد بن قاسم کے اجلاس  
 کی صدارت کی۔

۳۰ رجب المرجب، ۱۲ ستمبر (۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کی شام کو جبکہ حضرت پیر صاحب  
 چپار تھیں آدیوں کے ساتھ کھڑے تھے، مخالفین نے فائرنگ کر کے آپ کو شہید کر دیا  
 آپ کے جنازہ میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی، آپ کی آخری آرام گاہ بھر چونڈی تشریف لیں  
 ہے۔ آپ کی شہادت سے ملت اسلامیہ ایک عظیم مہابد سے محروم ہو گئی۔

۱۔ سہادیرا . ہفت روزہ زندگی (۲۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء) ص ۱۹۔

۲۔ حضور انصاری، سید مولانا : عباد الرحمن ، ص ۲۰۳-۲۰۸۔

نوٹ : ہفت روزہ زندگی کے حوالے کے علاوہ باقی تمام حالات "عباد الرحمن" سے  
 لئے گئے ہیں۔



## منبع فیض وجود حضرت مولانا خواجہ عبدالرسول قصوی قدس سرہ

حضرت خواجہ عبدالرسول ابن حضرت خواجہ غلام محی الدین قصوی دائم المحضوری رحمہما اللہ تعالیٰ  
۱۲۳۵ھ/۲۰-۱۸۱۹ء میں بمقام قصو پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے ایک سال پہلے آپ کے  
والد ماجد نے تحفہ رسولیہ میں آپ کی پیدائش، نام، کنیت اور معمولات زندگی، یہاں تک کہ  
سال وفات بھی (اشارۃ) لکھ دیا تھا۔

سن شعور کو پہنچے تو شہرہ آفاق عالم اور جلیل المرتبت بزرگ والد ماجد حضرت مولانا  
غلام محی الدین قصوی رحمہما اللہ تعالیٰ کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا اور تمام مروجہ علوم و فنون  
کی تحصیل کے ساتھ ساتھ سلوک کی منزلیں بھی طے کرتے رہے حتیٰ کہ سند فراغت اور سلسلہ عالیہ  
قادریہ نقشبندیہ میں خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد نے علوم دنیویہ کی تدریس اور  
مریدین کی تربیت آپ کے سپرد فرمائی۔

آپ بڑے مہمان نواز، غریب پرور، درویشوں کے محب اور امر اسے متنفر تھے جو دو  
سخا میں تو گویا آپ بھر بیکراں تھے، کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے لیکن بایں ہمہ کمال اخفاء  
سے کام لیتے، سنتِ مطہرہ کی پیروی کو بہت اہمیت دیتے تھے، فرمایا کرتے تھے:  
”سنتِ نبوی پر پوری طرح عمل کے بغیر کوئی شخص کامل نہیں ہو سکتا“

طبیعت علم، انکسار اور تواضع ایسی پاکیزہ صفات سے موصوف تھی، دور دراز سے آنیوالے  
طلباء آپ کے مقرر درس میں شریک ہوتے اور کامیاب ہو کر لوٹے۔ فیضِ باطنی کے متلاشی  
حاضر دربار ہوتے اور دولتِ عرفان سے شاد کام ہوتے۔ آپ صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے  
بے شمار حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی دعا و برکت سے کامیابی سے  
ہمکنار ہوتے ہمیشہ سفر و حضر میں جمعہ کے دن وعظ فرماتے اور عوام الناس کو شریعتِ مبارکہ اور  
سنتِ مقدسہ کی پیروی کی تلقین فرماتے۔

وصال سے ایک سال قبل احباب اور عقیدت مندوں کو جو عرس شریف پر حاضر تھے اشارۃ



اپنے وصال کی خبر سے دی اور رخصت کرتے وقت فرمایا کہ شاید آئندہ سال تمہاری ملاقات نہ ہو سکے  
وفات سے تین دن پہلے خلفاء کو اپنے دستِ مبارک سے مکاتیب لکھنے اور لکھا :

”اس فقیر کی زندگی کا معاملہ آخر کو پہنچ گیا ہے اور چند روز کی مہلت ہے“

وصال سے پہلے آپ نے تمام احباب کو وداع کیا حتیٰ کہ مسجد اور سواری کی گھوڑی کو بھی رخصت  
کیا۔ آخری وقت اشہد ان محمد اعبده ورسوله پڑھا، مراقبہ فرمایا اور جہاں فرین  
کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ یہ واقعہ ۲۱ محرم الحرام ۵ فروری (۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء) میں پیش آیا۔  
نماز جنازہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی اور قصو کے عظیم قبرستان میں اپنے  
بزرگوں کے قریب مجواستراحت ہوئے

مولانا غلام قادر شائق رسول بنگری نے غزنی میں قطعہ تاریخ وفات کہا جو لوحِ حجاز پر کندہ ہے

قطعہ یہ ہے

الاعبد الرسول الشیخ قدمات  
فان تسألن عن عام ارتحال  
هو الکامل بلا نقص ولا عیب  
اقل تاریخ غوث بلا ریب

۱۵۰۶ - ۲۱۲ = ۱۲۹۳

لے شبیر احمد سید : انوار محی الدین : ص ۱۸۹ - ۱۹۰



## مناظر بگمانہ مولانا قاضی محمد عبد السبحان ہزاروی قدس سرہ

معقول و منقول کے منجھرا فضل، بے مثل مناظر مولانا قاضی محمد عبد السبحان ابن مولانا قاضی منظر جمل  
 ابن مولانا مفتی محمد غوث ۶-۱۳۱۵/۱۸۹۸ء میں موضع کھلابٹ (ہر پور سے چھ میل کے فاصلہ پر  
 تھا، اب تربیلہ میں آگیا ہے) ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور جدِ امجد اپنے دو  
 کسا کا بر علماء ہیں سے تھے۔ آپ کے جدِ امجد نے ردِ تقویۃ الایمان اور تاریخ و ہابسیہ وغیرہ کتب بھی  
 لکھی تھیں مولانا علامہ سید برکات احمد ٹونکی سے مدرسہ خلیلیہ، ٹونک میں علوم و فنون کا استفادہ  
 کیا، مولانا قطب الدین غورخشتوی (م ۱۹۵۱ء) اور مولانا حمید الدین مانسہری آپ کے مشفق اساتذہ  
 میں سے تھے، حدیث و تفسیر کا درس اپنے چچا اور خسر مولانا محمد خلیل محدث ہزاروی سے لیا  
 مولانا قاضی عبد السبحان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تکمیلِ علوم کے بعد تمام زندگی درس و  
 تدریس، تصنیف و تالیف اور مسلکِ اہل سنت کی حمایت میں صرف فرمائی۔ ۱۹۳۶ء میں  
 مدرسہ بیگم پورہ (گجرات) میں ایک سال مدرس رہے، دوسری بار ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ دارالعلوم  
 خدام الصوفیہ (گجرات) میں قریباً تین سال قیام پذیر رہے، بعد ازاں شرق پور شریف،  
 احسن المدارس راولپنڈی اور دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں بحیثیت صدر مدرس کام  
 کیا، آخری دنوں میں اپنے گاؤں کھلابٹ میں چلے گئے۔

مولانا قاضی عبد السبحان نے قرآن پاک پڑھنے کے بعد ابتدائی کتب و ادب بعد ازاں

آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ آپ کی تصانیف میں سے مواہب الرحمن  
 رد جواہر القرآن اور انوار الالقیہ فی حیاة الانبیاء طبع ہو چکی ہیں ان کے علاوہ آپ نے بخاری شریف،  
 مشکوٰۃ شریف، شرح معانی الآثار، امام طحاوی قدس سرہ بیضاوی اور دیگر متعدد کتب درسی نظامی  
 پر شرح و حواشی لکھے جو زیادہ تر عربی میں ہیں اور ابھی تک غیر مطبوع ہیں سہ ابن تیمیہ حراتی کی

سہ محمد احمد قادری، مولانا : تذکرہ علمائے اہلسنت ص ۱۷۳، ۱۷۵  
 سہ عبد النبی کوکب، قاضی : سیرت سالک ص ۱۱۳



کتاب الویلہ کا رد لکھا تھا، آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مولانا قاضی سلطان محمد قدس سرہ  
(آدان شریف) سے بیعت تھے۔

آپ کے کثیر التعداد تلامذہ پنجاب اور سرحد میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں آپ کو  
مناظرہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، صرف ایک بات میں مد مقابل کو لاجواب کر دیتے تھے، بڑے  
بڑے مناظر آپ کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے، آپ نے دو عالم و فاضل صاحبزادے یادگار چھوٹے  
بڑے صاحبزادے مولانا قاضی غلام محمد ہزاروی خطیب عید گاہ جہلم اور چھوٹے صاحبزادے مولانا  
مفتی سیف الرحمن ہزاروی خطیب جامع مسجد پنپیاں (ہزارہ) ہیں۔

استاذ الافاضل مولانا قاضی محمد عبدالسبحان ہزاروی قدس سرہ ۱۲ شوال، ۲۰ مئی (۱۹۵۸ء)  
۱۹۵۸ء کو داخل جنت ہوئے اور کھلابڑے کی جامع مسجد میں مجاہد تراحت ابدی ہیں، افسوس کہ  
آپ کا مزار ترمبلہ ڈیم میں آگیا ہے۔

جناب حکیم مظفر علی مدظلہ ساکن چک عمر (گجرات) نے قطعہ تاریخ کہا ہے  
شد روانہ جانبِ خلدِ بریں      اے جناب عبدالسبحان بے مثال  
عالم و فاضل، فقیہ بے نظیر      پاک صورت نیک سیرت خوش خصال  
بد مریدِ غوثِ اعظم ہم شہاب      مظہر شانِ محمد لا زوال

چوں پیرِ سیدم ز دل تاریخ او  
”مخزنِ جو دو سخا“ گفت ابسال

۱۳ ۵ ۴۴

۱۳ غلام محمد قاضی مولانا : ۲۴ مناظرے (کتب خانہ غوثیہ سرہ، حادہ جہلم) ص ۳۵۔



## فاضلِ جلیل مولانا ملا عبد الصمد مقتدری قدس سرہ

حضرت مولانا ملا عبد الصمد مقتدری ابن شیخ غلام حامد قدس سرہ بجا بدایوں میں پیدا ہوئے، خاندانِ حمیدی کے فرد تھے۔ مدرسہ قادریہ، بدایوں میں مولانا محب احمد قادری، مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی قدس سرہ اور دیگر اساتذہ سے علومِ دینیہ کی تحصیل کی، الہ آباد یونیورسٹی سے "ملا" کا امتحان پاس کیا اس لئے "ملا آپ" کے نام کا جزو بن گیا، حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور حضرت شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ سے اجازت و خلافت پائی۔

سیاست میں مولانا عبدالمجاہد بدایونی کے تربیت یافتہ تھے، تقریر و تحریر میں کمال رکھتے تھے، تحریکِ خلافت اور تبلیغ و تنظیم میں بھرپور حصہ لیا، اگرہ اور اس کے گرد و نواح میں شدھی تحریک اور سنگٹھن تحریک نے زور پکڑا تو اس کے سدِ باب کے لئے اگرہ میں مستقل قیام کیا، ماہنامہ اھدی جاری کیا، اس سلسلہ میں حکومت کے زیرِ عتاب آنے کی بنا پر نظر بند بھی ہوئے لیکن زندگی بھر پوری قوت سے کلمہ حق بلند کرتے رہے۔

مولانا ملا عبد الصمد مقتدری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریکِ پاکستان میں بڑی جانفشانی سے حصہ لیا، یوپی مسلم لیگ کے سرگرم کارکن تھے، بریلی اور بدایوں میں مسلم لیگ کو کامیاب بنانے میں رات دن کام کیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کوچی چلے آئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی، میری کلا کو سکول (صدر) سے وابستہ ہو گئے تھے، مولانا شاہ عبد القادر بدایونی قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کی سوانح حیات مرتب کی تھی جو چھپ نہ سکی، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا مشہور قصیدہ چراغِ انس (در مدح حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ) مرتب کر کے شائع کیا تھا۔

مولانا ملا عبد الصمد مقتدری ۱۵ رجب ۲۰ نومبر (۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء) کو رابہی جنت ہوئے اور میوہ شاہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔



## علامتہ الودیہ مولانا عبد العزیز پرہاروی قدس سرہ، صاحبِ نبراس "شرح شرح عقائد

علامتہ الودیہ حامل لوار شریعت مولانا الحافظ عبد العزیز بن محمد بن حامد تقریباً ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں ایک چھوٹی سی بستی پرہار مضافات کوٹ ادو (مظفر گڑھ) میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید والد ماجد سے حفظ کیا پھر ملتان تشریف لائے اور حضرت خواجہ حافظ محمد جمال حسینی متانی (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ نور محمد ہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے علوم و فنون کا استفادہ کیا۔ دورانِ تعلیم دروازہ بند کر کے مصروفِ مطالعہ تھے کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ آپ نے فرمایا میں مطالعے میں مصروف ہوں مجھے فرصت نہیں ہے۔ آنے والے نے کہا میں خضر ہوں، آپ نے فرمایا اگر آپ خضر (علیہ السلام) ہیں تو آپ دروازہ کھولے بغیر بھی تشریف لانے پر قدرت رکھتے ہیں، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اندر تشریف لے آئے اور آپ کے کندھوں کے درمیان دستِ اقدس رکھا، اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل سے آپ کا سینہ علم و فضل اور روحانیت کا سمندر بن گیا۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھ اللہ تعالیٰ نے ۲۷۰ علوم میں مہارت کا لہ عطا فرمائی ہے، جبکہ کسی طور پر اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا، یہ سب کچھ عطائے ربانی ہے۔ آپ کے بیان کے مطابق انگریزوں کو علمِ اسطرلومیا کا بے حد اشتیاق تھا لیکن تلاشِ بیار کے باوجود انہیں یہ علم پڑھانے والا کوئی نہ مل سکا جب کہ آپ نے اس علم میں جلیل القدر کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ آپ کے الفاظ میں "یتحیر فیہ ابرخوس و مید عن لبواہینہ بطلیموس" (ابرخوس بھی اس کتاب کو دیکھ کر انگشت بندھاں رہ جاتا اور بطلیموس اس کے دلائل کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا)

حضرت علامہ مظاہری اور باطنی علوم میں یگانہ روزگار تھے، علم و فضل کی بدولت اغنیاء

۱۔ غلام مہر علی، مولانا : ایوانیت المہربہ ص ۱۵۱

۲۔ عبد العزیز پرہاروی، علامہ : کوثر النبی (مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ، ملتان) ج ۱۶ - ص ۱۰۵



اور اہل دنیا کو خاطر میں نہ لاتے جبکہ فقراء و مساکین کا علاج مفت کرتے، ایک دفعہ مظفر خاں  
والی ملتان نے آپ کو علاج کے لئے طلب کیا تو آپ نے سختی سے انکار کر دیا۔

علامہ کا اہم ترین قلم نہایت تیز رفتار تھا، کتاب زلیخا دو جہ سے کم پوری کتاب ایک دن میں  
لکھ ڈالی تھی۔ آپ نے تقریباً ہر فن میں ہند پائیہ کتابیں لکھیں لیکن ابھی تک اکثر مشہور کتب زیور طبع  
سے آہستہ نہیں ہو سکیں، چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ نبراس، شرح شرح عقائد

۲۔ السر المکتوم، اخفاء المتقدمون (علم اذفاق و تکمیر کفر بیان میں)

۳۔ کوثر النبی (اصول حدیث میں)

۴۔ الناہی عن ذم معاویہ (فضائل امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۵۔ نعم الوجیز (علم بیان اہد بدیع میں)

۶۔ الصمام (اصول تفسیر میں)

۷۔ مرام الکلام فی عقائد الاسلام (یہ کتابیں ماقم کی نظر سے گزر چکی ہیں)

۸۔ زمرہ اختر (۹) یا قوت احمد (۱۰) اکبر (علم طب میں)

۱۱۔ مراسم (علم ہیئت میں) ۱۲۔ لوح محفوظ (دو جلد) (تفسیر عربی)

قارئین کے لئے یہ امر باعث حیرت ہو گا کہ علم و فضل کا یہ آفتاب صرف تیس تیس سال  
کی عمر میں ۱۲۲۹ھ میں روپوش ہو گیا۔

کاش تاریخ کا کوئی محقق اس نامزد و نگار شخصیت پر ریسرچ کرنا اور ان کی جلالت علمی کو  
اشکار کرتا تو بڑے بڑے سکالران کے سامنے بونے نظر آتے، ان الفاظ کسی کی تنقیص مقصود نہیں  
بلکہ ہل تحقیق کی توجہ اس فاضل اجل کی طرف مبذول کرنا مقصود ہے جو تحقیق و تدقیق میں مقدمین  
اہل فن سے کہیں آگے نظر آتا ہے۔

۱۔ غلام مہر علی، مولانا : ایوانیت ، ص ۱۵۲

۲۔ برخوردار طحانی، مولانا : حاشیہ نبراس (مطبوعہ لاہور) ص ۳



## مولانا ابو رشید محمد عبد العزیز بن محمد فضل الدین (مکتبہ لاہور) (مزنگ لاہور)

مولانا مفتی ابو رشید محمد عبد العزیز بن میاں محمد فضل الدین (مکتبہ لاہور، نومبر ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۸ء) ابن محمد عطاء اللہ ابن میر عبد الحکیم ابن میر قائم ابن میر شرف اللہ ابن میر زمان اللہ (یکے اہل علم و باطنیہ) (مکتبہ لاہور) (مضافات جلال پور جٹاں ضلع گجرات) میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں مولانا محمد عالم سے استفادہ کیا، کچھ عرصہ مدرسہ حمیدیہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں بھی تعلیم حاصل کی۔ مولانا کریم بخش (والد ماجد مولانا فضل میاں متوفی ۶ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) سے فیضیاب ہوئے پھر ان کے صاحبزادے سادب عربی کے مایہ ناز فاضل مولانا فضل میاں پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی خدمت میں دس بارہ برس رہ کر ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل کی، مفتی صاحب مولانا فضل میاں کے قابل فہم شاگرد اور داماد تھے، مزنگ میں مرزا محمد بیگ سے جلد سازی کا کام سیکھا، تکمیل کے بعد مسجد چاہ جھنڈی والی میں امام مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں سے مزنگ کے کئی علماء فیضیاب ہوئے، اس کے بعد عرصہ دراز تک سجدہ قلعہ مادھو مزنگ اور جامع مسجد جہاز گاہ میں بلا مشاہرہ خطیب رہے۔ انجمن اسلامیہ مزنگ کی بنیاد رکھی اور مختلف مقامات پر تبلیغ کے لئے تشریف لیا کرتے رہے حکومت برطانیہ کے عہد میں آپ سنٹرل جیل میں جا کر تبلیغ کیا کرتے تھے جس سے متاثر ہو کر کئی بند و اور سکھ مشرف بہ اسلام ہو گئے، آپ حضرت پیر قربان علی شاہ (آدم پور دو آب ضلع جالندھر) کے مرید تھے۔

آپ مرزا جہاں مرزا انسان تھے، والدہ ماجدہ کی جید خدمت کی اور دعائیں لیں۔ آپ کا ذریعہ معاش تصحیح کتب تھا، ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور اور متعدد ناشرین کی اکثر و بیشتر مطبوعات کی تصحیح کتابت آپ ہی کرتے تھے چنانچہ بہار شریعت (۱۷ حصے)، تجرید الاحادیث اور تجرید البخاری وغیرہ کتب پر بحیثیت معمم آپ ہی کا نام ملتا ہے۔ آپ ہر وقت مطالعہ کتب، تصحیح، فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے، اس دوران اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو کتب معتبرہ کے حوالے سے جواب دیتے اور کسی کو مایوس نہ کرتے، بچے سلام کرنے حاضر ہوتے تو انہیں شیرینی



عنایت فرما کر خوش کر دیتے۔ آپ کثیر التصانیف عالم دین تھے، چند کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ الافتاء فی جواب الاستفتاء اہل سنت کے عقائد و معمولات کو دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے۔

۲۔ عزیز المعظم فی اکرام المکرّم اس بارے میں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے نہیں کرنا چاہئے۔

۳۔ آفتاب ہدایت رد و افض میں، حج کی دعائیں

۴۔ عزیز البیان فی تفسیر القرآن یہ تفسیر مستند تفسیر کا خلاصہ مولوی اشرف علی تھانوی کے ترجمہ

کے ساتھ حاشیہ پر چھپی ہے، اس تفسیر میں مفتی صاحب کے ساتھ مولانا ابوالمظفر

فضل الرحمن شریک تھے۔

۵۔ عمد نامہ مترجم (مطبوعہ ملک سرچ دین لاہور)

۶۔ اربعین عزیز می المعروف بہ احسن الاقوال فی احوال الابدال اس میں بڑی عرق ریزی

سے کام لیا گیا ہے، اس میں ستر کتب معتبرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۷۔ سیرۃ النبی الخلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (سوانح عمری سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم)

۸۔ عزیز المجلت (ترجمہ و تشریح منیۃ المصلی المعروف بہ مکمل صلوٰۃ الرحمن)

۹۔ قربانی کے احکام، مسائل و زکوٰۃ، نسب نامہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۱۲۔ زاد الآخرہ فی مسائل الجنائزہ۔ ۱۳۔ تصحیح و تحشیہ عزیز المرقاة الی المطالب مشکوٰۃ۔

آپ کی تصانیف دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ دینی اور فقہی معلومات کے دائرہ

المعارف (انسائیکلو پیڈیا تھے۔ ذوالحجہ، فروری (۱۳۵۶/۱۹۳۸ء) میں حج و زیارت سے مشرف

ہوئے۔ الحاج مولانا میاں محمد حسین نقشبندی مجددی (ف ۱۳۷۸/۱۹۵۸ء) ساکن جھکیان ناگرہ

کلاں (مضافات لاہور) حضرت مفتی صاحب کے شاگرد اور صاحب دل بزرگ تھے۔

مفتی صاحب نے ۳ رجب المرجب، ۱۶ دسمبر (۱۳۸۳/۱۹۶۳ء) کو دار فانی سے

انتقال فرمایا۔ مکرّمی حکیم محمد موٹی امرتسری مدظلہ نے یہ تاریخ وصال نکالی ہے:-

آہ خوش سیر عبد العزیز " ۱۷

۱۳ ۵ ۸۳



## فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد عبدالعزیز قدس سرہ مفتی الگوں

اپنے دور کے زبردست فاضل، مسلک اہل سنت و جماعت کے عظیم مبلغ حضرت مولانا الحاج مفتی محمد عبدالعزیز قدس سرہ فقہ حنفی کے عظیم مفتی اور ملت اسلامیہ کا بے پناہ درد رکھنے والے بزرگ تھے، آپ کے ابتدائی حالات پر وہ خفا میں ہیں، امین الحسنات حضرت مولانا سید خلیل احمد قادری مدظلہ خطیب مسجد در پیر ماں نے ایک دفعہ برسبیل تذکرہ راقم سے بیان کیا کہ حضرت مفتی صاحب ابتداً وہابی علماء سے تعلیم حاصل کرتے رہے تھے اس لئے ان پر غیر مقلدانہ رنگ چڑھا ہوا تھا، خوش قسمتی سے حدیث شریف پڑھنے کے لئے امام المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعض حضرات کا خیال تھا کہ انہیں دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور میں داخلے کی اجازت نہ دی جائے لیکن حضرت امام المحدثین نے نہ صرف داخلے کی اجازت دی بلکہ خاص توجہ سے بھی سرفراز فرمایا۔ چند ہی دنوں میں حضرت امام المحدثین کے دلائلِ قاہرہ اور توجہ کی برکت سے اثراتِ وہابیت کافر ہو گئے اور حنفیت کا ایسا رنگ چڑھا کہ حضرت مفتی عبدالعزیز قدس سرہ تمام مرفقہ حنفی کی خدمت اور اہل باطل کی سرکوبی میں مصروف رہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فراغت کے بعد ضلع لاہور کے ایک قصبہ الگوں (جو تقسیم کے بعد ہندوستان کا حصہ بن گیا) میں ۱۹۳۳ء میں مدرسہ عربیہ احیاء العلوم قائم کیا۔ آپ کے دورہ حدیث کے ساتھی فقیر جلیل حضرت مولانا مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ لغیمی مدظلہ العالی نے بعیر پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کا آغاز کیا۔ الگوں ایک ایسا قصبہ تھا جہاں کے باشندے احکامِ لہیب سے بے بہرہ تھے۔ مدرسہ عربیہ احیاء العلوم کے قیام سے جہاں ایک طرف اطراف و اکناف کے طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے لگے وہاں دوسری طرف عوام الناس میں بھیلی ہوئی جہالت کی تاریکی چھٹنے لگی اور یہ علاقہ ذکرِ النبی اور ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے جگمگانے لگا۔



قیام پاکستان کے بعد حضرت مفتی محمد عبدالعزیز نے غلہ منڈی بور یوالہ کی جامع

مسجد میں مدرسہ عربیہ احیاء العلوم دوبارہ جاری کر دیا۔ ۱۹۵۰ء میں مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر آپ نے حاضرین کی توجہ مدرسہ کی عمارت قائم کرنے کی طرف مبذول کرائی تو سردار محمد یعقوب نے مدرسہ کو دو کنال زمین دے دی، ۳ مئی ۱۹۵۱ء کو عمارت کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور اسی سال مدرسہ نئی عمارت میں منتقل ہو گیا جو اب تک بین مین کی خدمات بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت میاں غلام اللہ، لائٹانی ترقی پوری قدس سرہ سے بیعت اور مجاہد تھے۔ ۱۹۲۵ء اور ۱۹۵۲ء میں دوبارہ زیارتِ حرمین طیبین کی زیارت تک مشرف ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب نے عمر بھر علوم دینیہ کی تعلیم اور مسلک اہل سنت و جماعت کی تبلیغ میں صرف کی، آپ کے شاگرد آج بھی پاکستان کے مختلف شہروں میں خدماتِ دین میں مصروف ہیں چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ابوالفیض مولانا علی محمد نوری، وہاڑی۔

۲۔ ابوالیسر مولانا محمد اسماعیل علیہ الرحمہ، بوریوالہ

۳۔ مولانا زبیر احمد، چک ۱۱۵، بوریوالہ

۴۔ ابوالرضا مولانا محمد حسن، منڈی بہاڑ سنگھ

۵۔ مولانا محمد علی، چک ۴۸۳، بوریوالہ

۶۔ مولانا محمد شریف نوری، کھروڑ چکا

۷۔ مولانا سید محفوظ الحق شاہ، بوریوالہ

۸۔ مولانا سید عبدالخالق، چک ۲۶۷، ضلع ساہیوال

۱۹۶۰ء میں حضرت مفتی صاحب پر دیابیطس کا شدید حملہ ہوا، علاج کارگر نہ ہو سکا اور

۱۰ ذی قعدہ ۲۶/۱ اپریل (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) بروز بدھ چار بجے شام آپ کا وصال ہو گیا

اور بوریوالہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی، بگدہ تعالیٰ آپ کے صاحبزادگان مدرسہ عربیہ احیاء العلوم

بوریوالہ کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ ہیں :-

۱۔ مولانا محمد شفیق الرحمن زید مجدہ، مہتمم

۲۔ مولانا محمد شفیق الرحمن، نائب مہتمم اور صدر مدرس

۳۔ حافظ شفیق الرحمن، مدرس شعبہ حفظ

۴۔ مولانا حافظ محمد شفیق الرحمن، مہتمم مدرسہ عزیز بیہ، غازی آباد لہ

لے ابوالاحسان، مدیر ادارہ علمیہ لاہور : محل روئیداد مدرسہ عربیہ احیاء العلوم، بوریوالہ



مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبد العظیم صدیقی میرٹھی قدس سرہ العزیز

محسن ملت، نازش اہلسنت، مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ محمد عبد العظیم صدیقی میرٹھی ابن حضرت مولانا محمد عبد الحکیم قدس سرہ ۱۵ رمضان المبارک، ۳ اپریل (۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء) کو میرٹھ (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد عظیم المرتبت درویش صفت عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے جو شش تخلص کرتے تھے، ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن پاک پڑھ لیا، اردو فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی بعد ازاں جامعہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں درس نظامی کی سند حاصل کی۔

آپ کو چونکہ شروع ہی سے تبلیغ اسلام کا شوق تھا اس لئے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اٹارہ ہائی سکول سے میٹرک پاس کیا اور پھر ڈوٹیریل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا، ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا، کالج کی چھٹیوں کے دنوں میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں بریلی شریف حاضر ہو کر کتاب فیض کرتے رہے۔

میرٹھ کالج کی تعلیم کے دوران آپ کو آل برما ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر منتخب کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبہ دیا وہ برما اور سیلون میں مقبول عام ہوا اور برما کے احباب سے دینی نشر و اشاعت پر آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ مستقبل کے تبلیغی مشن کے لئے بنیاد ثابت ہوئی۔

آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے اور انہی کے ایما و ارشاد پر اپنی زندگی تبلیغ دین اور خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی اور اپنے نجی خراج پر پیغام اسلام دینے کے کونے میں پہنچایا۔ محسن ملت امام اہل سنت آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے



دیکھتے تھے، اپنے تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہو فرماتے ہیں :-

عبدِ علیم کے علم کو سنکر جبل کی بہل بھگاتے یہ ہیں ۔  
حضرت مولانا صدیقی قدس سرہ کو اپنے شیخِ طریقت سے کمال عقیدت تھی بحرین طیبین  
کی زیارت سے واپسی پر آپ نے ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ  
کی خدمت میں پیش کیا جس کے چند شعر درج ذیل ہیں :-

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس کو تم ہو  
غزلیں بجز الفت، مست جامِ بادہ و وحدت  
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو  
محتِ خاص، منظورِ حبیبِ کبریا تم ہو  
جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہلِ طریقت کا  
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت  
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو  
تمہیں پھیلا ہے ہو علم حق اکسافِ عالم میں  
امامِ اہل سنت نائبِ غوثِ الوری تم ہو

علیمِ خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا

کریمِ فرمانیو اے حال پر اس کے شہنا تم ہو

جب یہ اشعار سنا چکے تو امامِ اہل سنت نے اپنے قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے فرمایا :

”مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس دیارِ پاک سے  
تشریف لارہے ہیں، یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں  
البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبرہ ہے، وہ حاضر  
کئے دیتا ہوں“ ۔

اس واقعہ اور مندرجہ بالا قصیدے کو غور سے پڑھئے اور دیکھئے کہ آج کل وہ خلوصِ محبت  
کہاں جو ان مقدس ہستیوں کا طرہ امتیاز تھا۔

۱۔ احمد رضا بریلوی، امامِ اہل سنت : الاستمداد (نوری کتب خانہ لاہور) ص ۷۹

۲۔ ظفر الدین بہاری، ملک العلماء، مظاہر : حیاتِ اعلیٰ حضرت ج ۱ اول، ص ۵۱-۵۲



حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکر اسلام تھے۔ جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفر اور دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دستِ اقدس پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے۔ آپ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں اس روانی سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہل لسان و رطہ حیرت میں رہ جاتے۔ آپ نے پوری قوت اور بے باکی سے دینِ فطرت اسلام کو پیغامِ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ وہ ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے جو آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا جس میں قابلِ ذکر ممالک انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا، ہنگا سکر، سعودی عرب، ٹرینی ڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، ملائیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون تھے۔ اس کے علاوہ برما، سیلون، ملائیشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا، چین، جاپان، مارٹیشس، جنوبی و مشرقی افریقہ کی آبادیاں سعودی عرب، عراق، اردن، فلسطین، شام اور مصر کے متعدد تبلیغی دورے کئے، تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔ آپ کی تبلیغی کوششوں سے ہندوئیہ کی شہزادی

(Her Highness Princess Gladys Palmer  
Khairunnisa of Sarawak Staateborneo)

مارٹیشس جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مروات

(Governor Merwate Tifefrnch Statesman)

اور ٹرینی ڈاڈ کی ایک خاتون وزیر

(Murifi Donawa Fatima)

مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح، مراکش کے فازی عبدالکفریم، فلسطین کے مفتی مرعظم سید امین الحسینی، اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البنا، سیلون کے آریبل جسٹس



ایم مروانی، کولمبو کے جسٹس ایم جی اکبر، سنگاپور کے ایس این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برناڈشا آپ کی علمی و روحانی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو ممبایا (جنوبی افریقہ) میں جارج برناڈشا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے برناڈشا کے مختلف سوالات کے جوابات اس انداز سے دیے کہ دنیا کا عظیم فلاسفر آپ کے سٹائل میں نظر آنے لگا۔ آپ نے اسلام اور عیسائیت کے اصولوں کا تقابلی جائزہ تاریخ، سائنس اور فلسفہ کی روشنی میں اس طرح بیان کیا کہ برناڈشا کو اسلام کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس گفتگو کا اردو ترجمہ ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی شمارہ محرم و صفر ۱۳۹۲ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تعلیمات اسلامیہ کو عام کرنے کے لئے برہیلو پر توجہ دی، متعدد مساجد تعمیر کرائیں جن میں سے حنفی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور، اور مسجد ناگریا جاپان زیادہ مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ عربی یونیورسٹی طایا، پاکستان نیوز مسلم ڈائجسٹ، ٹرینی ڈاڈ مسلم اینول (جنوبی افریقہ) کی بنیاد آپ ہی نے قائم کی۔ ۱۹۴۹ء میں سنگاپور میں تنظیم بین المذاہب کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد ڈالی اور تمام دنیا کے عیسائی، یہودی، بدھ مت اور سکھ مذاہب کے پیشواؤں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے لادینیت کا قلع قمع کرنے کی اپیل کی، تمام مذاہب کے ماہناموں کی اس مشترکہ کانفرنس میں آپ کو ہزار گز ٹیڈ ایمپنی نسیس (His Exalted Eminence) کا خطاب دیا گیا۔ نیز مصر میں تنظیم بین المذاہب الاسلامی کے نام سے مختلف مکاتب فکر کی ایک تنظیم قائم کی۔

۱۳۶۵/۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ رابطہ اسلامیہ کے رئیس وفد اور طایا، شرقی و جنوبی افریقہ اور جزائر شرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے اور سعودی حکومت کی طرف سے حجاج پر عائد کردہ ٹیکسوں کے خاتمہ اور حجاج کے لئے سہولتیں فراہم کرنے کے لئے دنیا بھر سے آئے ہوئے اجلہ علماء، حکومت سعودیہ کے عمائدین اور عبدالعزیز بن سعود سے مذاکرات کئے،



جن کا خاص اثر ہوا۔ ان مذاکرات کی تفصیل البيان کے نام سے عربی میں شائع ہوئی تھی جس کے آغاز میں اخوان المسلمین (مصر) کے بانی حسن البنا نے ابتدائی لکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد عبد العظیم قدس سرہ کی مساعی جمیدہ کو خراج تحسین پیش کیا، چنانچہ لکھتے ہیں:-

” کما کان من فضل الله وتوفيقه ان التقينا منذ  
عامین فی الارض المقدسة وعند البيت العتيق  
بصاحب الفضيلة والداعية الاسلامی الشیخ  
محمد عبد العظیم الصدیقی..... ونحن  
نسأل الله تبارک وتعالی ان یجزی الاستاذ المفضل  
الشیخ محمد عبد العظیم الصدیقی عن المسلمین  
عامۃ خیر جزاء له

” اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو سال ہوئے ہماری ملاقات ارض  
مقدس میں بیت اللہ شریف کے پاس صاحب فضیلت مبلغ اسلام  
الشیخ محمد عبد العظیم صدیقی سے ہوئی (کچھ عبارت کے بعد) ہم اللہ تبارک  
تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صاحب فضیلت استاذ شیخ  
محمد عبد العظیم صدیقی کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔“

تبلیغ اسلام کی قابل قدر خدمات کے علاوہ آپ کی سیاسی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں  
دنیا کے کسی گوشے میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھایا جاتا تو آپ بے چین ہو جاتے۔ تحریک خلافت،  
شدھی تحریک اور تحریک پاکستان میں مردانہ وار حصہ لیا۔ صرف پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ دیگر  
مالک میں بھی تحریک پاکستان کے لئے فضا ہموار کی۔ مصر اور انگلینڈ میں کانگریسی ایجنٹوں سے  
مناظرے کئے، مسلم لیگ کی طرف سے باقاعدہ طور پر علماء کی ایک جماعت کے قائد کی حیثیت  
سے حج کے موقع پر مکہ مکرمہ جا کر دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں کے سامنے



پاکستان کی اہمیت کو واضح کیا مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی، حسن البنا، قائد اخوان المسلمین، سید عبداللہ شاہ (اردن) اور دیگر عرب لیڈروں کو تحریک پاکستان سے پوری طرح روشناس کرایا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا کونگریس کانفرنس، بنارس میں شرکت فرمائی اور علی الاعلان تحریک پاکستان کی حمایت فرمائی۔ قائد اعظم کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عالمی دورے سے واپسی پر کراچی میں عظیم کانفرنس منعقد کی جس میں سندھ، پنجاب اور مشرقی پاکستان کے اکابر علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں پاکستان کے لئے آئین اسلامی کے جامع دستور کا مسودہ تیار کر لیا گیا، علماء نے تائیدی نوٹ لکھے اور حضرت مولانا صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سرکردگی میں قائد اعظم کی خدمت میں مسودہ آئین پیش کیا گیا۔ قائد اعظم نے تین گھنٹے تک مسودہ آئین کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی حضرت مولانا نے انہیں اس خوش اسلوبی سے مطمئن کیا کہ قائد اعظم نے یقین دلایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد یہ آئین نافذ کر دیا جائے گا اس کے بعد جلد ہی ان کی وفات ہو گئی اور قائد اعظم علماء کرام سے کیا ہوا یہ وعدہ ایفا نہ کر سکے۔ یاد رہے کہ پاکستان بننے کے بعد قائد اعظم نے پہلی نماز عید آپ ہی کی اقتدار میں ادا کی تھی۔

حضرت مولانا شاہ عبدلعظیم صدیقی قدس سرہ نے تالیف و تصنیف پر بھی خاطر خواہ توجہ دی اور کثیر التعداد، قابل فخر تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن افسوس ان میں سے بہت سی تصانیف زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں اور جو طبع ہوئیں ان کا شایان شان اہتمام نہ کیا گیا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں:-

- ۱۔ ذکر حبیب (دو حصے)
- ۲۔ کتاب تصوف
- ۳۔ بہار شباب (نوجوانوں کی اصلاح کے لئے بہترین کتاب)
- ۴۔ احکام رمضان (یہ تصانیف اردو میں ہیں)



۵۔ اسلام کی ابتدائی تعلیمات۔

۶۔ اسلام کے اصول۔

۷۔ اسلام اور اشتراکیت۔

۸۔ مسائل انسانی کا حل۔

۹۔ اسلام میں عورت کے حقوق۔

۱۰۔ مکالمہ جارج برناڈشا۔

۱۱۔ مرزائی حقیقت کا اظہار۔ (یہ تصنیفات انگریزی میں ہیں)

چالیس سال تک دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے کر ۲۲ رذوالحجہ، ۱۲ اگست (۱۳۷۴/۱۹۵۴ء) کو مدینہ منورہ میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، اور تعلیمات اسلامیہ کی تبلیغ و اشاعت کے انعام کے طور پر جنت البقیع میں جگہ ملی، اس نابغہ روزگار، مستی کے وصال سے تاریخ اسلام کا ایک روشن ورق الٹ گیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کے محبوب خلیفہ اور داماد حضرت مولانا حافظ ڈاکٹر محمد فضل الرحمن انصاری قادری رحمہ اللہ تعالیٰ بین الاقوامی تبلیغی جماعت ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنرز کے بانی و صدر اور فرزند ارجمند حضرت مولانا علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی (صدر جمعیت علماء پاکستان) نے نہ صرف حضرت علامہ صدیقی قدس سرہ کے مشن کو جاری رکھا بلکہ اسے آگے بڑھایا، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی وہ حق گو، بیباک اور مردِ مہابد ہیں جن کی جرأتِ ایمانی کو موافق و مخالف نے تسلیم کیا ہے، ان دنوں پاکستان میں نظمِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نفاذ کے لئے تمام تر ماسخی کو وقف کئے ہوئے ہیں۔ اللہ اب العزت انہیں کامیابی عطا فرمائے۔ ملک و ملت کی بقاء و استحکام اور عزت و آبرو کا راز صرف اور صرف ایمینِ اسلامی کے عملی نفاذ میں ہے لہ

لہ ما بنا منیائے حم (بیرہ) نومبر ۱۹۷۱ء، مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد عبدالحلیم صدیقی

نوٹ: ذرا بیان اور مادہ اعلیٰ حضرت کے حوالوں کے علاوہ تمام حالات اسی مقالے سے ماخوذ ہیں۔ ۱۹۷۲ء  
عہد اس بار کا ترجمہ عربی میں "مرآة" اور انگریزی میں "MIRROR" کے نام سے ہوا۔ (ترجمانِ اہل سنت کراچی اگست ستمبر ۱۹۷۲ء)



## شیخ طریقت حضرت مولانا پیر عبد الغفار شاہ کشمیری قدس سرہ

حضرت پیر عبد الغفار شاہ ابن پیر احمد شاہ ابن پیر مصطفیٰ شاہ (قدست اسرار ہم) شیخ مسعود زوری (مدفون محلہ زورہ سری نگر) کی اولادِ امجاد سے تھے۔ آپ کے دادا حضرت پیر مصطفیٰ شاہ کشمیر سے اگر ضلع ملتان کے ایک ویرانہ میں بیٹھ گئے تھے جو آپ کے قدم کی برکت سے آباد ہو گیا اور اس مقام پر چک ۱۵/۵۷ سی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس چک میں پیر مصطفیٰ شاہ کا مزار مرجعِ خلافت ہے، پیر عبد الغفار شاہ اسی چک میں متولد ہوئے اور ابھی گیارہ برس کے تھے کہ آپ کے والد ماجد لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور ہی میں حضرت پیر صاحب نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی، یہیں آپ کا نکاح سادات کے ایک گھرانے میں ہوا لیکن دو ہی برس بعد آپ کی اہلیہ داغِ مفارقت دے گئیں۔ اس کے بعد پیر صاحب نے دوسری شادی نہیں کی، صرف ایک فرزند پیر محمد اشرف مرحوم آپ کی یادگار تھے۔

حضرت پیر عبد الغفار شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد حنفیہ تکیہ سادھواں لاہور کے امام و خطیب اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک تھے مگر اس وقت ہمیں ان کے پیر و مرشد کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ جتید عالم اور عاشقِ رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھے۔ تمام درود شریف کے مجموعے چھاپ کر تقسیم کرتے رہے، آپ کے مرتبہ درود شریف کے دس حصوں کا نام عشرہ کاملہ ہے، علاوہ ازیں وظائف اور تصوف کی متعدد کتابیں شائع کیں۔ اس سلسلے میں آپ کا عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ عشرہ کاملہ کے علاوہ دو ضخیم جلدوں میں درود شریف کا ایک مجموعہ بنام خزائن البرکات مرتب کر کے نہایت خوشخط لکھوایا مگر اس کی اشاعت کا موقع آنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا آپ نے اس کتاب کے عربی دیباچے میں لکھا ہے :



کسی کا کوئی شغل ہے اور کسی کا کوئی مگر میاں ہر وقت کا شغل تصویر بنی کہیم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ (مضمون)

بود در جہاں ہر کے را خیالے

مرا از ہمہ خوش خیال محمد

حضرت پیر صاحب کی مرتبہ تمام کتب پر یہ لکھا ہوتا تھا "عبد الغفار حامی اشاعت

درد شریف"

خدمت درد شریف کے علاوہ آپ کی ایک دینی خدمت یہ ہے کہ مسجد حنفیہ بکھریا دھواں

میں ۱۳۲۹ھ/۱۹۰۰ء میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام مدرسہ غوثیہ قائم کیا جس میں علوم دینی کی تعلیم  
کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ اجدہ فضلًا مدرسین کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ ایک مدت تک اس

مدرسہ میں مفتی عبدالقادر جبالگیروی صدر مدرس رہے اور مولانا سید احمد علی شاہ پٹاوی مرحوم

اعزازی طور پر ہر ہفتہ بعد ترمذی شریف پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں کے طلباء کو مثنوی مولانا روم  
بھی پڑھائی جاتی تھی اور اس کا درس پیر صاحب خود دیا کرتے تھے۔

پیر صاحب قبلہ کے عقیدت مندوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ آپ کے ارادتمند

پنجاب اور کشمیر سے باہر افغانستان میں بھی تھے مگر آپ نے باقاعدہ بیعت خاص خاص

حضرات ہی کو کیا۔ مولانا غلام قادر امرتسری آپ کے مرید خاص تھے۔ انہوں نے وصیت

کی تھی کہ مجھے لاہور میں میرے پیر کے قریب دفن کیا جائے چنانچہ آپ کو لاہور میں لا کر

دفن کیا گیا۔

حضرت پیر صاحب کے وصال کا واقعہ یوں ہے کہ آپ نمازِ عشاء کے لئے

اپنی مسجد میں وضو کر رہے تھے، ابھی بابا پاؤں دھونا باقی تھا کہ یکایک آپ کو

اختلاجِ قلب کا عارضہ لاحق ہوا۔ ڈاکٹر محمد دین ناظر جہاں کے قریب ہی رہتے تھے،

کو اطلاع دی گئی، وہ آئے اور دو پلانے کی بہت کوشش کی مگر آپ نے نہ پی او

دینے دو گھنٹے میں واصل بحق ہو گئے۔ یہ واقعہ، ارجبادی الاخرے بروز چہار شنبہ

۱۹۱۱ء کا ہے۔



فقیرِ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں تھے آپ کی تاریخ وفات کہی ہے  
 سیدی والا گھر غفار شاہ چوں بوصلِ ذاتِ حق مسرور شد  
 بہر سالِ حلتش گفتا شریف "قبلہ و کعبہ من مستور شد"

آپ کا مزار میانی صاحب (لاہور) کے قبرستان میں باغ گل بیگم کے نزدیک  
 واقع ہے۔

سے محمد مونس امرتسری، حکیم اہل سنت، قلمی یادداشت  
 ضیاء محمد ضیاء، خلیفہ، گلزار رحمانی (مطبوعہ ۱۹۷۶ء)



## امام المجاہدین حضرت مولانا عبد الغفور صاحب سوات قدس سرہ

امام المجاہدین شیخ الاسلام و المسلمین حضرت مولانا اخوند عبد الغفور صاحب سوات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۸۴۵/۱۱۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کو ابتدا ہی سے دینی تعلیم کا اشتیاق تھا چنانچہ ابتدائی کتب اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھیں، بعد ازاں پشاور کے مشہور زمانہ فاضل حضرت مولانا حافظ محمد عظیم پشاوری رحمہ اللہ تعالیٰ (۱۸۵۸ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر تقریباً چار برس میں تمام کتب متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، باکمال استاد کی صحبت سے تزکیہ نفس کا جذبہ پیدا ہوا اور شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد شعیب قدس سرہ ساکن تور ڈھیری کے دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے، ایک عرصہ تک دریائے کابل اور دریائے سوات کے جنگلوں میں محو عبادت و ریاضت رہے اور سلاسلِ اربعہ میں ماذون و مجاز ہوئے۔

اب آپ نے عوام الناس کو رشد و ہدایت کا درس دینا شروع کیا اور جگہ جگہ تشریح لے جا کر اربع شریعت و سنت کی تلقین کرنے لگے، جوہ عورتوں کا نکاح ثانی کرتے شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے کرتے، غیر شرعی رسوم کا سختی سے سدِ باب کرتے، گویا آپ کی ذات سے ایک دبستانِ شریعت قائم تھا جس نے معاشرے میں زبردست انقلاب برپا کر دیا۔ آپ کے لنگر سے ہزاروں مزدور مند مستفید ہوتے جو خدمتِ دین کے جذبہ سے ہر شام بوجھتے۔

جب سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی جماعت کے ساتھ پشاور کا رخ کیا تو حضرت اخوند صاحب نے سکھوں کو پشاور سے نکلنے اور مسلمانوں کو ان کے جبر و استبداد سے نجات دلانے کے لئے کارہائے نمایاں انجام دئے، پشاور فتح ہونے کے بعد مذکورہ جماعت نے اپنے عقائد و اعمال کو عملی طور پر نافذ کرنا شروع کیا۔ جہاں تک غیر شرعی رسوم اور منکرات کا تعلق تھا وہاں تک حضرت اخوند پیش پیش رہے کیونکہ یہ تو آپ کا مشن تھا جسے آپ پہلے سے جاری کئے ہوئے تھے لیکن جب عقائد کا معاملہ آیا تو



نہ صرف آپ مذکورہ جماعت سے الگ ہو گئے بلکہ ان کے ایسے عقائد کی بھی کلم کھلا مخالفت کی جو مسلک اہل سنت کے خلاف تھے اور آپ کے ایما پر آپ کے خلفا رافاضل نے ان کے عقائد کے رد میں مستقل کتابیں لکھیں، ان میں مولانا مرید محی الدین نوشہری اور پشاور کے نادر روزگافاضل مولانا میاں نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی قدس سرہما کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ خان غادی خاں شہید حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہ کے مخلص مرید تھے لہذا ان کی مذکورہ جماعت سے مخالفت ایک فطری امر تھا اس لئے ان پر غداری کا الزام لگانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے ظ  
ولیکن قلم در کعب دشمن است

حالات دن بدن ناگفتہ بہ صورت اختیار کرتے گئے اس لئے آپ نے تبلیغی کوششوں کا مرکز سوات کو بنالیا، ادھر انگریزوں نے اپنی شیطانی چالوں سے پشاور پر قبضہ کر لیا، حضرت مولانا اخوند عبدالغفور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دور رس بین نگاہوں نے محسوس کر لیا کہ اگر سوات میں کوئی تنظیم نہ ہوئی، کسی کو امیر نہ بنایا گیا تو فرنگی یلغار کا مقابلہ کسی طرح بھی نہ ہو سکے گا چنانچہ آپ کی شبانہ روز محنت کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے حضرت غوث خراساں سید علی تہذیبی قدس سرہ کی اولاد میں سے سید اکبر شاہ (م ۱۱۸۵ھ) کو اپنا امیر تسلیم کر لیا، آپ نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت اخوند کو شیخ الاسلام تسلیم کر لیا گیا اور تمام مقدمات کے فیصلے شریعت اسلامیہ کے مطابق ہونے لگے۔

سید اکبر شاہ کی وفات کے بعد ایک بار پھر سوات اور بنیر خاں جنگی کی زد میں آگئے، انگریزوں نے اس اختلاف و انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوات کا رخ کیا، حضرت شیخ الاسلام اخوند نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور مریدین و متعلقین میں شوق شہادت کی روح پھونک دی، مجاہدین سر بکھ میدان میں نکل آئے اور نہایت بے جگری سے انگریزی افواج کا مقابلہ کیا۔ معاملہ دست بدست لڑائی تک پہنچا اور قزلباغ کو پسپا ہونا پڑا، یہ معرکہ جہاد امبیلہ کے نام سے مشہور ہے۔

ملہ خان روشن خان : حاشی نوار پنج حالارحمت خانی (مطبوعہ پشاور) پشاور یونیورسٹی، پشاور، اشاعت ۱۹۶۶ء ص ۵۳۲



کچھ دنوں بعد حضرت شیخ الاسلام نے مجاہدین کو ساتھ لے کر کٹر کٹر کے مورچے کی طرف متوجہ ہوئے اور ہولناک جنگ کے بعد اس مورچے کو بھی فتح کر لیا، چونکہ یہاں سخت جنگ لڑی گئی تھی اس لئے اس جگہ نام ہی قتل گڑھ پڑ گیا، تھوڑے ہی دنوں بعد انگریزوں کی بھاری فوج نے ایک نہایت تجربہ کار انگریز کمانڈر کی کمان میں پھر حملہ کر دیا، ادھر حضرت اخون صاحب نے مجاہدین کی صفوں کو ترتیب دے کر مقابلہ کیا مگر یہ جنگ قیوم خیز ثابت نہ ہوئی، مجاہدین میں افراتفری پیدا ہوئی اور باجوڑ وغیرہ کے لوگ واپس ہونے لگے۔ حضرت اخون صاحب نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر ولولہ انگیز تقریر کی اور فرمایا: آج زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، اسلام کی عزت اور بے عزتی کا مسئلہ ہے، جو انگریزی اور ہمت سے مقابلہ کرو، آپ کی تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوا اور پسپا ہونے والے ایک مرتبہ پھر انگریزی فوج پر ٹوٹ پڑے مگر انگریزوں کے چند زر خرید خوانین کی غداری کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہوئی اور مجاہدین کو منتشر ہونا پڑا۔

حضرت اخون صاحب رحمہ اللہ قلعے کے سید و شریف لے گئے اور تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہوئے سرحد، علاقہ آزاد اور کابل وغیرہ علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے، آج بھی صوبہ سرحد میں جو دینی جذبہ اور اسلام سے محبت پائی جاتی ہے، آپ ہی کی تبلیغی سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد تقریباً ساڑھے چار سو بتائی جاتی ہے، آپ ایسے صاحب کرامت و خوارق بزرگ تھے کہ اپنی تمام زندگی اشاعت دین اور اعلام کلمۃ الحق میں صرف کر دی۔

آخری عہد آفریں اور تاریخ ساز مجاہد اور عالم و عارف، محرم الحرام، ۱۲ جنوری (۱۹۰۵ء) / ۱۹۰۶ء بروز پیر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا، آپ کا مزار پیرانوار سید و شریف میں مرجع انام ہے۔

سید محمد ابرار شاہ، مولانا سید : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (عظیم پیشنگ ہاؤس خیبر بازار ریشا پور، ۱۹۶۴ء) ج ۱ ص ۱۴۹-۱۵۰۔



## شیخ القرآن علامہ ابوالمحلق محمد عبد الغفور ہزاروی قدس سرہ

حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی ابن مولانا عبد الحمید ابن مولانا محمد عالم ذوالحجہ  
دسمبر (۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) بروز جمعہ ہری پور کے قریبی گاؤں چنبہ پنڈ میں پیدا ہوئے۔ کافیہ  
تک کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، بقیہ فنون میں سے زیادہ تر کتابیں استاذ الاساتذہ  
مولانا احمد دین (بھوئی، کیمبلپور) سے پڑھیں۔ استاذ العلماء مولانا محبت النبی  
بحرالعلوم مولانا یار محمد بندیا لوی، استاذ شہیر مولانا قطب الدین غورغشتوی، مولانا  
میاں عبد الحق غورغشتوی<sup>ؒ</sup> اور علامہ شتاق احمد کانپوری سے بھی درس لیا، دورہ  
حدیث کے لئے حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے  
اور دارالعلوم منظر اسلام سے سند فراغت حاصل کی۔

فارغ ہونے کے بعد کچھ عرصہ بجاڑ ضلع لائلپور اور تین سال تک رسد خدم الصوفیہ  
گجرات میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں وزیر آباد ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک  
جامع مسجد میں تشریف لائے اور جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی، یہیں آپ نے دورہ  
قرآن پڑھانے کی ابتداء کی جسے تاحیات بڑی دھوم دھام سے جاری رکھا۔ بڑے بڑے  
فضلا اس دورہ قرآن میں شریک ہوئے۔

زمانہ تعلیم میں آپ حضرت شیخ الاسلام خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ  
کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور پوری زندگی عرس کی محفلِ خاص میں خطاب

۱۔ غلام مہر علی مولانا: ایواقیت المہریہ، ص ۱۱۴

۲۔ حضرت میاں صاحب نے راقم سے بیان فرمایا۔

۳۔ عبد النبی کوکب، قاضی، سیرتوسالک، ص ۳۱



فرماتے رہے آپ نے ہر ذی اور ملی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس بنارس میں شریک ہوئے اور پاکستان ایسی نظریاتی اسلامی مملکت کے حق میں پُر زور تقریر کی، تحریک پاکستان، ختم نبوت اور تحریک جمہوریت میں آپ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں، ۱۹۶۸ء میں آپ جمعیتہ علماء پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور نہایت سرگرمی سے کام کرتے رہے۔

حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ گاہے گاہے شعر کی صورت میں اپنے جذبات کا اظہار فرماتے تھے، ان کے کلام میں بلا کا سوز تھا، چستی تخلص کرتے تھے کھڑی شریف، حضرت پیرے شاہ فازی اور حضرت میاں محمد بخش قدس سرہا کے مزار پر حاضری کے وقت کہے ہوئے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

برخ مہر درخش نام تو باشی      بقدر و خرام نام تو باشی  
ذخوف رہزناں امین نشینم      متاع دین و ایمانم تو باشی  
شوم آزاد از فکر طیبیاں      طیب درود و در نام تو باشی

ز غفلت ہاتے مرقد من نہ ترسم

جو با من مہر تا بانم تو باشی

علامہ ہزاروی علوم و فنون کے بے نظیر ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ جادو بیان مقرر بھی تھے، تصوف کے پیچیدہ مسائل کو آسان ترین لفظوں میں بیان کر دینا ان کے قادر الکلام ہونے کا بین ثبوت تھا، جہاں مجلس و عظیم میں سامعین ان کی خوش بیانی پر جھوم جھوم کر داد دیتے تھے وہاں سیاسی سطح پر ایسی تقریر کرتے کہ بڑے بڑے سیاستدان انگشت بندان رہ جاتے۔  
۹ اکتوبر (۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) کو وزیر آباد جی ٹی روڈ پر ٹرک کے حادثے میں جام شہادت نوش کیا، جناب حکیم سرور سہارنپوری نے منہجہ جزیل قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

۱۔ منظور احمد خان، رانا، حضرت شیخ القرآن (اگست ۱۹۷۱ء) ص ۲۸-۳۷

۲۔ ماہنامہ حنیٰ لائل پور (شیخ القرآن نمبر ۱) (نومبر دسمبر ۱۹۷۰ء) ص ۱۹



آج بے نور ہوئی محفلِ علم و حکمت  
 دین میں آیا ہے یہ مصرعہ تدریج و فوات  
 اٹھ گیا واقعہ اسرارِ کتاب و سنت  
 اہل سنت کا امام آج ہوا ہے رخصت

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے

زہے مولوی پیر عبد الغفور  
 مبعقول و منقول سردِ زماں  
 ہزاراں خلائق نمودہ ہجوم  
 بعلم و عمل کامل وقت بود  
 کہ روشن بیدار چہرہ اش لمحہ نور  
 فیوضات او منتشر در جہاں  
 شدہ فارغ ازونے درسِ علوم  
 بتوحید اہل وجود و شہود  
 ورا جملہ افلاک پابوس شد  
 بتاریخ آں فاضلِ راست گو  
 "مغفور ناجی" وصالش بجز

شرافت سن عیسوی گو ضرور

بخوانی "کرم پیشہ عبد الغفور"



## فاضلِ جلیل حضرت مولانا عبد الغنی صابری قدس سرہ

مولانا عبد الغنی ابن مولانا حکیم غلام رسول رحمہما اللہ تعلقاً ۱۳۱۱ھ/۲-۱۸۹۳ء میں  
 بمقام دسومہہ (ضلع ہوشیار پور، بھارت) میں پیدا ہوئے، عبد الغنی سعدی (۱۳۱۱ھ)  
 سے خود سنِ ولادت کا استخراج کیا۔ آپ کے اساتذہ کے بارے میں تفصیلاً نہ مل سکیں، صرف  
 اتنا معلوم ہو سکا کہ امرتسر کے کسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔ ابتداً آپ غیر مقلد تھے جب کہ  
 آپ کے والد ماجد اور بھادر گرامی دولت علی عارف سنی حنفی تھے لیکن عارف باللہ حضرت  
 شاہ سلج الحق گورداسپوری قدس سرہ کی مجلس میں حاضری کا یا اثر ہوا کہ آپ صحیح العقیدہ  
 سنی بن گئے اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافتِ خلافت حاصل کی ان  
 کے علاوہ حضرت میاں شیر محمد شر قپوری، حضرت میاں عبدالخالق (جہانگیراں ہوشیار پور)  
 امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لائٹی علی پوری  
 اور سائیں فتح علی مدنون بیبیاں پاکامسن (لاہور) وغیر ہم (قدست اسرار ہم) سے بھی مستفیض  
 ہوئے۔

تبلیغِ دین کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے، کئی کئی ماہ بسلسلہ تبلیغ گھر سے باہر رہتے کبھی  
 کسی سے معاوضہ طلب نہ کرتے، فرمایا کرتے تھے پنجاب کا کوئی گاؤں اور پاک و ہند کا کوئی  
 شہر لیا نہیں جہاں میں نے تبلیغ نہ کی ہو۔ اعلا کلمۃ الحق آپ کا شیوہ تھا، اہل ثروت کے  
 سامنے جھکنا کبھی گوارا نہ کیا، مسلمانوں کی زبوں حالی اور تجارتی و تعلیمی میدان میں ہندوؤں کی  
 اجارہ داری کو بے نگاہ تشویش دیکھتے تھے، اسی بنا پر چند متمول مسلمانوں کے تعاون سے اپنے  
 اسلامیہ ہائی سکول (دسومہہ) قائم کیا جس کی بنیاد امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ نے  
 رکھی، ایسی گروہ سے زبردستی صرف کر کے مسلمانوں کو تجارت کا مشورہ دیا، تحریکِ پاکستان شروع  
 ہوئی تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور امیر ملت حضرت پیر جماعت علی محدث علی پوری قدس سرہ  
 کی معیت میں شہر بہ شہر نظریہ پاکستان کے حق میں تقریریں کیں۔



علمائے میں سے سبحانِ زمان حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، حجة الاسلام مولانا  
 حامد رضا خاں بریلوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین  
 مراد آبادی، استاذ المحدثین مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری (قدست اسرار ہم سے گھرے  
 تعلقات تھے، آپ کی خدمت میں دیوبندی اور اہل حدیث بھی عقیدت و احترام سے حاضر  
 ہوا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا :

” دیوبندی اور اہل حدیث بھی مولانا سید محمد دیدار علی شاہ کے علم کا

لوہا بنتے تھے، واقعی ان کا علم بہت زیادہ تھا۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مولانا  
 علی اصغر حسینی (لاہور) کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :-

” بفضلِ خدا اہل سنت و جماعت ہوں، بریلوی حضرات سے عقیدت

ہے اور میرے پیر و مرشد (شاہ سراج الحق گورداسپوری) حضرت قبلہ

مجددِ ملت دورِ حاضر (امام احمد رضا بریلوی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی عقیدت

رکھتے تھے بلکہ آپ کا فرمان تھا: اگر احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شخصیت ہندوستان میں نہ ہوتی تو تمام اہل ہند وہاں بیت کا سبق پڑھتے

اور آپ کا علم تمام علماء سے اعلیٰ تھا۔“ (مکتوب یکم اگست، ۱۹۵۵ء)

محدثِ اعظم پاکستان مولانا سوا احمد لائل پوری، خطیب پاکستان مولانا غلام دین (لاہور)

خطیبِ ملت مولانا غلام محمد ترنم اور مولانا رفیق احمد خاں میکیش وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) آپ کو قدر و  
 منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے، اٹھارہ

سال کی عمر میں نماز تہجد اور اعتکاف کی ابتدا کی اور باقاعدگی سے ادا کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۹۵۵ء

میں ٹانگ ٹوٹ جانے سے معذور ہو گئے۔ عشر کے بعد جلد ہی سوجاتے اور رات کے بارہ بجے

اٹھ کر نوافل ادا کرتے اور پھر صبح کی نماز تک کربالجر میں مصروف رہتے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا ذکر خیر کرتے یا سنتے تو بے اختیار آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔



قیام پاکستان کے بعد لاہور تشریف لاکر باوامی باغ میں مقیم ہو گئے، پہلے بیگم شاہی مسجد  
 میں خطبہ دیتے رہے پھر ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۶ء تک جامع مسجد شاہ ابوالمعالی قدس سہ  
 میں فی سبیل اللہ خطبہ دیتے رہے۔ ۱۹۵۶ء میں حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے  
 اس سفر میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد لال پوری قدس سرہ کے ہم سفر رہے۔  
 ۸ ربیع الثانی، ۱۱ اکتوبر (۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) بروز اتوار مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ  
 تعالیٰ کا وصال ہوا، باوامی باغ ریلوے سٹیشن کے شمال میں ایک گنبد میں آپ کا مزار ہے  
 جہاں ہر سال ۱۱ اکتوبر کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ پیر عبدالغنی (۱۳۷۹ھ) مادہ تاریخ ہے  
 آپ کے فرزند ارجمند جناب محمد افضل حق خالد گورنمنٹ کالج بمبیر، آزاد کشمیر میں لیکچرار  
 ہیں۔

---

سہ یہ تمام حالات آپ کے مرید صادق مولانا علی اصغر چشتی (لاہور) نے مرحمت فرمائے۔



## مولانا ابوالشہ محمد عبدالقادر شہید قدس سرہ

مولانا الحاج ابوالشہ محمد عبدالقادر ابن مولانا علامہ حکیم غلام محی الدین ابن حضرت مولانا علامہ مفتی عبدالرحیم (تمیذ ارشد امام احمد رضا بریلوی) ۲۷ رجب، ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۲ء کو مدینہ الاولیاء احمد آباد شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد انجمن اسلامیہ ہائی سکول احمد آباد میں داخل ہوئے اور میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۶ء میں گجرات کالج احمد آباد سے ایف اے کا امتحان نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔ انہی دنوں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد حشتی قادری بریلی شریف سے مولوی سلطان حسن سنہلی سے مناظرہ کرنے کے لئے احمد آباد شریف لئے، مناظرہ میں کامیابی کے بعد وعظ و تقریر کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ حضرت شیخ الحدیث کا قیام مولانا عبدالقادر کے جد ماجد کے ہاں تھا اس لئے انہیں حاضری کے اور بھی زیادہ مواقع مہیا ہوئے۔ نگاہ حضرت شیخ الحدیث کا اثر یہ ہوا کہ مولانا عبدالقادر دنیاوی تعلیم کو خیر باد کہہ کر سرخسہ علم و حکمت بریلی شریف چلے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ان کی تعلیم کا معقول انتظام کر دیا۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں اپنے استاد مولانا عبدالرشید جھنگوی دام ظلہ کے ساتھ جھنگ چلے آئے اور جب مولانا عبدالرشید جھنگوی جامعہ نقشبندیہ علی پور سیداں شریف لے گئے تو بھی مولانا ان کے ہمراہ تھے۔ دوسال بعد مولانا عبدالقادر پھر بریلی شریف لے گئے اور مولانا علامہ وقار الدین اور حضرت محدث اعظم سے معقول و منقول کی کتابوں کا درس لیا۔ قیام پاکستان کے بعد حضرت محدث اعظم کے ہمراہ پاکستان چلے آئے اور تحصیل علم کے لئے کچھ عرصہ سرگودھا اور شہر قیوم رہے جب حضرت محدث اعظم پاکستان نے محلہ سنت لائل پور میں دورہ حدیث کا اجراء فرمایا تو مولانا عبدالقادر بھی درس حدیث میں شریک ہوئے اور شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ / ۱۹۵۰ء میں سند فراغت حاصل کی۔ حضرت محدث اعظم نے جامعہ رضویہ کی بنیاد رکھی تو آپ کے مخلص احباب کی جماعت میں مولانا عبدالقادر بھی تھے شاہی مسجد کی امامت اور جامعہ رضویہ کی نظامت کو اس خوبی سے نبھایا کہ باید و شاید سنی رضوی



جامع مسجد کابینٹر ڈالا گیا تو دوسرے علماء کے ساتھ مولانا عبدالقادر بھی سیمینٹ سر پرائیٹا کر ٹریک کار رہے۔ ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء میں جبل پور کے معزز خاندان کے فرد محترم مصوفی محمد حسین خاں کی دختر نیک اختر سے آپ کا نکاح ہوا یہ رشتہ خود حضرت محدث اعظم نے کرایا تھا۔ ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء میں آپ نے بغداد شریف کی حاضری دی اور ہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء میں سیلون کے احباب کی فرمائش اور حضرت محدث اعظم کے ارشاد کی بنا پر سیلون تشریف لے گئے اور وہاں کمال خوبی سے تبلیغ کا فریضہ انجام دیا ایک سال بعد حضرت محدث اعظم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے واپس لائل پور آگئے مولانا عبدالقادر کے خلوص کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دو سال تک پتو کی منڈی ضلع لاہور سوجہ پڑھنے کے لئے رہے لیکن کبھی اپنی ذات کے لئے گرائے تک کا مطالبہ نہ کیا۔ مولانا بہترین مدرس سلمے ہوئے مقرر اور بلند مرتبہ منتظم تھے، جلد سازی کے فن سے بھی بخوبی آگاہ تھے، حضرت محدث اعظم کے دست راست اور مستند خاص تھے، حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت محدث اعظم کی قابل قدر خدمات انجام دی تھیں، حضرت محدث اعظم کی وصیت کے مطابق لائل پور میں آپ کی نماز جنازہ مولانا عبدالقادر نے ہی پڑھائی، بعض ناگزیر حالات کی بنا پر مولانا سیلون اور مولانا معین الدین لکھنؤ سے کراچی جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ بعض احباب کے اصرار پر ان دونوں حضرات نے لائل پور میں قیام کیا اور عارضی طور پر کارخانہ بازار میں کرائے کے مکان میں جامع قادریہ کے نام سے ۳۰ اگست ۱۹۶۳ء کو ایک درس گاہ کا اجراء کیا گیا۔ بعد ازاں مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ لائل پور میں ۷۷ مرلے زمین لے کر جامع قادریہ اور جامع مسجد طیبہ کاسنگ بنیاد رکھا گیا۔

۱۴ رمضان المبارک (۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء) کو آپ کا رخ کارخانہ بازار جامعہ قادریہ میں نماز ظہر پڑھانے تشریف لائے۔ آپ نے جامع کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شقی ثعلب نے چیچے سے آکر چاقو کے پے در پے وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ ڈاکٹروں نے بہت کوشش کی مگر آپ جانبر نہ ہو سکے اور جام شہادت نوش کر گئے، دھوبی گھاٹ میں قریب ایک لاکھ مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی اور آپ کو جامع مسجد طیبہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ مزار پر گنبد



تعمیر ہو چکا ہے اور آپ کی عظیم الشان دینی یادگار جامعہ قادریہ راہِ ترقی پر گامزن ہے۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے عطار المصطفیٰ، ضیاء المصطفیٰ اور رضا المصطفیٰ چھوڑے۔

جناب مولانا غلام قطب الدین احمد صبی مدیر سوادِ اعظم لاہور نے درج ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا ہے۔

مولانا عبد قادر، اہل سنن کے حامی قاتل نے آہ! ان پر کی خنجر آزمائی  
دیتا ہے خونِ ناحق اس بات کی گواہی رمضان میں شہادتِ سنت ہے مرتضائی

اب طیشِ دور کر کے تاریخ لکھ اے احمد  
انیس سو ہے چونسٹھ اور تیس جنوری کی

۱۷۰۲ - ۳۱۹ = ۱۳۸۳ھ

۱۷۰۲ - ۳۱۹ = ۱۳۸۳ھ (مطبوعہ جامعہ قادریہ، مصطفیٰ آباد، لاہور)

شہداءِ طہنت

۱۷۰۲ - ۳۱۹ = ۱۳۸۳ھ



## عارفِ کامل حضرت خواجہ غلام محمد عبد الکریم نقشبندی قدس سرہ (داو پٹنڈی)

زبدۃ العارفین، قدوة السالکین حضرت خواجہ محمد عبد الکریم ابن نذر محمد قدس سرہما  
 ۱۱ اپریل، رجب المرجب (۱۳۶۲ھ / ۱۸۴۸ء) بروز شنبہ بوقت صبح پیدا ہوئے۔ تین ماہ  
 کی عمر میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور ابھی آپ کی عمر دو برس بھی نہیں ہوئی تھی کہ والد ماجد  
 کا سایہ شفقت بھی سر سے اٹھ گیا لہذا آپ کی پرورش آپ کے چچا میاں پیر بخش اور عابدہ و  
 زاہدہ پھوپھی نے بحسن و خوبی انجام دی۔ آپ جب پھوپھی صاحبہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے  
 تو کہتے، مجھے بھی معلّم بنا دیجئے تاکہ میں بھی نماز پڑھا کروں، پھوپھی صاحبہ تہجد کے بعد دعا کیا  
 کرتی تھیں کہ اے اللہ اس بچے کو اپنا بندہ بنا اور دین و دنیا میں اس پر برکت نازل فرما!  
 حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس دعا کی ٹھنڈک اب بھی اپنے دل میں محسوس کرتا ہوں  
 اور یہ سب سنی عبادتیں ہیں۔

جب آپ کی عمر ۸ برس تک ہوئی تو آپ کو محلہ کی مسجد کے امام قاضی محمد زمان رحمہ اللہ  
 تعلقے کے پپر کیا گیا چنانچہ مختصر عرصہ میں آپ نے قرآن مجید پڑھ لیا، بعد ازاں کتب درسیہ  
 فقہ و حدیث و تفسیر بھی اٹھائی۔ پندرہ برس میں سے فتویٰ شریف، احیاء العلوم اور مشکوٰۃ  
 شریف خاص طور پر ذکر کی گئی ہیں۔ سولہ سال کی عمر میں آپ کو کلام مجید کے حفظ کا شوق پیدا ہوا،  
 الاحادیث سال کے عرصہ میں قرآن پاک یاد کر لیا، قرأت و تجوید مولانا محمد حسین مکی سے پڑھی حضرت  
 حافظ صاحب نہایت دلکش آواز میں قرآن مجید پڑھتے تھے، جس مسجد میں آپ نماز تراویح پڑھایا  
 کرتے وہاں لوگ مغرب کے وقت ہی اپنی جگہ مخصوص کر لیتے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر جگہ  
 ہی نہ ملے، نویں مسلم مسجد کے متصل گلی میں بیٹھ کر آپ کے حسن قرأت سے مغلوظ ہوا کرتے تھے۔  
 بیس برس کی عمر میں آپ کے دل میں محبتِ الہی کے جذبات موجزن ہوئے، سوچا کہ  
 کسی مرد خدا کی غلامی اختیار کی جائے تاکہ قربِ الہی کی دولت میں سر موچنا چھو جہاں کسی بزرگ کے  
 متعلق سنتے کشاں کشاں پہنچ جاتے۔ جب آپ زندگی کی پچیسویں منزل طے کرے۔ جسے تھوڑے



چلا کہ حضرت خواجہ فقیر محمد المعروف بہ حضرت باباجی قدس سرہ (چورہ شریف) راولپنڈی تشریف لائے ہیں، پھر کیا تقاسر پابشتیاق بن کر حاضر خدمت ہوئے۔ پہلی ہی نظر میں سولہ جان سے فدا ہو گئے اور حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حضرت باباجی قدس سرہ نے بھی نہایت شفقت و محبت سے نوازا اور یوں ایک لافانی تعلق پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت حافظ صاحب کا معمول بن گیا کہ ہفتہ عشرہ بعد چورہ شریف پہنچ جاتے، جو بھی اچھی سے اچھی چیز نظر آتی خرید کر لے جاتے اور حضرت شیخ کی نذر کر دیتے اور مرشد کی توجہات عالیہ سے مستفیض ہو کر واپس آجاتے اور یہ واپسی نئی حاضری کی تمہید بن جاتی، آخر مدارج سلوک کٹے کرتے کرتے اس مقام کو پہنچ گئے کہ حضرت باباجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خرقہ خلافت و اجازت سے نوازا دیا۔

آپ دو دفعہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ پہلی دفعہ کسی وجہ سے حکومت نے حجاج کے مدیہ طیبہ جانے پر پابندی عائد کر دی، حضرت حافظ صاحب کی طبیعت میں اس بات کا ہلکا قلقل پیدا ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں حاضری نہ ہو سکی شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں۔ ایک رات تہجد کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو حالت مراقبہ میں زیارت سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت واپس جانا ہی مناسب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں پھر بلائیں گے۔ بچہ آپ ۱۹۱۱ء میں دوبارہ حج کے لئے گئے تو دربار رسالت کی حاضری سے بھی مشرف ہوئے اور یہ کیفیت ہو گئی کہ واپسی کو قطعاً دل نہیں چاہتا تھا اور روزانہ دعا کیا کرتے تھے کہ مجھے دیارِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہمیشہ کے لئے قیام نصیب ہو۔

ایکے عشاء کے بعد ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لائے اور فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ واپس ہند جائیں، آپ کے وجود سے بہت سی مخلوق فیضیاب ہوگی اور آپ کی قبر بھی وہیں ہوگی، ساتھ ہی قبر کی جگہ بھی دکھادی گئی چنانچہ اسی جگہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار پر انوار بنا۔

حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کثیر الکرامات بزرگ تھے۔



بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ نے ہزاروں افراد کو ذکر و فکر کی لذت سے آشنا کر دیا۔ بے شمار بے نماز آپ کے فیضِ صحبت سے تہجد گزار بن گئے۔ شیعہ اور مرزائیہ کا مدلل رد فرمایا کرتے تھے، متعدد افراد آپ کے دستِ حق پرست پر عقائدِ باطلہ سے تائب ہوئے۔ پہلے پہل آپ کا روبرو کیا کرتے تھے لیکن بعد ازاں ہمہ وقت خلقِ خدا کی رہنمائی میں مصروف رہنے لگے۔ آپ کی عام گفتگو اور وعظ و تعریفِ یادِ الہی، اتباعِ سنت، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی تلقین پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔

آپ کی شب و روز کی مصروفیات اس قدر زیادہ تھیں کہ آپ تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے، تاہم ہدایۃ الانسان الی السبیل العرفان تصوف و اخلاق پر آپ کی نہایت اہم کتاب ہے۔ مکتوباتِ امام ربانی مجددِ العین ثانی قدس سرہ العزیزہ کا اردو میں ترجمہ کروا کر شائع کیا تاکہ علوم و معارف کے اس بجز خوار کا فائدہ عام سے عام تر ہو۔ اس کے علاوہ دعائے حزب الجواز حضرت امام ابو الحسن شاذلی قدس سرہ کو از سر نو مرتب فرما کر شائع کیا، اس ترتیب کے دوران متحدہ پاک و ہند کے اطراف و اکناف بلکہ مصر اور بیروت سے دعائے حزب الجواز کے نسخے منگوائے اور انہیں سامنے رکھ کر ایک قابلِ وثوق نسخہ مرتب فرمایا، عید گاہ راولپنڈی کی موجودہ عمارت بھی آپ کی توجہات کا نتیجہ ہے۔

معاصرین میں سے مندرجہ ذیل حضرات سے آپ کے گہرے تعلقات تھے :-

۱۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ، گولڑہ شریف

۲۔ حضرت میاں شیر محمد، شرقپور شریف

۳۔ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی

۴۔ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، علی پور شریف (رحمہم اللہ تعالیٰ)

آپ کے ہاں چار صاحبزادے مولانا عبد العزیز (م ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء)، مولانا عبد الرحیم

(م ۱۳۳۸ھ)، مولانا عبد الحق اور مولانا عبد الرحمن پیدا ہوئے جن میں سے آخر الذکر آپ کے

جانشین ہوئے۔ آپ نے ۲ حضرات کو خرقہٴ خلافت عطا فرمایا جن میں سے فقیہِ اعظم حضرت

مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، مولانا حکیم خادم علی، خواجہ صوفی نواب الدین موہری شریف، مولانا



عبدالرحمن (فرزند) اور مولانا قاضی عالم الدین نہایت مشہور ہوئے۔

حضرت مولانا حافظ محمد عبدالکریم قدس سرہ کا وصال ۲۸ صفر ۲۰ مئی ۱۳۵۵ (۱۹۳۶ء) بروز بدھ ہوا، آپ کا مزارہ پر انوار عید گاہ راولپنڈی میں مرجع خلافت ہے۔ فقیر اعظم مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں نے قطعہ تاریخ وفات کہا ہے

قبضہ دین و کعبہ ایماں	ناصر دین و مذہبِ نعمان
دارتِ علم مصطفوی	قطبِ ہر دعوتِ زمان
چشمہ فیض و عارفِ کامل	مطلعِ نور و معدنِ عرفان
یعنی شیخِ غیبِ کریم	واقفِ علم و حافظِ قرآن
در شبِ بستم ماہِ مئی	گشت از چشمِ ما پہناں
ہاتفِ گفتہ سالِ وصالش	پیرِ عظیمِ زیبِ جنان

۱۳ آثارِ کریم (سوانح حیات) (بصورت ادراک)



## علامہ زماں مولانا محمد عبدالکریم قلعداري رحمہ اللہ تعلقے

فاضلِ جلیل مولانا محمد عبدالکریم ابن مولانا فضل احمد ابن مولانا حافظ خان محمد رحمہ اللہ تعلقے  
بمقام بستی قلعدار ضلع گجرات میں پیدا ہوئے، آپ قریشی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے اکابر  
ابا عن جد علم و فضل اور خدمتِ دین میں بلند مقام رکھتے تھے۔ مولانا نے اپنے آبا و اجداد کے  
نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے دور کے اجلہ فضلا سے اکتسابِ فیض کیا جن میں سے مولانا کلیم اللہ  
پھیانوی، مولانا محمد عبداللہ ٹونگی (محشی حمد اللہ شرح مسلم) مولانا عبدالکیم کلانوری خاص طور پر  
قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے السنۃ شریفیہ کے امتحانات امتیازی پوزیشن میں پاس کیے۔ بعد  
عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ پیر سید حیدر شاہ جلالپوری قدس سرہ کے دستِ مبارک پر  
بیعت ہوئے۔

تحصیلِ علوم سے فراغت کے بعد ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں مشن ہائی سکول جلالپور جٹان  
میں عربی مدرس مقرر ہوئے، بعد ازاں گورنمنٹ ہائی سکول پنڈو ادنخاں (ضلع جہلم) میں رہے اور  
۱۹۳۱ء میں فٹن پرائیگے۔ انگریزی دور میں اگرچہ انگریزی سکولوں میں السنۃ شریفیہ کے اساتذہ  
کو نگاہِ حقارت سے دیکھا جاتا تھا لیکن مولانا جہاں رہے عزت و وقار سے رہے اور تدریسی  
ذمہ داریوں کو نبھانے کے ساتھ ساتھ خطابت اور افتاء کے فرائض بھی انجام دیتے رہے، سکائی  
ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد ماجد کی طرح مسجد میں فی سبیل اللہ درس و تدریس  
کا سلسلہ شروع کیا اور تازسیت اس شغل کو جاری رکھا۔

مولانا بہترین خطاط، قادر الکلام شاعر اور صاحبِ تصنیف محقق تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف  
اور خوشخط منظومات کا ذخیرہ آپ کے علم دوست فرزند پروفیسر قریشی احمد حسین قلعداري (گجرات)  
کے پاس محفوظ ہے، تصانیف درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ دیوان الکریم (عربی)
- ۲۔ دیوان الکریم (فارسی)
- ۳۔ تفسیر سورہ فاتحہ (عربی)
- ۴۔ غوی البیات فی مسائل الاموات



- ۵۔ تاج المؤمنین  
 ۶۔ خیر الخیر فی مسائل سنت الفجر۔  
 ۷۔ القول العاصد فی حکم القیاح الطلقات الثلاث فی المجلس الواحد  
 ۸۔ روح العباد فی ذکر المیلاد  
 ۹۔ اور تاریخ صلح حدیبیہ و فتح مکہ وغیرہ وغیرہ  
 روح العباد کے علاوہ باقی تصانیف تاہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔
- ۲۴ صفر، ۱۹ ستمبر (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء) بروز جمعرات شام کے وقت داعی اجل کو لبیک  
 کہی، آپ کے وصال سے قلعہ داری علماء کی بزم کا ایک عظیم نماندہ وخصت ہو گیا اور محبوب و منبر کی  
 رونق اپنے ساتھ لے گیا۔

مولانا محمد فاضل ساکن جببوا نوالی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے  
 حیف حضرت مولوی عبد الکریم کرد رحلت جانب دار انعمیم  
 جستجو کردم کہ ہاتھ گفت یار حضرت زاہدے "سائش شمار ۷  
 ۱۳۷۷ھ

۱۔ احمد حسین قریشی قلعہ داری : یادِ سلف ، ص ۱۱-۱۳  
 ۲۔ ایضاً : ص ۴۶



## استاذ الافاضل مولانا شیخ عبداللہ شیخ گجراتی قدس سرہ

فاضل متبحر مرجع الفضلاء، بے مثل تالوخی گو، مولانا شیخ عبداللہ ابن مولانا صدرالدین (۱۸۵۱-۲/۵۱۲۶۹م) سکھوں کے عہد حکومت میں اپنے تہیال موضع دینہ (ضلع جہلم) میں ۵۰-۱۲۴۹/۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ پچھن کے چند سال اپنے عابد و زاہد نانا حافظ نورجی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۲۴۰/۵۲-۱۸۵۳ء) کے زیر سایہ گزارے۔ ساڑھے چار سال کی عمر میں حافظ نور دین چک عمر کی خدمت میں حاضر کئے گئے اور حافظ صاحب کی توجہ سے جلد ہی قرآن پاک یاد کر لیا بعد ازاں علوم متداولہ کی تحصیل والد ماجد سے کی جو اپنے دور کے نامور اساتذہ میں شمار ہوتے تھے، ان کے علاوہ مولانا غلام محیی (میکی ڈھوک) استاذ حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ اور اپنے علم محترم مولانا میاں مخدوم عالم سے بھی استفادہ کیا۔ تکمیل علوم کے بعد شیخ نے چک عمر تحصیل گھاریاں میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ بے شمار علماء آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے، چک عمر اگر چہ آپ کے پردادا مولانا حافظ شیخ محمد شکر اللہ خلیفہ حضرت خواجہ فخر الحق والدین حشتی دہلوی کے زمانہ ہی سے منبع فیض چلا آ رہا تھا لیکن شیخ عبداللہ کی شبانہ روز مساعی کی بدولت علم و فضل کا گہوارہ بن گیا، علامہ اصغر علی ندوی قدس سرہ نے ایک دفع فرمایا :

”میں نے لاہور کی مساجد اور علماء کی فرست تیار کی تو نصف سے زیادہ

حضرت مولانا شیخ عبداللہ کے شاگرد ثابت ہوئے۔“

آپ کے چند مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

۱۔ مولانا محمد عبدالملک، ساکن کھوڑی، مشیر مال ریاست بہاولپور۔

۲۔ آپ کا زاد آپ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ محمد رحمہ اللہ تعلقہ خلیفہ، ہزار حضرت خواجہ بہاء الحق ملتان قدس سرہ کے مدرسہ مبارک کی شمالی جانب موضع حاسلا نوار، تحصیل پھاریہ میں ہے۔



۲۔ قاضی عطاء محمد گجراتی، تحصیلدار پشاور۔

۳۔ مولانا نیاز احمد ساکن قصبہ بہوڑہ۔

۴۔ مولانا حکیم غلام محی الدین قریشی ساکن دیالی۔

۵۔ مولانا محمد عالم تشریشی سرگدھن۔

۶۔ مولانا حافظ نوردین مفتی ماہل سنت جلالپور جٹاں۔

۷۔ مولانا نور احمد، باگڑیا نوالہ۔

۸۔ سید بقاشاہ، کیرا نوالہ شہانہ۔

۹۔ سید محمد انور شاہ، گولیکی۔

۱۰۔ سید فضل شاہ، چک عبدالخالق سیداں (وغیر ہم)۔

مولانا شیخ عبداللہ بے نظیر فاضل اور مناظرہ میں کیتے روز گار تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، امیر حبیب اللہ خاں والی کابل اور ہمارا جہ نیر سنگھ حاکم ریاست جموں و کشمیر آپ کے مداحوں میں سے تھے۔

حضرت پیر سید غلام حیدر شاہ جلالپوری قدس سرہ نے آپ کو حضرت خواجہ پیر شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے بیعت کرایا اور جلد ہی آپ کا شمار خلفاء میں ہونے لگا، سلسلہ چشتیہ کے علاوہ آپ کو سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بھی اجازت تھی۔

مولانا شیخ عبداللہ کے دو صاحبزادے مولانا محمد بقا (مولوی فاضل) اور حافظ محمد رضا آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے اس لئے آپ کے باوقاف پیغمبر مولانا سلام اللہ شائق آپ کے جانشین ہوئے۔

آج سے قریباً پون صدی پہلے موضع چک جانی متصل ڈنگہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا، مزار و عید قبر بانی کے موقع پر اس کی زیارت کرایا کرتے تھے، اس کی زیارت کے لئے بے انداز خلیق خدا حاضر ہوا کرتی تھی، مزار اسے اپنے رہائشی مکان پر رکھتے تھے جہاں اس کی بے ادبی کا احتمال ہوتا تھا اس لئے مولانا شیخ



عبداللہ نے اپنی گزراہ اور اپنے احباب کے چندہ سے ایک مسجد اور ایک زیارت گاہ تعمیر کرا دی  
جہاں بعد ادب و احترام موئے مبارک رکھوا دیا۔

مولانا شیخ عبداللہ نے عربی و فارسی میں ایک منظوم نصیحت نامہ مرزا غلام احمد قادیانی  
کے لئے لکھا تھا۔

آپ کی ایک تالیف تاریخ دیوان (حالات حاجی عبداللہ دیوان قادری قدس سرہ  
جو بسند و علاقہ میٹھوار (بہلم) کے رہنے والے تھے؛ متوفی ۲۰ شوال ۱۰۷۲ھ) کا قلمی نسخہ مولانا  
عبدالرشید، لاجپت نگر، شاہدہ کے پاس موجود ہے جس میں حضرت دیوان رحمہ اللہ تعالیٰ  
کے تفصیلی حالات بیان کئے گئے ہیں، قطعہ تاریخ مولانا شیخ عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا  
لکھا ہوا ہے۔

حضرت دیوان صاحب فقہ متین بر بساط قادریہ بودہ اند مسند نشین  
چو کہ بودند اندر دنیا بخلوتناہاں در تصور جنت الماویٰ شدہ خلوت گزین

شیخ در سال وصال مصرع پاکیزہ گفت

حاجی دیوان عبداللہ بخت، آفرین

آپ عربی فارسی اور پنجابی میں طبع آزمائی فرمایا کرتے تھے، آپ کا مجموعہ کلام حسن کا تاریخی  
نام نشان شیخ (۱۳۱۱ھ) ہے تاہنوز طبع نہیں ہو سکا آپ کا فارسی کلام حافظ شیرازی، جان  
جاناں اور ناصر علی سرسندی کی زمینوں اور انہی کے رنگ میں ہے۔

تاریخ گوئی میں آپ کو قدرت کلام حاصل تھی، برجستہ تاریخ کہنے میں آپ اپنی مثال  
نہ رکھتے تھے، آپ نے سینکڑوں کی تعداد میں تاریخیں رقم فرمائیں ۶۰ ۱۸۹۶ میں پیسہ اخبار  
نے انعامی مقابلہ کرایا، آپ نے بھی عربی، فارسی اور اردو میں قطعہ تاریخ لکھ کر ارسال کئے  
اور اول نمبر نے پر آپ کی خدمت میں تین انعام پیش کئے گئے۔



یگانہ روزگار فاضل مولانا شیخ عبداللہ ۲۰۳۹۰۱۳۳۹/۱۹۲۱ء میں رابعی ماہِ اُختر  
ہوئے، مولانا محمد سلام اللہ شائق نے تاریخ وفات کمی سے

چراغِ ہدایت بروئے زمیں	چو مولائے ما قبلہ اہل دین
زینبند گان گشت ناگہ نہاں	چراغے نہ گویم کہ مہرِ جہاں
شدہ حجاب در چشم شائقِ حرام	زفقدش سید گشت عالم تمام
بحق محمد علیہ السلام	خداش بجنبت بخشہ مقام
بگو کہ کوچِ شیخ المشائخ "بسال" لہ	بسالِ سیحی چو داری خیال

۲۱ ط ۱۹

۱۹ جملہ کوائف ماخوذ از مکتوب جناب حکیم محمد مظفر علی مدظلہ ساکن چک مر (گجرات) بنام مکرچی حکیم محمد ہوش  
امر تسری زید مجیدہ۔



## فاضل متبحر مولانا حافظ سید عبداللہ شاہ رحمانی تھانہ

مولانا حافظ سید عبداللہ ابن مولانا سید چراغ شاہ ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء میں کشمیری محلہ سیلکوٹ  
شہر میں پیدا ہوئے، قرآن مجید اور کچھ درسی کتب مولانا عالم الدین سیلکوٹی سے پڑھیں منطق، فلسفہ  
اور ریاضی کی منتہی کتب حضرت خواجہ عبدالعلیم ملتانی ایسے جدید فاضل سے پڑھیں۔ آپ کو کتب علیہ  
سے بے حد لگاؤ تھا چنانچہ آپ نے اس دور کی متعدد نئی مطبوعہ کتب کی نقل کی تھی ان مخطوطات  
سے آپ کے قابل قدر علمی ذوق کا نشان ملتا ہے۔ یہ مخطوطات آپ کے خلیفہ رشید مولانا  
سید نور محمد قادری مدظلہ کے پاس محفوظ ہیں۔ آپ نے سورہ آل عمران کی چند آیات کی تفسیر  
فارسی میں لکھی تھی جو بڑے سائز کے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔

آپ نوجوانی میں ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں حضرت مولانا قاضی سلطان محمد ودانی قدس سرہ کے  
دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب آپ پر بڑی  
شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی حضرت قاضی صاحب مزارات عالیہ کی زیارت کے لئے  
سیلکوٹ تشریف لاتے تو آپ کے گھر محلہ کشمیری میں ضرور رونق افروز ہوا کرتے تھے، حضرت  
قاضی صاحب نے آپ کو ایک خط میں " مشفق چراغ دو دمانِ اصطفیٰ " اور حضرت قاضی  
صاحب کے برادر اصغر قاضی محمد مسعود رحمانی تھانہ نے " اکرم الناس " اور اشرف العباد  
ایسے القاب سے نوازا۔ ۱۹۱۴ء میں جب آپ کے بڑے صاحبزادے سید شاہ ولایت مرحوم  
ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے تو حضرت قاضی صاحب نے ازراہ عنایت مسیح الملک  
حکیم جمل خاں کے نام تعارفی خط لکھ کر دیا تھا جو مقاماتِ محمود، " مرتبہ نواب معشوق یار جنگ  
ص ۸-۳۴۷ میں مندرج ہے۔

علامہ محمد حسن فاضل، مولانا محمود گنجوی مصنف طریق السالکین (تصور شیخ کے موضوع  
پر جامع کتاب) مولانا کریم الدین جہلمی اور مولانا قادر بخش ملتانی وغیرہم معاصر علماء کے ساتھ آپ کے  
بڑے گہرے تعلقات تھے، آخر الذکر دو حضرات تو اکثر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے



ایک روایت کے مطابق ایک دفعہ مولوی نور الدین بھیروی (قادیانی) ایک مسئلہ کی تحقیق کے لئے آپ کے پاس آئے تھے۔

آپ کے پاس دینی کتب کا بہت بڑا ذاتی ذخیرہ موجود تھا جس کا بڑا حصہ میک کی نذر ہو چکا ہے البتہ کچھ حصہ اب بھی محفوظ ہے جس میں بعض نادر مخطوطات بھی موجود ہیں مثلاً تمہ فتاویٰ مجموعہ خانی قلمی مولانا محمد اکرم، قول صواب فی رد خضاب (فارسی)، مولانا تراب علی لکھنوی جامع الرموز عربی کامل، شجرۃ النبی تا آدم علیہ السلام (قلمی) مرتبہ مولانا عبدالرحمن سیالکوٹی۔ آخر عمر میں تمام تعلقات اور مصروفیات ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے یا پھر اپنے سلسلہ کے منتهی وظیفہ انت الہادی انت الحق لیس الہادی الاھو کا ورد فرمایا کرتے تھے۔

۴ دسمبر ۱۹۳۱ء/۱۳۵۳ھ کو ۸۴ سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا اور یک ۱۵ شمالی ضلع گجرات میں آپ کا مزار بنا۔ آپ کے خلیفہ رشید مکرمی مولانا سید نور محمد قادری مولف نقوشِ محبت، و اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت، صاحب علم و فضل اور علم دوست شخصیت ہیں جو دور افتادہ دیہی ماحول (چک ۱۵، گجرات) میں رہ کر علم کا چراغ روشن کئے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ یہ تمام کوائف مکرمی سید نور محمد قادری مدظلہ نے فراہم کئے۔



## مولانا الفاضل محمد عبداللہ جھنگوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد عبداللہ بن احمد یار (رحمہما اللہ تعالیٰ) ۱۲ محرم، ۱۵ ستمبر (۱۳۳۸/۱۹۲۱) کو لنگرانہ چک ۲۳۷، نزد محمدی شریف، ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ محمدی شریف میں قرآن پاک پڑھنے کے بعد ابتدائی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں بھیرہ ضلع سرگودھا میں مولانا سعید الرحمن ہزادی سے علمی استفادہ کیا، پھر موضع قفری (ضلع سرگودھا) میں مولانا خدابخش سے درس نظامی کی آخری کتابیں حمد اللہ شرح مسلم، مسلم الثبوت اور توضیح تلویح وغیرہ پڑھیں پھر کچھ عرصہ محمدی شریف جا کر پڑھتے رہے، درس حدیث کے لئے مرکز علم و عرفان بریلی شریف گئے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا ابوالفضل سردار احمد قدس سرہ العزیز سے اکتساب فیض کیا۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی کے مرید تھے۔

تکمیل علوم کے بعد مدرسہ ضیاء شمس الاسلام، سیال شریف (ضلع سرگودھا) میں مدرس مقرر ہوئے۔ اسی دوران جب استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد رند یا لوی دامت الطاف سیال شریف تشریف لائے تو مولانا محمد عبداللہ جھنگوی تبرکات ان کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور میسبزی وغیرہ کتب پڑھیں۔

فالتا، ۱۹۵۰ء میں حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قدس سرہ کے بلالے پر مولانا صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول مدظلہ کی تعلیم کے لئے جامعہ رضویہ لائل پور شریف لے گئے، ان دنوں راقم الحروف کو بھی آپ سے صرف کی بعض کتابیں پڑھنے کا موقع ملا، لیکن چند ماہ بعد ہی حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی بہ نفس نفیس لائل پور شریف لائے اور مولانا کو اپنے ساتھ سیال شریف لے گئے۔ بعد ازاں ایک سال جامعہ حنفیہ قصور اور دو تین سال شمس العلوم مظفریہ رضویہ، واں بھراں میں



مدرس رہے۔ اس کے علاوہ آستانہ عالیہ سیال شریف ہی میں قیام رہا اور زندگی کے آخری دنوں تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔

مولانا محمد عبداللہ صاحب گوی رحمان اللہ تعالیٰ خوش اخلاق، منسا را اور پر خلوص انسان تھے۔ دن رات طلباء کو پڑھانے اور محنت کرانے میں لگے رہتے۔ ۱۹۷۳ء میں آپ کا نوجوان صاحبزادہ فوت ہو گیا، یہ صدمہ جان لیوا ثابت ہوا اور آپ ۲۵ ذوالحجہ، ۱۹ جنوری (۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۴ء) کو دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔



۱۔ غلام مہر علی مولانا : ایواقیت المہریہ ، ص ۱۳۔

۲۔ مکتوب گامی مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ سیدنا شمس الاسلام، سیال شریف بنام راقم الحروف۔



## فاضلِ گجرات مولانا ابوالبرکات محمد عبدالملک کھڑوی قدس سرہ

ادبِ عربی کے بے نظیر فاضل، مولفِ کتبِ کثیرہ مولانا ابوالبرکات محمد عبدالملک کھڑوی المعروف علامہ صادق بن مولانا محمد عالم بن گوہر خاں رحمہ اللہ تعالیٰ موضع کھڑوی متصل ڈنگہ (ضلع گجرات) میں خاندانِ گوہر چوہان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد عالم اپنے دور کے مقدر عالم وین اور فقہ، منطق، حساب اور خوش نویسی میں کامل دسترس رکھتے تھے، حضرت مولانا جان محمد قادری لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور مجاز تھے۔

مولانا محمد عبدالملک نے ابتدائی تعلیم اپنے والدِ گرامی اور برادرِ مکرم مولانا غلام غوث سے حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے استاذِ انکل مولانا شیخ عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں چک عمر (نزد لالہ موسیٰ) حاضر ہوئے اور نو دس برس تک اکتسابِ علوم کیا۔ تکمیلِ علوم کے بعد محکمہ مال میں مددگار پٹواری کی حیثیت سے ملازم ہوئے اور ترقی کرتے کرتے افسر مال کے عہدہ تک پہنچ گئے۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ نواب صادق محمد خاں فاس (بہاولپور) تک پہنچا تو انہوں نے آپ کو بہاولپور بلایا اور اپنی ریاست میں مشیرِ مال مقرر کیا اور اس کے علاوہ بہت سی فرائض ادا کیں، اس جگہ آپ نے قریباً ۳۵ سال بکمال حسن و خوبی اپنے فرائض انجام دیئے۔

شہر میں ایک قطعہ زمین حاصل کرنے کے لئے مسلمان اور ہندو دونوں کو شاں تھے، آپ نے حالات کی نزاکت کے تحت نواب صاحب کی اجازت سے وہاں مسجد بنوادی اور اس کا نام مسجدِ اقصیٰ رکھا اور نواب صاحب سے اس کا افتتاح کرایا، نہر صادقہ کے نقشہ اور کھدوائی کا آپ ہی نے انتظام کیا اس طرح آپ نے بہت بڑے ریگستانی خطے کو سیراب کرنے کا اہتمام کر دیا۔

مولانا محمد عبدالملک، قادر الکلام شاعر اور ادبِ عربی کے فہید المثل عالم تھے۔ ۱۳۱۰ھ میں نواب محمد صادق والی بہاولپور کی مدح میں ایک تاریخی قصیدہ لکھا جس کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے ہر ایک مصرعے سے تاریخ (۱۳۱۰ھ) نکلتی تھی، اگر دو مصرعوں کے صرف منقوٹ



یا غیر منقوطہ کو جمع کیا جاتا تو بھی یہی تاریخ نکلتی، اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے ۷

مصلحِ جود و صداقت منبعِ نثرِ نہاں ہمدمِ عدل و جلالت، صادقِ صاحبِ جلال  
مقطع یہ ہے ۷

اس قصیدہ گفتِ مالکِ سرِ عالمِ لاجواب آفریں صدمِ جبا اُحسنتِ صد گوید جہاں  
علامہ صادق نے عربی کی زمین میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس  
میں ہدیہ نعت پیش کیا ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں ۷

اے بزدلہ بر عرشِ بریں نقشِ تدمِ را  
اے فخرِ بذاتِ تو صنادیدِ عربِ را  
مشاطہ تقدیر، رُخِ حسنِ تو آراست  
فطرت، بسرزانوئے اندیشہ نندمِ را  
ہر گہ کہ تصورِ بادِ دستِ تو بوسد  
اں کس کہ گلِ روضہ منخزائے تو بوید  
درمیشہ، بنامِ تو پناہِ جنت، اگر کس  
اس فخرِ رسلِ بہتہ تو پناہ ہے بکہ جویم؟  
نور است وجودت کہ بیک جنبشِ مژگاں  
وز نامِ تو، علمِ ازلی لوحِ و تلمِ را  
وے نازِ بنامِ تو اقالیمِ عجمِ را  
تا ہست تماشا بکند حسنِ عدمِ را  
تا جلوہ بہ بیند ز حدوثِ تو قدمِ را  
آرام ز ہر گونہ دیدِ درد و المِ را  
فارغ کند از مشکِ عنتِ قوتِ شممِ را  
بویاے سِخود افگند سرِ شیرِ اجمِ را  
چوں چرخِ نندِ بزمِ آفاتِ عجمِ را  
طے کرد مقاماتِ فلکِ را و حرمِ را

بدر گہ تو صادقِ آورد پناہ ہے

بنواز بہ الطاف، در افتادہ غمِ را ۷

۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں نواب صاحب کی معیت میں حرمین شریفین کی عاضری سے مشرف

ہوئے، دربارِ رسالت میں منظوم ہدیہ سلام پیش کیا جس کا ایک ایک لفظ فرحانی شوق اور  
گہری عقیدت کا پتہ دیتا ہے، ذیل میں دو شعر پیش کئے جلتے ہیں ۷

السلام اے نیرِ تابندہ بُرجِ وجود  
السلام اے گوہرِ نخشندہ انعامِ وجود







اسلام سے واسطہ نہیں ہے یا جو اس کا تجربہ نہیں کرتے“ لے  
اس شرح میں آپ نے اردو ترجمہ، محل لغات اور بیانِ مطلب کے علاوہ ہر شعر  
کا ترجمہ فارسی شعر میں کیا ہے۔

آپ کی تیسری اہم تصنیف الجواہر المصنیف فی شرح القصیدہ الغوثیہ ہے اس میں  
قصیدہ ’غوثیہ کی بسوط شرح اور مسائل تصوف کی سیر حاصل بحث ہے۔ نیز قصیدہ مبارکہ پر صرنی  
اور نحوی طور پر کئے جانے والے اعتراضات کو متعدد میں شعرا کے حوالے سے بڑی خوش اسلوبی  
سے رفع کیا ہے۔ آپ کے معاصر حضرت مولانا محمد اعظم نوشاہی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :-

” موجودہ زمانہ میں قصیدہ شریفیہ کی ایک شرح جناب مولوی فاضل ابوالبرکات  
عبدالملک صاحب مشیر مال ریاست بہاولپور نے لکھی ہے جو بس غنیمت ہے  
تحقیق الفاظ و معانی کی خوب داد دی ہے، صرنی نحوی موضوعی، قرار تی  
اعتراضوں کو بدلائل عقلی و نقلی اس خوبی سے اٹھایا ہے کہ اگر ترک ادب  
اسلاف مانع نہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ مذاقِ زمانہ کے مطابق یہ شرح سب سے  
اچھی ہے۔“ لے۔

ان کے علاوہ آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۴۔ شرح محمدی (علم میراث) مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی۔

۵۔ شرح درود کبریت احمر

۶۔ النور

۷۔ المنزل { یہ دونوں رسالے سیرت پاک پر ہیں۔

۸۔ النکاح ، مسائل نکاح و طلاق۔

۹۔ النبوة والرسالة ، نبوت و رسالت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

۱۰۔ صادق الاشارة فی شرح بانث سعاد ، قصیدہ ”بانث سعاد“ کی شرح۔

۱۔ محمد علی ، مولانا ، حسن الجودہ (مطبوعہ مالگیر ایکڑک پریس لاہور) ص ۲-۳۔  
۲۔ محمد اعظم نوشاہی ، القصیدہ النبویہ لقاہ ، القصیدہ (مطبوعہ کرمی پریس لاہور ۲۰۱۳ء) ص ۱۳



شاہان گوہر ، مطبوعہ مطبع معارف اعظم گوہر ، قوم گوہر کی مستند تاریخ ہے سلف  
علامہ صادق مولانا محمد عبدالملک صاحب قضا کا وصال ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۱۰ھ جولائی

۱۳۶۰/۱۹۳۱ء بروز سوموار موضع کھوڑی (ضلع گجرات) میں ہوا سلف

مولوی غلام احمد اختر مؤرخ کمرشتہ تالیفات بہاولپور نے قطعہ تاریخ کہا سلف

کے نئے بدوئے عبدالملک مالک رسد بست رخت زندگی راسوئے درگا و صد

جست اختر از فلک تاریخ رحیل و بگفت مالک ملک فصاحت پر ہمیشہ ابد سلف

مولانا حکیم محمد مظفر علی مدظلہ ساکن چک عمر گجرات نے درج ذیل تاریخ لکھی سلف

فخر گوہر عبدالملک نیک نام کرد رعت جانب دار السلام

بود عالم یا عمل از اب و حب فیض یاب از خاندان ہر خاص و عام

گفت شائق با مظفر دین چنین کن رقم تاریخ آن ذی احترام

۱۳۶۰

سلف حسن الجود ، سہیل بیچ ، ۲۰

سلف ماہنامہ العزیز ، بہاولپور ، ستمبر ۱۹۳۱ء ، ص ۳۳ (نقشہ ، تاریخ وصال ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۱۰ھ جولائی

سلف ایضاً ، ص ۲۵ ، ۱۳۶۰/۱۹۳۱ء بروز سوموار ۱۳۶۰

سلف یہ حالات جناب حکیم محمد مظفر علی زید پیرہ کے مکتوب بنام ذبذبة افکار المدح حکیم محمد سلف اور تری مدظلہ سے

لئے لگے ہیں ، جم اور دوسری جگہ سے ماخوذ ہیں ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔



## فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالواحد عثمانی بدایونی قدس سرہ

مولانا عبدالواحد عثمانی ابن مولانا حکیم ابوالمنظور عبدالماجد بدایونی (برادر اکبر مولانا عبدالحمید  
 بدایونی) رحمہ اللہ تعالیٰ بدایوں میں پیدا ہوئے، علمی محول اور ناز و نعم میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم  
 گھر پر حاصل کی، مدرسہ قادریہ بدایوں اور مدرسہ شمس العلوم، بدایوں میں اجلاساتہ حضرت مولانا  
 مفتی حافظ بخش بدایونی اور مولانا صیب الرحمن قادری سے استفادہ کیا، پھر مولانا مفتی قدیر بخش  
 بدایونی کے پاس مدرسہ تعلیم الاسلام، جسے پور میں حاضر ہو کر دو تین سال میں تکمیل کی، مولانا مفتی قدیر بخش  
 نے ان کے لئے بڑا آرام دہ انتظام کیا تھا۔ مولانا عبدالواحد بدایونی اپنے اساذِ مکرم کا ذکر بڑی  
 عقیدت سے کیا کرتے تھے، مولانا عبدالماجد بدایونی انہیں جاموزنہ ہر مصر بھیجا چاہتے تھے  
 لیکن ان کی وفات سے یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا البتہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے  
 مولوی فاضل کا امتحان دیا اور کامیاب ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں عاشقِ رسول حضرت  
 مولانا محمد عبدالقدیر بدایونی ابن تاج الفحول حضرت مولانا شاہ محب رسول عبدالقادر بدایونی لاڈل  
 سرہا سے بیعت تھے اور مرشدِ گرامی سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

مولانا عبدالواحد عثمانی بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کچھ دنوں ماہنامہ المنظور بدایوں سنبھالا پھر  
 مولانا منظر الدین شیرکوٹی (م ۱۹۳۹ء) مالک و مدیر سے روزہ الامان (دہلی) ہنسے انہیں اپنے  
 پاس بلالیا اور الامان کی ادارت ان کے سپرد کر دی، ان دنوں تھریک پاکستان بڑے زور شور  
 سے جاری تھی، مولانا عبدالواحد نے الامان اور دیگر جرائد اخبارات میں مضامین لکھے و شہود  
 سے نظریہ پاکستان کی حمایت کی۔ قیام پاکستان تک دہلی میں بسنے پھر وہاں سے بدایوں اور پھر  
 کراچی آگئے، لاکھیت میں خاموشی اور گناہی سے وقت بسر کیا، کچھ دنوں محکمہ آباد کاری میں ملازم رہا  
 کئی اسکولوں اور مدرسوں سے متعلق رہے پنجاب یونیورسٹی کے السنہ شریف کے محکمہ میں رہے۔

حضرت مولانا عبدالواحد بدایونی ادب عربی کے زبردست فاضل اور میدانِ خطابت کے  
 شہد بیان مقرر تھے۔ موزون طبیعت کے مالک تھے کبھی کبھی ہنسنت اور سلام لکھا کرتے تھے الامان دہلی



کی ادارت کے زمانے میں ایک کتاب "اسلامی مساوات" لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی، کراچی میں آپ کے والد ماجد کے مریدین اور معتقدین کی خاصی تعداد تھی لیکن آپ نے کبھی ان سے رابطہ نہیں بڑھایا قدرت نے ان کے مزاج میں کمال استغناء و دلچیت فرمایا تھا۔

۵ ذیقعدہ ۱۹۰۱، نومبر ۱۳۹۵ھ / ۱۹۰۵ء کو کراچی میں مولانا عبدالواحد عثمانی بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری، مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

" ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو مولانا عبدالواحد عثمانی بدایونی کا انتقال ہو گیا، یہ مولانا

عبدالواحد بدایونی کے فرزند تھے، ..... بڑے باپ کے بڑے

بیٹے تھے، لاکھیت کو ارٹ میں رہے، خاندان سجادگی اور علم و فضل کو حصول

تعارف اور اعزاز کا ذریعہ نہیں بنایا، کم نامی میں زندگی گزار دی، تقسیم سے پہلے

الامان و وحدت کے ادارہ سے وابستہ تھے، بڑی خوبیوں کے بزرگ اور اپنے

اسلاف کے صحیح جانشین تھے، مولانا فضل رسول بدایونی کے خاندان میں اب کوئی

شخص عربی جاننے والا نہیں رہا، یہ آخری رکن تھے، دو سو سال سے جس خاندان

میں قال اللہ قال الرسول کا چرچا تھا اب بالکل معدوم ہو گیا، "۔

بدایوں میں اس وقت حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر بدایونی قدس سرہ کے دو صاحبزادے مولانا

عبدالہادی (بڑے صاحبزادے) اور مولانا سالم میاں سجادہ نشین، تشریف فرما ہیں جو حضرت مولانا شاہ

فضل رسول بدایونی قدس سرہ کے علمی اور روحانی جانشین ہیں۔

۱۔ مکتوب پروفیسر محمد ایوب قادری بنام ماقم المحدث ، محرمہ ۱۴۰۷ فروری ۱۹۸۶ء

۲۔ " " " " بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ محرمہ ۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء



## حضرت مولانا مفتی عطا محمد رتوی قدس سرہ

عالمِ بیکانہ، عارفِ کامل حضرت مولانا مفتی عطا محمد رتوی ابن حضرت مولانا مفتی امام الدین قدس سرہ ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں بمقام رتہ شریف (تحصیل چکوال) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جتید عالم دین صاحبِ حال بزرگ اور حضرت مولانا خواجہ غلام نبی قدس سرہ (لکھ شریف) کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا مفتی عطا محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک حفظ کرنے کے بعد والد ماجد سے سکندر نامہ تک فارسی کی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں کچھ دن موضع یوسف شاہ (سرگودھا) اور کچھ دن بیرل شریف رہے پھر گھوڑہ ضلع ملتان میں صرف و نحو کے امام مولانا حافظ جمال اللہ (خلیفہ مجاز حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین سال کے عرصے میں متنِ متین اور قطبی تک کتابیں پڑھ لیں، ازاں بعد استاذِ محترم کی اجازت سے دہلی گئے اور کوچلی ماراں میں قیام کیا لیکن یہاں اطمینان حاصل نہ ہوا اس لئے شہرہ آفاق فاضل مولانا فضل حق رامپوری قدس سرہ کی خدمت میں رام پور حاضر ہوئے اور مدرسہ عالیہ میں داخل ہو کر سات سال تک درسیات کی کتب متداولہ کی تکمیل کی۔ مولانا فضل حق رامپوری نے اسی مدرسہ میں بحیثیت مدرس کام کرنے کی پیشکش کی لیکن مفتی صاحب نے عرض کیا کہ اس سلسلے میں والد ماجد سے اجازت لینا ضروری ہے، عرضیہ ارسال کیا تو والد ماجد نے اجازت نہ دی اور تاکیدِ او ایسی کا حکم دیا چنانچہ آپ کو مجبوراً واپس آنا پڑا۔

مفتی صاحب کو والد ماجد نے بچپن ہی میں حضرت خواجہ دوست محمد لٹھی قدس سرہ (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) خلیفہ شہید حضرت خواجہ غلام نبی لٹھی قدس سرہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرایا تھا، رامپور سے واپسی پر پہلے لکھ شریف حاضر ہوئے سٹیشن پر اتارے تو حضرت خواجہ محبوب الرسول قدس سرہ (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۱ء) بنفسِ نفیس استقبال کے لئے تشریف فرما تھے گھر پہنچنے پر والد ماجد نے تدریس کا کام آپ کے سپرد کر دیا اور موضع رتہ (تحصیل چکوال) ایسا ڈوڑنٹا دیہات آپ کے دم قدم سے گوارہ علمی بن گیا۔ اٹھارہ بیس سال تک اس فریضہ کو باقاعدگی



سے ادا کرتے رہے اور ساتھ ساتھ والد ماجد سے روحانی استفادہ کرتے رہے کیونکہ آپ کی رامپور سے واپسی سے پہلے ہی آپ کے مرشد حضرت خواجہ دوست محمد قدس سرہ کا وصال ہو چکا تھا۔ بعد ازاں تعلیمی مشاغل سے کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت اور خلق خدا کی اصلاح و ہدایت میں بہترین مصروف ہو گئے۔

مفتی صاحب اپنے دور کے بہترین مقرر اور خطیب تھے جب آپ روح پرور آواز سے مثنوی شریف کے اشعار پڑھتے تو لوگوں محسوس ہوتا تھا کہ پوری فضا جھوم رہی ہے نہ شریف میں معراج شریف کی تقریبات میں آپ کے والد ماجد نے تقریباً تیس سال تک اور مفتی صاحب نے چالیس سال تک شرکت کی اور حاضرین کو اپنے وجد اور بیانات سے مستفید کیا۔ آپ کے علمی نکات اور حقائق و حکم سے معمور بیانات نصف شب سے شروع ہو کر صبح تک جاری رہتے، سامعین کو محویت کے عالم میں رات کے گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا۔ مفتی صاحب کے مریدین، تلامذہ اور فیض یافتہ افراد کی بہت زیادہ تعداد ہے لہذا شریف کے موجودہ دانشین حضرت صاحبزادہ الحاج محمد مطلوب الرسول مدظلہ العالی سات سال تک آپ سے استفادہ کرتے رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے ضرب مولانا مفتی محمد عبدالقدوس ہاشمی مذہبی رہنما گورنمنٹ کالج سرگودھا، فاضل مرکزی خرابہ لاجنات (۱۹۵۲ء) آپ کے دانشین ہوئے، مولانا ہاشمی مدظلہ العالی جدید عالم دین اور خوش بیان و طبیب بین بری رہنوں کو مٹانے اور اصلاح معاشرہ کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔

۱۰ رجب، ۱۰ فروری ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء کو حضرت مفتی عطا محمد قدس سرہ کا وصال ہوا۔ موضع رتہ (تھیل چکوال) میں والد ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے، ہر سال ۱۰ رجب کو مولانا مفتی عبدالقدوس ہاشمی مدظلہ کے زیرِ اہتمام آپ کا عرس منایا جاتا ہے لہ



## شیخ العصر حضرت میاں علی محمد خاں قدس سرہ (بستی شریف)

مجمع علم و عرفان حضرت الحاج میاں علی محمد خاں ابن حضرت محمد عمر خاں قدس سرہ ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء میں بستی عمر خاں، متصل ہریانہ ضلع ہوشیار پورہ (بھارت) میں پیدا ہوئے، مشہور تاریخ گو بزرگ پیر غلام دستگرنامی نے غالباً ۱۳۷۶ھ میں آپ کی ولادت مبارکہ کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جس کا تاریخ شریفیہ ہے۔

رقم کن "ظہور علی زیب ہند"  
پنے سال تولد آں خوشس سپر

آپ کے والد ماجد حضرت محمد عمر خاں رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب علم و فضل، فقیر منش زمیندار تھے، "یاد پیر" اور "تہذیب دھرم" (اردو ہنود) وغیرہ تصانیف یادگار ہیں۔ آپ کے نانا حضرت خواجہ میاں محمد خاں المعروف میاں محمد شاہ حشتی نظامی فخری قدس سرہ اپنے دور کے ولی کامل تھے، ان کا مزار بستی نو، متصل ہوشیار پور میں مرجع خلائق ہے۔ حضرت میاں علی محمد خاں نے اپنے نانا کی لگائی میں افاضل اساتذہ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی، علم طب اور فنون سپر گری پر بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا دین محمد (مدفون بستی نو)، مولانا حکیم محمد عبداللہ جگر انوی اور مولانا مرید احمد خاں اپنے دور میں علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب ہوئے ہیں، مروجہ علوم سے فارغ ہو کر اپنے نانا اور مرشد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلوک و معرفت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہو کر کتاب فیض کرتے رہے۔

۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں حضرت خواجہ میاں محمد خاں رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال پر حضرت خواجہ میاں علی محمد خاں قدس سرہ مسند شیخ پر فائز ہوئے اور سجادگی کا حق ادا کر دیا حضرت ملک الشعراء گرامی مرحوم نے ایک قطعہ لکھا ہے

عسرم نکتہ خفی و جلی جانشین محمد است علی



آفتاب آفتاب راست و لیل و درخورد سند ولی است ولی  
 حضرت گرامی، میاں صاحب کے عقیدت مندوں میں سے تھے، انہوں نے  
 کسی رہائیوں میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ حضرت میاں صاحب موجودہ دور میں  
 سلسلہ عالیہ چشتیہ کے سب سے معزز بزرگ تھے۔ علم و فضل، جود و سخا، زہد و تقویٰ،  
 اتباع شریعت اور استقامت میں نادر روزگار تھے، خاموشی سے گرانقدر دینی خدمات  
 انجام دیتے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ حسن  
 ظاہری عطا فرمایا تھا جو ان کے باطنی حسن و جمال کا آئینہ دار تھا، مجیب الرحمن شامی  
 لکھتے ہیں :-

”چاند سی صورت کا محاورہ پڑھا بھی تھا اور دیکھا بھی — لیکن سچ  
 پوچھئے تو جس طرح میاں صاحب اس پر پورے اترتے تھے، بہت کم لوگ  
 اترتے ہوں گے، صورت اور لباس، صفائی اور پاکیزگی میں ایک سے بڑھ کر  
 ایک — ایک بار ان کی طرف دیکھیں تو دوسری بار دیکھنے کے لئے  
 دل میل میل جائے۔ اگر یہ درست سنے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے تو پھر میاں  
 صاحب ایسے صاحبِ دل تھے کہ جو اس دور میں انگلیوں پر گنے جا سکیں، اسے  
 حضرت میاں صاحب قدس سرہ ہزم رشد و ہدایت کی شمع نورانی تھے، ملکی سیاست  
 کے کبھی تعلق نہ رکھا البتہ تحریکِ پاکستان کے ایام میں مکمل طور پر تحریک کے حامی اور معاون  
 رہے۔ ۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانگی شریف، پاکستان شریعت عرس کے موقع پر مشائخ گرام  
 سے ملے اور تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں مشورے کرتے رہے۔ حضرت میاں صاحب  
 سے بھی ملے اور ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت تک گفتگو ہوتی رہی، بعد ازاں ان کا ایک  
 نائندہ بسی نو پہنچا اور علیحدگی میں کچھ گفتگو کر کے فوراً واپس چلا گیا، انتخاب بالکل قریب  
 آگئے تو عقیدت مندوں اور تحریک کے قائدین نے اصرار کیا کہ آپ ایک بیان کے ذریعے



اپنے نیاز مندوں کو حکم دیں کہ دو ٹو مسلم لیگ کو دیں، چنانچہ آپ کا بیان نوائے وقت میں شائع ہوا۔ تحصیل امرتسر سے چوہدری نصر اللہ اور ہوشیار پور سے رانا نصر اللہ خاں محض آپ کی حمایت کی بنا پر منتخب ہوئے تھے۔ لدھیانہ میں یونینسٹ پارٹی کا نمائندہ آپ سے تعلق رکھتا تھا، اس نے ہزار کوشش کی کہ حضرت میاں صاحب اس کی حمایت فرمائیں لیکن آپ کسی طور پر رضامند نہ ہوئے اور مسلم لیگ کا نمائندہ بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت میاں صاحب لاہور تشریف لے آئے اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کے زیر سایہ اپنی قیام گاہ میں ڈیڑھ دو ماہ قیام کیا۔ ایک موقع پر فرمایا ہمیں حضرت گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہی اپنے پاس ٹھہرائیں گے، پھر حضرت فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایسے حاضر ہوئے کہ آپ کا مزار بھی انہی کے مبارک قدموں میں بنا۔

حضرت میاں صاحب اور ادو وظائف کی بے مثال پابندی کے ساتھ ساتھ کتب تصوف کے پڑھنے پڑھانے میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی تصنیف لطیف فصوص الحکم سے تو آپ کو عشق تھا۔ مولانا فیض احمد (قبولہ شریف) نے فصوص الحکم آپ سے سبقا پڑھی تھی۔ جناب مجیب الرحمن شامی نے حضرت میاں صاحب کے چہلم پر مختصر مگر جامع تاثر لکھا تھا۔ ذیل میں اس کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے :

” میاں صاحب کی زندگی تو بندگی سے عبارت تھی، ان کے ہاں مجزی ہی مجزی تھا، غرور اور گھمنہ کو ان کے دربار میں حاضری کی اجازت ہی نہ ملی تھی۔

کوئی ایک مہینہ پہلے میاں صاحب ہم ۹ سال ایک ماہ کی عمر میں اسی شہر لاہور میں اپنے رب سے جا ملے اور پاکستان میں درگاہ بابا فرید میں اپنی وصیت کے مطابق دفن ہوئے، دل کا عارضہ تھا اور مرگ کا بستر، ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دے رکھا تھا، بستر سے اٹھنا اور چلنا پھرنا تو زہر قاتل ٹھہرتا تھا لیکن نماز کا وقت آیا تو اٹھنے



لگے تاکہ وضو کر کے نماز پڑھ سکیں، ڈاکٹر نے منع کیا تو بولے "ڈاکٹر صاحب  
یہ زندگی اسی لئے تو درکار ہے کہ فرائض ادا کر سکیں، اگر فرائض ہی ادا نہ ہوں تو ایسی  
زندگی کس کام کی؟" اس پر ڈاکٹر صاحب مجھے ہٹ گئے اور میاں صاحب نے  
ایک نماز ادا کی۔ تکلیف برہمی تو رات دو بجے پھیڑین کے ۲ انجکشن لگائے  
گئے، جو نہی چار بجے، ایک بیٹھے تاکہ تہجد ادا کر سکیں، اٹھتے ہوئے مسکرائے اور  
فرمایا :

"یہ دو سوئیاں میری ۷۲ سال کی عادت نہیں بدل سکتیں؟"

اپنے رب سے اس اہتمام سے ملاقات کی کہ دل کی دھڑکن بند اور نبض بھی  
بند، ڈاکٹر طبعی طور پر موت کا اعلان کر چکے ہیں لیکن میاں صاحب اس دنیا  
میں موجود ہیں، دل کے دھڑکنے کی آواز نہیں آرہی، نبض کی ٹمک ٹمک نہیں  
چل رہی لیکن وہ ہیں کہ زندہ سلامت ہیں، دو گھنٹے تک اسی کیفیت میں لیٹنے  
کے بعد وہ عالم مکمل طور پر طاری ہوا جسے عالم مرگ کہتے ہیں۔

عملی طور پر سیاست سے ہمیشہ دور رہے، نہ کسی گروہی مناقشے میں حصہ  
لیا، نہ سرکار و دربار میں جانا مناسب سمجھا، جس کو آنا ہوتا ان کے پاس چل کر آتا  
جنہیں دنیا بڑا مانتی ہے میاں صاحب کے پاس چھوٹے بن کر، سر جھکا کر  
آتے، کونسلٹ مرگم ہوئے، امن چین درہم پرہم ہوا اور پاکستان کے نظریاتی  
تشخص کو خطرہ لاحق ہو گیا تو میاں صاحب نے کونسلٹوں کے خلاف جدوجہد  
پر زور دیتے ہوئے باقاعدہ ایک اعلان پر دستخط کئے، عقیدتمندوں اور مریدوں  
کو کونزوم کے خلاف جہاد کی ہدایت جاری ہوئی اور یہی ہدایت ان کا پیغام مسلسل ہے۔  
"جہاں بھی ہو جس جگہ پر بھی ہو، وطن عزیز کے نظریاتی کردار کی حفاظت کرو،  
اس کے لئے سر دھڑکی بازی لگا دو۔"



تمام معاصر علماء و مشائخ آپ کو محبت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ  
 آپ امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ سے ملاقات کرنے کے لئے حزب الاحناف  
 لاہور تشریف لائے، اس وقت امام المحدثین یہ حدیث بیان کر رہے تھے،  
 ”النظر الی علی عبادة“ (الصواعق المحرقة، ص ۱۲۲)  
 اور اس کا ترجمہ یہ فرما رہے تھے :

”علی مرتضیٰ کی زیارت عبادت ہے“

حضرت میاں صاحب نے بے ساختہ فرمایا، حضرت یوں کیوں نہیں کہتے :

”دیدار علی عبادت ہے“

۱۹۷۱ء میں یومِ رضا کے موقع پر آپ نے مختصر پیغام میں فرمایا :

”حضرت علامہ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

محتاج بیان نہیں“

آفتاب آمد دلیل آفتاب

الداعی

علی محمد بقلم خود

حضرت میاں صاحب قدس سرہ سے ذکر و فکر اور رشد و ہدایت کی بے انداز  
 مصروفیات کے باوجود تین رسالے یادگار ہیں :-

۱۔ راہِ فردا

۲۔ تفسیر سورۃ نون المعروف بہ میلاد نامہ

۳۔ مکتوب در مسئلہ وحدۃ الوجود

۱۵ محرم الحرام، ۲۸ جنوری (۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) بروز منگل آفتابِ شریعت و طریقت

۱۔ منتظر احمد شاہ، مولانا ابوالنصر، اسلامی جہویہ، ساہیوال، اشاعتِ خاص بیاد میاں علی محمد قدس سرہ، ص ۴

۲۔ محمد مقبول احمد قادری، چیمات یومِ رضا، مدرسہ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۱۴



وحید العصر، فرید الدہر حضرت میاں علی محمد خاں چشتی نظامی فخری قدس سرہ کالاہور میں وصال ہوا، دوسرے دن تین بجے بعد نمازِ ظہر حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس سرہ العزیز کی خانقاہ شریف میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی جس میں علماء و مشائخ کی کثیر تعداد کے علاوہ ہزاروں عقیدتمندوں نے شرکت کی، ان کی آخری آرام گاہ حضرت خواجہ گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درگاہ شریف میں بنائی گئی۔

استاذ العلماء مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات دام ظلہ العالی نے تعزیت نامہ میں فرمایا :-

حضرت میاں علی محمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگ، سلف صالحین کی یادگار، تقویٰ، پرہیزگاری کی جیتی جاگتی تصویر تھے، حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ جدید عالم دین، واقعہ رموز معرفت و اسرار تصوف اور عالم باطن تھے۔ آہ! اب وہ پیکرِ حسن سیرت و صورت اظاہری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔“

آپ کے وصال پر اہل سنت کے معروف و مشہور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصری پورہ ضلع ساہیوال میں فقیر اعظم مولانا الحاج ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی مدظلہ العالی نے متواتر چالیس دن تک بیسیوں علماء و حفاظ سے آپ کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ خمائی کرائی۔

مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی نے مادہ ہائے تاریخ استخراج کئے :

سلطان کشور طریقت

فخر ملک، فرد عالم

لے منظور احمد شاہ، مولانا ابانصر: اسلامی جمہوریہ، ساہیوال اشاعت خاص ص ۴

نوٹ: پیغاماتِ یومِ رضا اور اداکار کے حوالوں کے علاوہ تمام حالات مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری

مدظلہ العالی کے مضمون سے ماخوذ ہیں، بہت روزہ الہام، بہاولپور، مشائخ نمبر ۲۱، فروری ۱۱۵۔ ۵



۲۸۷

## عالم باعمل حضرت مولانا علی محمد جماعتی فیروز پوری قدس سرہ

حضرت مولانا علی محمد ابن مولوی احمد الدین، موضع فتو والا ضلع فیروز پور (بھارت) میں تقریباً ۱۳۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آباء و اجداد نہایت نیک میرت تھے۔ آپ نے قرآن کریم اپنے والد ماجد سے پڑھا اور جب حضرت مولانا محمد حسین ساکن اننگہ شریف ضلع سرگودھا (تلخیص شید امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ) بریلی شریف میں تدریسی خدمات انجام دیتے ہوئے فیروز پور پلٹن میں تشریف لائے تو درس نظامی کی تحصیل کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ معمول یہ تھا کہ مغرب کی نماز پلٹن میں ادا کرتے اور رات کے بارے بچے اسباق سے فائدہ ہو کر واپس آتے نیز روزانہ گائے کا دودھ استاد کی خدمت میں پیش کرتے۔ مولانا محمد حسین آپ پر نہایت مہربان تھے۔ مولانا علی محمد کو بھی ان سے حد درجہ عقیدت تھی وہ نہ صرف ایک بلند پایہ فاضل تھے بلکہ ولی کامل بھی تھے، دوران تدریس ہاتھ ہلا ہلا کر فرمایا کرتے کہ "مولوی علی محمد! ہوش کرو، فتنے آئے، فتنے آئے" مولانا فرمایا کرتے کہ ہم نسا پکے اس ارشاد کی تصدیق ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اسی زمانہ میں مناظر اسلام مولانا محمد عمر چھوڑی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کے ہاں قیام پذیر رہے اور مولانا محمد حسین قدس سرہ سے اسباق پڑھ کر واپس آجاتے اور آپ سے بھی استفادہ کرتے۔

مولانا علی محمد قدس سرہ فتو والا سے فرائض امامت و خطابت کے لئے فیروز شید میں آگئے اور سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ نصف بخاری شریف پڑھی تھی کہ استاد مکرم کا وصال ہو گیا چنانچہ آپ ہمہ تن خدمت دین میں مصروف ہو گئے، علم دین کا شغف دیکھنے کے آپ علوم دینیہ کی تحصیل میں تقریباً تیس سال تک منہمک رہے۔ فیروز پور شید میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۷ء تک معروف شیخ طریقت حضرت سید محمد سمیع شاہ قدس سرہ العزیز (کرمانوالہ) آپ کی اقتدار میں نماز جمعہ ادا فرماتے رہے، شاہ صاحب آپ کو ولی کامل سمجھتے تھے



اور اس کا اظہار اپنے مریدین میں بھی کیا کرتے۔

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت پیر سید جامع علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت تھے۔ پیر و مرشد کی آپ پر نظر عنایت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ حاضر خدمت ہوتے تو وہ آپ کو اپنے ساتھ بٹاکر کھانا کھلاتے۔  
 تقسیم ملک کے بعد آپ لائل پور شید میں آگئے اور یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ حضرت محدث اعظم لائل پوری قدس سرہ نے جب دارالعلوم کی بنیاد رکھی تو آپ نے اپنی ذاتی کتب کا معتد بہ حصہ دارالعلوم کی تندر کر دیا اور دارالعلوم کی ترقی میں پوری دلچسپی لیتے رہے۔  
 لائل پور سے آپ کوٹہ ال گڑھ قصور تشریف لے آئے اور یہاں مسجد چھتی گلی میں فرائض امامت انجام دینا شروع کر دیا نیز کوٹہ حلیم خاں کی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتے رہے۔ مسجد چھتی گلی میں بھی آپ نے سلسلہ تدریس جاری رکھا اور مسلسل کئی سال تک فارسی، صرف و نحو اور تفسیر کا درس دیتے رہے۔ کتب بینی آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، آپ نے کئی مرتبہ بخاری تشریف پڑھی اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آج تک جس مقصد کے لئے اسے پڑھا ہے، بجز وہ تعالیٰ ہمیشہ کامیاب رہا ہوں۔ دینی معاملات میں آپ کسی بڑے سے بڑے آدمی کی رعایت نہ کرتے اور ٹٹکے کی چوٹ صحیح مسند بیان کرتے، فرقہ وروہا بیہ کے تو آپ جانی دشمن تھے اور مسائل متنازعہ کے حل کے لئے دلائل کے انبار لگا دیا کرتے تھے۔

قصور میں آپ سے جن تلامذہ نے استفادہ کیا ان میں مولانا سردار احمد امام و خطیب کوٹہ حلیم خاں، مولوی برکت اللہ (مان)، شاہ محمد حسی خوشنویس اور حافظ عبدالحق قابل ذکر ہیں۔ آپ کے ہاں تین صاحبزادے ہو جو مغربی ہی میں انتقال کر گئے۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء بروز ہفتہ صبح ۸ بجے آپ کا وصال ہوا اور کوٹہ ال گڑھ کے بڑے قبرستان کی جنازگاہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔  
 آپ کے نواسے حافظ عبدالحق زید مجربہ اور عبدالحق آپ کا سالانہ عرس باقاعدگی سے کرتے ہیں



## فاضل متبحر مولانا محمد عمر الدین ہزاروی قدس سرہ العزیز

جبرائیل سنت مولانا عمر الدین ابن مولانا قمر الدین بن علامہ الدین بن مراد بخش بن گل محمد کوٹ نجیب اللہ (ہری پور ہزارہ سے چھ میل دور ایک قصبہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ ضلع ہزارہ کے مشہور زمانہ فاضل مولانا فیض عالم مصنف "جیز الصراط" کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ کے آباء واجداد گجرات کا ٹھکانہ دار (مہارت) سے ہزارہ آئے تھے۔ آپ نے ضلع ہزارہ اور مہارت کے مشاہیر سے کسب فیض کیا اور علم و فضل، تحریر و مناظرہ میں کمال حاصل کیا۔ حضرت مولانا تاج الفول محبت رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے آپ کے نہایت گہرے تعلقات تھے چنانچہ مولانا کی تصنیف "اہلک الوہابین" پر امام اہل سنت نے مبسوط تقریظ تحریر فرمائی تھی۔ مولانا ہزاروی عالی مرتبت مدرس اور مرجع انام مفتی تھے۔ آپ کے مقالات اہل سنت کے موقر جریدہ "تحفہ حنفیہ" پٹنہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ مولانا ابوالساکین ضیاء الدین متوطن پٹنہ بھیت کی ادارت میں جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ کو محلہ لودی کٹرہ پٹنہ میں جاری ہوا اور عرصہ دراز تک مسلک اہل سنت کی ترجمانی پوری بے باکی سے کرتا رہا۔ اس جریدے میں امام احمد رضا بریلوی، مولانا سلامت اللہ رامپوری، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری، مولانا عمر الدین ہزاروی وغیر جمہلہ علماء کے گرانقدر مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔

مولانا محمد عمر الدین ہزاروی کثیر التصانیف عالم تھے، لیکن ان کی اکثر و بیشتر تالیفات تک رسائی نہیں ہو سکی، چند رسائل راقم کی نظر سے گزرے ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

۱۔ امیر شاہ قادری، مولانا سید : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (مطبوعہ پشاور) ۲۶ - ص ۲۰۶

۲۔ محمد احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (مطبوعہ پشاور) ۱ - ص ۱۸۵



- ۱۔ الاجازہ جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کے جواز میں۔
  - ۲۔ اہلک الوہابین علیٰ توہین قبور المسلمین۔
  - ۳۔ فتوے العلماء بتظیم آثار العلماء۔
  - ۴۔ فتویٰ شفات بجواز سجدة الشکر بعد الصلوٰۃ۔
  - ۵۔ فوز المؤمنین بشفاعتہ الشافعیین۔
  - ۶۔ صیانتہ العباد عن الخضاب بالسواد (۱۳۲۷ھ) اس کا قلمی نسخہ کتاب خانہ گنج بخش راولپنڈی میں محفوظ ہے۔
- مولانا مرحوم کی زندگی کے تقریباً سہ ماہہ جاہلی بستی ۱۹ میں خطابت و افتاء کے فرائض انجام دینے میں گزرے آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ بڑے صاحبزادے قاضی عبدالقادر ریٹائرڈ سکول ماسٹر ورچھوٹے قاضی فضل رسول میونسپل کمیٹی ہری پور میں بیٹھ چکے ہیں۔
- شب قدر کی رات دو اور تین جنوری کی درمیانی رات کو ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء میں ۶۵ برس کی عمر میں کوٹ نجیب اللہ (ہری پور ہزار کلہاں) آپ کا وصال ہوا اور اسی جگہ دفن ہوئے، رقم یک دفعہ فاتحہ خوانی کے لئے آپ کے مزار پر حاضر ہوا تھا۔

سے امیر شاہ قادری، مولانا سید : تذکرہ علماء و مشائخ مجدد ، ج ۲ - ص ۳۰۷

نوٹ : مولانا محمد احمد قادری زید مجاہد نے تذکرہ علماء اہلسنت ص ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ آپ کا بیٹا بھی وصال ہوا

جو درست نہیں ہے۔



## استاذ الافاضل مولانا غلام احمد حافظ آبادی قدس سرہ العزیز

فاضل متبحر استاذ العلماء فقیر اجل مولانا غلام احمد بن شیخ احمد ۳/۱۲۷/۱۸۵۶ء میں  
کوٹ اسحق (مصناعات حافظ آباد) میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں گھر میں  
پڑھیں پھر مولانا علوار الدین بھابڑہ ضلع ہوشیار پور، مولانا محمد دین، مولانا شاہین احمد نگر  
(ضلع گوجرانوادر) مولانا ابو احمد اڈھلی (کپور تھلہ) اور مولانا غلام قادر بھیروی وغیرہمستاز  
افاضل سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریس کا آغاز کیا اور  
تمام عمر مدرس رہے۔

آپ کا شمار اپنے دور کے اکابر مدسین میں ہوتا تھا، بیشمار فضلاء آپ کے شاگرد  
ہوئے جن میں سے مندرجہ ذیل بہت مشہور ہوئے:

- ۱۔ مولانا فیض الحسن جہلمی
- ۲۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری
- ۳۔ مولانا احمد علی سابق نائب شیخ الجامعہ بہاولپور
- ۴۔ مولانا سید محمد حسین خلیفہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری
- ۵۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی

مولانا عبداللہ ٹوکی (محشی حدیث) آپ کے بڑے عقیدت مند تھے اور حواشی میں آپ  
کے مشورے قبول کرتے تھے جب ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں طاعون کی وبا پھیلی تو آپ بیمار  
ہو گئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے، اسی سال بدھ کی رات ۱۶ اپریل کو وصال فرمایا اور  
مولانا علامہ عبدالرسول کو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ یہ آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔

۱۔ اقبال احمد فاروقی، علامہ: تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور (مطبوعہ جنوری ۱۹۷۵ء) ص ۲۲۱

۲۔ غلام علی ہاشمی: لیراقیت المہریہ، ص ۱۳۷-۱۳۸







اسے کہ تفسیرِ حالِ روئے تو شد و لفظ

شرح سیما تے تو دالشمس آمدہ اندر بنا

آپ کے منظوم پنجابی اور فارسی علیہ شریف کی تفصیلی شرح آپ کے پوتے حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے وضع اطوارِ محمدی کے نام سے لاہور سے شائع کی تھی۔ مولانا غلام احمد کا ایک معرہ یہ ہے :

غلام احمد محمدی

آپ کے پانچ فرزند تھے اور سب اللہ والے تھے، ان میں سے ایک مولوی حافظ عبد الحمید صاحبِ دل اور صاحبِ علم بزرگ تھے جو موضع راگھوسیداں مضافات کوٹنارڈ میں مقیم ہو گئے تھے۔ مولانا عبد الحمید کے ہاں دو فرزند تولد ہوئے، مشہور زمانہ فاضل مولانا محمد عالم آسی نقشبندی مجددی خلیفہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی قدس سرہ، جو امرتسری میں مقیم ہو گئے تھے (۲)۔ مولانا حکیم محبوب عالم مدظلہ راگھوسیداں میں مقیم ہو گئے ہیں اور فایت درجہ صنف و نقاہت کے باوجود خدمتِ خلق میں مصروف ہیں اور اپنے علاقے کے سب سے بڑے طبیب ہیں۔

حضرت مولانا غلام احمد ۱۸ ربیع الآخر، مارچ (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء) کو راہی دارِ آخرت

ہوئے، مزار پُر انوار کوٹنارڈ میں ہے۔

حضرت مولانا غلام قادر شائق رسول نگر قدس سرہ نے آپ کی تاریخیں کہیں :

۱۔ بکوالہ مضبوط حقا (۱۲۹۹ھ)

۲۔ عالمے فیاض عالم باکالے بود ( " )

۳۔ چچیکیر بود فیاض زماں ( " )

۱۔ محمد موسیٰ امرتسری حکیم اہل سنت : قلمی یادداشت



## خطیبِ پاکستان مولانا غلام الدین قدس سرہ العزیز

اشرفی ہوں بندہ مسکین ہوں خادم قوم و غلام دین ہوں  
 مجاہد تحریک ختم نبوت، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا غلام دین ابن میاں سید احمد ابن  
 میاں فضل دین ابن میاں کرم دین چکوڑی ضلع گجرات میں پیدا ہوئے (گجرات سے ۹ میل دور  
 سرگودھا روڈ پر کنجاہ اور منگوال کے درمیان چکوڑی بھوکا اسٹاپ ہے) قرآن مجید والد ماجد سے  
 پڑھا، ڈیڑھ میل دور قصبہ کنجاہ کے سکول میں سات جماعت تک تعلیم حاصل کی، مولانا محمد عبدالقد  
 کنجاہی سے سکندرنامہ تک فارسی کی کتابیں پڑھیں، صرف و نحو کی ابتدائی کتب موضح ٹھیکریاں  
 میں مولوی فضل حق سے پڑھیں پھر لاہور آگئے، استاذ الفضل مولانا محمد مہر الدین (مؤلف  
 تسہیل المبانی شرح مختصر المعانی، مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد دامت بركاتہم  
 العالیہ اور امام الحدیث مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ سے درس نظامی اور حدیثِ پاک  
 کی تکمیل کی ۱۹۵۲ء میں سند فراغت حاصل کی، سند فراغت پر امام الحدیث کی مہر ثبت ہے  
 اور مفتی اعظم پاکستان کے تصدیقی دستخط ان الفاظ میں رقم ہیں :

” اشھدان المولوی غلام دین الحق اللہ بالسلف الصالحین قد قرء

علی و تعلمنی و من غیری من مدرستہ دارالعلوم حزب الاعناف لکتب

المتداولۃ اذ اذقہ اللہ حلوة العلوم لنا فتولنا الفقیر الی المولی القدر

سید احمد تزودہ لغد المنفی باب البرکات ناظم حزب الاعناف لاھور ۱۳۵۲ھ

حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھو چھوی کے دستِ اقدس پر بیعت تھے، فارغ التحصیل ہونے  
 کے بعد انجنیئر لاہور کی چھوٹی سی مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کی جادو بیانی اور خوش لوائی نے  
 سامعین کے دل موہ لئے، جمعہ کے موقع پر عظیم اجتماع ہوتا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے اس وقت

۱۹۵۲ھ بحایت مولانا محمد الدین غلام دین دوا لہ گرامی مولانا محمد شریف فودی رحمت اللہ علیہ۔

۱۹۵۲ھ منقول از سند حضرت مولانا غلام دین رحمت اللہ تعالیٰ علیہ۔



جامع مسجد صدیقیہ، شاہی مسجد اور مسجد وزیر خاں کے بعد لاہور کی تقریباً سب سے بڑی مسجد ہے  
 مولانا قادر الکلام، خوش بیان اور مجمع پر چھپا جانے والے مقرر تھے۔ جمعیتہ علماء پاکستان کے قیام  
 اور تحریک پاکستان میں قابل قدر خدمات انجام دیں، تحریک ختم نبوت میں شریک ہوئے اور قید  
 بند کی مصیبتیں برداشت کیں، تحریک آزادی کشمیر میں نمایاں حصہ لیا، فضائل امام اعظم  
 فضائل درود شریف اور رفیق الوداعین آپ کی تصانیف ہیں۔

مولانا محمد رفیق اتترنی آپ کے فرزند ارجمند، جید عالم دین اور شعلہ بیان خطیب ہیں۔

۱۰ شعبان المعظم، ۱۲ اکتوبر (۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۰ء) بروز پیر اصل بحق ہو کر جامع مسجد صدیقیہ

کی جنوبی جانب دفن ہوئے، ان کے مزار پر گنبد تعمیر ہو چکا ہے لہ

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی نے قطعہ تاریخ

وفات کہا ہے لہ

زہے مولوی سعادت قریں	غلام جناب شہ اہل دین
بہ سنت جماعت بے نیک نام	بہ تبلیغ اسلام والا مقام
ذو عظیم شرفیش خلایق ہزار	بہ راہ ہدایت شدہ بے شمار
بہ لاہور فیضانِ اوبے حساب	ذہ تبلیغ او ہر کسے فیضیاب
چو بہ بست رختِ سفر از زمیں	بہ فردوسِ اعلیٰ شدہ جاگزین
ذہ رحیل آں زبده الکاملین	ذہ ہاتف ندا گشت "مغفور دین"

چو روحش بدار الجنان گشت شاد

شرافت بگو "افتخار العباد"

۱۳ ۵ ۹۰



## ثانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری قدس سرہ العزیز

حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری ابن حضرت میاں عزیز الدین قدس سرہما  
 ۱۲۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے بھائی شیر بانی حضرت میاں شیر محمد  
 شرقپوری قدس سرہ سے تیس سال چھوٹے تھے۔ ابھی پانچ سال کے تھے کہ والد گرامی کا سایہ  
 سر سے اٹھ گیا اور تمام تر پرورش حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ نے کی۔ چونکہ حضرت  
 میاں صاحب کے اولاد زبیر نہ تھی اس لئے آپ نے تمام تر توجہ انہی پر صرف فرمائی۔ میٹرک  
 پاس کرنے کے بعد آپ نے طبیہ کالج لاہور سے حکیم حافظ کا امتحان دیا اور کامیابی حاصل کرنے  
 کے بعد شرقپور شریف میں علاج معالجہ شروع کر دیا۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہ  
 انہیں روحانی طبیب بنانا چاہتے تھے اس لئے اس شغل سے منع فرما دیا۔ آپ نے یہ سلسلہ  
 ترک کر کے میونسپل کمیٹی میں بطور سیکریٹری ملازمت اختیار کر لی۔ حضرت میاں صاحب کو پتہ چلا تو  
 سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت میاں صاحب نے پندرہ سال کی عمر میں آپ کی شادی کر دی اور نہ صرف  
 اپنی تمام زمین حوالے کر دی بلکہ ان کے نام لگوا دی۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ امیر الدین قدس سرہ  
 کے بھتیجے حکیم بابا اکرام خاں نے حضرت میاں صاحب سے عرض کیا، آپ کے بعد کیا ہوگا؟  
 حضرت میاں صاحب نے حضرت میاں غلام اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ جو ہے؟  
 حکیم صاحب نے عرض کیا ان کی طبیعت تو تبلیغ و ارشاد کی طرف مائل نہیں ہے۔ آپ نے  
 پر جوش لہجے میں فرمایا،

”میں اسی کو دوں گا۔“

اور واقعی ایک مردِ کامل کی نگاہ ننان میں وہ صلاحیت پیدا کر دی کہ دیکھنے والے حیران و  
 شذر رہ گئے۔



کیمیا پیدا کن از مشقتِ گلے

بوسہ زن بر آستانِ کاٹے

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت اور جانشینی کا شرف بخشا آپ نے حضرت میاں صاحب کی روشن کی ہوئی شمع کو بجھنے نہ دیا اور اسی طرح تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اس سلسلے میں دور دراز کے سفر بھی کئے اور خلقِ خدا کو فیض یاب کیا۔ آپ کی شخصیت پر کشش اور گفتگو پر تاثیر ہوا کرتی تھی۔

ایک دہریہ لڑکا آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اسے صرف اتنا فرمایا "نماز پڑھا کرو" اس مختصر سے جملے کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ لڑکا دینِ متین کا پابند ہو گیا اور وجودِ باری تعالیٰ پر ایسی ایسی دلیلیں قائم کرنا کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔

حضرت میاں صاحب سادہ لباس زیب تن فرماتے اور کس نفسی کا یہ حال تھا کہ صاحبِ سجادہ ہونے کے باوجود فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اسی قدر ہوں کہ جو کوئی حضرت اعلیٰ کا مہمان آئے اس کے ہاتھ دھلا دیا کروں اور کھانا کھلا دیا کروں! حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ نے شرق پور شریف میں جو متعدد مساجد تعمیر کرائی تھیں انہیں آپ نے نچتہ بنا دیا اور بعض مساجد کو وسیع کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک مدرسہ تعمیر کرایا جس میں دینی تعلیم کے لئے بہترین اساتذہ کو متعین کیا جو اب بھی جاری ہے اور "درس حضرت میاں صاحب" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہ کے ایک خلیفہ حضرت الحاج عبدالرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی لائٹانی کا لقب دیا جو زبانِ زخاں و خاص و عام ہے۔

آپ کے دو صاحبزادے حضرت میاں غلام احمد مدظلہ (فرزندِ اکبر) اور حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ (فرزندِ اصغر) آپ کے طریق پر قائم ہیں اور دینِ متین کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ العالی نے ایک تبلیغی ادارہ دار المبلغین قائم کیا ہے جس سے علماء اور حفاظ مستفید ہو رہے ہیں۔ حال ہی میں حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ کی سرپرستی میں ماہ نامہ نورِ اسلام کا امامِ اعظم نمبر



(شمارہ ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۵ء) شائع ہوا ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں اتنا محمد امد  
 منعم نمبر آج تک پاک و ہند میں شائع نہیں ہوا ہوگا۔ مولائے کریم ان حضرات کے ذریعہ دین اسلام کو عام فرمائے  
 حضرت میاں غلام اللہ شرقپوری متعدد بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہوئے اور  
 تین مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ پہلی دفعہ اپنی طرف سے، دوسری مرتبہ  
 والدہ ماجدہ کی طرف سے اور تیسری مرتبہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے حج کیا، تقریباً تیس سال تک تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔  
 ۷ ربیع الاول، ۳ اکتوبر (۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء) بروز بدھ تین بجے دن محبوبِ حقیقی  
 سے جا ملے اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

لے ابو سعید ایم اے، قاضی : ماہنامہ نورا اسلام، شرقیہ (اکتوبر ۱۹۷۲ء) ص ۴۷-۴۸



## حضرت علامہ مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری قدس سرہ العزیز

ابوالمظفر اے کہ عبدالمصطفیٰ      مصدر ایقان عالی دودماں  
 باغلامان محمد نسبتش      در شریعت رہبر پروہ خواں  
 مفتی اعظم رہے بے قیل و قال      ایکہ در لاہور چو پیشینگان

حضرت مولانا مفتی ابوالمظفر عبدالمصطفیٰ غلام جان ابن مولانا احمد جی ابن مولانا محمد عالم  
 ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۶ء میں مقام اوگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور فارسی  
 نظم و نثر اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں، اس کے بعد شوقِ علم میں دہلی اور  
 سہارن پور کی درس گاہوں میں بھی گئے۔ مدرسہ عالیہ جامع مسجد اوگرہ کے اساتذہ سے بھی  
 کسبِ علم کیا۔ مولانا غلام رسول (انتہی ضلع گجرات) سے حمد اللہ اور زواہد ثلاثہ کا درس لیا۔  
 مینڈھو ضلع انڈیا اور گلاوی ضلع بلند شہر میں معقول کی کتابیں پڑھیں۔ ٹونک میں حضرت  
 علامہ حکیم سید برکات احمد سے ریاضی اور معقولات میں استفادہ کیا۔ ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ  
 عالیہ رامپور سے درجہ تکمیل پاس کیا۔ مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری آپ پر بے حد  
 شفقت فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا شہرہ سن کر مرکزِ علم و عرفان  
 بریلی شریف پہنچے اور شمس العلماء مولانا ظہور الحسن فاروقی رام پوری اور صدر الشریعہ مولانا  
 حکیم محمد امجد علی (مصنف بہار شریعت) سے درسِ نظامی کی آخری کتابیں پڑھ کر صحاح  
 ستہ کا دورہ کیا۔ ۱۳۳۷ھ کے جلسہ دستار بندی میں امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی  
 نے دستار بندی فرمائی اور سندِ فضیلت عطا فرمائی۔ امام اہل سنت کے دستِ اقدس پر مرید  
 ہوئے اور پھر خلافت سے نوانے گئے۔ فراغت کے بعد مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں  
 مدرس اور مسجد نبی جی (بریلی) میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ حضرت مولانا خواجہ  
 محمود تونسوی کی دعوت پر وہاں سے مدرسہ سلیمانیا تونسہ شریف جا کر کچھ عرصہ کام کیا۔  
 ایک سال مکہ شریف رہے، اس کے بعد خان محمد امیر خاں رئیس شیلیہ ضلع ہزارہ



نے آپ کو بلا کر عمدہ قصدا پر مامور کیا لیکن کچھ دن بعد ہی آپ لاہور چلے گئے اور جامعہ  
 نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس اور مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ میں بریلی شریف اور اجیر  
 شریف حاضری دیتے ہوئے حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ شب بیداری  
 یتیموں، یتیموں کی دستگیری اور اپنا کام خود کرنا آپ کے اوصاف تھے۔ دین تین کی تبلیغ و  
 ترویج کا جذبہ بدرجہا تم موجود تھا۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں :-

۱۔ فتاویٰ غلامیہ

۲۔ لورٹین فی سفر الحرمین

۳۔ سیف رحمانی علی رأس القادیانی

۴۔ دیوان غلامیہ

۵۔ نغمہ شہادت (یہ مہنوز غیر مطبوعہ ہیں)

۶۔ القول القاط فی جواز الحلیۃ والا سقاط

۷۔ رسالہ اذان علی القبر و تعدد الجمعہ فی مساجد المصر۔ (یہ طبع ہو چکی ہیں)

۲۵ محرم الحرام، یکم اگست (۱۳۴۹/۱۹۵۹ء) کو کلمہ شریف اور صلوة و سلام

کا ذکر کرتے ہوئے عین اس وقت جب مؤذن نے اذانِ ظہر کی آواز بلند کی، آپ نے

اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ دوسرے دن غازی علم دین شہید رحمان اللہ تعالیٰ کے

مزار کے جنوبی جانب دفن کئے گئے۔ نماز جنازہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات

سید احمد رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا مظفر اقبال سابق مدرس دارالعلوم

جامعہ نعمانیہ لاہور آپ کے جانشین ہیں، مکرئی الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ نے معارف

آگاہ مفتی اعظم (۱۹۵۹ء) تاریخ عیسوی اور فوت شدہ مفتی جہاں تاریخ ہجری کہی ہے۔



## عارفِ کامل حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ جلاپوری قدس سرہ العزیز

امام عارف حضرت پیر سید غلام حیدر شاہ ابن سید جمعہ شاہ ۳ صفر، ۲۶ اپریل (۱۲۵۲ھ/۱۸۳۸ء) کو جلال پور میں رونق افراز ہوئے دارِ دنیا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب دسویں پشت میں حضرت سید مخدوم جہانیاں سے جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عبادت گزار اور صالحہ خاتون تھیں، آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہماری والدہ بابا فرید الدین گنجشکر کی والدہ کی مانند تھیں جنہوں نے ابتدا ہی سے اپنے نعتِ جگر کو نماز روزہ کا پابند بنا دیا تھا۔

جب آپ نے ہوش سنبھالا تو قرآنِ پاک کی تعلیم کے لئے آپ کو میاں خان محمد اعظم پوری کے سپرد کیا انہوں نے قرآن مجید پڑھانا شروع کیا جس کی تکمیل آپ کے چچا سید امام شاہ نے فرمائی۔ اس کے بعد میاں عبداللہ چکرومی سے فارسی اور اردو کی درسی کتب پڑھیں پھر جلال پور سے پانچ کوس کے فاصلہ پر قاضی محمد کامل کی خدمت میں نین وال تشریف لے گئے اور ان سے کتب فقہ کا درس لیا، اپنے علاقے کے مشہور عالم مفتی غلام محی الدین سے استفادہ کیا اور کنز الدقائق پڑھی، اس سے زیادہ آپ نے ظاہری علم باقاعدگی سے نہیں پڑھا لیکن بلند صلاحیتوں اور اہل علم کی مجلسوں کی وجہ سے وہ عالمانہ مقام حاصل کر لیا جس سے بہت سے عالم بھی محروم تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے مرقع اور کسکول کا درس لیا۔

ابھی آپ کی عمر ۷ سال تھی کہ والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ تلاشِ مرشد میں سید غلام شاہ کی خدمت میں ہرن پور پہنچے اور بیعت کی درخواست کی، انہوں نے سیال شریف جانے کا مشورہ دیا بلکہ خود ساتھ لے گئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہو گئے، مزاج پوچھا اور بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ آپ ۷ رجب ۱۲۷۱ھ کو ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ بیعت کے بعد ہر ماہ دو تین مرتبہ شیخ کی



خدمت میں حاضر ہوتے اور شیخ کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ان کے سامنے بوسلنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی، جب چھٹی مرتبہ حاضر ہوئے تو حضرت شیخ نے خرقہ خلافت اور اجازت بیعت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت پیر حیدر شاہ قدس سرہ منکسر المزاج اور بلند اخلاق کے مالک تھے، آپ کو خود پسندی چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔ نہایت نرم دل اور سراپا شفقت و عنایت تھے۔ غرباء کی دلجوئی آپ کا خاص وصف تھا۔ اعمال میں نہایت محتاط اور پابند شریعت تھے۔ آپ حد درجہ خوبصورت تھے، دراز قامت، دلکش آنکھیں، شانوں پر زلفیں، کلاہ چہار لنگی سر پہ، موسم سرما میں بانات کا کوٹ، گرمیوں میں ٹل کا کمرہ، پاؤں میں جہلی طرز کا سادہ جوتا پہنے ہوئے وہ حسن مجسم معلوم ہوتے تھے۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے، سید بدیع الزمان شاہ (م ۱۲۹۵ھ، شعبان ۱۲۹۵ھ)، سید قائم الدین شاہ (م ۱۳۱۹ھ، رجب ۱۳۱۹ھ)، سید محمد رسول شاہ ایام شیرخوارگی میں فوت ہو گئے تھے، سید محمد مظفر علی شاہ (المتوفی ۱۹ ربيع الآخر ۱۳۲۵ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت پیر سید حیدر شاہ قدس سرہ نے خدمت دین اور اشاعتِ سلسلہ چشتیہ میں گرانقدر خدمات انجام دیں، بے شمار خلق خدا حلقہ ارادت میں داخل ہوئی اور راہِ راست پر آئی، خاص طور پر بڑے بڑے جلیل القدر علما آپ کے مرید ہوئے اور آپ کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہوئے۔

۶ جمادی الاخریٰ، ۱۳۲۶ھ، جولائی (۱۹۰۸ء) کو آپ کا وصال ہوا اور جلا پور شریف میں محوِ استراحتِ ابدی ہوئے، آج بھی آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے، علامہ اقبال نے تاریخ وصال کہی ہے۔

ہر کہ بر خاکِ مزار پیر حیدر شاہ رفت  
تربت اور امین جلوہ ہائے طور گفت  
ہاتف از گردن رسید و خاک اورا بوسہ داد  
گفتش سال وفات او بگو مغفور، گفت



اکبرالہ آبادی نے قطعہ تاریخ کہا ہے  
 معرفت کی جس کو ہو دولت نصیب پھلے کیا فکر مال و جاہ ہے  
 حضرت مرحوم تھے مرد خدا ان کا جو پیر و ہے حق آگاہ ہے  
 ان کی تاریخ وصال از دوئے درد  
 انتقال پیر حمید شاہ ہے

۱۳۲۲ + ۴ = ۱۳۲۶

آئندہ صفحات پر حضرت پیر سید حیدر شاہ جلالپوری قدس سرہ، علامہ اقبال مرحوم اور  
 اکبرالہ آبادی کی تحریرات کے عکس پیش کئے جا رہے ہیں۔

نوٹ :- یہ تمام حالات ذکرِ حبیب "حصہ اول" سے ماخوذ ہیں۔



تاریخ قبلہ عالم لیونج این علامہ ذاکر محمد قبالہ کی تاریخ و  
مادہ و صاحبہ حضرت اجلائی رجا حقیقت سکران ام پی پی پوری

ہرگز بر خاک فرار نہ ہر چند سافیت  
تربیت اور امین جلو با طور گفت

ہاتف از گردوں بہد و خاک اورا کس داد  
گفتش سال وفات او بگو مغفور گفت

۱۳۲۶ (آب)

از لسان لہر خان بہادر اکبر حسین صاحب پیشتر حج الہ آباد

سوفت کی جگہ ہو دولت لیب پیرا سے کیا کد مال دجاہ سے  
سوفت مرحوم ہے رد خدا آنا جو پیرد ہے حق آگاہ ہے

آئی تاریخ و مال از روی درد

انتقال پر صدر شاہ ہے

۱۳۲۲ + ۱۳۲۶

(آب اور لہار)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 یا کل الکلب بٹ الکلب و منک الکلب و ایٹ الکلب صل علی نبیک و الا قدم  
 و المظہر الا تم لاسمک الا اعظم ابا بعد پس ہر فائدہ کہ مسطور درین اوراق  
 بمنزلہ رقم الیست کہ از پیران خرقہ پوشش سر ایا پوشش باین گدا رسیدہ  
 و بتاریخت با یکدیگر دوختہ مرقعی برای پوششش یا سور الحی از بصیرت  
 پیدا این مجموعہ مرقعی نام کردہ و اقسام صلوة برابر او را و مقدم داشته  
 و ہر فائدہ را معنون بر رقم سخنتہ چون اختصار مطلوب و اقتصاد بندہ ذکر بعضی خواہم  
 نمودہ آمد مقدم عامل را باید کہ این شرایط مذکورہ در ذیل در خود پیدا آید  
 بعد از ان عمل نماید کہ بی این بطایست است و امید دار نتایج جہالت  
 امام احمد بونی کہ راس و رئیس عمل دعوت است این شروط ذکر فرمودہ اکل حلال  
 و صدق مقال و حضور قلب و عجز و خضوع و بکا و اخلاص و سکوت حلال

عالیجناب عثمان باب حسرت آید عالم پیر حیدر علی شاہ صاحب کی دینی تتریر کا نمونہ



## حضرت علامہ مولانا غلام حیدر رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا غلام حیدر قدس سرہ اپنے دور کے منجرفاضل اور یگانہ روزگار مددس تھے، علم میراث میں تخصص کا درجہ رکھتے تھے، جامعہ فتحیہ اچھرو (لاہور) میں استاذ الاساتذہ مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ کرنے والے مفتی طلباء خاص طور پر سراجی پڑھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، غم میراث میں کمال دسترس کی وجہ سے آپ سراجی بابا کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ موضع پھلیاں تحصیل پلندری (آزاد کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ گجرات (پنجاب) اور پشاور کے فضلاء سے علمی استفادہ کرنے کے بعد لاہور آئے اور اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز فاضل مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور علمی جہاں پاروں کو دامن مراد میں سمیٹا، کچھ عرصہ مدد مسامد ادا الاسلام میرٹھ میں بھی پڑھتے رہے۔

تکمیل علوم کے بعد جامع مسجد خراسیاں، اندرون لوہاری دروازہ لاہور (جس کے متصل ان دنوں جامعہ نظامیہ رضویہ قائم ہے) میں خطیب مقرر ہوئے۔ یہاں آپ نے ۲۸،۲۷ سال قیام کیا اور خطابت کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی تدیس کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے، دور دراز کے طلباء نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ مولانا عتیق اللہ ابن حضرت مولانا فقیر اللہ بکوٹ شریف، حضرت مولانا محمد منظر صاحب (اذیقہ بھڑو شہنشاہ) بانی مدرسہ تعلیم القرآن سی اور مولوی محمد یوسف (دیوبندی) مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن پلندری کے نام آپ کے تلامذہ سے معلوم ہو سکے ہیں۔

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت مولانا فقیر اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ، بکوٹ شریف کے مرید تھے حضرت مولانا غلام قادر بھیروی آپ پر بڑا اعتماد فرماتے تھے، جب کہیں سفر پر تشریف لے جاتے تو مولانا کو جمعہ پڑھانے کے لئے مقرر فرمایا کرتے تھے۔

محرم الحرام، ۲۰ جولائی (۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) کو ۸۷ سال کی عمر میں حضرت مولانا

علیہ الرحمہ کے لواحد:



غلام حیدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا، آپ کا مزار موضع راجکوٹ (ماہین گوندلاناوالہ و گوجرانوالہ) ضلع گوجرانوالہ میں ہے۔

آپ کے دو صاحبزادے اس وقت بچمدہ تعالیٰ موجود ہیں، ایک مولانا رمضان علی اور دوسرے مولانا قاری محمود الحسنؒ، قاری صاحب اس وقت مسجد وزیر خاں (لاہور) میں نائب خطیب اور مدرس ہیں نیز مجلس عمل علماء اوقاف لاہور کے صدر اور دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے قدیم معاون اور ہی خواہ ہیں۔ آپ حلقہ علماء اور محکمہ اوقاف کے کارکنوں میں خاصے معروف ہیں، ان کی بے لغسی کا یہ عالم ہے کہ اپنے کاموں کو پس پشت ڈال کر دوسروں کے کام آتے ہیں جس کسی کو ان سے کوئی کام ہو بلا حیل و حجت اس کے ساتھ چل دیتے ہیں۔ مولانا تعالیٰ انہیں دینی و ملی خدمات انجام دینے کی زیادہ سے زیادہ توفیق ارزانی فرمائے۔

لے یہ تمام معلومات انہی کی فراہم کردہ ہیں، اس کے لئے ملاحظہ فرمائیں ان کا شکریہ گزارا ہے۔



## عارفِ کامل حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ

مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی ابن مولانا حسن بخش صدیقی محد  
 چلبہ بیبیاں اندرون موچی دروازہ، لاہور میں پیدا ہوئے اور حضرت مولانا  
 غلام محی الدین قصوری دائم المحضوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم و  
 معارف کے دریا دامنِ مراد میں سمیٹے۔ مولانا غلام دستگیر کو حضرت مولانا  
 غلام محی الدین قصوری کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد، فرید یا صفا اور خلیفہ ہونے  
 کا شرف حاصل تھا۔ ۱۸۹۰ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے تبلیغ اسلام  
 اور مخالفین اسلام کی سرکوبی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جو صغیر پاک و ہند  
 میں کوئی مناظر آپ کا ہمسرنہ تھا۔ مناظرہ بہاولپور وہ یادگار مناظرہ ہے جس میں  
 آپ کو مولوی خلیل احمد بیٹھوی کے مقابلہ میں زبردست کامیابی ہوئی۔

یہ تاریخی مناظرہ ماہِ شوال ۱۳۰۶ھ میں براہین قاطعہ (مؤلف مولوی خلیل احمد  
 بیٹھوی) کی گستاخانہ عبارات پر ہوا تھا جس کے حکم نواب محمد صادق عباسی، والی  
 بہاولپور کے پیر و مرشد شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ چاچڑال  
 شریفین، محقق حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ دیوبندی علماء کے عقائد ان وہابی علماء  
 سے ملتے ہیں جو برصغیر میں خلیفہ کا باعث بنے ہوئے ہیں اس فیصلے کے بعد  
 نواب صاحب مرحوم نے مولوی خلیل احمد کو ریاست سے نکل جانے کا حکم صادر  
 فرما دیا۔

اس مناظرہ کی روئیداد تقدیس الوکیل کے نام سے چھپ چکی ہے  
 جس کے آخر میں علماء حرمین طیبین کی تصدیقات ثبت ہیں۔ شیخ الدلائل حضرت  
 مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سنی مدرس سرہما۔

حضرت مولانا غلام دستگیر علی کتابیہ فرمائی



حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی مدرسہ صولتیہ نے بھی  
تذیس الوکیل پر شاندار تقریظ لکھی اور تقریظ میں فرمایا :  
” میں جناب مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان  
کے غلاب کچھ اور ہی نکلے،“ لہ

سلسلہ نقشبندیہ میں ہزار ہا افراد آپ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے،  
آپ نے تمام عمر تبلیغ و تلقین میں صرف فرمائی، فرقِ باطلہ اور مذاہبِ فاسدہ کی تردید  
میں متعدد محققانہ کتابیں لکھیں اور شائع کر کے مفت تقسیم کیں۔ چند تصانیف کے  
نام یہ ہیں :

- ۱۔ مخرج عقائد نوری بجواب لغوہ مطبوری، ردِ عیسائیت میں۔
- ۲۔ رجم الشیاطین براغلوطات البراہین۔
- ۳۔ تحقیقات دستگیریہ فی ردِ ہفتواتِ براہینیہ۔
- ۴۔ فتح الرحمنی بہ دفع کید قادیانی، مرزائیت کے رد میں۔
- ۵۔ جواہر مضیہ، نیچر یہ کے رد میں۔
- ۶۔ ہدیۃ الشیعین، ردِ افضن اور خوارج کے رد میں۔
- ۷۔ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل۔
- ۸۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان۔
- ۹۔ تحفہ دستگیریہ بجواب اثنا عشریہ۔ ۱۲۔ نصرۃ الابرار۔
- ۱۰۔ عرۃ المقلدین۔ ۱۳۔ ابحاث فریدی کوٹ
- ۱۱۔ ظفر المقلدین۔ ۱۴۔ تحقیق صلوة الجمعہ

۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں آپ کا وصال ہوا اور قصبہ کے مشہور قبرستان میں آپ کی  
آخری آرام گاہ بنی لہ

لہ تقدیس الوکیل ، مطبوعہ ندوی بکڈپول لاہور ، ص ۱۵

لہ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ ، تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل (تعارف مصنف) مطبوعہ نوری بکڈپول لاہور



حضرت مولانا نبی بخش علوانی قدس سرہ (مصنف تفسیر نبوی) نے آپ تاریخ وصال

رقم فرمائی ہے

بعد از شنار ب العالی، صلوات بر خیر الوری  
 اے قبلہ ام عالی جناب اے مرشد اہل صواب  
 منظور حق مقبول حق بودی تو اے صاحبِ وقار  
 در خلق و علم و علم و عمل اخلاص گشتی بے نظیر  
 دریائے فیضان فقر جاری نمودی چار سو  
 عامی شدی دین تیں قاص ضلالت بالیقین  
 شبلی زمان خود شدی جنبید اندر وقت خود  
 صلوات بر شاہ عرب از جان و دل در روز شب  
 اے صاحب نوری نظر اے مرشد عالی قدر  
 تاریخ آن پیر بدی گفتہ سر و شش خوش نوا  
 اے مجاہد وادائے ما بسنگر بہ جلائی گدا  
 بر عزت نش اہل صفا از دل بگویم صد دعا  
 داری بسا چوں آفتاب حسن و ضیاء نزد خدا  
 نافع خلائق بس شدی گم گشتگان را رہنا  
 عقل و ذکار فہم رسامید گشتی اے پارسا  
 محمود در خلق خدا، ہستی تو اے صاحب صفا  
 عامل بسنت شاہ دیں اے معدن جود و سخا  
 شام و سحر ظہر و عصر مشغول در ذکر خدا  
 خواندی مدام از صدوب آسمان ب عرفان خدا  
 بر طالبان خود نگر از مہر و الطاف و عطا  
 غفرلہ اے مہ لقا نغمہ سرا شد ہر کجا  
 در ہر قصص ہر ماجرا اُمڈک، اے مقتدا



## مؤرخ اہل سنت مولانا پیر غلام دستگیر نامی قدس سرہ

حضرت پیر غلام دستگیر نامی ابن پیر حامد شاد (م ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء) جمہور اللہ تعالیٰ فیہم اجمعین  
 الاخری، یکم مئی (۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء) بروز شنبہ، دن کے گیارہ بجے اپنے نانا پیر غلام مئی الدین کے  
 گھر رتہ پیراں (ضلع شیخوپورہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پھوپھی نے محسن اہل سنت مولانا غلام دستگیر  
 قصوی (۱۳۱۵ھ) کے نام پر آپ کا نام رکھا خود فرماتے ہیں :-

نادم و گشم غلام دستگیر      من شدم نامی بنیم دستگیر  
 بنام نیک مولانا قصوی      غلام دستگیرم نام کروند

آپ لاہور کے قدیم علمی روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ

قطب العالم حضرت شیخ عبدالجلیل چوہدری (م ۹۱۰ھ) داماد سلطان بہلول لودھی، لاہور کے اولین  
 مبلغ اسلام سروردی بزرگ ہیں جن کی بدولت پنجاب میں سلسلہ عالیہ سروردیہ کو بہت فروغ حاصل  
 ہوا اور کئی قبائل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے علاوہ اس خاندان میں اور بھی متعدد صاحب علم و  
 فضل روحانی پیشوا ہوئے ہیں۔

نومبر ۱۸۹۰ء میں مولانا نامی کو مسجد جامعہ محلہ چلی پھیاں (لاہور) میں مولانا محمد بخش بلبل

(م ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء) برادر اکبر مولانا غلام دستگیر قصوی کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لئے بٹھایا  
 گیا، نومبر ۱۸۹۱ء میں آپ نے قرآن کریم ختم کر لیا، پھر والد ماجد نے اسلامیہ سکول کی بورڈ واقع  
 حویلی کابلی مل کی دوسری جماعت میں داخل کرادیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر حامد شاہ کا تبارہ قصو ہو گیا چنانچہ  
 مولانا نامی ۱۸۹۳ء کے درمیانی ربع میں قصو گورنمنٹ سکول میں پڑھنے سے، وہیں ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۳ء  
 میں آپ کے والد گرامی کا وصال ہو گیا اور آپ دلہنہ تہمتی پیراں چلے گئے۔

۱۸۹۵ء میں آپ اسلامیہ سکول شیر نوالہ گیٹ لاہور کی پانچویں جماعت میں داخل ہوئے اور

۱۹۰۳ء میں فہرٹ ڈوٹیشن میں انٹرنس پاس کیا، سکول کی تعلیم کے دوران لاہور کے ممتاز فضلا  
 مشائخ پروفیسر شجاع الدین صدر شعبہ تدریس دیال سنگھ کالج، لاہور (م ۱۹۶۵ء) کے نانا محمد محمد الدین



اور مولانا علامہ اصغر علی روحی سے اکتساب فیض کیا، ان کے علاوہ دیگر متعدد اہل علم کے فیضِ صحبت سے مستفید ہوئے جن کی صحبت نے آپ کے ذوقِ علمی کو نکھار عطا کیا۔

مولانا نامی نے کسی دینی درس گاہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی اس کے باوجود اردو، فارسی اور انگریزی میں مہارت کے ساتھ ساتھ عربی سے بھی اچھی طرح آشنا تھے چونکہ قدرت نے آپ کو ابتداء سے ہی ذہانت و فطانت کے جوہر اعلیٰ سے نوازا تھا اس لئے بہت جلد بہترین مضمون نگار، مصنف، شاعر، تاریخ گو، ماہرِ قانون وراثت اور ماہرِ علم الانساب کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

تحصیلِ علم کے بعد چند ماہ محکمہ ریلوے میں ملازمت کی پھر محکمہ ڈاک میں بھرتی ہو کر ٹیلی گرام کی ٹریننگ حاصل کی، اسی اثناء میں ڈپٹی کمشنر لاہور نے انٹرنس پاس مسلمانوں کو ضلع کچہری کی ملازمت کے لئے طلب کیا چنانچہ آپ ضلع کچہری میں چھ ماہ تک بلا تنخواہ کام کرتے رہے بالآخر مئی ۱۹۰۵ء میں مستقل ملازمت مل گئی لیکن یہاں کی رشوت آلود فضا آپ کو پسند نہ آئی اور آپ ۱۹۰۶ء میں محکمہ تعلیم میں منتقل ہو گئے اور آخر تک اسی محکمہ میں مختلف کاموں پر مامور رہے بالآخر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں تیس سالہ ہو گیا اور یہاں خازن رہ کر ۱۹۳۸ء میں ریٹائر ہو گئے۔

مولانا نامی کو بچپن ہی سے اپنے خاندانی بزرگوں کے حالات، علمی کمالات اور نسب معلوم کرنے کا شوق تھا۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنے بزرگوں کے نادر مخطوطات اور دیگر کتبِ تاریخ کا بڑی دلچسپی سے مطالعہ کیا حتیٰ کہ تاریخی شخصیات اور کتبِ مینی کا ذوقِ لازم زندگی میں گیا، بارہا کادھیں پیدا ہوئیں مگر ہر بار آپ کے پہاڑ ایسے عزم و استقلال سے ٹکرا کر پسا ہو گئیں اور آپ کے تصنیف و تالیف اور مطالعہ کے ذوق میں بدستور اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ملازمت کے زمانہ میں فارغ وقت تالیف اور مضامین نویسی میں صرف کرتے اور ریٹائر ہونے کے بعد تو گویا آپ اس کام کے لئے وقف ہو گئے۔ آپ نے ایک سو سے زائد کتابیں اور رسائل لکھے جنہیں قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ ان میں سے بعض تصانیف تو لازوال اہمیت کی حامل ہیں۔ مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والے مضامین کی تعداد ہزاروں تک



پہنچتی ہے چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ تاریخِ جلیلیہ : خاندانی بزرگوں کے حالات اور دیگر اہم تاریخی معلومات۔

۲۔ بندگانِ لاہور : لاہور کے دیکھ سونے بزرگانِ دین کے حالات۔

۳۔ نسبِ نامہ رسولِ انام و صحابہ کرام۔

۴۔ مناقبِ خلفائے راشدین (منظوم)

۵۔ اسلامی قانونِ دراشت۔

۶۔ تاریخِ نجدیہ : یعنی حقیقتِ وہابیہ۔

۷۔ صدیق اور فاروقِ مستشرقین کی نظریں ، وغیرہ وغیرہ

ان مستقل تصانیف کے علاوہ آپ نے کئی کتابوں کو جامعہ اردو بھی پہنایا۔

جناب نامی کو شعر گوئی کا حکم ورثے میں ملا تھا۔ پہلے پہل از خود طبع آزمائی کرتے رہے۔

۱۹۰۷ء میں علامہ اصغر علی رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا کلام سناتے رہے اور بہت جلد نچتہ کلام پر دسترس حاصل کر لی۔ ابتداً غزل نگاری کی جانب میلان تھا پھر نعت، منقبت اور تاریخ گوئی سے لگاؤ پیدا ہو گیا، تاریخ گوئی میں آپ کو کمال حاصل تھا، بلاشبہ آپ نے اپنی زندگی میں ہزاروں منظوم تاریخیں کہی ہیں۔

مولانا نامی نے اپنے بعض مخلص دوستوں کے تعاون سے ۱۵-۱۹۱۴ء میں اصلاح

رسوم اور اصلاح اخلاق کی غرض سے دائرۃ الاصلاح کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کے

تحت لٹریچر شائع ہو کر مفت تقسیم ہوتا رہا، پھر اس ادارے کی طرف سے فضائلِ صحابہ کرام

اور اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر رسائل طبع ہونے لگے۔ اس ادارے کی طرف سے تقریباً

توڑے کتب اور رسائل طبع ہو کر مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں جن میں سے دس بارہ کے علاوہ باقی

سب مولانا نامی کی کاوشِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نامی کے ماموں اور خسر جناب

پیر محمد اشرف عالم شاہ (م ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء) متولی خانقاہ حضرت عبدالملک چوہدر شاہ بندگی نے

اپنی وفات سے قبل وصیت لکھ دی تھی کہ میرے بعد اوقاف کے متولی نامی صاحب ہوں گے

چنانچہ آپ نے اس ذمہ داری کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا اور نہ صرف بزرگوں کے مزارات



کی دیکھ بجال کی بکدان کے علمی تبرکات کو شائع کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا، نغرض جناب نامی نے ایک پیرزادہ اور مزارات کا متولی ہونے کی حیثیت سے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے کہ ان کا طرزِ عمل موجودہ دور کے بعض مشائخ کے لئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷ رجب المرجب ۱۴ دسمبر (۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) کو ایک ماہ صاحبِ فراتش رہنے کے بعد اسلام کے فخلص خادم اور مسلمانوں کے محسن جناب پیر غلام دستگیر نامی کا انتقال محلہ چلہ پورہ لاہور میں ہوا اور آپ کی میت رتہ پیراں (ضلع شیخوپورہ) لے جا کر حضرت قلندر شاہ کے پائیں میں دفن کی گئی۔

قطعہ تاریخ وفات از جناب حضرت مولانا شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ العالی سے

غلام دستگیراں پیر نامی بہ جنات المعینے کرد مسکن

زتر حلیش شرافت گفت تاریخ "بفردوس بریں شد شاد محسن"

جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی نے ان الفاظ سے تاریخ وصال کا استخراج کیا۔

"بجھا آج ہائے چہ تاریخ علوم" لے

لے محمد موسیٰ امرتسری، حکیم الہ سنت : مقدم بزرگان لاہور



## علامۃ العصر قدوة العارفين حضرت خواجہ غلام رسول توگیروی قدس سرہ

امام الفضلار و العرفاء حضرت خواجہ غلام رسول توگیروی ابن حضرت خواجہ سلطان محمود قدس سرہما ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء میں بونگہ محمود لنگاہ (مضافات بہاولنگر) میں پیدا ہوئے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں جہد امجد حضرت مولانا حافظ محمد عظمت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ (خلیفہ حضرت شیخ محمد فاضل نیکو کارہ خلیفہ حضرت خواجہ قبلہ عالم نور محمد مہاروی قدس سرہما سے پڑھیں، پھر جہد امجد کے ایما پر ۱۲۴۵ھ میں مہار شریف گئے اور فارسی صرف کی بعض کتابیں مولانا نور الدین اور مولانا محمد عمر تونسوی سے پڑھیں، بعد ازاں بہاولپور تشریف لے گئے اور مولانا محمد کمال بہاولپوری سے علوم و فنون کی تحصیل کی، کچھ کتابیں مولانا غلام رسول بہاولپوری سے پڑھیں، ازاں بعد موضع چیلواوہن (مضافات بہاولپور) میں جا کر مولانا حافظ محمد فضل سے علمی استفادہ کیا۔ اس کے بعد موضع مہنتہ جھیدو (مضافات بہاولنگر) میں گئے اور مولانا جان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کیا، پھر لاہور گئے اور حضرت مولانا خلیفہ حمید الدین لاہوری سے کسب کمال کر کے آخر میں دہلی جا کر مولانا عبدالرحمن پنجابی مدرس مدرسہ مولوی محمد حیات (دہلی) کی خدمت میں حاضر ہو کر تکمیل علوم کی اور سندِ فراغت حاصل کی۔

وطن واپس آکر جہد امجد اور حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہما سے روحانی فیض حاصل کیا اور ظاہری و باطنی علوم و معارف میں درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ نے تمام عمر علوم دینیہ کی تدریس اور رشد و ہدایت کی اشاعت میں صرف کی، بیشمار خلق خدا ظاہری علوم اور باطنی فیوض سے مستفید ہوئی۔ آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا محمد سرفراز، جلال آباد مضافات فیروز پور۔
- ۲۔ مولانا نبی بخش، موضع نکوڑہ مضافات حصار۔
- ۳۔ مولانا کریم الدین، موضع سمجھو متقل توگیروہ شریف۔ (وغیر ہم)



آپ کے بعض خلفاء کے اسماء یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا الہی بخش ، موضع ٹمبی بعل بیگ مضافات ساہیوال۔
  - ۲۔ مشد کبیر حضرت مولانا عبداللطیم ، حویلی بکھا
  - ۳۔ حضرت خواجہ نور محمد ، موضع کٹی نانیکے
  - ۴۔ حضرت مولانا عبدالمحق ، موضع سٹیکا مضافات بہاولنگر۔
  - ۵۔ مولانا اللہ سجایا ، موضع مخدوماں
  - ۶۔ حضرت مولانا نور محمد توگروی۔
  - ۷۔ مولانا غلام علی ، چک تحصیلدار مضافات بہاولنگر۔
  - ۸۔ مولانا محمد بابا، مہیم (مؤلف گل فردوسی) موضع کندو وال مضافات فیروز پور (وغیر مہم)
- حضرت خواجہ غلام رسول توگروی قدس سرہ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے کثیر الاحسان اور عمیم الضیض بزرگ تھے، آج بھی ان کا مزار گوہر بار فیض وجود کا سرچشمہ ہے۔
- ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء کو آپ کا وصال ہوا اور توگروہ شریف (تحصیل و ضلع بہاولنگر) میں جد امجد کے پہلو میں محو استراحت ابدی ہوئے۔ آپ کے استاد عالیہ پر کمال العلوم کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم ہے اور علم و معرفت کے شیدائی مستفید ہو رہے ہیں۔

سہ غلام مرعلی، مولانا : البواقیت المرعیہ ، ص ۸۹ - ۹۰



## مؤرخ جلیل حضرت مولانا مفتی غلام سرور لاہوری قدس سرہ العزیز

حضرت علامہ مولانا حکیم مفتی غلام سرور تشریشی اسدی ہاشمی ابن حضرت مولانا مفتی غلام محمد (قدس سرہا) محلہ کوٹلی مفتیاں لاہور میں ۱۲۴۲ھ/۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، علم طب بھی ماہر نہیں سے پڑھا اور سلسلہ عالیہ سرور دیہ میں ان سے بیعت ہوئے پھر حضرت علامہ مولانا غلام اللہ قصوری ثم لاہوری کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حروف علوم، تاریخ اور لغت کی تحصیل کی۔

مفتی صاحب بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، وہ بیک وقت جید عالم، بلند پایہ شاعر و ادیب، معلم اخلاق، باکمال تاریخ گو، مستند مؤرخ، مشہور زمانہ سوانح نگار اور سب سے بڑھ کر سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے محبت صادق تھے۔

زندگی کا کچھ ابتدائی حصہ ملازمت میں گزارا لیکن جلد ہی ملازمت سے کنارہ کش ہوئے اور تمام عمر علم و ادب کی خدمت میں صرف کر دی اور اس فن میں وہ ناموری حاصل کی کہ علم و ادب کی تاریخ میں آپ کا نام قیامت تک زندہ و پابند رہے گا۔

آپ کے خاندان کے تمام بزرگ سنی جہنی، مفتی وقت اور جامع شریعت و طریقت تھے، مذہبی اور اخلاقی اقدار آپ کو ورثے میں ملی تھیں، آپ شگفتہ مزاج، ملنسار اور عبادت گزار صوفی تھے، شریعت و طریقت، تفسیر و حدیث، تاریخ و ادب پر گہری نظر رکھتے تھے جس موضوع پر گفتگو کرتے اس سے متعلق تمام تفصیلات کو بے تکلفی سے بیان کر دیتے، بات بات پر تاریخ کہہ دینا ان کے لئے معمولی کام تھا، آپ کو اہل علم قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں بے حد استغناء تھا، حکام وقت کی ملاقات کو پسند نہیں کرتے تھے۔

غیور اور خود دار تھے، حق بات کہنے سے کبھی پہلو ہٹتی نہ کرتے تھے۔ ۱۸۸۴ء میں سرسید نے

ان کی اس بات کے لئے پنجاب کا دورہ کیا اور اپنے دیرینہ دوست خان بہادر ڈی بکرت علی



کے پاس قیلم کیا۔ خان بہادر نے بیرون موچی دروازہ اپنی کوٹھی پر لاہور کے چیدہ چیدہ افراد کو مدعو کیا جن میں مفتی صاحب بھی تھے۔ خان بہادر نے سرسید سے آپ کا تعارف کرایا۔ سرسید آپ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے مشن کا کوئی کام آپ کے سپرد کرنا چاہا تو مفتی صاحب نے فرمایا :-

”سید صاحب! میں اس کام کے لئے موزون نہیں ہوں، میں ساشل تصنیف و تالیف ہے، آپ نے جن لوگوں کی جماعت اپنے گرد اکٹھی کر لی ہے یہ اس مقصد کے لئے بہت مفید ہیں، اور پھر جماعتی اتحاد کے لئے عقائد کے اتحاد کی بھی ضرورت ہے اور یہ چیزیں میں یہاں نہیں دیکھتا“

یہ جواب سن کر سرسید خاموش ہو گئے۔

مفتی صاحب کا دنیا ئے تاریخ پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں پنجاب کے جلیل القدر علماء و مشائخ کے حالات کو بڑی حد تک تفصیل سے قلمبند کر دیا ہے ورنہ جس طرح تذکرہ نگاروں نے اس مردم خیز خطہ کو نظر انداز کیا ہے باعثِ تعجب ہی نہیں قابلِ افسوس بھی ہے۔

مفتی صاحب نے شعر و ادب، سوانح نگاری اور لغت میں اکیس یا دو گارو زمانہ تصانیف لکھی ہیں جن کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعض کتابوں کے کسی کسی ایڈیشن شائع ہوئے اس کے باوجود وہ کتابیں نایاب ہو گئیں اور شائقین کی طلب بدستور جاری رہی۔

آپ کی چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں جنہیں آج بھی درجہ استناد حاصل ہے :-

- ۱۔ گلدستہ کرامات ، ۱۲۷۷ھ میں لکھی گئی، اس میں حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اور کرامات کا بیان ہے (شیخ محمد صادق شیبانی کی مناقب غوثیہ کا اردو ترجمہ)۔
- ۲۔ گنجینہ سروری المعروف بہ اسم تاریخی گنج تاسخ (۱۲۸۴ھ) : اس میں سرورد و عالم علیؑ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے لے کر خلفائے راشدین، خلفائے بنو امیہ، خلفائے



بنو عباس، سلاطین اسلام اور مشاہیر صوفیاء، علماء اور شعراء کی ولادت و وفات کی تاریخیں درج ہیں، اس کتاب میں کم و بیش دس ہزار مادہ ہائے تاریخ ہیں، اس سے فن تاریخ گوئی میں مفتی صاحب کے معراج کمال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، حواشی میں مختصر تعارفی حالات شامل کرنے سے کتاب کی اہمیت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔

۲۔ تاریخ مخزن پنجاب پنجاب کی مفصل تاریخ اور جغرافیہ کے علاوہ کشمیر، لداخ اور کشنوار کی تاریخ پر مشتمل ہے۔

۳۔ حدیقۃ الاولیاء اردو نثر میں پنجاب کے اولیاء کرام کے ذکر پر مشتمل ہے۔

۵۔ خزینۃ الاصفیاء (۱۲۸۸ھ) اس میں مسوٰرہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر مصنف کے زمانہ تک کے گیارہ سو شعراء، علماء اور شعراء کے تحقیقی حالات درج کئے ہیں، ہر شخصیت کی تاریخ ولادت اور وفات نظم میں لکھی ہے، مکتبہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور نے اس کا اردو ترجمہ پانچ جلدوں میں مرتب کروایا ہے اور پہلی جلد نہایت آب و تاب سے شائع کر دی ہے۔

۶۔ جامع اللغات یہ آپ کی آخری اور نہایت قابل قدر تصنیف ہے اس میں عربی، فارسی، ترکی اور اردو الفاظ کے معانی اردو میں بیان کئے ہیں، بطور سند اساتذہ کا کلام پیش کیا ہے اور جہاں کسی استاذ کا شعر نہیں مل سکا وہاں بر محل اپنا شعر پیش کیا ہے۔ ان کے علاوہ لغات مسروری، اخلاق مسروری، دیوان حمد ایزدی، کلیات لغت مسروری، دیوان مسروری، گلشن مسروری، مخزن حکمت، تحفہ مسروری، انشائے یادگار اصغری وغیرہ پلندہ پایہ تصانیف آپ کے علمی و ادبی ذوق کی آئینہ دار ہیں۔

آپ نے چار فرزند مفتی غلام حیدر، مفتی غلام صفدر، مفتی غلام اکبر، مفتی محمد انور اور ایک صاحبزادی، قبال بیگم یادگار چھوڑی۔

حضرت مولانا مفتی غلام مسرور قدس سرہ کو حج بیت اللہ اور دربار رسالت میں حاضری کلبے انتہا اشتیاق تھا چنانچہ جون ۱۸۹۰ء میں حج مبارک کی سعادت سے مشرف ہوئے



حج کے بعد ۲۰ ذوالحجہ کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے، تیسری منزل پر پہنچے تھے کہ مسافروں میں چانک  
 وبائے مہینہ پھوٹ پڑی، پانچویں منزل پر آپ بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے اور ساتویں منزل کے  
 قریب پہنچ کر ۲۴ ذوالحجہ ۱۳۰۶ گسٹ (۱۳۰۶/۱۸۹۰ء) بروز جمعرات سفر آخرت اختیار کیا۔  
 نماز جنازہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوی نے پڑھائی اور آپ کو بیربالا حسانی مصنفات  
 میدان بدر میں سپرد خاک کیا گیا، روضہ اقدس کی حاضری کے متعلق آپ نے ایک قطعہ تاریخ  
 لکھا جس آپ دربار رسالت میں پڑھنا چاہتے تھے وہی قطعہ آپ کی تاریخ وفات بن گیا۔

ابھی سرور نے کی ہے سرورِ عالم کی پالوسی (۱۳۰۶ء)

آپ کے وصال پر متعدد شعرا نے مرثیے لکھے، تاریخیں کہیں اور اپنے رنج و الم کا اظہار  
 کیا، مولانا پیر غلام دستگیر نامی نے تاریخ وفات کہی ہے۔

گئے راہِ مدینہ میں گزرا آہ جو تھے اک شہرہ آفاق سرور  
 ہوا القار پئے تلامذہ نامی . قلم لے کر لکھو 'مشتاقِ سرور' ل



## بحر معرفت حضرت خواجہ غلام فرید فاروقی چشتی قدس سرہ (چاچڑاں شریف)

قدوة العاقبتین حضرت خواجہ غلام فرید بن حضرت خواجہ خداجت بخش (م ۱۲ ذوالحجہ ۱۲۶۹ھ) ابن حضرت خواجہ احمد علی (م ۹ شعبان ۱۲۳۱ھ) ابن حضرت قاضی محمد عاقل (م ۸ رجب ۱۲۲۹ھ) خلیفہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ ۲۶ ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کو چاچڑاں شریف (تحصیل خانپور) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں سے پہلے پہل مالک بن یحییٰ سندھ میں وارد ہوئے، بعد ازاں آپ کے اجداد نے کوٹ مٹھن کو شرف سکونت بخشا لیکن آپ کے والد ماجد سکھوں کے مظالم سے تنگ آکر نواب صادق محمد خان اول کی درخواست پر چاچڑاں شریف میں قیام پذیر ہوئے تھے یہیں حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اسی دوران آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ظاہری و باطنی علوم و معارف اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ فخر جہاں غلام فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۲۸۸ھ) سے حاصل کئے اور مرتبہ کمال کو پہنچے۔ حضرت خواجہ فخر جہاں قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرسبکی زبان کے ملک الشعراء تھے۔ آپ کے وجد آفریں کلام میں بلا کا سوز ہے۔ آپ کی کافیاں آج بھی اثر آفرینی میں جواب نہیں

۱۔ احمد اختر، نمبرہ بہادر شاہ ظفر، مناقب فریدی (مطبع احمدی، دہلی ۱۳۱۳ھ) ص ۹۶

نوٹ ۱۔ جناب مسعود حسن شہا سب نے اپنی تالیف "خواجہ غلام فرید" میں مقابلیں المجالس کی اس دعایت کو ترجیح دی

ہے کہ آپ کی ولادت ذوالحجہ ۱۲۶۱ھ کے آخری عشرہ کے کھنبہ (۲۳ ذوالحجہ) کو ہوئی۔

۲۔ مسعود حسن شہا: خواجہ غلام فرید، اردو اکادمی، بہاولپور، ۱۹۶۳ء، ص ۲۴-۳۶



رکھتیں، عوام و خواص کے لئے کیف و سرور کا خمیرینہ اور عشق و عرفان کا سرچشمہ ہیں، اسی لئے علامہ اقبال نے کہا تھا۔

”جس قوم میں خواجہ فرید اور اس کی شاعری موجود ہے، اس قوم میں

عشق و محبت کا موجود نہ ہونا تعجب انگیز ہے،“ لے

چونکہ آپ مسئلہ وحدۃ الوجود کے بہت بڑے حامی تھے اس لئے آپ کے کلام میں اس مسئلہ کی نمایاں ترجمانی پائی جاتی ہے۔ آپ نے اردو، فارسی اور ملتان زبان میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ آپ کے مطبوعہ دیوان کے مطالعہ سے قدرتِ بیان، جودِ طبع اور بلندیِ تخیل کا پتہ چلتا ہے۔

آپ شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ پر سختی سے کاربند تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے، رسومِ بد کو ختم کرنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے۔ اپنے زمانہ کی عورتوں اور مردوں کے نازیبا افعال پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”عورتیں غیر مردوں کے سامنے اور معنی کندھے پر ڈال کر جلوہ گر

ہوتی ہیں اور اسے باعثِ فخر سمجھتی ہیں، شادی بیاہ کے موقع پر بہت

سی بُری رسمیں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً مرد اور عورتیں حلقہ باندھ کر رقص

کرتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں اور حلقہ کے درمیان نقارہ بجاتے

ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی ممنوع اور مہلک امور کا ارتکاب کیا

جاتا ہے۔ نابھارہ کافروں کے کاموں کو مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے

اگر انہیں منع کیا جائے تو کہتے ہیں جس کام پر ہمارے باپ دادا

تھے ہمیں وہی کافی ہے“ لے

لے فیض احمدی، مولانا، التذکار السعید فی ذکر خواجہ غلام فرید، مکتبہ ادریس، بہاولپور، ۱۳۸۱ء، ص ۵۴



جو دو سخا کی کوئی انتہا نہ تھی، دور و نزدیک کے کثیر التعداد فریاد و مساکین کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے، بہت سے یتیم اور بیوہ عورتیں آپ کے زیر سایہ خوشحالی سے وقت گزارتے، کبھی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے۔ آپ نے سجادہ فقر پر فائز ہونے کے باوجود علوم باطنی کے علاوہ ظاہری علوم کا درس بھی جاری رکھا، خاص طور پر حدیث شریف اور تصوف کی کتب کا درس ہمیشہ جاری رہتا۔ بڑے بڑے علماء حاضر خدمت رہتے لیکن جب آپ کسی سئلہ پر اظہار خیال فرماتے اور تائید میں عقلی و نقلی دلائل کے انبار لگادیتے تو انہیں اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرنا پڑتا۔

سوال ۱۳۰۶ء میں جب مولانا فلام دستگیر قصوری نے براہین قاطعہ کی بعض عبارات پر (جو خلاف مسلک اہل سنت تھیں) گرفت کی اور مولوی خلیل احمد انبلیٹھوی (مدرس اول جامعہ عباسیہ بہاولپور) سے ان عبارات پر مناظرہ کیا تو اس مجلس کے حکم نواب بہاول پور نواب محمد صادق عباسی کے پیرو مرشد حضرت خواجہ صاحب ہی تھے آپ نے فیصلہ دیا تھا کہ تنازعہ فیہا عبارات وہابیت کی ترجمانی کرتی ہیں اور مسلک اہل سنت کے خلاف ہیں۔

آپ نے چاچڑاں شریف میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام جامعہ فریدیہ رکھا اور اس میں اس دور کے چوٹی کے فضلا کو تدریس پر مقرر کیا، اس مدرسہ سے بیشمار فضلا پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے مریدین و معتقدین کا حلقہ بہت وسیع تھا عوام و خواص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفیض ہوتے۔ بڑے بڑے نواب اور امرا آپ کی نسبت ارادت اور خدمت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے۔ آپ کے درس توحید و ہدایت سے ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد مستفید ہوئے اور متعدد حضرات منازل سلوک طے کر کے صاحب

۱۳۰۶ فیض احمدیسی، مولانا، النذکار السید ص ۲۶-۳۱

۱۳۰۶ اقبال احمد فلاحی، مولانا: تقدیس التوکل (حالات و تصانیف مولف)



کمال ہوئے۔ خلافت عطا کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، فرماتے تھے، جب تک کل منازل طے نہ ہو جائیں شیخ کو لازم ہے کہ مرید کو خرقہ خلافت نہ دے۔ آپ کے چند خلفاء کے اساریہ ہیں:-

۱۔ حضرت خواجہ محمد بخش المعروف بہ نازک کریم رحمہ اللہ تعالیٰ (فدزندہ رجبند)

۲۔ مخدوم سید ولایت شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (ادب شریف)

۳۔ حضرت خواجہ میاں فضل حق مباروی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۴۔ میاں بلندو خان بیکانی۔

۵۔ مولانا احمد بخش ساکن جھپے عباسیاں (بہاولپور) وغیرم

آپ کی بلند پایہ اور مقبول عام تصانیف یہ ہیں:-

۱۔ فوائد فریدیہ، مسلک توحید اور اعتقادی مسائل پر بہترین کتاب۔

۲۔ دیوان فریدی (اردو)

۳۔ " (عقابی)

نیز آپ کے ملفوظات مرتبہ مولانا رکن الدین، "اشارات فریدی" کے نام سے چار جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔

۴۔ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔ مزار پرائیوٹ کوٹ مسکن شریف

(بہاولپور ڈویژن) میں مرجع خلافت ہے۔ قطعہ تاریخ وصال یہ ہے:

"خامیہ بہ قصر خلد امروز" (۱۳۱۹ھ)

۱۵ فیض احمدیسی، مولانا، التذکار السید، ص ۶۸

۱۵ ایضاً، ص ۶۳-۶۵

۱۵ ایضاً، ص ۷۱







## عارف باللہ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ

استاذ الاساتذہ، مقتدائے اہل سنت حضرت مولانا عبدالقادر المعروف بہ  
 غلام قادر ہاشمی ابن مولانا غلام حیدر رحمہما اللہ تعالیٰ ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء میں بھیرہ، ضلع  
 سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا غلام محی الدین بگوی (جو ان دنوں مسجد حکیمان،  
 اندرون بھائی دروازہ لاہور میں درس حدیث پاک دیا کرتے تھے) اور ان کے چھوٹے  
 بھائی مولانا احمد الدین بگوی سے حاصل کی، مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت مولانا  
 مفتی صدر الدین، آزرہ صدر الصدور دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تکمیل علوم کے  
 بعد لاہور تشریف لائے اور اندرون بھائی دروازہ، اونچی مسجد، میں خطیب مقرر ہوئے،  
 ان کی عالمانہ تقریر کی کشش سے دور دور کے لوگ حاضر ہونے لگے۔ بیگم شاہی مسجد کی  
 متولیہ مائی جیواں آپ کے ارشادات سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی مسجد کا خطیب  
 مقرر کر دیا، بعد ازاں مسجد کی تولیت بھی آپ ہی کے سپرد کر دی گئی۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ سے  
 بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے بہرہ ور ہوئے، آپ کے اوراد و اشغال میں حضور  
 سیدنا عنوش اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی نسبت کی بنا پر قادریت کا غلبہ تھا۔ مشہور  
 تاریخ گوادر تذکرہ نویس بزرگ مولانا غلام دستگیر نامی لکھتے ہیں :-

”آپ کو لاہور کا قطب سمجھا جاتا تھا“

۱۸۷۹ء میں اورینٹل کالج، لاہور میں عربی کے نائب استاد مقرر ہوئے اور دو سال  
 تک طلباء کو علم و فضل سے فیضیاب کرتے رہے۔ انہی دنوں انگریزوں کو ایک فتوے

سے محمد بن کلیم، مورخ لاہور : تاریخ اولیائے چشت، لاہور، ص ۲۳۲

سے غلام دستگیر نامی، مولانا : بزرگان لاہور، ص ۱۸۱

سے غلام سرعلی مولانا : ایواقیات المریہ، ص ۱۳۸



کی ضرورت پیش آئی، متدین علماء نے صاف انکار کر دیا، کالج سے متعلق علماء سے رجوع کیا گیا تاکہ وہ وظیفہ خوار ہونے کی بنا پر انگریز کے منشا کے مطابق فتوے صادر کر دیں، مولانا غلام قادر بھیروی کے سامنے دستخط کرنے کے لئے فتوے پیش کیا گیا تو انہوں نے استعفا پیش کر دیا اور فرمایا :

”میں ملازمت سے دستبردار ہو سکتا ہوں لیکن غلط فتوے کی تائید نہیں کر سکتا“

چنانچہ آپ نے جامعہ نعمانیہ، لاہور میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا اور تمام تر توجہ قرآن و حدیث کی تعلیم پر صرف کر دی۔

لاہور کے سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے عیسائیوں اور مرزائیوں کے علاوہ دیوبندی، وہابی، نیچری اور شیعہ علماء نے سازشوں کے جال بچھانے شروع کئے تو مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ تحریر و تقریر اور وعظ و مناظرہ کے ذریعہ سب کے دانت کھٹے کر دئے۔ علمی و ہد بجا اور طبیعت کے جلال کے سبب کسی کو سامنے آنے کی جرأت کم ہی ہوتی تھی۔ آپ نے مسجد میں مفسدین کا داخلہ بند کر لکھا تھا اور مسجد کی پیشانی پر ایک پتھر نصب کر دیا تھا جس پر یہ عبارت درج تھی :

”باتفاق اجماع حنفیہ و حکم شرعی شریف قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری، مرزائی مسجد ہذا میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے۔“

فقیر غلام قادر عفی عنہ، متولی بیگم شاہی مسجد

آج کل کے بعض دانشور یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سنی وہابی اختلاف محض فروعی حیثیت رکھتا ہے لہذا آپس میں رواداری کا ثبوت دینا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ جو لوگ اہل سنت کو کافر و مشرک کہتے ہوئے نہیں ٹھکتے، بارگاہ رسالت کے آداب کو پس پشت ڈال کر گستاخانہ روش اختیار کرتے ہیں، وہ کس رواداری کے مستحق ہو سکتے ہیں؟



مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ کی مسجد میں کوئی بد مذہب بغرضِ فساد داخل ہو جانا تو اسے دھکے دے کر باہر نکلوا دیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر علماء اہل سنت اس تصلب کا مظاہرہ نہ کرتے تو آج دین کا علیہ بگڑ چکا ہوتا۔ پنجاب کے علماء میں سب سے پہلے مرزا نے قادیانی کے خلاف آپ ہی نے فتوے دیا اور اس وقت مرزا کی تردید کی جب کہ اس نے ابھی تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

پنجاب کے علماء کی غالب اکثریت آپ کے رشتہ تلمذ میں منسلک تھی، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری۔
- ۲۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری (مصنف الکاویہ علی الغاویہ)
- ۳۔ مولانا نبی بخش حلوانی (مصنف تفسیر نبوی وغیرہ)
- ۴۔ مولانا غلام احمد حافظ آبادی (سابق صدر مدرس جامعہ نعمانیہ، لاہور)
- ۵۔ مولانا غلام حسید قریشی پونچھوی۔
- ۶۔ قاضی ظفر الدین۔
- ۷۔ صوفی غلام قادر چشتی سیالوی۔
- ۸۔ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدظلہ العالی، مقیم مدینہ منورہ، خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ۔

مولوی حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں :

”لم یکن لہ نظیر فہ کثرة الدرس والافادۃ“<sup>۱</sup>  
 ”درس و افادہ کی کثرت میں کوئی ان کا مد مقابل نہ تھا“

۱۔ اقبال احمد قادری، پیرزادہ : تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت، لاہور، ص ۲۲۹

۲۔ عبدالحی لکھنوی، بحیم مؤرخ : نوبتہ الخواطر، ج ۸، ص ۳۳۹



حضرت مولانا غلام قادر بھیروی قدس سرہ نے درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی بے پایاں مصروفیات کے باوجود تصانیف کا گرانقدر ذخیرہ یادگار چھوڑا، تصانیف کے نام یہ ہیں:-

- ۱- اسلام کی گیارہ کتابیں (دینی تعلیم کا بہترین نصاب)
- ۲- الشوارق الصمدیہ ، ترجمہ و تلخیص البوارق المحمدیہ (از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی)
- ۳- نماز حضوری - ۸- نماز ضروری -
- ۴- ختمات خواجگان - ۹- حقیقت انوار محمدیہ
- ۵- شمس المنفیہ بجواب لغیر المنفیہ (مسئدہ و حدیث الوجہ) - ۱۰- جوہر ایمانی -
- ۶- نور الربانی فی مدح المحبوب سبحانی - ۱۱- عکازہ در صلوة جنازہ -
- ۷- شمس لضعفی فی مدح خیر الوری - ۱۲- فاتحہ خوانی -

حضرت میاں شیر محمد شتر قیومی قدس سرہ انگریزی خوان طبقے کو تواریخ حبیب الہ اور اسلام کی گیارہ کتابیں پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

استاذ اساتذۃ العصر حضرت مولانا غلام قادر قریشی ہاشمی بھیروی قدس سرہ الغزینیہ اربعہ الاول، ۱۰ اپریل (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) کو واصل بحق ہوئے اور میگیم شاہی مسجد میں محو استراحت ابدی ہوئے۔ نماز جنازہ میں خلق خدا کا ہجوم اس قدر تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ مولانا کرم الدین، رئیس مجس، ضلع جہلم فرماتے ہیں:-

”مولانا غلام قادر صاحب مرحوم کا جنازہ جب شہر لاہور میں اٹھایا گیا تو ہجوم خلایق اس قدر تھا کہ نماز جنازہ باہر پڑ میں پڑھی گئی، کارخانوں کے مزدوروں نے اس روز مزدوری ترک کر کے شمولیت جنازہ کی۔“

آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے تاریخ وفات کسی

در غلہ بریں قبلہ من  
۱۳ ۵ ۲۷

(۲)

۱۳ ۵ ۲۷  
منبع فیض رب جلیل

بزرگان لاہور ، ص ۱۸۲

۱۳ غلام کسکیر نامی، پیر :

تاریخ عبرت (بار دوم) ص ۸-۱۶۷

۱۳ کرم الدین، دبیر مولانا :



مولانا فتح محمد فاروقی حقیر نے تاریخ وفات ۱۳۲۶ھ قرار دیتے ہوئے  
قطرہ تاریخ کہا ہے ۵

تھے غلام قاوراک جو مولوی باصفا  
تھے عدلہ لاندہ ہوں کٹاہل مذہب کے تھے دست  
تھے مستون دین احمد، بے ریاؤ با عمل  
گوہر بجز علوم اور تھے مناظر بے بدل  
تھار بیع الاول اور انیسویں تاریخ تھی  
چار شنبہ کا تقادن جب آگئی ان کی اجل  
دار فانی سے گئے ملک بقا کو جبکہ وہ  
مرگ سے ان کی گیا سب موتوں کا دل دہل

سال رحلت پوچھا ہاتھ سے جو میں نے لے لے حقیر  
کان میں میرے کہا مغفور "اس نے بے غل لہ

۱۳۲۶ھ

۱۵ محمد امام الدین، مولانا: ریاض النور (شیخ الہی بخش، محمد جلال الدین، لاہور ۱۳۳۳ھ) ص ۲۴



## حضرت مولانا غلام قادر شائق فاروقی رسول نگر می رحمت اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا حاجی غلام قادر شائق فاروقی قادری نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ ابن مولانا شیخ احمد (ف ۱۲۳۲ھ) قصبہ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ کے ایک قدیمی علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ نے اپنے والد گرامی سے تحصیل علوم کی اور حضرت حافظ سید قل احمد نوشاہ ثانی برخورداری ساہن پالوی (ف ۱۲۸۶ھ) سے بیعت ہو کر خلافت سے نوازے گئے۔ مولانا شائق، عربی اور فارسی کے بلند پایہ ادیب و شاعر اور خوش نویس تھے، تاریخ گوئی میں بھی باکمال تھے اور اپنے علاقہ کے مفتی اعظم تھے۔ آپ کی تصنیف شائق نامہ بجاوب محمد نامہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ آپ کی بیاض کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے عصر سے آپ کے گہرے مراسم تھے، ان علمائے کرام میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

۱۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری (ف ۱۲۷۰ھ)

۲۔ حضرت مولانا عبدالرسول قصوری (ف ۱۲۹۴ھ)

۳۔ مولانا سماج الدین (گوجرانوالہ)

۴۔ مولانا عبدالرحمن ساکن جوکالیان (ف ۱۲۶۸ھ)

۵۔ مولانا شیخ عبداللہ (چک عمر ضلع گجرات)

۶۔ مولانا حکیم غلام احمد (کولتار ڈوالے) (ف ۱۲۹۹ھ) جو حضرت مولانا

محمد عالم اسی امرتسری کے جدِ امجد تھے۔

حضرت مولانا غلام قادر شائق رحمت اللہ تعالیٰ کے دو صاحبزادے تھے، مولانا محمد زین اور مولانا نور الدین، یہ دونوں حضرات جدید عالم اور خوش نویس تھے۔ مولانا محمد زین کے بیٹے مولانا مفتی بشیر حسین خطیب جامع مسجد محلہ گورستان، گوجرانوالہ، باصلاحیت اور صاحب تصانیف ہیں۔



حضرت مولانا شائق ۱۳۰۰ھ/۳-۱۸۸۲ء میں واصل بحق ہوئے اور وصال سے ایک  
روز قبل خود ہی اپنی تاریخ وصال کی جو درج ذیل ہے۔

الہی از کرم پیدا کنی خلاق  
مُعْطِی الرِّزْقِ فَضْلاً غَیْرَ عَدْلِ  
چو بافضلت شدم محتاج گفتم  
کہ "یا اللہ کَرِّمْتَ الْبَفْضِ"

لے اس فصلِ جیل کے تفصیلی حالات مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے "بشریح التاریخ" جلد سوم میں تحریر کئے  
ہیں، یہ حالات اسی کتب سے لئے گئے ہیں۔



## مجاہد تحریک آزادی مولانا غلام مجدد سرہندی مجددی قدس سرہ

حضرت مولانا الحاج غلام مجدد سرہندی ابن حضرت مولانا عبدالعظیم ابن حضرت عبدالرحیم مجددی سرہندی (قدست اسرارہم) ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۱۰ واسطوں سے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ تحصیل علوم کے بعد آپ نے میدان سیاست کو منتخب کیا اور فرنگی سامراج کے خاتمہ کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ علی برادران کے ساتھ دو سال جیل میں رہے، اسی دوران قرآن پاک کے پندرہ پارے حفظ کر لئے۔

آپ کو مسلم لیگی منجھ ہوئے سیاست دان، شعلہ بیان خطیب اور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے محب تھے، تحریک پاکستان کے سلسلے میں فضا ہموار کرنے کے لئے دھواں دار تقریریں کیں اور اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے شب و روز کام کیا۔ نواب زادہ لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

حق گوئی، بے باکی، مہمان نوازی اور خودداری آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ باوجودیکہ آپ ہندوؤں کے سخت مخالف تھے، ہندو آپ کا دلی طور پر احترام کرتے تھے چنانچہ قیام پاکستان کے بعد کئی ہندو جاتے ہوئے اپنے مکانات آپ کے حوالے کر گئے جو آپ نے مہاجرین کے حوالے کر دئے البتہ دیوان ولی رام کے بنگلہ واقع ہیرا آباد، حیدرآباد میں آپ نے رہائش اختیار کر لی، کچھ عرصہ کلکتہ طر حیدر آباد نے یہ کہہ کر آپ سے بنگلہ خالی کر لیا کہ یہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے چیت منسٹر سندھ کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ اگر مولانا غلام مجدد مجھ سے ملیں تو میں انہیں بنگلہ واپس دلا دوں گا، آپ نے شان بے نیازی سے فرمایا :-

”میرے لئے بنگلے کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، میں اس کے پاس نہیں جاؤنگا“



یہ بات خان ایاق نے ثابت کرنے کو بھی پہنچ گئی۔ انہوں نے معذرت کے ساتھ بتلایا کہ آپ کو واپس کر دیا اور کلکٹر صاحب پر ناز خشی کا اظہار کیا۔

اپریل ۱۹۵۷ء کو مجسمہ علم و فضل، پیکر زہد و تقویٰ، میدان شجاعت و فصاحت کا شہ سوار، تحریک پاکستان کی صف اول کا مجاہد دنیا سے رخصت ہو گیا جنہیں ایک ذیبا غلام مجدد کے نام سے یاد کرتی تھی (رحمۃ اللہ علیہ) ٹیاری ضلع حیدرآباد میں آپ کا مزار شریف ہے۔

مولانا غلام رسول جان سرہندی درویش فاضل بزرگ آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔

لے مکتوب مولانا پیر محمد اسحاق جان سرہندی مدظلہ، (میرپور، سندھ) بنام راقم الحروف، ۱۰ دسمبر ۱۹۷۰ء



## ۱۔ شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی قدس سرہ العزیز

علامہ زمان فاضل اہل مولانا غلام محمد گھوٹوی قدس سرہ العزیز موضع گمرالی (گجرات) میں جمادی الاولیٰ، جنوری ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی اور صرف و نحو کی چکوڑی (گجرات) میں مولانا محمد چیرانغ سے پڑھیں، پھر قصبہ گھوٹ (ضلع ملتان) میں سیبویہ مولانا حافظ محمد جمال رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر قطبی اور بیبزی تک کتابیں پڑھیں بعد ازاں مولانا علامہ سید غلام حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں موضع تلمیری (مظفر گڑھ) حاضر ہوئے اور کتاب علوم کیا، پھر بمقام چکی (مضافات کیمبلپور) مولانا علامہ محمد زمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے، انہیں آپ کی ظاہری حالت بکھرے ہوئے بال اور پرانے کپڑے دیکھ کر گمان ہوا کہ یہ پڑھنے والا طالب علم نہیں ہے اس لئے انہوں نے داخلے کی اجازت نہ دی، مولانا خاموشی سے بیٹھ گئے، اتفاقاً صدر (شرح ہدایۃ الحکمت) کا ایک مشکل ترین مقام زیر درس تھا، مولانا محمد زمان نے اس مقام کی تقریر کی اور طلبہ کو تقریر دہرانے کے لئے کہا لیکن کوئی بھی اسے دہرانہ سکا۔ علامہ گھوٹوی نے اجازت طلب کی اور یہ تفصیل سے اس مقام کو بیان کر دیا۔ اب جو مولانا محمد زمان کو ان کی قابلیت کا پتہ چلا تو نہ صرف داخلے کی اجازت دی بلکہ انہیں قرب خاص سے نوازا۔

وہاں کچھ عرصہ استفادہ کرنے کے بعد جامعہ نعمانیہ لاہور چلے آئے اور مولانا علامہ غلام احمد حافظ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں زانوسے تلمذتہ کیا، پھر علامہ زمین مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر فنون عالیہ کا درس لیا، ڈیڑھ سال بعد جب ان کا وصال ہو گیا تو آپ مدرسہ عالیہ رامپور میں مولانا فضل حق رامپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس میں شریک ہوئے اور کسب فیض کیا۔ طب اور صحاح کا درس حضرت مولانا وزیر حسن رامپوری سے لیا۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں شیخ الاسلام مرشد المسلمین حضرت خواجہ پیر سید مر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔



فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ رام پور میں مدرس مقرر ہوئے اور تین سال تک درس دیا، ازاں بعد قصبہ گھوڑہ میں تشریف لے آئے، یہاں بیس سال تک علم و فضل کے دریا بہائے اور قصبہ گھوڑہ میں قیام کی وجہ سے گھوڑی مشہور ہوئے، پھر نواب صاحب کے بلائے پر بہاول پور تشریف لے گئے اور جامعہ عباسیہ (اب جامعہ اسلامیہ) بہاولپور کے شیخ الجامعہ مقرر ہوئے اور تقریباً بیس سال تک علوم دینیہ کی گرانقدر خدمات انجام دیں اور بے شمار متلاشیانِ دولتِ علم و فضل کو منزلِ مراد تک پہنچایا۔

مولانا غلام محمد گھوڑی قدس سرہ اپنے دور کے شہرہ آفاق علامہ اور زبردست مناظر تھے، بہت سے مناظروں میں آپ کی شرکت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۹۱۱ء میں حرمین طیبین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، ارادہ یہ تھا کہ جامعہ شریف حاضری دے کر بمبئی سے جہاد پر سوار ہوں گے لیکن دہلی کے اسٹیشن پر پتہ چلا کہ کسی گھنٹے انتظار کرنی پڑے گی، اتفاقاً اس وقت دیوبند جانے والی گاڑی تیار تھی، آپ اس میں سوار ہو گئے۔ دیوبند پہنچے تو دیکھا کہ مولوی محمود حسن، مسئلہ سماع موٹی پر اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں، حضرت شیخ الجامعہ نے اجلاس کے دوران مداخلت کرتے ہوئے فرمایا، علماء احناف کا مسلک یہ ہے کہ مردے سنتے ہیں آپ کی عالمانہ گفتگو سے مولوی محمود حسن متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور جب انہیں پتہ چلا کہ یہ مولانا غلام محمد گھوڑی ہیں تو فوراً آپ کو اسٹیج پر لے گئے اور کہنے لگے:

”مردے سنتے ہوں یا نہ سنتے ہوں محمود کا کیا بگڑتا ہے“

۱۹۲۴ء میں جب حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ قدس سرہ اور مولوی جلال الدین ٹنڈیس قادیانی کے درمیان مسئلہ ”حیاتِ مسیح“ پر مناظرہ ہوا تو مولانا غلام محمد گھوڑی اہل اسلام کی جماعت کے صدر تھے، اس مناظرہ میں اسلامی مناظر مولانا مفتی غلام مرتضیٰ قدس سرہ کو زبردست کامیابی ہوئی اور قادیانی مناظر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مقدمہ فیصلہ بہاولپور میں بھی



آپ نے اہم کردار ادا کیا۔

مولانا غلام محمد گھوٹوی ابتداً نیشنل کانگریس مٹان ڈویژن کے صدر تھے بعد ازاں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور تحریک پاکستان کے لئے دل و جان سے کام کیا۔ قیام پاکستان کے بعد جب مہاجرین کے قافلے بہاولپور آئے تو ان کی آباد کاری کے لئے نہایت سرگرمی سے کام کرتے رہے۔

حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ کا حلقہ نہایت وسیع تھا، ان میں سے استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد اچھروی قدس سرہ العزیز کا نام نامی سرفہرست ہے۔

ان کے علاوہ چند تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱۔ پیر امام علی شاہ، بہاولپور تحصیل لودھراں، ملتان
- ۲۔ مولوی محمد شفیع، مہتمم مدرسہ قاسم العلوم، چشتیاں شریف
- ۳۔ مولانا سید دین محمد شاہ، مظفر گڑھ
- ۴۔ مولانا محمد ذاکر، بانی جامعہ محمدی جھنگ
- ۵۔ مولانا محمد صادق، دیپالپور
- ۶۔ علامہ رحمت اللہ ارشد، (مشہور لیڈر) بہاولپور
- ۷۔ مولوی غلام حسین، وال بھراں
- ۸۔ مولانا افضل الحق، رامپور
- ۹۔ پیر ولایت شاہ، گجرات
- ۱۰۔ مولانا مفتی عطا محمد، رتہ، چکوال

حضرت شیخ الجامعہ نے علم غیب پر ایک بسوڑا رسالہ لکھا تھا جو طبع نہ ہو سکا۔

لے سرچسٹی

ص ۷۷

الزیر سہ ماہی (۲) ۱۹۷۲ء ص ۷۸

لے ایضاً



آپ نے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے :-

۱۔ مولانا عبدالحی حشقی

۲۔ مولانا حافظ غلام احمد

۲۷ جمادی الاولیٰ، ۹ مارچ (۱۳۶۷/۱۹۴۸ء) بروز پیر آپ کا وصال ہوا اور

قبرستان بلوک شاہ عقب نور محل، بہاولپور میں دفن ہوئے۔

الذی صابہی (۲) ۱۹۷۲ء ، ص ۷۹

۱۔ مہری حشقی



## مبلغ اسلام حضرت مولانا غلام محمد ترمذی امرتسری قدس سرہ

شعلہ بیان مقرر، مبلغ اسلام مولانا غلام محمد ترمذی ابن جناب عبدالعزیز، امرتسری میں ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی دینی تعلیم پر وفیسر عبدالرحیم اور فقیہ عمر مولانا مفتی عبدالصمد خاں کاشمیری سے حاصل کی، قالین بانی اور شمال بانی کا کام سیکھا حکیم فیروز الدین فیروز طغرائی کی خدمت میں طلب علم کے لئے حاضر ہوئے اور بہت جلد فاضل اور ادیب فاضل کا امتحان پاس کیا، علامہ طغرائی کے جانشین علامہ محمد حسین عرشی امرتسری نے آپ کا تخلص ترمذی تجویز کیا۔ اس کے بعد مختلف اساتذہ سے علوم و فنون کی تحصیل کر کے ادب عربی کے فاضل مولانا محمد عالم اسی امرتسری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادب عربی کی کتابیں پڑھ کر مولوی فاضل کا امتحان دیا، علوم دینیہ سے فارغ ہو کر طب کی کتابیں حکیم حاجی محمد علی، حکیم محبوب عالم اور حکیم فتح چند سے پڑھیں، لاہور کے نامور طبیب حکیم شہزادہ غلام محمد سے اصول طب سیکھے اور انگریزی میں بھی خاصی استعداد پیدا کر لی۔

مولانا ترمذی قادر الکلام مقرر تھے، ان کی تقریر میں روانی، بے باکی، بے پناہ خلوص اور سب سے بڑھ کر سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق جلوہ گر ہوتا تھا، غالباً ۱۹۰۳ء میں امرتسریں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جس کی بدولت مسلمان نوجوانوں کے لئے یونیورسٹی کے امتحانات پاس کرنے آسان ہو گئے، مولانا ترمذی انجمن تبلیغ الاحناف امرتسری کی روح رواں تھے جس کے زیر اہتمام ہر سال عرسِ امامِ عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا اسی انجمن نے دارالعلوم حنفیہ رضویہ کی بنیاد رکھی جس کا افتتاح ۱۹۰۵ء میں حضرت سید محمد کچھو کچھوی نے کیا۔ قیام امرتسر کے دوران مختلف سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا خصوصاً تحریک پاکستان میں مثالی کردار ادا کیا، اپنی شعلہ بیان تقاریر کے ذریعے مسلمانوں کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کیا۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں قیام پزیر ہوئے، جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ، بیرون موری گیٹ و عظیم درس کا سلسلہ جاری کیا، پھر عقیدہ تمندوں کی فرمائش پر مسجد سول سیکرٹریٹ میں خطابت کی



ذمہ داری قبول کر لی۔ ایک عرصہ تک جمعیتہ پاکستان، پنجاب کے صدر رہے پھر مرکزی جمعیت کے نائب صدر ہو گئے اور نہایت دقیق خدمات انجام دیں۔

تھریک ختم نبوت میں پُرجوش حصہ لیا اور چھ ماہ سے زائد عرصہ تک جیل کی صعوبتوں کو پامردی سے برداشت کیا، مولانا ترمذی حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہ سے بیعت تھے۔ حضرت شاہ علی حسین قادری کچھوچھوی سے بھی کسب فیض کیا، بے شمار مصروفیات کے باوجود چند علمی تراکات آپ سے یادگار ہیں نعتیہ کلام، دستور پاکستان، مقدمہ و حوائی بطل نبوت، الجہاد، غذائی چارٹ اور ماہنامہ ٹینس لاہور جو تین سال تک جاری رہا، مولانا ترمذی اس کے پرنٹر اور پبلشر تھے۔ مولانا ترمذی نغز گوشت اور بھی تھے، پنجابی، اردو اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔

اصولاً تین سال تک ذیابیطس کے مریض رہ کر، ۱۷ محرم الحرام، ۱۳۷۴ جولائی (۱۹۵۹ء) اور بھارت اور جمعہ کی درمیانی شب کو سفرِ آخرت اختیار کیا نژاد گوردستان میانی، لاہور میں بہاول پور روڈ پر واقع ہے لے

سے محمد مونس امرتسری، محکم المصنوع ، مولانا غلام محمد ترمذی



## قدوة المحققین علامہ مولانا غلام محمد محمود قدس سرہ (محتی تکمیل عبد الغفور)

امام معقولات و منقولات، فاضل ریاضیات، ادب عربی کے بلند پایہ ادیب، فقہ حنفی کے متبحر فاضل، سیویہ زمانہ مولانا غلام محمد ابن نورنگ بن محمد باقر، بمقام قصبہ واندہ محمد خاں ضلع میانوالی میں ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے، اسی جگہ حافظ محمد مرزا سے قرآن مجید حفظ کیا۔ فارسی اور صحت کی کتابیں اور نحو، عروض اور قوافی کی بعض کتابیں مولانا سلطان محمود بندیا لوی (بندیال، ضلع سرگودھا) سے پڑھیں۔ کتبِ نحو کی تکمیل مولانا فیض محمد شاہ جمالی (قصبہ شاہ جمال ملتان) سے کی، فنون کی کتابیں جامعہ نعمانیہ، لاہور میں مولانا غلام احمد حافظ آبادی سے پڑھیں، کتبے یاضی میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے استفادہ کیا، درسِ حدیث مولانا محمود حسن شیخ الحدیث دیوبند سے لیا، ۱۹۰۲ء کو فارغ التحصیل ہو کر پلاں (لیاقت آباد، ضلع میانوالی) میں تدریس کا کام شروع کیا، ۱۹۰۷ء میں مکہ شریف ضلع کیمبلپور تشریف لے گئے، اسی دور میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔ تین سال وہاں قیام کیا، اس کے بعد تین سال چکی شیخ (ضلع کیمبلپور) اور تین سال وطن قیام پذیر رہے اور تین سال نرہال ضلع ملتان میں کام کیا پھر واپس آکر پلاں میں دارالعلوم محمودیہ قائم کیا اور تمام عمر علوم دینیہ کی خدمت میں صرف کردی۔

آپ کو تمام علوم دینیہ میں زبردست عبور حاصل تھا، خاص طور پر صرف و نحو، فقہ و اصول، ادب عربی، ہیئت، ربیع الجیب، ربیع المقنطرہ اور زیج وغیرہ میں کمال دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ اکثر و بیشتر علم و عرفان کے مابتاب بن کر چمکے، ملک مدرسین مولانا عطاء محمد حشتی گولڑوی مدظلہ العالی ذیب مسند تدریس دارالعلوم مظہر بیامدادیہ، بندیال ضلع سرگودھا اور حضرت مولانا پیر سید محمد کرم شاہ بھیروی فاضل جامعہ اذہر، مدیر اعلیٰ ماہنامہ غیبیہ صرم آپ ہی کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ کی تصنیفات تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ شاہکار ہیں، چند ایک کے نام یہ ہیں :-

۱۔ نجم الرحمن : علم غیب کے موضوع پر فاضلانہ تالیف۔



۲۔ ارمغانِ شاداں : گرامر فارسی ، (نحو اور ریاضی میں بھی سائل رکھے ہیں)  
 ۳۔ تحفہ سلیمانہ : آفتابِ پنجاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے تکریمہ عبدالغفور کا حاشیہ ،  
 تکریمہ عبدالغفور نحو کی نہایت ادق کتاب ہے، اس سے پہلے اس پر کوئی مستقل حاشیہ  
 نہ تھا، یہ پہلا مستقل حاشیہ ہے جس میں سلیس اور شگفتہ عربی عبارت میں اس کے مطالب کی تشریح  
 اس خوبی سے کی ہے کہ بے ساختہ علامہ تقی زانی کی دقت نظر اور تحریر کی فصاحت کا نقشہ سامنے  
 آجاتا ہے۔

۲۳ رمضان المبارک، یکم اگست (۱۳۶۶ھ/۱۹۴۸ء) کو آپ کا وصال ہوا، آپ کے  
 صاحبزادے مولانا علامہ محمد حسین شوق، دارالعلوم محمودیہ میں تدریسِ علوم و فنون میں مصروف ہیں



# قدوة العارفين حضرت مولانا غلام محی الدین قصوی ام الحنفوی قدس سرہ

شیخ المشائخ، امام الفضلاء، مرجع الحرفاء حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوی دامم الحنفوی ابن حضرت مولانا غلام مصطفیٰ ابن حضرت مولانا غلام مرتضیٰ (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۲۰۲ھ / ۱۸۸۷-۸ میں قصور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور جدِ ماجد بلند پایہ ولی اور متبحر اہل علم تھے پنجابی زبان کے شیکسپیر پیر وارث شاہ اور حضرت پیر بلے شاہ قدس سرہا آپ کے جدِ ماجد ہی کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے۔ آپ کا شجرہ نسب خلیفہ اول یارِ غار حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد عرب سے ہجرت کر کے پہلے سندھ تشریف لائے، پھر سندھ سے آکر قصور کو اپنا مسکن بنا لیا۔

ابھی حضرت خواجہ قصوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر مشکل ایک سال تھی کہ والدِ ماجد کا قصابی سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی تربیت کا ذمہ آپ کے عم بزرگوار حضرت خواجہ شیخ محمد نے اٹھایا۔ تمام علوم متداولہ معقول و منقول کی تحصیل عم بزرگوار سے کی اور انہی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔ عم محترم کے علاوہ دیگر اساتذہ سے بھی اکتساب فیض کیا جن میں سے مولانا باب اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ملتا ہے۔ عم محترم کے وصال کے بعد قطب الاقطاب حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور گیارہ ماہ شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کبریہ قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں مازون مجاز ہوئے، حضرت شاہ صاحب نے بیعت کے بعد آپ کا ہاتھ ہوا میں لہرا دیا اور فرمایا :-

۱۷	ص	انوار محی الدین	۱۷	شیر احمد، سید
۱۹	ص	:	۱۹	ایضاً
۱۵	ص	:	۱۵	ایضاً
۳	ص	:	۳	ایضاً



تمہارا ہاتھ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں

دیا۔ وہ تمہارے ہر کام دینی و دنیوی میں مدد و معاون ہوں گے۔ ۱

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ آپ پر نہایت مہربان تھے، گاہ و بیگاہ ان کی عنایات کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ خان نجیب الدین خاں قصوری حاضر تھے، حضرت شاہ صاحب نے بطور انبساط فرمایا "غلام محی الدین کو کس جگہ کاپیر بنایا جائے؟" خاں صاحب نے کہا "انہیں قصور کاپیر بنا دیجئے"

اس پر حضرت شاہ صاحب جوش میں آگئے اور فرمایا :-

"تم بہت کم بہت ہو، ہم انہیں سارے پنجاب کاپیر بنائیں گے،"

آپ نے علم حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ سے پڑھا اور مسلم حدیث پڑھانے کی باقاعدہ سند حاصل کی تھی

خلافت و فراغت کے بعد آپ نے اپنے مسکن قصور کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور اپنے شیخ کے حکم سے دو روزہ روز کا سفر کیا اور درس توجید و معرفت کو عام کیا، ہزاروں افراد آپ کی تربیت اور رہنمائی سے ماہ راست پر آئے۔ یہ وہ دور تھا جب پنجاب پر سکھوں کے تسلط نے ہر شخص کو ہراساں کر رکھا تھا۔ آپ کے اخلاقِ کریمہ، اخلاقِ نبوی کا بہترین نمونہ تھے لباس، خوراک، گفتگو، نشست و برخاست، فرض ہر کام میں سنتِ مطہرہ کے اتباع کو طوطا خاطر رکھتے تھے، بزرگانِ دین خاص طور پر حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کمال عقیدت و محبت رکھتے تھے، ایک جگہ فرماتے ہیں ۲

طریقہ تادری عرف قریشی      حنیفی مشربیم مولد قصوی  
غلام غوث اعظم محی الدین      طفیلش یا نسیم ہر دم قصوی تھے

۱۔ محمد حسن نقشبندی، حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۳۵۹

۲۔ شبیر احمد سید، انوار محی الدین، ص ۵۰

۳۔ ایضاً، ص ۶۲

۴۔ ایضاً، ص ۹۹



آپ ہمیشہ ملاقات کرنے والوں کو اتہارِ شریعت کی تلقین، علماءِ سُور اور انگریزوں سے دُور رہنے کا درس دیا کرتے تھے، چنانچہ نواب شیر محمد خاں ٹوانہ کو فرمایا :

” علماءِ سُور کے وعظ میں شرکت نہ کرنا، شریعت کے احکام کی پابندی

کرنا، فرنگی احکام سے نفرت رکھنا۔“

حضرت خواجہ نقوی اپنے دور کے خدادید بزرگ اور بلند پایہ ولی تھے۔ آپ سے کرامات کا ظہور ایک عام سی بات تھی، کوئی شخص اولاد کے حصول کے لئے تعویذ مانگتا تو تعویذ دیتے وقت اگر آپ ارشاد فرماتے کہ اسے چاندی کے خول میں بند کر کے رکھنا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ لڑکی ہوگی اور اگر فرماتے کہ اسے جست کے خول میں رکھنا تو یہ لڑکا پیدا ہونے کی بشارت ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی نے تعویذ طلب کیا تو آپ نے فرمایا اسے چاندی کے خول میں رکھنا آپ کے خلیفہ اعظم حضرت مولانا غلام نبی لہری نے عرض کی، حضور اسے لڑکے کی خواہش ہے۔ آپ نے فرمایا اب تو چار ماہ گزر چکے ہیں چنانچہ اس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

تبلیغ کے علاوہ تدریس پر بھی کافی توجہ صرف فرماتے تھے، تشنگانِ علوم، ظاہری اور باطنی علوم کے فیض سے سرفراز ہوتے تھے۔ آپ تمام متداولہ علوم میں مہارتِ کاملہ رکھنے کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کا بہترین ذوق بھی رکھتے تھے لیکن حمدِ باری، نعتِ شریف اور منقبت کے علاوہ کسی موضوع پر خامہ فرسائی نہ فرماتے تھے۔ آپ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی میں بے تکلف اظہارِ خیال فرماتے تھے۔ آپ کے کلام میں روانی، قوتِ بیان، کیفیت و سوز اور استادانہ پرکاری کے جوہر مدجہ اتم موجود ہیں۔

ایک قصیدہ نعتیہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جس میں عربی و فارسی کے امتزاج نے دلکشی

اور عجیب حسن پیدا کر دیا ہے۔

۱۸۰ ص : انوارِ محی الدین

۱۶۵-۶۰ ص : ایضاً



اے شرفِ آلِ آدمِ دوے فخرِ بسیار  
 حقاً کہ در کمالِ جمالت نظیر نے  
 انت الذی وصا لک لی غایۃ المنۃ  
 فی الشرق والغروب فی الارض والسماء  
 من شک فیہ مثل ومن یقن اهدا  
 عجل لمن الشفاعة یا شافع الوری  
 ہر کس وسید نام تو دارد بہ شوقِ دل  
 الکل یطیب لہونک ات ومن مضی

یارب بفضلِ خویش رساں تحفہ درود

من اضعفت العباد الی اثر ف الوری ۱۰

تحفہ رسولیہ نامی مبارک کتاب آپ کی وہ زندہ جاوید کرامت ہے جس میں آپ  
 نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علیہ مبارکہ اور معجزات عالیہ کا بیان کیا ہے۔ اس  
 کے ایک باب میں آپ نے حضرت مولانا صاحبزادہ عبد الرسول قصوری کی ولادت سے ایک  
 سال پہلے ان کی ولادت کی خبر دی، انہیں پند و نصائح فرمائے اور ان کا نام مبارک بھی معین فرمایا  
 اس نظم کا مطلع ہے ۱۰

اے کہ ہنوزی تو بکیم مردم

دود بہ گلزارِ جہاں بہ قدم ۱۰

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کی روحانی بصیرت اور کشف و کرامت کا اعتراف  
 کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے متعدد باکمال ہستیوں کی تربیت فرما کر انہیں خلافت سے نوازا اور  
 مسندِ شہدایت پر سرفراز فرمایا جن میں سے حضرت خواجہ عبد الرسول قصوری (فرزند  
 ارجمند) مولانا غلام دستگیر قصوری (تلمیذ و داماد) مولانا غلام مرتضیٰ (بیر بل شریف) حضرت  
 مولانا غلام نبی لٹھی خلیفہ اول حضرت مولانا حافظ نور الدین (چکوڑی شریف) وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ  
 نہایت مشہور و معروف ہیں ۱۰

۱۰ شہیر احمد سید : انوار محی الدین ص ۱۰۱-۱۰۳

۱۱ ایضاً ص ۱۳۸

۱۲ ایضاً ص ۱۸۷



آپ نے اصلاح عقائد، اصلاح اعمال و اخلاق کے ساتھ ساتھ متعدد تصانیف قلم بند

فرمائیں جنہیں اہل علم و عرفان حضرت نے عزیز جاں بنایا، تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ تحفہ رسولیہ (فارسی نظم) ۴۔ زاد الحج (پنجابی)

۲۔ دیوانِ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم (فارسی نظم) ۸۔ خطبات جمعہ و عیدین (عربی و فارسی نظم)

۳۔ رسالہ نظامیہ (مسئلہ توحید، فارسی نظم) ۹۔ شرح دیباچہ بوستاں (عربی)

۴۔ خلاصۃ التقریری فی مذمتہ المزامیر ۱۰۔ شرح درود مستغاث شریف

۵۔ رسالہ در رد فرقہ رضالہ و بابیہ ۱۱۔ چیل مجالس (ملفوظات حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ)

۶۔ رسالہ سلالہ ۱۲۔ مکتوبات شریف ۱۳۔

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوی دایم الخضوی قدس سرہ کا وصال ۲۲ ذیقعدہ

۱۷ اگست (۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۴ء) کو ہوا، مولانا غلام دستگیر قصوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے

”بے نظیر ناما“ سے تاریخ وصال نکالی ۱۳

۱۳

۱۳۵-۱۳۴ ص ، انوار محی الدین : ۱۳۶-۱۳۲ ص

۱۳۶-۱۳۲ ص : ۱۳۶-۱۳۲ ص



## مرشد طریقت حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی قدس سرہ

حضرت خواجہ سید غلام محی الدین ابن حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ

(۱۳۰۸-۱۸۹۱ء) کو گولڑہ شریف (ضلع راولپنڈی) میں پیدا ہوئے۔ جب

یہ اطلاع مبارکباد کے ساتھ حضرت قبلہ عالم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا "مبارکباد سے تو میں نے سجا  
تھا کہ شاید مجھے خدا مل گیا ہے" پھر فرمایا "نیز اولاد کی پیدائش سے ہر شخص کو خوشی ہوتی ہے لیکن  
مجھ اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے گھر میں اللہ اللہ کرنے والی ایک روح کا ورود ہوا ہے۔"

آپ کی یہ پیش گوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی کی تعلیم و  
تربیت کے لئے نادر روزگار اساتذہ مقرر کئے گئے، تجوید و قرأت میں مولانا قاری عبدالرحمن  
جو نپوری سے استفادہ کیا اور علوم دینیہ کی تحصیل حضرت مولانا علامہ محمد قازی رحمہ اللہ تعالیٰ  
سے کی، والد ماجد حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ کے فیض توجہ نے آپ کو جلد ہی پائے تکمیل  
تک پہنچا دیا۔

تربیت اور نگرانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت اعلیٰ گولڑوی

قدم قدم پر ہدایات جاری فرماتے جن کی تعمیل کمال سعادت مندی سے کی جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ  
حضرت خواجہ سید غلام محی الدین قدس سرہ علم و عمل، نظم و ضبط، صبر و تحمل، فراست و بے نفسی،  
اور ادوا و اشغال کی پابندی اور ارباب اقتدار سے بے نیازی میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ  
کے نام حضرت اعلیٰ گولڑوی کے ایک مکتوب کا اقتباس ملاحظہ ہو فرماتے ہیں :-

"سب گھروں اور مہمانوں کی خبر گیری رکھنا، جمعہ و جماعت کا التزام  
رہے، اپنے استاد صاحب کا حسب ہدایت خیال رکھنا، ان کی ضروریات  
کو قبل از وقت مہیا رکھنا، ان کی صحبت کا خیال رہے، نہ صرف اپنے



سبق اور مطلب کا، المعیا ہی جناب قاری صاحب کی خبر گیری رکھو، یعنی کوئی  
 وطنی نافرمانیہ حسبِ عادتِ اہلِ وطن پیش آنے نہ پائے، ایسا حلیم نہ  
 ہونا چاہئے کہ مزوریات میں نقصان ہو اور نہ ایسا درشت کہ خلق اللہ  
 بیزاد ہو۔ ۱

آپ کو بچپن ہی سے گلاٹھی کے انجن سے دلچسپی تھی، اسی لئے حضرت اعلیٰ قدس سرہ  
 نے آپ کو بابو جی کا خطاب دیا جو اتنا مقبول ہوا کہ پیر و جوان آپ کو اسی لقب سے یاد کرتے  
 تھے، شاہ ولی اللہ گوالیاری نے آپ کو انجن کا ایک ماڈل پیش کیا جس میں کوئلے کی جگہ مٹھائی  
 اور پانی کی جگہ شربت بھرا ہوا تھا جو تاحیات آپ کے کمرے کی زینت بنا رہا۔ ایک مرتبہ کسی دوست  
 نے انجن سے دلچسپی کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا، مجھے اس کی چارادائیں پسند ہیں۔ ۱۔

- ۱۔ حوصلہ : کہ جتنی زیادہ آگ ڈالو، اتنا ہی تیز چلتا ہے۔
- ۲۔ وفا : جہاں خود جائیگا وہیں تمام ڈلوں کو بلا تمیز ساتھ لے جائے گا۔
- ۳۔ ایثار : خود جلتا ہے اور دوسروں کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔
- ۴۔ استقامت : ہمیشہ معین راستہ (لائن) پر چلتا ہے۔ ۲

گویا آپ نے بڑے عام فہم انداز میں مرشد کی خصوصیات بیان فرمادیں۔

علمی و روحانی تکمیل کے بعد حضرت اعلیٰ قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے  
 نوازا لیکن آپ کسی کو بیعت کرنے پر تیار نہ ہوئے تا آنکہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ  
 نے ارشاد فرمایا :۔

”جو شخص تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیا اس کا میں ذمہ دار ہوں“ ۳

۱۹۱۰ء میں آپ کی شادی ہوئی جس میں دیگر علماء و مشائخ کے علاوہ حضرت سید محسن

۱۔ فیض احمد، مولانا : مہر نیر ، ص ۳۱۳

۲۔ ایضاً : ص ۳۶۷

۳۔ ایضاً : ص ۳۶۸



دیوان پاکپتن شریف، حضرت صاحبزادہ خواجہ محمد تونسہ شریف، حضرت صاحبزادہ خواجہ ضیاء الدین سیال شریف، حضرت میاں شیر محمد شرفی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری (قدس سرابم) شریک ہوئے۔

آپ متعدد دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے اور ہر دفعہ بیسیوں افراد آپ کے ساتھ ہوتے۔ ۱۹۴۴ء میں عربین طیبین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ذرہ کثیر حجاز مقدس کے غزبار، فقرار اور علماء میں تقسیم کیا۔ حضور غوث اعظم اور مولانا دومی قدس سرہما سے عشق کی حد تک عقیدت و محبت تھی چنانچہ متعدد دفعہ بغداد شریف اور قونیہ شریف (ترکیہ) کا سفر کیا۔ ۱۹۴۸ء میں ایک سو آٹھ افراد کے ہمراہ بغداد شریف کا سفر کیا اور گرد و نواح کے قریباً قریباً تمام مزارات مقدسہ پر حاضری دی کہ ہندوستان، افغانستان، عراق، شام، مصر، ترکی، ایران اور حجاز مقدس میں شاید ہی کسی بزرگ کا مزار ہو جہاں آپ نے حاضری نہ دی ہو کہ ہر سفر میں آپ کے منظور نظر ذوال جناب محبوب صاحب ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے جنہیں آپ کی تربیت نے اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ بڑے بڑے اہل علم ان کا پرٹھا ہوا کلام سن کر محو حیرت ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قدس سرہ نے جامعہ غوثیہ (گواڑہ شریف) کی تعمیر و ترقی پر خاطر خواہ توجہ دی، کتب خانہ کی توسیع فرمائی، حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کی تصانیف عالیہ کی اشاعت کا اہتمام فرمایا، دیگر تعریبات کے علاوہ آپ کے زیر اہتمام حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس ماہ ربیع الثانی میں بڑے تزک و امتشام سے ہوتا، لاکھوں کے اجتماع کے باوجود نظم و نسق ایسا شاندار ہوتا تھا کہ کسی کو شکایت نہ ہوتی تھی۔

دو صاحبزادے آپ کی یادگار ہیں، حضرت شاہ غلام معین الدین مدظلہ (متولد ۱۹۲۰ء) اور حضرت شاہ عبدالحق مدظلہ اول الذکر فرزند اکبر آپ کے جانشین ہیں۔ اہل نظر کا کہنا ہے کہ ان کی ذات سے

۱۔ فیض احمد مولانا : مہر نیر ، ص ۳۷۰۔

۲۔ اس سفر کی مکمل روئیداد روزنامہ کی صورت میں جنگ المدین : استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندایا لوی دامت برکاتہم العالیہ نے قلم بند فرمائی تھی، خدا کرے کہ یہ اہم یادداشت طبع ہو کر محفوظ ہو جائے۔

۳۔ فیض احمد مولانا : مہر نیر ، ص ۳۷۰۔



سلسلہ عالیہ کو مزید ترقی و عروج حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ، حضرت شاہ غلام معین الدین مدظلہ کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین مدظلہ (متولد ۱۹۲۹ء) بمقامی صلاحیتوں کے مالک ہیں، وہ بیک وقت عالم دین اور بلند پایہ قاری ہیں اردو، فارسی، عربی اور پوربی زبان میں مشق سخن فرماتے ہیں۔ ان کے کلام کی پختگی اور ندرت تخیل میں اساتذہ کا رنگ جھلکتا ہے، ناواقف یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا کہ یہ ان کا کلام ہے لیکن چند لمحے ان کی مجلس میں بیٹھنے کے بعد تسلیم کے سوا چارہ کار نہیں رہتا۔ مولانا حافظ مظہر الدین مدظلہ فرماتے ہیں :-

”شاہ نصیر الدین کی نعتیہ شاعری روحی، جامی، سعدی کی صد آواز گشت معلوم

ہوتی ہے کلام سے ہرگز یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ کسی جوان سال شاعر کا کلام ہے“ لے

۲۲ جون (۱۳۹۲ھ/۱۹۷۳ء) بروز اتوار لاکھوں دلوں کے مرکز عقیدت حضرت خواجہ سید غلام محی الدین قدس سرہ کبائند طبری ہسپتال، راولپنڈی میں وصال فرما گئے لے دو لاکھ سے زیادہ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے جوار میں آخری آرام گاہ بنی، جناب ابوالطاهر فدا حسین فدا مدیر مہر و ماہ، لاہور نے قطعہ تاریخ کہا لے

ہوئے عازم سوئے جنت ہیں آج	فدا، حضرت محی ہیں، دیں پناہ
وہ شیدائی حسن محبوب خالق	وہ مخمور دست مئے لا الہ
سر پاتھے اک شرع دین نبی کا	نشانات سر حقیقت کی راہ
چمکتے نہ چرخ ولایت پہ کیوں وہ	رہی ان پہ مہر مسلی کی نگاہ

سن وصل ان کا فدا بر محل

کہو رطبت ہادی خلق آہ“ لے

۱۳ ۹۲

لے روزنامہ نوائے وقت، لاہور : ۲۶ ستمبر ۱۹۷۳ء

لے احسان بلوئی : ماہ مہر (نور پبلشرز، انارکلی، لاہور، مارچ ۱۹۷۵ء) ص ۸۰

لے ماہنامہ فیضِ رضا، لائل پور : شمارہ اکتوبر، نومبر ۱۹۷۳ء ص ۱۳



## برہان الوداعین حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین نقشبندی قدس سرہ (نیریاں شریف)

حضرت خواجہ پیر غلام محی الدین ابن خواجہ محمد اکبر خاں قدس سرہما افغانستان کے  
مردم خیز محلہ غزنی میں ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے ماموں حضرت  
مولانا گل محمد رحمہ اللہ تعلقے سے حاصل کی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا خالد بن ولید  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

ادانگی عمر میں اخروٹ کی تجارت کیا کرتے تھے، ان دنوں بھی دینداری کا یہ عالم  
تھا کہ رات کو عبادتِ الہی میں مصروف رہتے۔ ایک دفعہ سربراہ بابا اقبال سے ملاقات  
ہو گئی، انہوں نے استفسار پر بتایا کہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی کی  
خدمت میں حاضری دینے جا رہا ہوں، آپ نے اس نام میں اتنا کیفیت و سرور محسوس کیا کہ جو  
کچھ جیب میں تھا، نکال کر بابا اقبال کو دے دیا اور کہا کہ غزنی کے ایک مسافر کا سلام و  
یہ نذرانہ حضرت کی خدمت میں پیش کر دینا، جب حضرت خواجہ محمد قاسم کی خدمت میں  
بابا اقبال نے وہ نذرانہ پیش کیا تو انہوں نے فرمایا: دوبارہ ملاقات ہو تو اس شخص سے  
کسنا کہ:

”بہیں تمہاری ضرورت ہے نذر و نیاز کی ضرورت نہیں“

پھر کیا تھا کشاں کشاں بارگاہِ شیخ میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور واپس آگئے،  
کار و بار تجارت ایک مرتبہ خوب چمکا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد حالات نے ایسا پٹا کھایا کہ تمام  
پس انداز رقم بھی خسارے کی نذر ہو گئی، صرف تین سو روپیہ باقی رہ گئے، اسی عالم میں  
بارگاہِ شیخ میں حاضر ہوئے اور رقم پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اسے بطور امانت رکھ لیں



تاکہ بوقتِ مزورت کسی سے مانگنے کی نوبت نہ آئے۔ مرشدِ کامل نے وہ رقم فقرا میں تقسیم کر دی جس سے آپ حد درجہ کبیدہ خاطر ہوئے۔ حضرت بابا جی موہڑوی قدس سرہ نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: "پریشان ہونے کی مزورت نہیں، میں نے تمہارے لئے ایسا سودا رکھا ہوا ہے جس کے خریدار مشرق اور مغرب سے تمہارے پاس پہنچیں گے" اس فرمان سے اطمینان قلبی حاصل ہو گیا اور آپ ایک سوئی سے شیخ کی خدمت اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

بارہ سال تک منازلِ طریقت طے کرنے کے بعد مرشدِ کامل نے حکم دیا کہ آزاد کشمیر کے بے آباد مقام ڈنا پوٹھی میرغاں (نیریاں شریف) کو اپنا مرکز بنا کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دو، وہ مقام جہاں دن کے وقت بھی جاتے ہوئے لوگ گھبراتے تھے آپ کے قدمِ مہینتِ لزوم سے اس طرح آباد ہوا کہ رات کے وقت بھی وہاں کی فضا ذکر و فکر کرنے والوں کے دم قدم سے معمور رہتی۔

سینکڑوں نہیں ہزاروں افراد آپ کے مبارک ہاتھوں پر بیعت کر کے معصیت و نافرمانی کی زندگی سے تائب ہو گئے۔ آپ نے راولپنڈی، کیمبل پور، مظفر آباد، مردان، پوٹھوہار، بیر پور، جہلم اور ہزارہ کے علاقوں کے متعدد دورے کئے، عوام الناس کو اتباعِ شریعت کی تلقین کی، بدمذہبوں سے کنارہ کشی اور مسلکِ اہل سنت و جماعت پر ثابت قدمی کا خوب خوب درس دیا۔ حئی یہ ہے کہ ان کے وجودِ مسعود کی بدولت مسلکِ اہل سنت کو بہارِ تازہ حاصل ہوئی تھی، خدا کرے کہ یہ بہار ان کے گرامی قدر صاحبزادگان کے ذریعہ ترقی پذیر رہے۔ راقم الحروف چکوال میں ان کی زیارت سے شرف ہوا تھا، کم گو، بارعب اور پروقاہ شخصیت کے مالک تھے۔ مزاج میں استغناء بدرجہ اتم موجود تھا۔ اتباعِ شریعت اور معمولات کی ادائیگی کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔

آپ نے قریباً تیس حضرات کو خلافتِ عطا فرمائی، چند حضرات کے اسماریہ ہیں:-

- ۱۔ حضرت مولانا مفتی پیر ہدایت الحق مدظلہ، مستم مدرسہ حقائق العلوم، جنرہ۔
- ۲۔ جناب فیض محمد آف تٹاپانی۔



- ۳۔ جناب غلام محمد ، ساہیوال۔  
 ۴۔ جناب محمد شفیع ، گوجران۔  
 ۵۔ جناب محمد امیر ، افغانستان۔

غالباً ۱۹۳۵ء میں آپ کی پہلی شادی ہوئی جس سے دو صاحبزادے یادگار ہیں :

۱۔ حضرت مولانا الحاج علامہ علاء الدین صدیقی مدظلہ۔

۲۔ جناب نظام الدین قاسمی۔

دوسری بیوی سے پانچ صاحبزادے ہیں :

۱۔ جناب امام ربانی ۳۔ فضل ربانی

۲۔ غلام ربانی ۴۔ شیر ربانی ۵۔ شمس العارفین

اول الذکر مولانا علاء الدین صدیقی مدظلہ والد ماجد کے جانشین ہیں، حج و زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں اور ایک عرصہ تک انگلینڈ میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین قدس سرہ کے پیٹ میں ایک گولا سا پیدا ہو گیا، اپریشن ہوا تو پانی کی خاصی مقدار خارج ہو جانے کی وجہ سے کمزوری بہت ہو گئی لیکن آپ بدستور وضو کر کے باقاعدگی سے نماز ادا کرتے رہے۔ آپ کے معالج جناب جنرل شوکت علی اور آئی ڈی حسن نے وضو کرنے سے منع کیا اور نماز اشارے سے پڑھنے کو کہا تاکہ آپریشن کے ٹانگے ٹوٹنے نہ پائیں، آپ نے فرمایا :

”چھیالیس سال تک کوئی وقت بغیر وضو کے نہیں گزرا، اب مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ زندگی بھر کا معمول چھوڑ دوں، نماز حسب سابق ادا کروں گا، ٹانگے توٹتے ہیں تو ٹوٹتے رہیں“

ماہ ربیع الاول، ۱۱ اپریل (۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء) کو نیریاں شریف کانیرتاہاں

لے محمد معراج الاسلامیہ، حضرت پیر صاحب، ۱۰۔ صاحبزادے، ۱۹۷۵ء، ص ۱۲۰-۵



چشمِ ظاہر میں سے روپوش ہو گیا جسے خلقِ خدا حضرت خواجہ غلام محی الدین قدس سرہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ نیریاں شریف (تراہ کھل۔ آزاد کشمیر) میں آج بھی آپ کے مزار سے سکونِ قلبی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت پیرِ کرم شاہ مدظلہ، مدیرِ اعلیٰ ضیائے حرم، تعزیتی کلمات لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:-  
 ”پچاس سال کے قریب یہ مردِ کامل اپنی مسیحا نفسی سے مردہ دلوں کو حیاتِ جاوید بخشا رہا، ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اپنے دلوں میں عشقِ الہی کا چراغ روشن کیا، آپ کے اخلاقِ حسنہ کا دامن اتنا وسیع تھا کہ اپنے قدموں میں حاضر ہونے والوں کو کبھی محروم واپس نہیں کیا، آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تبلیغِ دین میں بسر ہوئی۔ آپ سنتِ نبوی کا حسین پیکر تھے، ہم انتہائی قلبی رنج و اندوہ کے ساتھ لکھ رہے کہ صدی! وہ چراغِ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جس کی تابناک کرنوں سے ہزاروں سینے منور ہو رہے تھے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔“

لے محمد کرم شاہ الازہری، مولانا پیر: ادارہ ضیائے حرم مئی ۱۹۷۵ء، ص ۱۲



## عارفِ کامل حضرت مولانا غلام مرتضیٰ قدس سرہ دہلی شریف

قدوة السالکین، امام المتقین حضرت مولانا غلام مرتضیٰ قدس سرہ ۱۲۵۱ھ / ۱۸۳۵ء میں  
 بیرل شریف (ضلع سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم و عرفان کا سرچشمہ چلا آ رہا  
 تھا۔ آپ کی ولادت سے پہلے ہی ایک مردِ کامل نے آپ کے والد ماجد کو بلند مرتبہ فرزند پیدا ہونے کی  
 بشارت دی تھی۔ ابھی آپ کی عمر تیرہ برس ہی تھی کہ والد ماجد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اس  
 عرصے میں آپ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد درسی ابتدائی کتب پڑھ چکے تھے۔ والدِ گرامی کے  
 وصال کے بعد علم دین کا شوق کسی جگہ نہ گیا لیکن کہیں بھی سکون قلب و نظر کا سامان مہیا نہ ہو سکا  
 بالآخر مولانا غلام نبی لکھی (لکھنؤ ضلع جہلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوری دلچسپی سے  
 تھوڑے ہی عرصے میں تمام کتب متداولہ کی تحصیل و تکمیل کر لی اور ۱۸ سال کی عمر میں دستِ فضیلت  
 حاصل کر کے آباء و اجداد کی مسند تدریس پر چلے گئے اور مشتاقانِ علوم کو میراب کرنا شروع کیا۔  
 دورِ طالب علمی میں حضرت مولانا شاہ غلام محی الدین قصوی دایم المصنوی قدس سرہ کے  
 دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

جب آپ نے مسند تدریس کو روکنے کی نیت کی تو جلد ہی لشکرانِ علوم کی بہت بڑی تعداد آپ  
 کے گرد جمع ہو گئی۔ کثرتِ طلباء کے باوجود آپ کبھی طلال نہ فرماتے۔ علمی نوادرات فراہم کرنے کا اس قدر  
 اشتیاق تھا کہ جہاں کہیں کسی نایاب کتاب کی اطلاع ملتی تو اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے  
 کبھی کسی سے بطور امتحان کوئی سوال نہ پوچھتے البتہ اگر کوئی تعلق کا اظہار کرتا تو اس سے کوئی ایسا  
 سوال کرتے کہ وہ خاموش ہو جاتا اور آپ کے تجربہ علمی کا اعتراف کرتا۔ باوجود جلالِ علمی اور علومِ مرتبت  
 کے تواضع اور انکسار کا یہ عالم تھا کہ اپنے لئے کبھی جمع کا صیغہ استعمال نہ فرماتے۔ توکل اور قناعت میں  
 اپنی مثال آپ تھے۔ طلباء اور خدام پر خاص مہربانی فرماتے، جو کچھ آتا غریبار اور مساکین میں تقسیم  
 فرمادیتے، روزانہ سینکڑوں حاجت مند حاضر ہوتے مگر کسی کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے، اگر کسی وقت  
 کچھ پاس نہ ہوتا تو دوسرے وقت آنے کی ہدایت فرماتے، رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر فریض



پر بستر بچھا کر آرام فرماتے، نماز تہجد کے لئے خاص اہتمام فرماتے اور اگر خادم موجود نہ ہوتا تو خود پانی نکالا کر وضو اور غسل کرتے۔

آپ نے رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا مشن پوری قوت و ہمت سے جاری رکھا، بدعات اور غیر شرعی رسوم کے انسداد کے لئے بھرپور جہاد کیا اور بے شمار خلقِ خدا کو راہِ راست دکھائی، کسی شخص نے پوچھا کہ بدنہیب مثلاً وہابی، نیچری اور رافضی کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟ فرمایا :-

”ہرگز نہ بیٹھنا چاہئے“ پھر یہ شعر پڑھا :-

صحبت بدراہ تب ہی کند دیگ سید جامہ سیدی کند

سائل نے پھر پوچھا، ”کیا صرف پاس بیٹھنے سے بھی اثر ہو جاتا ہے؟“

فرمایا: ”کیا آگ کے پاس بیٹھنے سے اثر نہیں ہوتا؟“

ان گنت خوش نصیب آپ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور کثیر التعداد باکمال حضرات

خلافت و اجازت اور شرفِ تلمذ سے سرفراز ہوئے۔

حضرت مولانا غلام مرتضیٰ قدس سرہ اپنے دور کے نامور فاضل حضرت مولانا غلام محی الدین قسوی

دامِ المحضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر خلیفہ مجاز اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے، ایک دفعہ آپ کسی عقیدہ مند

کے پاس تشریف لے گئے، چند روز قیام فرمایا لیکن نماز فجر سے پہلے جب آپ عبادت و ریاضتیں مشغول

ہوتے تو ایک مشرک کے ناقوس بجانے کے سخت تکلیف ہوئی، ایک دن باہر تشریف لیجانے ہو گئی کہ

کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے ایک مخلص سے پوچھا صبح کے وقت ناقوس کون بجایا کرتا ہے؟ خادم نے

بتکہ میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اس پر ایک جلالی نگاہ ڈالی اور فرمایا:

”انشاء اللہ تعالیٰ پھر ناقوس نہیں بجائیگا، چنانچہ وہ شخص اسی روز بیمار ہوا اور ناقوس

بجانے کے وقت سے پہلے ہی چل بسا۔

آپ سال میں دو عرس کرتے تھے اور فرماتے تھے: یہ تمام عرسوں کے سردار ہیں، ایک عرس



نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو اور دوسرا معراج شریف کے موقع پر ۲۴ رجب المرجب کو، ان دونوں مواقع پر خلق خدا کثرت سے جمع ہوتی، تمام شب و عظم تقریر کا سلسلہ جاری رہتا اور کوئی غیر شرعی رسم دیکھنے میں نہ آتی۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ نماز فجر کے بعد ختم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پڑھتے پھر مراقبہ فرماتے، حاضرین و درخدا م توجہات اور فیض باطنی سے مستفین ہوتے۔ آپ نے تالیف و تصنیف کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور متعدد بلند پایہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا، چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ رسالہ مختصر نزهة الناظرین مع شرح روض الریاحین۔

۲۔ مصباح الدجی اور اس کی شرح شمس الضحیٰ (علم حدیث میں بلند مرتبہ کتاب)

۳۔ تحفة العارفين و ہدیۃ السالکین۔

۴۔ تذکرۃ المحسنات، معراج نامہ (عربی)

۵۔ رسائل و در فضائل رمضان و عیدین

ان کے علاوہ متعدد مسائل لکھے اور کئی کتابوں پر حواشی لکھے، آپ کے بے شمار فتاویٰ کو

یکجا کیا جاتا تو ضخیم فتاویٰ تیار ہو جاتا۔

۱۵ رجب ۸ اکتوبر ۱۳۳۱ھ / ۱۹۰۳ء کو غزوہ پاناب سے کچھ قبل آپ کا وصال ہوا، نماز جنازہ

مولانا عبدالرسول رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین لہ شریف نے پڑھائی اسے حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عمر

(بیر بل شریف) آپ کے پوتے اور سجادہ نشین اور جید فاضل تھے جن کی وفات ماضی قریب میں

ہوئی ہے۔



## حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ نوشاہی قدس سرہ

آپ کا اسم گرامی غلام مصطفیٰ، تخلص نوشاہی اور لقب نوشاہ ثالث تھا۔ آپ ۲۷ جمادی الاخریٰ، ۱۳۰۷ھ (۱۸۹۰ء) کو بمقام ساہنپال شریف ضلع گجرات متولد ہوئے۔ شیخ الاسلام حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری قدس سرہ کی اولادِ امجاد سے تھے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا حافظ سید محمد شاہ نوشاہی (ف، ۱۳۳۲ھ) سے حاصل کی پھر حضرت مولانا شیخ احمد حنفی (ف، ۱۳۲۸ھ) ساکن دھریکاں کلاں ضلع گجرات، خلیفہ حضرت مولانا غلام نبی مجددی لٹھی سے صرف، نحو، منطق، فقہ اور حدیث کی کتابیں پڑھیں اور سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں اپنے والد بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت ہو کر اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے اور والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے سجادہ ہدایت پر رونق افروز ہو کر مخلوقِ خدا کو راہِ ہدایت دکھانے میں مصروف رہے۔

آپ عبادت و ریاضت اور علوم و فنون میں کیتے زمانے تھے۔ آپ فارسی، اردو اور پنجابی میں شعر بھی کہتے تھے، فنِ تاریخ گوئی میں آپ کی نظیر نہیں ملتی، آپ نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں، چند ایک کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ رسالہ الخواص (اپنے شاخ کے مختصر حالات) ۳۔ رسالہ طاعون
- ۲۔ رسالہ رفیع سبابہ
- ۴۔ تفسیر نوشاہی (تفسیر سورہ فاتحہ و منزل)

۵۔ عیون التواریخ (چار جلدوں میں) اکثر معاصرین کی تاریخائے ولادت و وصال (نظم) ان کے علاوہ پند نامہ عطار، کریا سعدی، نام حق، گلستان سعدی، بوستان سعدی اور محمود نامہ کے پنجابی میں ترجمے کئے ہیں۔ دیوانِ نوشاہی (پنجابی)، غزلیاتِ نوشاہی (پنجابی) پنج گنج نوشاہی (پنجابی) آپ کے منظوم کلام کے مجموعے ہیں۔ علاوہ ازیں فیض محمد شاہی آپ کی بیاض ہے اور دس ضخیم جلدوں میں ہے۔ آپ کی دو اور کتابیں خطباتِ نوشاہی اور نوشاہی نامہ منظوم (پنجابی) کے نام سے موجود ہیں۔



آپ،، سال کی عمر میں ۱۸ شوال (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۵ء) کو وصال بحق ہو کر ساہنپال  
شریف میں دفن ہوئے، مزار مرجع خلافت ہے۔

آپ کے دو نامور اور ذمی علم فرزند ہوئے،

۱۔ حضرت مولانا ابوالنظر سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ جو اس دور کے بہترین فاضل  
اور باکمال مصنف و مؤلف ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ طریقت اور ساہنپال  
شریف کے سجادہ نشین ہیں۔

۲۔ مولانا ابوالرضا سید بشیر احمد بشارت مرحوم و مغفور جو ۵۳ سال کی عمر پا کر ۱۳۸۱ھ  
میں فوت ہوئے، جناب بشارت صاحب بھی صاحب تصانیف تھے لے

لے شریف احمد شرافت نوشاہی، مولانا سید : اذکار نوشاہیہ (مکتبہ نوشاہیہ ساہنپال شریف) ۱۹۶۳ء، ص ۸۵-۹۱

ایضاً : ذکر نوشاہی (مطبوعہ جون ۱۹۶۵ء) ص ۲-۱۹



## مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی قدس سرہ

مولانا مخدوم غلام معین الدین نعیمی ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری اشرفی نعیمی  
 ۱۰ ربیع الثانی، ۲۳ دسمبر (۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء) کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ مراد آباد کی مشہور  
 دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ میں تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الافاضل مولانا سید  
 نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ سے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی، دینی تعلیم کے حصول کے  
 زمانہ ہی میں فن طب حاصل کیا اور ۱۹۴۳ء میں وہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ سے "الحکیم الفاضل"  
 کی سند حاصل کی، ۱۹۴۵ء میں آپ تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے۔ صدر الافاضل مولانا  
 سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی قیادت میں تحریک پاکستان کے لئے سرگرمی سے کام کیا۔  
 ایک عرصہ تک آل انڈیا سنی کانفرنس کے منصرم رہے۔

۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے آئے، غازی کشمیر مولانا ابوالحنات قادری نے آپ کو  
 جمعیت کا نائب ناظم مقرر کیا، ایک مدت تک جمعیت کا ترجمان جمعیت نکالتے رہے  
 اور پوری تندی سے کام کیا، بعد ازاں حضرت صدر الافاضل کی یاد میں ہفت روزہ  
 سوادِ اعظم نکالا اور بڑی محنت اور ہمت سے تاحیات جاری رکھا۔ اس جریدے کی خصوصیت  
 یہ تھی کہ مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے حتی الامکان کوشش کرتے رہے  
 اور اسی کے ذریعے مسلک کے مخالفین کی فتنہ سامانیوں کا سختی سے نوٹس لیا جاتا رہا، ان  
 کی حق گوئی و بے باکی ہمارے لئے قابل فخر اور مشعلِ راہ ہے۔

مفتی صاحب نے ناقدری کے اس دور میں تقریباً پچاس کے قریب کتابوں  
 کے ترجمے کئے جن میں سے شفاء شریف، مدارج النبوت اور کشف المحجوب کے ترجمے  
 خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ بے سرو سامانی کے عالم میں مسلک اہل سنت  
 کی بہت سی کتابوں کی اشاعت کی۔



۱۲ جمادی الاخریٰ، ۱۴ اگست (۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) بروز بدھ آپ نے وصال فرمایا اور  
 لاہور میں میاں صاحب کے قبرستان میں بہاولپور روڈ پر مولانا غلام محمد ترنم کے مزار کے  
 پاس آسودہ خاک ہوئے، نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ  
 نے پڑھائی ہے

جناب بشیر حسین ناظم نے قطعہ تاریخ لکھا جس کا تاریخی شعر درج ذیل ہے

چوں از فلک بخواستم کہ چیت سالِ رطنتش؟  
 بگوشِ مژدہ آمدہ "غزلی رحمتِ ابد" ہے

۱۹

۱۷ غصنفر میاں، مظفر گڑھی : پندرہ روزہ (اب ہفت روزہ) سوادِ اعظم لاہور (مسین الدین زبیر جولائی ۱۹۷۲ء، ص ۱۹-۲۲)

۱۷ ایضاً : ص ۱۳



## زبدۃ الکاملین حضرت مولانا غلام نبی اللہی قدس سرہ

جامع ظاہر و باطن حضرت مولانا غلام نبی اللہی ابن حضرت مولانا قاضی غلام حسین ۱۳۳۴ھ / ۱۸۱۸-۹ میں لذہ شریف ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ صرف و نحو کی کتب کے علاوہ میسر قطبی، شرح وقایہ اور خیالی وغیرہ اپنے والد ماجد اور بعض دیگر علمائے ہند سے پڑھیں، بعد ازاں علامہ البصر حضرت مولانا محمد احسن المعروف بہ حافظ دراز رحمہ اللہ تعالیٰ سے پشاور میں تحصیل و تکمیل کی اور وطن واپس آکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی دوران اچانک شوق الہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ مرشد کی تلاش میں گھر سے چل کھڑے ہوئے۔ اتفاقاً شاہ پور میں حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم العصور تشریف فرما تھے، استخارہ کے بعد ان کے دستِ اقدس پر بیعت ہو گئے۔ حضرت خواجہ قصوری نے توجہ فرما کر مختصر سے عرصہ میں مقاماتِ مجددیہ طے کرانے اور خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا، اثنائے سلوک میں آپ نے چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کر کے تراویح میں سنا دیا۔

حضرت خواجہ قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد آپ نے لذہ شریف میں خلقِ خدا کی اصلاح و ہدایت اور علمِ ظاہری و باطنی کی اشاعت شروع کی۔ آپ کی خدمت میں ۷۰، ۸۰ طلبہ حاضر رہا کرتے تھے۔ آپ ہندی اور منہتی طلبہ کو یکساں توجہ و التفات سے پڑھاتے تھے جو کتاب بھی زیر درس ہوتی اس کے شروع و حواشی کو سامنے رکھ لیتے اور انہیں ملاحظہ فرماتے جاتے تھے حتیٰ کہ سکندر نامہ اور زلیخا کی شرح بھی سامنے رکھ لیا کرتے تھے۔ طلبہ کے طعام، کتب اور دیگر ضروریات کا آپ خود انتظام فرماتے، پہلے طلبہ کے لئے گھر سے کھانا بجاتے اور خود بعد میں کھایا کرتے تھے۔ اپنے تمام ادراد و وظائفِ باندی اور اطمینان سے ادا کرتے، باقی اوقات طلبہ کو درس دینا اور مسترشدین پر توجہ دینے میں صرف کرتے تھے۔

۱۔ شیلہ صدیقی : انوار محی الدین ، ص ۲-۲۳۱  
۲۔ محمد حسن نقشبندی، مولانا : حلات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱-۳۷۰



آپ کے مزاج اقدس میں کبر و غرور نام کو نہ تھا، مدد و درجہ منکسر المزاج تھے۔ ایک دفعہ کسی جگہ تشریف لے گئے، لوگ استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور پیچھے پیچھے چلنے لگے، آپ نے فرمایا ایسے ہجوم پر فخر نہیں کرنا چاہئے، اگر کوئی بندریا بچھ والا کسی گاؤں میں آتا ہے تو لوگ اس کے پیچھے بھی ہو جاتے ہیں۔ لے اللہ اللہ! بے نفسی اور فروتنی!

اللہ تعالیٰ نے آپ کو روشن ضمیری کا وہ مقام بخشا ہوا تھا کہ ایک شخص نے منہ پانی پینے کیلئے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ مکدر ہے کوئی اور شخص پانی لے آئے۔ اس شخص سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا ماستے میں میری نظر نامحرم عورت پر پڑ گئی تھی بلکہ اسے کہتے ہیں مومنانہ فراست، مشفقانہ تنبیہ اور پردہ داری!

تصلب اور دینداری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے غیر مقلدوں کے بعض مسائل پر فتوے دیا۔ انہوں نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا، ڈپٹی اور تحصیلدار آپ کے غیر خواہ تھے، انہوں نے کوشش کی کہ فریقین میں مصالحت ہو جائے، کہیں قید نہ ہو جائے۔ جب آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ دین میں فرق نہ آئے اور جو فتوے دیے اس سے انحراف نہیں ہو سکتا خواہ قید ہی کیوں نہ ہو جائے، آخر آپ کو کامیابی ہوئی۔

حضرت مولانا لکھی رحمت اللہ تعالیٰ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ نے سینکڑوں افراد کو اپنی باطنی توجہات سے درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کے ملفوظات دانش و حکمت کے بہترین جواہر پارے ہیں جن میں چشم حق میں کے لئے ماہنامی کے ذریعے اصول پیناں ہیں، فرماتے ہیں :-

۵ معرفت الہی کی نہایت نہیں ہے، مقلوبے سے ذوق و شوق پر قانع نہیں ہونا چاہئے۔

۱۔ محمد حسن نقشبندی، مولانا : حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ، ص ۳۶۲

۲۔ ایضاً : ص ۳۶۳

۳۔ ایضاً : ص ۳۶۴



بگڑا پینیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا" فرمایا تو دوسروں کا کیا ذکر ہے؟  
 ۵ بڑا کام یہ ہے کہ شریعت پر استقامت رکھے۔

۵ جس قدر طالب میں شکست و عاجزی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر اس پر فیض زیادہ وارد ہوتا ہے۔

۵ سالک کو چاہئے کہ نیچی نظر کر کے چلا کرے۔

خونے سگان است بہر سو نگاہ

شیر سرانگندہ رود سوسے راہ

۵ سالک کو نامحرم کی طرف نظر کرنے سے احتیاط کرنی چاہئے، نامحرم پر اتفاقی نظر بھی ضرر سے خالی نہیں ہوتی۔

بہا محرم نظر دل را کند کور

زد دولت خفاء قرب افگند دور

۵ وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ اللہ "دو طرح سے پڑھنے کا معمول ہے ایک یہ کہ حضرت شیخ کو وسیلہ سمجھے اور دوسرے یہ کہ ان کلمات میں اثر و برکت سمجھے۔

۵ بری صحبت سے استعدادِ باطنی خراب ہو جاتی ہے۔

۵ وہابیوں کی صحبت دیوانہ کتے کی مانند ہے کہ اپنا سا کر لیتی ہے۔

۵ اصل چیز اعتقاد ہے اگر اعتقاد درست ہے تو سب چیزیں درست ہیں اور اگر اعتقاد میں فرق ہے تو سب اعمال بیکار ہیں۔

وصال سے قبل آپ کے ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے سفرِ آخرت سے

بخوبی مطلع تھے، ۲۹ رمضان المبارک، ۲۹ مئی (۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء) کو حضرت صاحبزادہ میاں گل محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہو گیا، لوگ تعزیت کے لئے حاضر ہوتے تو آپ فرماتے کہ کیا ہم یہاں بیٹھے

۱۵ محمد حسن نقشبندی، مولانا : حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲ - ۳۸۰

۱۶ محمد حسن نقشبندی، مولانا : ملفوظات حضرت غلام نبی صاحب، ص ۸



رہیں گے؛ ہم بھی چلنے کو تیار ہیں، رنج کس بات کا کریں! آخر بروز یکشنبہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۲۵ نومبر (۱۳۰۷/۱۸۸۹ء) مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا، آپ اذان کا جواب دیتے رہے، جب مؤذن نے کہا "اشھدان لا الہ الا اللہ" اس وقت آپ کی روح قفسِ منصری سے پرواز کر گئی۔ آپ نے متعدد حضرات کو خلافت و اجازت سے نوازا، چسند اساریہ ہیں:-

۱- حضرت مولانا حافظ دوست محمد، فرزندِ محمد (م ۱۳۱۸ء)

۲- مولانا حافظ فضل محمد۔

۳- مولانا غلام حسن (ساکن ڈھڑیاں)

۴- مولانا امام الدین (ساکن جموں) وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ

ان دنوں حضرت صاحبزادہ مطلوب الرسول مدظلہ دربارِ عالیہ لکھنؤ شریف کے مجاہد نشین ہیں، اپنے آبا و اجداد کے طریق پر قائم، پاکیزہ خصال اور اخلاقِ عمیدہ کے مالک ہیں۔ حضرت خواجہ غلام نبی لکھنوی قدس سرہ کے مریدِ صادق مولانا محمد حسن نقشبندی (ساکن کوٹلہ کیرت پور، بجنور) مؤلف حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (مطبوعہ اشرفیہ لائبریری، لاہور) نے یکم محرم ۱۳۰۰ء تک کے ملفوظات مرتب کئے ہیں جو شائع ہو چکے ہیں۔

۱- محمد حسن نقشبندی، مولانا : حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ، ص ۵-۳۸۳۔



## عازر ربانی حضرت مولانا سید فتح علی شاہ قادری قدس سرہ (کھروڑہ سیدان، سیالکوٹ)

شیخ المشائخ حضرت مولانا سید فتح علی شاہ ابن سید امیر شاہ ابن قیوم زمان شاہ قدس سرہ  
اسلامیہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ (مارچ ۱۹۳۶ء/۱۸۷۹ء) کو کھروڑہ سیدان ضلع سیالکوٹ میں  
پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد اور جدِ ماجد اپنے دور کے مقتدر فضلہ میں شمار کئے جاتے  
تھے، آپ نے پرائمری پاس کرنے کے بعد درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں جدِ ماجد سے  
پڑھیں پھر حضرت مولانا عبدالرحمن کوٹلوی (۱۲۹۸ھ) سے فقہ و حدیث کا درس لیا،  
بعد ازاں جامعہ حنفیہ، گجرات میں مولانا محمد عبداللہ سے اکتسابِ فیض کیا، کچھ عرصہ  
جامع مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی میں رہے پھر مدرسہ منظر اسلام، بریلی شریف میں دورہ حدیث  
کیا اور ۱۹۱۴ء میں سندِ حدیث حاصل کی، ۱۹۱۷ء میں جامعہ طبیہ، دہلی سے طب کی  
سند حاصل کی، ۱۹۱۸ء میں دوبارہ بریلی شریف حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت  
امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور ۱۹۲۰ء میں اجازت و خلافت  
سے مشرف ہوئے۔

تکمیلِ علوم کے بعد اپنی زندگی تبلیغِ اسلام کے لئے وقف کر دی، سیالکوٹ  
اور اس کے اطراف، جموں و کشمیر اور اس کے گرد و نواح میں مسلسل دورے کئے  
اور عوام و خواص کو اسلامی تعلیمات اور مسلکِ اہل سنت سے روشناس کرایا، ۱۹۲۶ء  
سے ۱۹۳۰ء تک سیالکوٹ چھاوٹی کی جامع مسجد میں فریقِ خطابت انجام دیتے  
رہے اور فوجی جوانوں کے دلوں کو حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جذبہٴ جہاد  
سے گرماتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کی تحریک میں امیر ملت حضرت پیر  
سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کی قیادت میں شاہی مسجد، لاہور کے تاریخی اجلاس میں  
شریک ہوئے، ۴ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مراد آباد میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی



قدس سرہ کی صدارت میں موتمر العلماء کا اجلاس ہوا، آپ علماء سیالکوٹ کے ساتھ اس عظیم الشان اجلاس میں شریک ہوئے۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے فقید المثال اجلاس میں شریک ہوئے، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں نظریہ پاکستان کی تبلیغ کی اور قیام پاکستان کے بعد مہاجرین کی آباد کاری کے لئے زبردست جدوجہد فرمائی۔ ۱۹۵۳ء میں سیالکوٹ میں تحریک ختم نبوت کو بڑی کامیابی سے چلایا، غرض یہ کہ ملک و ملت کی بہتری کے لئے جو تحریک بھی اٹھی حضرت شاہ صاحب نے دل و جان سے اس کے لئے کام کیا۔

تصانیف میں معیار صداقت، چہل حدیث، سچا ایمان، مجموعہ وعظمتیں اور مجموعہ اشعار و کلام ہیں

۸ رجب، ۱۸ جنوری ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۸ء کو حضرت مولانا سید فتح علی شاہ قدس سرہ کا وصال ہوا، کھروڑہ سیدالمنہج سیالکوٹ میں آپ کا مزار ہے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا سید احمد حسن قادری، جامع حنفیہ کھروڑہ سیدالمنہج میں قرآن مجید کی تفسیر و ترویج کے لئے کام کر رہے ہیں۔

لے رضا مصطفیٰ چشتی ، روزنامہ مساوات، لاہور ، ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۵ء



## زبدۃ الکاملین حضرت مولانا حافظ فتح محمد اچھروی قدس سرہ العزیز

رہبر شریعت و طریقت حضرت مولانا حافظ ابوالشاق فتح محمد اچھروی بانی جامعہ فتح  
 اچھرو لاہور ابن میاں امام دین، اچھرو لاہور میں پیدا ہوئے، بچپن میں آپ پر چھپک کا شدید حملہ ہوا  
 جس سے ظاہری بینائی نائل ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے آپ کو وہ نور بصیرت و  
 معرفت ملا کہ مشائخ کبار نے آپ سے استفادہ کیا۔ عربی، فارسی، طب، تصوف اور تمام مرادجہ علوم  
 میں کامل دسترس رکھتے تھے اور ہر قسم کے طلباء کو شرح و بسط سے درس دیا کرتے تھے۔ آپ  
 سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبدالرسول قصویٰ ابن حضرت خواجہ غلام محی الدین  
 قصویٰ قدس سرہما سے بیعت تھے اور انہی کے مجاز تھے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ عبدالرسول قصویٰ اچھرو کی ایک مسجد کے قریب سے گزرے  
 دیکھا کہ ایک کتیا اپنے بچوں سمیت اس مسجد سے باہر آرہی ہے۔ اس سے آپ کو بہت عدم  
 ہوا کہ لوگ خانہ خدا سے اس قدر بے پروا ہو چکے ہیں کہ مساجد حیوانات کی نماجگاہ بن چکی ہیں۔  
 واپسی پر پھر وہیں سے گزرے تو فرمایا "مجھ اس جگہ نور دکھائی دیتا ہے، یہاں خدا کا نور برسے  
 گا۔" آپ کی یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ مولانا حافظ فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد  
 میں جامعہ فتحیہ جاری کیا جہاں سے بڑے بڑے فضلاء فیضیاب ہوئے اور قال اللہ اور قال الرسول  
 کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

مولانا حافظ فتح محمد تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے، اپنے گھر میں بوئی ہوئی  
 ہنری سے آپ کا کھانا تیار ہوا کرتا تھا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی تقدس مآب خاتون تھیں۔ اگر کسی خادمہ  
 کا پکایا ہوا کھانا تناول فرمایتے تو فوراً تھے ہو جاتی۔ اس دور کے مشائخ عظام مثلاً شیر بانی حضرت  
 میاں شیر محمد شرقپوری اور حضرت خواجہ محبوب عالم توکل خلیفہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی وغیرہما



کے آپ کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔ یہ حضرات اکثر شرافت کے لئے آپ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت حافظ صاحب کو بزرگانِ دین اور مشائخِ کرام سے گہری عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ آپ امام ربانی حضرت مجددِ الباقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے۔ ایک درویش نے بحالتِ مراقبہ بارگاہِ مجدد میں کرایہ کی درخواست کی، ارشاد ہوا، حافظ فتح محمد شاہ سے لے لو، اور ان کی شکل بھی دکھا دی، مگر وہ درویش سوال نہ کر سکے، ادھر دربارِ مجددی سے حافظ صاحب کو ایما ہوا کہ فلاں شخص کو کرایہ دے دیا جائے چنانچہ آپ نے اپنے خادم جمال الدین کو فرمایا کہ یہ مسافر جو حاضر درگاہ سے باہر جا رہا ہے اسے اتنا کرایہ دے دو۔

حضرت حافظ صاحب کے زمانے میں مولوی عبداللہ چکڑالوی امام مسجد چینیانوالی (لاہور) نے فتنہ انکارِ حدیث کھڑا کیا تو آپ نے اس کے استیصال کے لئے سعیِ طبع فرمائی اور چکڑالوی کے رد میں متعدد رسائل تصنیف فرمائے، ان میں سے ایک رسالہ کا نام صلوة القرآن بتابعدہ بیب الہیہ حمل المعروف بہ رد چکڑالوی ہے۔

۲۹، شوال المکرم (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء) کو حضرت حافظ فتح محمد قدس سرہ کا وصال ہوا پیدیر اصغر علی روحی نے تاریخ وفات کبھی جو لوح مزار پر درج ہے۔

امام حافظان، فتح محمد	کہ در عشق پیمبر بود بیکتا
أحبُّ الصَّالِحِينَ وَكَانَ مِنْهُمْ	فَنَاقَ الْقَوْمَ صِدْقًا أَجْمَعِينَ
وَلَمْ يَأْتِ الْهَوَا مَا دَامَ حَيًّا	لِيَوْمٍ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيًّا
صدائے ارجمنی در گوشش افتاد	بعد بر قرب حق شد مسند آما
بسالِ عَزِيمِ خَلْدِشِ گُفْتُ رُوْحِي	”بِحَسْبِ رِفْتِ وَبِأَحْقِ بَادِ مَوْلَا!“

حضرت الحاج میاں محمد حسین مدنون جگیاں ناگرہ (لاہور) آپ کے خاص مریدین میں

سے تھے۔

لے محمد عالم مختار حق : نقوشِ جمیل ، ص ۱۲ تا ۱۵۔

نوٹ:۔ انوارِ محی الدین کے حوالہ کے علاوہ تمام حالات نقوشِ جمیل سے ماخوذ ہیں ۱۲ شرف قادری۔



## استاذ العلماء مولانا فتح محمد بہاولنگری قدس سرہ

استاذ الافاضل، عارف کامل حضرت مولانا فتح محمد ابن سجاد بن خاں ابن تبریز خاں بمقام موضع حبیب کے، بہاولنگر ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد زراعت پیشہ اور دو ٹو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے مولانا سلطان محمود (بیرون بدھی ضلع حصار)، مولانا سلطان محمود افغانی، مولانا سلطان محمود مدرس مدرسہ فقہوری دہلی اور اجیر شریف مدرسہ معینیہ میں مولانا علامہ معین الدین اجیری سے علوم کی تحصیل کی۔ حدیث شریف مدرسہ عبدالرب دہلی میں مولانا عبدالمعتمد علی محدث سے پڑھی، ۲۴ ذوالقعدة المبارکہ (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء) کو تمام علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام رسول توگیدی کے خلیفہ مجاز حضرت خواجہ عبدالحلیم (حوٹلی لکھا، ضلع ساہیوال) سے بیعت ہوئے اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ ایک عرصہ تک صادق گنج ضلع بہاولنگر میں درس دیا، چار سال موضع جموں و چھل ضلع ساہیوال پچیس سال گنڈاپور ضلع بہاولنگر، دو سال پیل خالصہ، بہاولنگر میں پڑھاتے رہے، غالباً ۱۳۶۰ء میں مدرسہ مفتاح العلوم، بہاولنگر کی بنیاد رکھی اور تاحیات علم و عرفان کے دریا بہائے یہ آپ کے مریدین دس ہزار کے قریب بتائے جاتے ہیں، بے شمار علماء آپ سے فیض یاب ہوئے چندا شمار مشاہیر یہ ہیں :-

- ۱۔ فقیر محرم مولانا ابوالخیر محمد نور الدینی مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم تحفہ فریدیہ بصیر پور
- ۲۔ مولانا غلام مہر علی، مصنف دیوبندی مذہب، چشتیاں شریف
- ۳۔ مولانا جلال الدین، جیون شاہ
- ۴۔ مولانا عبدالحق، حصار



۵۔ مولانا اسماعیل دیوبندی بہاولنگری۔

۶۔ مولانا سید میرزا علی شاہ، بھلوکلا۔

۷۔ مولانا محمد اکبر علی محمود پوری۔

۸۔ مولانا صاحب دارالحمید، وغیرہم

مولانا پنجابی، عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے "ادب در وحدت و تہود و وحدت شہود" کا یہ سچا ہے۔ یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہو سکی، مولانا فرمایا کرتے تھے، یہ کتاب میری زندگی کا ذخیرہ ہے۔ حضرت مولانا الحاج میاں علی محمد خاں رحمانی صاحب سجادہ نشین بسی شریف سے مولانا مرحوم کے مخلصانہ رسم تھے اور حضرت میاں صاحب مولانا صاحب کی بے حد عزت و تکریم کرتے تھے۔ مولانا برسالتی کو (مبلغ ہوشیار پور) میں حضرت میاں محمد شاہ علیہ الرحمہ کے عرس پر جایا کرتے تھے۔

ماہ رمضان المبارک بمذہبہ ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۹ء / سارٹھے آٹھ بجے آپکا وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک بہاولنگر سڑک بسی میں مریخ خلائق ہے۔

۱۔ مکتوب جناب حافظ منظور احمد ابن حضرت مولانا فریج محمد بہاولنگر بنامہ قائم، مورخہ اگست ۱۹۷۲ء۔



## فاضل حضرت مولانا فتح الدین آذربائی صاحب (خوشاب)

حضرت مولانا فتح الدین آذربائی حکیم میاں غلام محمد رحمانی تعلقہ ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء  
میں خوشاب ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت اسید بن حنفیہ القاری الصعابی  
سے ملتا ہے، ابتدائی تعلیم خوشاب میں حاصل کی، منشی فاضل کا امتحان دیا، پھر موراں والی مسجد لاہور میں  
کچھ عرصہ پڑھتے رہے بعد ازاں حیدرآباد دکن جا کر مولانا انوار الحق سے معقول و منقول کی تعلیم حاصل  
کی، انہوں نے آپ کی قابلیت کے پیش نظر اپنی صاحبزادی کا عقد آپ سے کر دیا، مزید تعلیم کے لئے  
جامعہ اہل مصر بھی گئے، سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید ابراہیم قادری قدس سرہ (بغداد شریف)  
سے بیعت ہوئے اور سلوک قادریہ کی منازل طے کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

شیخ الدلائل مدنی مولانا شیخ ممتاز احمد المعروف بہ عارف اللہ شاہ نقشبندی قادری حقیقی سے لال الخیرات  
شریف کی اجازت حاصل کی، مروجہ علوم دینیہ کے علاوہ طب میں بھی دسترس حاصل کی۔

امیر عثمان علی خاں والی دکن کے ابتدائی دور میں شاہی طبیب اور قاضی القضاة مقرر ہوئے۔  
دس سال تک اس منصب کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر کنیا گوار واقعہ کے ظہور پر خوشاب چلے آئے۔  
حضرت مولانا فتح الدین آذربائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم عالم دین حق گو اور کثیر التعمیر بزرگ تھے، آپ کی  
اکثر و بیشتر تصانیف حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مقدمہ تفسیر روح الامیان (تصنیف ۱۳۲۰ھ، مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۲ھ/۱۹۲۳ء)
- ۲۔ تفسیر روح الامیان فی تشریح آیات القرآن (۱۳۲۲ھ، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۶ھ،  
پہلا پارہ ۶۶۲ صفحات پر مشتمل ہے)
- ۳۔ الوقعة الاسلامیہ (مجموعہ ۱۳۵۱ھ، مطبوعہ قیومی کراچی ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء، صفحات ۲۲۳)
- ۴۔ شرح ترکیب (دیباچہ گلستان محاشی مفیدہ، مطبوعہ لاہور ۱۳۲۶ھ، صفحات ۱۰۰)
- ۵۔ کتاب العنایا (علم میراث) مطبوعہ
- ۶۔ خزینۃ المیراث



- ۷۔ نقشۃ انوار الغرائض (علمی پیراٹ) مطبوعہ
- ۸۔ صفوة المصادر العربیة المعروفة معرفة اذریہ (علمی)
- ۹۔ کتاب الصرف المعروف معرفة کبیر
- ۱۰۔ شجرہ ولایۃ الشہداء (مطبوعہ)
- ۱۱۔ ترجمہ حاشیہ دلائل الخیرات صفحات ۲۳۲
- ۱۲۔ رسالہ مفتاح الدلائل
- ۱۳۔ قراد الانوار و مراداة الاسرار (عملیات) مطبوعہ

آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع تھا، ان میں سے مولانا سید امیر علوی اجیری قدس سرہ اور مولوی غلام مرشد (دیوبندی) کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

آپ کے چند خلفاء کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ مولوی حکیم محمد ظریف ابن میاں بہار الدین (برادر زادہ مولانا فتح الدین اذری) چونکہ مولانا اذری کے ہاں زینا و ملاوٹ تھی اس لئے ان کے وصال پر جانشین ہوئے، صاحب علم و فضل اور بہترین طبیعت، ۶۵ سال کی عمر میں ۲۷ شوال ۱۳۹۴ھ کو وفات پائی۔
- ۲۔ مولوی حکیم مظفر الدین ابن میاں بہار الدین (برادر زادہ)
- ۳۔ صوفی عبداللطیف، (مجاز دلائل الخیرات) خوشاب
- ۴۔ مولانا سید محمد صدیق شاہ، ساکن ڈیرہ غازی خان
- ۵۔ حضرت مولانا سید امیر علوی اجیری قدس سرہ

۱۶ شوال، ۱۲ جنوری ۱۳۵۶/۱۹۳۶ء کو مولانا فتح الدین اذری قدس سرہ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار شریف خوشاب، ضلع سرگودھا، مسجد حافظ خان محمد کے شمالی جانب چار دیواری میں محفوظ ہے۔



## فرید العصر مولانا فرید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ (بھوئی ضلع کیمبلپور)

فرید العصر حضرت مولانا فرید الدین ابن استاذ العلماء حضرت مولانا احمد الدین قدس سرہما غالباً ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۶ء میں قصبہ بھوئی ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد نے اپنے فرزند کا نام فرید الدین رکھا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ بڑے ہو کر واقعی دیندار ہی علم و فضل اور اخلاق عالیہ میں فرید العصر ثابت ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب امام محمد بن حنفیہ کے واسطے سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، آپ کا علمی خاندان پورے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

چار پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنے کے لئے گاؤں کی مسجد میں جانا شروع کیا، بعد ازاں درس نظامی کی کتابیں اپنے بڑے بھائی استاذ الاساتذہ مولانا محب البنی مدظلہ العالی سے پڑھنا شروع کیں، بعض آخری کتابیں مثلاً احمد اللہ شرح سلم وغیرہ والد ماجد سے پڑھیں تکمیل علوم کے لئے علامہ زماں مولانا مشتاق احمد کانپوری ابن استاذ زماں مولانا احمد حسن کانپوری قدس سرہما کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے۔ جب علامہ مشتاق احمد جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لائے تو دوسرے طلباء کے ہمراہ آپ بھی تھے۔ پھر جب علامہ مراد آباد سے میرٹھ تشریف لے گئے تو مولانا فرید الدین، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی گجراتی رحمہما اللہ تعالیٰ اور دوسرے طلباء کسب فیض کے لئے ان کے ہمراہ میرٹھ چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابستداری ہی سے ذہن رسا، تقویٰ و پرہیزگاری اور سلامتی طبع ایسے اوصاف سے نوازا تھا۔ دور طالب علمی میں بھی آپ کی یہ صفات نمایاں رہیں۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا حسن الدین ہاشمی کا بیان ہے کہ:

" ایک مرتبہ بلتان کے سفر کے دوران جب میں مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے والد ماجد کے حوالے سے اپنا تعارف کرایا تو وہ خوشی سے اچھل پڑے اور فرمایا اچھا آپ مولانا فرید کے بڑے ہیں؟ — ہم انہیں



طالب علمی کے دور میں مولانا فرید کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ وہ بہت قابل اور پڑھنے والا طالب علم تھے اور اپنے ساتھی طلباء کو حمد اللہ وغیرہ پڑھایا کرتے تھے۔

میرٹھ سے واپس آکر کچھ کتا ہیں والدِ گرامی سے اور زیادہ تر اپنے بڑے بھائی استاذ العلماء مولانا محب النبی دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھیں اور سندِ حدیث بھی انہی سے حاصل کی۔

تقریباً ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدرسہ صلاحیہ بجاہ والا (ضلع لائل پور) میں اعزازی طور پر تدریس کا آغاز کیا اور تمام عمر اس مقدس فریضہ کو انجام دیتے رہے۔ آپ کا زمانہ تدریس بیالیس سال پر پھیلا ہوا ہے جس میں سے زیادہ تر وقت اپنے آبائی گاؤں بھونئی میں گزارا، اس کے علاوہ مختلف اوقات میں جامعہ غوثیہ، گولڑہ شریف، جامعہ محمدیہ بھیرہ، جامعہ رضویہ واربرٹن، دارالعلوم مکہ شریف، دارالعلوم ترک شریف، دارالعلوم لاہ موسیٰ وغیرہ میں پڑھاتے رہے۔

آپ کو اپنے پیر طریقت اور شیخ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی، اسی طرح ان کے صاحبزادے حضرت پیر سید غلام محی الدین رحمہ اللہ تعلقہ سجادہ نشین گولڑہ شریف سے بھی بے حد نیاز مندی رکھتے تھے، ان کا حکم کبھی ڈٹاتے اور ان کے حکم کے مقابل ہر شخص کی بات کو ٹھکرا دیتے تھے، جس مدرسہ میں بھی تدریس کے لئے تشریف لیا پہلے ان سے اجازت لیتے اور جب وہ فرماتے واپس آجاتے، انہی کے ایما پر آپ کے اکثر و بیشتر اوقات قصبہ بھونئی میں گزارے۔ بعض اوقات آپ کو اس جگہ تکالیف کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن آپ کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی۔

آپ منہتی کتب کے بیس بیس سبق یومیہ پڑھانے رہے ہیں، اس کے باوجود باقاعدگی کے ساتھ ہر کتاب کا مطالعہ فرماتے اور طلباء کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مطالعہ کے بغیر مدرس خود بے یقینی سے دوچار رہتا ہے، طلبہ کو یقین کی نعمت سے کس طرح بہرہ ور کر سکتا ہے۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ سحری کے وقت مختصر اوراد و وظائف پڑھنے کے بعد مطالعہ



کتب میں مصروف ہو جاتے، نماز فجر سے ظہر تک اسباق پڑھاتے اور نماز کے بعد پھر مطالعہ میں محو ہو جاتے، عمر کے آخری حصہ میں ناسازی طبع کی بنا پر اسباق کم کر دئے اور اسی تناسب سے اوراد و وظائف میں اضافہ ہو گیا۔

آپ بنیادی طور پر عالم دین، صوفی اور مدرس تھے اس لئے سیاست کے ساتھ کچھ زیادہ لگاؤ نہ تھا لیکن دو مواقع ایسے آئے کہ آپ سرگرم سیاست ہوئے۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر آپ نے مسلم لیگ کی پُر زور حمایت کی اور دوسرے لوگوں کو بھی یہی تبلیغ کی جب بعض کانگریسی ذہن کے مولوی قائد اعظم پر تنقید کرتے تو آپ فرماتے،

”اس وقت کفر اور اسلام کا مقابلہ ہے، قائد اعظم ایک مسلمان ہے اور اسلام کا نمائندہ ہے جبکہ گاندھی کا فر ہے اور کفر کا نمائندہ ہے اس لئے اس موقع پر قائد اعظم کا ساتھ دینا اسلام کا ساتھ دینا ہے اور گاندھی کا ساتھ دینا نادانستہ یا نادانستہ طور پر کفر کا ساتھ دینا ہے“

دوسرا موقع ۱۹۵۳ء میں آیا جب ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر مرزا میوں کے خلاف تحریک ختم نبوت شروع ہوئی آپ نے بڑی تندہی سے اس میں حصہ لیا، تقریریں کیں، جلوسوں میں شریک ہوئے، ایک جلوس آپ کی قیادت میں بھوئی سے حسن ابدال پہنچا۔ اس وقت تو حکومت نے آپ کو گرفتار نہ کیا لیکن جب راولپنڈی جا کر ایک جلوس میں شریک ہوئے تو گرفتار کر کے سنٹرل جیل بھیجے گئے جہاں اسی تحریک کے سلسلے میں آپ کے فرزند ارجمند مولانا حسن الدین ہاشمی پہنچ چکے تھے۔

آپ نہایت خوش اخلاق، کم گو، جمید عالم دین اور متواضع شخصیت تھے، تصنع اور تجکر سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا، سادگی کا پیکر مجسم تھے۔ ایک دفعہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور تشریف لے گئے اور راقم الحروف سے حمد اللہ پر مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حاشیہ کا ایک نسخہ طلب کیا جس نے منگوا کر دے دیا، اس وقت میرا ان سے تعارف نہ تھا اور چونکہ سرحد کے اکثر و بیشتر مورخین اور دانشور ہری پور سے تھے اس لئے



مجھے یہ خیال تک نہ ہوا کہ یہ اپنے علاقہ کے بہت بڑے فاضل ہوں گے۔ ان کے چلے جانے کے بعد کسی نے بتایا کہ یہ مولانا فرید الدین تھے۔

اب مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں ان کے شایانِ شان خاطر و مدارات نہ کر سکا تھا چنانچہ اسی وقت ایک طالب علم کو بھیج کر ان سے واپس تشریف لانے کی درخواست کی چنانچہ آپ بلا تکلف تشریف لے آئے اور فرمایا میرے پاس اس حاشیہ کا قلمی نسخہ موجود تھا لیکن جب مجھے پتہ چلا کہ یہ حاشیہ چھپ گیا ہے تو میں نے سوچا کہ لے لینا چاہئے، ان کے ذوقِ علمی اور بے لغسی نے مجھے بہت متاثر کیا۔

آپ سرورِ دو جہاں، محبوبِ ربِّ انس و جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے، جب کبھی نعت شریف سنتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی، اولیائے کرام کا بہت احترام کیا کرتے تھے، جہاں جاتے اہل اللہ کی جستجو میں رہتے۔

یکم صفر، ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء میں آپ کی شادی ہوئی، ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں مولانا حسن الدین ہاشمی کی پیدائش ہوئی، ڈیڑھ سال بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جو چند ماہ بعد فوت ہو گیا، چند سال بعد آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد آپ نے تجرد کی زندگی بسر کی آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں لیکن جسمانی اولاد میں اس وقت صرف مولانا۔  
حسن الدین ہاشمی یادگار ہیں۔

۱۳ شوال، ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء کو صبح آٹھ بجے بھونئی کی مسجد غوثیہ کے ایک کمرے میں مصروفِ مطالعہ تھے کہ دل کا شدید دورہ پڑا اور آپ پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی، ساڑھے پانچ گھنٹے اسی حالت میں گزر گئے آخر دن کے ڈیڑھ بجے جانِ جاں آفریں کے سپرد کر دی، ۱۵ نومبر کو حسبِ وصیت والد ماجد مولانا احمد الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔



## مبلغ اسلام مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن انصاری قدس سرہ

مولانا فضل الرحمن انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ دنیائے اسلام کے مایہ ناز مبلغ اور بین الاقوامی شخصیت کے حامل تھے انہوں نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی کا اکثر حصہ تبلیغ اسلام میں صرف کیا، پاکستان کے علاوہ افریقہ، امریکہ، ایشیا اور یورپ کے مختلف ممالک میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں نمایاں کام کیا۔ مولانا انصاری اپنی دینی خدمات کی بنا پر عالم اسلام میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، مصر کے نائب وزیر اعظم ڈاکٹر عبدالعزیز کامل ۱۸ جون ۱۹۷۲ء کو مولانا انصاری کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے گئے اور ان کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-

” ان کے انتقال سے عالم اسلام ایک جید عالم، مفکر اور اسلام کے مبلغ سے محروم ہو گیا ہے، میں اسلام کی تبلیغ کے لئے ڈاکٹر انصاری کے طریقہ کار سے بہت متاثر ہوں جو تعلیم یافتہ اور ذہین افراد کو متاثر کرتا تھا“ لہ

مولانا فضل الرحمن انصاری نے نو عمری میں قرآن پاک حفظ کیا، درس نظامی پر عبور حاصل کیا اور مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں ایک عرصہ تک تعلیم حاصل کرتے رہے، مولانا فرماتے تھے:-

”جامعہ علی گڑھ سے سائنس میں فیصلگی سے انٹر پاس کرنے کے بعد اسلامی عقائد کے بارے میں عجیب و غریب شکوک و شبہات دل میں پیدا ہونے لگے تھے بلکہ ایک وقت تو دماغ انکار پر مائل ہو گیا تھا“

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، عالم اسلام کے عظیم ترین مبلغ مولانا شاہ محمد عبدلعظیم صدیقی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی، ان کی نگاہ و کیمیا اثر نے دل و دماغ کی کاپی لپیٹ



دی اور فکر و نظر کا معیار صحیح سمیت کو موڑا، جو دل انکا اسلام پر مائل تھا، دینِ فطرت کی محبت اور عظمتِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا گوارا بن گیا۔  
 پروفیسر محمود حسین صدیقی لکھتے ہیں:-

”مولانا کی ذات وہ مرکز تھی جہاں عشق و عقل دونوں اکڑتے ہیں،

سیاح عالم مولانا حافظ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری کی چشمِ کرم نے  
 فضل الرحمن صاحب کے قلب و دماغ کو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 محبت کے نور سے منور کیا تھا، ایک مبلغِ اسلام کی خصوصیات میں بنیادی  
 چیز حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے والہانہ محبت ہے اور یہ محبت کی  
 چٹکاری کسی محبت میں فنا فی اللہ والے کی نظر سے ہی منتقل ہوتی ہے اور پیر شہد  
 بن کر جسدِ خاکی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے تب ہی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
 سلم کے کام سے وابستگی اور اس میں جہدِ تنہا تک پیدا ہوتا ہے۔“

اب نہ صرف مولانا کے خیالات بدل گئے بلکہ وضعِ قطع میں بھی تبدیلی آگئی۔ فیصلہ  
 آف تھیولوجی میں داخلہ لیا، فلسفہ میں مولانا ظفر الحسن اور دینیات میں مولانا سید سلیمان انٹروف  
 کے شاگرد بنے، اول درجہ میں امتحان پاس کیا اور وہ امتیازی مقام حاصل کیا کہ طالبِ علمی  
 ہی میں اساتذہ آپ پر فخر کرنے لگے۔

کراچی یونیورسٹی سے فلسفہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، پیر و مرشد مولانا شاہ  
 محمد عبدالعلیم صدیقی کے ساتھ دنیا بھر کے تبلیغی دورے کئے اور اپنی سحر انگیز خطابت سے  
 دلوں کی دنیا پر نقشِ اسلام ثبت کیا، پیر و مرشد کے ساتھ پہلے دورہ دنیا کے بعد گزیتلہ ہمد سے  
 سے استعفار دے دیا اور مکمل طور پر مطالعہ و تبلیغ کے لئے وقف ہو گئے۔ آپ نے دورہ  
 فلپائن کا ایک مشاہدہ بیان فرمایا ہے جس کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۱۹۷۲ء ۲۵ جون ۱۹۷۲ء روزنامہ جنگ، کراچی

۱۹۷۲ء ۲۵ جون ۱۹۷۲ء روزنامہ جنگ، کراچی



۱۹۵۰ء میں کوتا با میں شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی ایک عظیم اجتماع سے خطاب فرمانے والے تھے، عین تقریر کے وقت برق و باراں کے آثار پیدا ہونے سے مجمع میں اضطراب پیدا ہونے لگا حضرت شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی نے نور بصیرت سے معلوم کر کے اعلان کر دیا کہ آپ اطمینان رکھیں بارش نہیں ہوگی، چنانچہ آپ کی دو گھنٹے کی دلولہ انگیز تقریر کے دوران بارش نہ ہوئی اور بعد میں موسلا دھار بارش ہوئی۔ یہ آپ کی بین کرامت تھی جس نے بے شمار دلوں کو متاثر کیا۔

مولانا انصاری کا یہ کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے کہ آپ نے شمالی ناظم آباد، کراچی میں ایک ادارہ المرکز الاسلامی (ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن) قائم کیا جہاں سے زیادہ تر غیر ملکی طلباء حالاتِ حاضرہ کی ضروریات کے مطابق تبلیغ اسلام کی تربیت حاصل کر کے اپنے اپنے علاقوں میں فرائض تبلیغ انجام دیتے تھے۔ بقول مولانا انصاری اس ادارہ سے ۴۱ ادارے وابستہ ہیں جو دنیا کے گوشے گوشے میں فرائض تبلیغ انجام دے رہے ہیں، خدا کرے کہ مولانا کے لواحقین اس ادارہ کو ان کے مشن کے مطابق چلاتے رہیں۔

مولانا فضل الرحمن انصاری انگریزی میں سحرانگیز تقریر فرماتے تھے۔ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں ممتاز اہل علم کے سامنے آپ نے بارہا تقریر کی اور ہیشمار اہل علم آپ کی تقریر سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ قدرت نے آپ کو تحریر و تقریر میں یکساں کمال عطا فرمایا تھا۔ آپ نے تقریباً ۲۵ کتابیں دعوت اسلام کی تشریح اور افکارِ باطلہ کی تردید میں انگریزی زبان میں لکھیں اور اہل علم سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ حال ہی میں آپ کی ایک تصنیف دو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے جسے انگریزی دان طبقہ نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ آپ جیۃ الفلاح، کراچی کے رسالے والس آف اسلام کے پہلے ایڈیٹر تھے، آپ کی نگرانی میں انگریزی زبان میں ماہنامہ منارٹ شائع ہوتا تھا جو ذہنی مضامین پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔

الرحمادی الاولیٰ، ۳ جون (۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۲ء) بروز سوموار دس بجے دن مولانا



فضل الرحمن انصاری کا حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوا، نماز جنازہ مولانا سید محمد کریم الجیلانی نے پڑھائی۔ آپ کا مزار امرتسر، پاکستان اسلامی شمالی ناظم آباد کراچی کے احاطہ میں بنایا گیا ہے۔ آپ نے ایک فرزند ایک بیویہ اور چار صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں۔ آپ مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالحلیم صدیقی کے رفیق فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے بلکہ داماد بھی تھے۔

جامعہ کراچی اور سندھ کے بانی شیخ الجامعہ پروفیسر سبلی اے عظیم نے جمعیت الفلاح میں مولانا انصاری کی یاد میں ایک تعزیتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:-

”مولانا انصاری تمام مذاہب اور مشرقی و مغربی علوم کے ماہر تھے، انہوں نے اسلام کو بہترین شکل میں پیش کیا، ان کا مشن کامیاب رہا اور بہت سے غیر مسلم ان کے خلوص محبت اور جذبہ کو دیکھتے ہوئے اسلام لے آئے، ان کے دل میں اسلام اور ملک کی محبت تھی اور انہی خوبیوں کی وجہ سے وہ اسلامی دنیا میں بہت بڑا مقام رکھتے تھے۔“

پروفیسر محمد حسین صدیقی نے کہا:-

”غیر مسلم ان کی علمی بعیت کے اس قدر ملاح تھے کہ ان کو گریٹ ٹیچنر کا خطاب دیا گیا، وہ کوئی سیاسی شخصیت یا سرمایہ دار نہیں تھے لیکن عالم اسلام میں لاکھوں افراد کے دلوں میں ان کا ایک مقام ہے۔“

ماہر نامہ فکر و نظر میں ہے:-

• ڈاکٹر انصاری نے ملک اور بیرون ملک خصوصاً افریقی اور لاطینی امریکہ میں وسیع پیمانہ پر تبلیغی کام کو منظم کیا تھا وہ بیرون ممالک میں قائم شدہ اسلامی مشن کے دفاق کے بھی سربراہ تھے اور اس حیثیت میں متعدد ممالک کا دورہ کر چکے تھے، آپ کی تصانیف میں معاشرہ کی قرآنی بنیادیں نمایاں مقام رکھتی ہے، یہ کتاب انگریزی

۱۹۶۴ء جون ۲۵ - روزنامہ جبارت، کراچی

۱۹۶۴ء جون ۲۵ - روزنامہ جبارت، کراچی



زبان میں ہے اور دو جلدوں پر مشتمل ہے، عصر حاضر کے اسلامی لٹریچر میں یہ کتاب ایک بہت ممتاز حیثیت کی مالک ہے۔" ۱۷

مشہور شاعر مابہر القادری نے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لئے عظیم سانحہ قرار دیا، انہوں نے کہا کہ مرحوم کی تبلیغی، علمی اور دینی خدمات ناقابل فراموش ہیں اور مرکز اسلامی ان کے اخلاص اور عملی جدوجہد کا زندہ ثبوت ہے۔ ۱۸

جناب راعنبر مراد آبادی نے قطعہ تاریخ کہا ۱۹

تبلیغ سے بلند کی اسلام کی شان

تعلیم کی شمعیں بھی جلائیں ہر آن

پوچھو کوئی مہمانِ علم دیں سے

جولانگہ علم دیں تھے فضل الرحمن ۲۰

آرزو اکبر آبادی نے یہ قطعہ تاریخ وصال لکھا ۲۱

وہ مبلغ تھے نالی شان کے

اہل دل کو ہے انہی کی جستجو

جانشین حضرت عبد العظیم

جن کی شہرت ہے جہاں میں چار سُو

دامن رحمت میں جا کر سو گئے

عابد حق فضل رحمان "آرزو ۲۲

۱۳ ۶ ۹۴

۱۷	جولائی ۱۹۷۴ء	۶	ص ۸۱۱	۱۷	ماہنامہ فکر و نظر، اسلام آباد
۱۸	۶ جون ۱۹۷۴ء	۶	ص ۸۱۱	۱۸	روزنامہ تجارت، کراچی
۱۹	۱۵ جون ۱۹۷۴ء	۶	ص ۸۱۱	۱۹	روزنامہ جنگ، کراچی
۲۰	۱۳ جون ۱۹۷۴ء	۶	ص ۸۱۱	۲۰	ایضاً



## صدر المشائخ مولانا فضل عثمان فاروقی مجددی قدس سرہ

مجاہد ملت، صدر المشائخ حضرت مولانا پیر فضل عثمان مجددی ابن حضرت نور المشائخ مولانا فضل عمر المعروف بہ پلا شور بازار (متولد ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء، متوفی ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء) قدس سرہما ماہِ جمادی الاولیٰ، اگست (۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) میں شور بازار کابل میں خاندانِ مجددیہ میں پیدا ہوئے آپ کے جدِ امجد سلسلہ عالیہ مجددیہ کے برگزیدہ بزرگ حضرت مولانا غلام قیوم قدس سرہ نے آپ کی پرورش فرمائی۔ سن شعور کو پہنچنے پر شور بازار کابل کے مشہور مدرسہ مجددیہ میں داخل ہوئے اور اپنے دور کے ممتاز افاضل سے علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔ منازل سلوک طے کرنے کے لئے والدِ گرامی حضرت نور المشائخ کے دستِ اقدس پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ معصومیہ میں بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

دوسری جنگِ عظیم میں خالد ماجد کے ہمراہ جنوبی افغانستان میں تل کے مقام پر انگریزوں کے خلاف عملی جہاد میں حصہ لیا۔ ان حضرات کی برکت اور فضلِ ایزدی سے انگریزوں کو شکست تسلیم کرنا پڑی اور افغانستان کو حقیقی آزادی نصیب ہوئی۔ جب بچہ سقہ نے غازی امان اللہ کے خلاف بغاوت کی تو حضرت صدر المشائخ پیر فضل عثمان، افغانستان کے شمالی علاقہ ترکستان میں مقیم تھے۔ آپ نے باغیوں کے خلاف جنرل غلام نبی خاں سے مکمل تعاون کیا۔ ترکستان میں بچہ سقہ کے گورنر عطا محمد نے حضرت صدر المشائخ کو قید کر دیا اور جبر و تشدد کے ذریعے بچہ سقہ کی حمایت پر مجبور کیا، آپ نے واضح طور پر فرمایا:

”وہ لیٹرے اور غاصب کو کسی قیمت پر بھی مسلمانوں کا بادشاہ تسلیم نہیں کریں گے، بدطینت بچہ سقہ کے سامنے کبھی بھی اپنا سر نہیں جھکائیں گے“



گورنر عطا محمد نے آپ کے ناقابل شکست خیالات سے آگاہ ہو کر پھانسی کا حکم دے دیا  
 اسی اثنا میں جنرل غلام نبی خاں نے زبردست حملہ کر کے مزار شریف، بلخ اور ترکستان کے علاقوں  
 پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح آپ بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے، چند دن بعد غازی امان اللہ نے اقتدار  
 سے دستبردار ہونے کا پیغام بھیجا یا اس لئے حضرت صدر المشائخ نے افغان معززین کی ایک  
 بڑی جماعت کے ساتھ تاشقند کا عزم کیا۔ حکومت روس نے یہ پابندی عائد کر دی کہ آپ تاشقند  
 کے علاوہ نہ تو کسی جگہ قیام کر سکتے ہیں اور نہ نقل و حرکت کی اجازت ہے۔ آپ نے اہل و عیال  
 سمیت آٹھ ماہ اس پابندی میں گزارے، اتنے میں نادر شاہ نے پچھسقمہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر  
 بادشاہت قائم کر لی اور آپ کو کابل بلا کر وزارت انصاف (عدلیہ) میں اصلاح امور شرعیہ کا  
 رکن نامزد کر دیا۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ یہ وزارت اپنے فرائض کا حق ادا نہیں کر سکتی تو  
 مستعفی ہو کر ارشاد و تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔

۱۹۴۸ء میں جب یہودیوں نے فلسطین کے عرب مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں  
 بے دخل کرنا شروع کیا تو حضرت صدر المشائخ نے اپنے والد ماجد کے ساتھ مل کر پورے  
 افغانستان کا دورہ کیا اور لاکھوں روپے جمع کر کے مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی  
 کے توسط سے مظلوم مسلمانوں میں تقسیم کرنے کے لئے بھجوائے۔

حضرت نور المشائخ مولانا فضل عمر قدس سرہ نے جب مغزنی میں ایک دینی ادارہ  
 نور المدارس کے قیام کا ارادہ کیا تو حضرت صدر المشائخ نے بے پناہ کوشش سے اس  
 منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور ایک عرصہ تک اس مدرسہ کے نائب صدر رہے۔ تحریک  
 خلافت کے سلسلے میں مولانا محمد علی جوہر اور دوسرے لیڈروں نے افغانستان کا دورہ کیا تو  
 آپ نے پورا پورا تعاون کیا، تحریک پاکستان کی حمایت میں آپ نے تمام مریدیوں کو خاص  
 ہدایات جاری کیں چنانچہ آپ کی تحریک پر قبائلی اور پوہندہ افغانوں نے کشمیر کے محاذ پر  
 بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد افغانستان اور پاکستان کے درمیان بعض  
 عناصر کے پیدا کردہ اختلافات کو ختم کرنے کے لئے آپ نے مسلسل جدوجہد  
 تاحیات جاری رکھی۔



۱۳۷۹ھ/۱۹۵۶ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپسی پر جب کراچی پہنچے تو حسین شہید سہروردی، فیروز خاں نون اور پاکستان کی وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسروں نے آپ کا پرتپاک استقبال کیا۔ اس موقع پر آپ نے دوران تقریر انادئی کشمیر کا اعلان فرمادیا اور کہا کہ ہم اس تحریک کے لئے جہاد کو جاری رکھیں گے۔

بعض مریدین کی خواہش پر آپ نے دہلی، کاٹھیاواڑ، بمبئی، کلکتہ اور مشرقی پاکستان کا دورہ کیا اور جا بجا عالم اسلام اور افغانستان و پاکستان کے اتحاد پر زور دیا اس دورے سے واپسی پر جب کراچی میں افغانستان کے سفارتخانے میں پاسپورٹ پیش کیا تو سفیر نے حکومت افغانستان کے اقامتی حکم کی بنا پر پاسپورٹ کی تجدید یا توسیع سے انکار کر دیا۔ ان حالات میں آپ نے ایک سال کراچی میں قیام فرما کر گلبرگ لاہور میں مستقل رہائش اختیار کر لی، نو سال بعد جب حالات معمول پر آئے تو آپ نے اہل و عیال کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔

مکرمی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ نے آپ کے پاکستان میں قیام کا سبب یوں تحریر فرمایا ہے:

”جس زمانے میں افغانستان میں عربانیت اور غیر شرعی امور کی ترویج ہوئی تو آپ نے سخت مخالفت کی چنانچہ اسی وجہ سے آپ ترک وطن پر مجبور ہوئے اور پاکستان میں قیام فرمایا۔“

صدر پاکستان محمد ایوب خاں نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی: ”

۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں جب ہندوستان نے اعلان جنگ کے بغیر پاکستان

پر حملہ کیا تو حضرت صدر المشائخ نے اپنے تمام مریدین کو اس جہاد میں شریک ہونے کی تلقین فرمائی چنانچہ قبائلی علاقہ کے مجاہدین نے آپ کی آواز پر بیک کھی اور ہر محاذ پر سرفروشانہ خدمات انجام دیں۔ غرض یہ کہ آپ نے اپنی تمام زندگی عام پیروں سے مختلف گزاری اور ہمیشہ اعلیٰ کلمۃ الحق اور عالم اسلام کے اتحاد کی کوشش کرتے رہے۔ جمعیتہ علماء پاکستان کی



ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کے مریدین کا صلقہ افغانستان اور پاکستان کے اندر پھیلا ہوا ہے۔

۱۵ ربیع الاول، ۱۸ اپریل (۱۳۹۳ھ/۱۹۷۲ء) کو دن کے ایک بجے ابرٹ وکٹر ہسپتال میں اہل سنت کے محبوب رہنما حضرت صدر المشائخ پیر فضل عثمان مجددی قدس سرہ کا وصال ہوا۔ ۱۹ ربیع الاول کو ایک خاص چار ڈیڑھ گیارے کے ذریعے آپ کے جبہ مبارک کو کابل پہنچا دیا گیا جہاں آپ کو آپ کے والد ماجد کے مزار انور کے پہلو میں خانقاہ عالیہ مجددیہ، قلعہ جواد میں دفن کر دیا گیا ہے۔

مولانا سید شریف احمد شرافت مدظلہ العالی نے قطعہ تاریخ وصال کہا سے  
 شد ز دنیا چوں سوئے دارالمخلد      اُن شہنشاہِ ذرّوہ ثقلین  
 نسلِ پاکِ مجددِ سرہند      ابنِ فضلِ عمر، مہِ حسین  
 آنکہ صدرِ مشائخِ دین بود      محرمِ رازِ سیدِ کونین  
 فیض و رشدش بہ کابل دلاہو      فخرِ فاروق و مظہرِ سبطین

سالِ ترحیلِ دے شرافت گفت  
 ”فضلِ عثمان، قبلہ دارین“

۱۹

۲۰

۲۳

ولہ ایضاً

بگو ترحیصِ اُن فخرِ المشائخ  
 کہ محبوبِ جہاں صدرِ المشائخ

۱۳

۱۵

۹۳

۱۵ ربیع الاول، ۱۸ اپریل (۱۳۹۳ھ/۱۹۷۲ء) کو دن کے ایک بجے ابرٹ وکٹر ہسپتال میں اہل سنت کے محبوب رہنما حضرت صدر المشائخ پیر فضل عثمان مجددی

مرتبہ مولانا سید ممتاز الحق مجددی، (مطبوعہ کراچی، ۹ جولائی ۱۹۷۳ء) سے ماخوذ ہیں۔



## دیگر مادہ تاریخ

”عاجی ہادی غفرہ اللہ“

۱۳      ۵      ۹۳

حضرت مولانا فضل عثمان مجددی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد اُن کے  
 فرزند ارجمند پیر فضل الرحمن مجددی مدظلہ (متولد ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۴/۱۹۳۵ء) کو  
 مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات قادری مدظلہ العالی نے پاکستان اور افغانستان  
 کے علماء و مشائخ کی متفقہ رائے سے بدر المشائخ کا خطاب دیا اور دستار بندی کرائی

۱۔ مکتوب گرامی محرمی حکیم محمد موسیٰ قسری مدظلہ بنام ماقم الخروف ۔

۲۔ ایس ایم ناد ، بہار حکایت (اکتوبر ۱۹۷۵ء) ص ۱۴۸۔



## امام الکاملین حضرت خواجہ فقیر محمد قدس سرہ (چوردہ شریف)

حضرت خواجہ خواجگان فقیر محمد ابن حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہما اپنے دور کے کاوشناخ سے ہوئے ہیں۔ آپ کا لقب حاجی گل تھا اور عام لوگ عقیدت و محبت سے بابا حاجی صاحب کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت تیزنی شریف مضافات تیراہ میں ہوئی۔ ولادت کے بعد جد امجد حضرت خواجہ محمد فیض اللہ تیراہی قدس سرہ کو پتہ چلا کہ آپ دودھ نہیں پیتے آپ تشریف لائے اور فرمایا: یہ ابھی سے اپنا حصہ طلب کرتے ہیں چنانچہ اپنی زبان مبارک نور مولود بچے کے منہ میں ڈال دی جسے حضرت خواجہ فقیر محمد دیر تک چوستے رہے اور اس کے بعد اللہ کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لڑکا بڑا نیک ہوگا اور اس کے وجود سے خلق خدا کو بہت فیض پہنچے گا۔

حضرت خواجہ فقیر محمد قدس سرہ نے تمام ظاہری اور باطنی علوم حضرت والد ماجد سے حاصل کئے، بچپن ہی سے آپ کی طبیعت کا میلان ذکر و فکر کی طرف تھا، علم و عرفان کے انوار نے اس شوق کو اور جلاد می۔ آپ شریعت مطہرہ کی اس قدر پابندی فرمایا کرتے تھے کہ سنت مبارک سے سر موٹجاؤرنہ کرتے تھے، غرابارا اور مساکین خاص طور پر آپ کی شفقت و عنایت سے بہرہ ور ہوا کرتے تھے۔ ۲۰ سال کی عمر میں والد ماجد نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ آپ کے وجود مسعود سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بے پناہ اشاعت ہوئی۔ آپ کے حلقہ ارادت میں بڑے بڑے فضلاء اور کاملین داخل ہوئے جو آپ کے فیض صحبت سے آسمان علم و عرفان کے آفتاب ماہتاب بن کر چمکے، ان میں سے امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی، حضرت مولانا حافظ عبدالکرمیم (داؤد پندی)، مولانا غلام محمد گوی، مولانا حسن محمد (گجرات)، مولانا غلام محی الدین (باولی شریف)، مولانا حافظ محمدین (دنگبہ) وغیرم رحمہم اللہ تعالیٰ سنایت مشہور بزرگ گزر سے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جلیم الطبع اور منکسر المزاج شخصیت کے مالک تھے



مریدین کو دوست یا یار کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے مرید کا لفظ استعمال نہ کرتے تھے،  
بیعت کے وقت مختلف مواقع پر درج ذیل اشعار پڑھا کرتے تھے ۛ

یا رسول اللہ انظر حالنا      یا حبیب اللہ اسمع قانا  
انہی فی بحر غم مغرق      خذ یدی سهل لنا اذ کلنا  
ۛ ہر دم خدار ایا دکن، دکھا سنگیں شاد کن      بل صفت فریاد کن، مشغول شو در ذکر ہو  
ۛ غافل کفر است پنہال در وجود آدمی  
ۛ ایں جنیں کافر شدن، اعاجبت ز تار نیت

آپ صاحبِ کرامات و خوارق تھے، آپ ایک گاؤں میں تشریف لے جایا کرتے تھے جہاں  
دو چار گھروں کے مواسب شیعہ تھے، آہستہ آہستہ وہ لوگ آپ کی مجلس میں حاضر ہونے لگے  
دو تین سال کے عرصے میں پورا گاؤں صحیح العقیدہ شعی ہو گیا۔

۲۹ محرم الحرام، یکم جولائی ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء بروز جمعرات بوقت عصر سو سال کی عمر میں  
آپ کا وصال ہوا، آپ کا مزار پُر انوار چودہ شریف ضلع کیمبلپور میں مرجعِ نام ہے۔ ہر سال عرس  
کے موقع پر بیشمار مریدین اور معتقدین آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں، مادہ تاریخ وصال  
”غفرلہ“ (۱۳۱۵) ہے ۛ



## فاضلِ جلیل مولانا فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ (مؤلف حقائقِ لجنہ)

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی ابن حافظ محمد سفارش ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں جمہرات کی رات کو موضع چٹن (جہلم کی غریب جانب دو میل کے فاصلے پر واقع ہے) میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد میاں قطب الدین (موضع ٹالیا نوالہ) سے تعلیم حاصل کرتے رہے پھر مولانا نور محمد (موضع کھائی کوٹلی ضلع جہلم) تلمیذ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر کئی سال تک استفادہ کرتے رہے اور صرف، نحو، فقہ اور دیگر علوم کی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں راولپنڈی جا کر مولانا عبدالکریم اور مولانا محمد حسن فیروزوالہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۷۶ھ میں دہلی گئے پہلے مولوی نذیر حسین دہلوی کے پاس پنجابی کٹرہ میں پہنچے، انہوں نے حذر کیا کہ ہم معقولات نہیں پڑھا سکتے اس لئے مولانا مفتی محمد صدر الدین خاں آذرہ، صدر الصدور دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ڈیڑھ سال کے عرصہ میں کتب متداولہ پڑھیں۔ ۱۲۷۷ھ میں وطن واپس چلے آئے اور کچھ عرصہ بعد مولانا کریم الہی (م ۱۲۸۲ھ) کی خدمت میں لاہور پہنچے اور استفادہ کیا انہی دنوں فن خطاطی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ باقاعدہ یہ فن حاصل کر کے مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں کتابت کا کام کرنے لگے۔

۱۲۸۴ھ میں مناظر اسلام مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری قدس سرہ کا پادری عماد الدین سے امرتسر میں مناظرہ ہوا تو مولانا فقیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی ردِ عیسائیت کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ حافظ صاحب مرحوم سے استفادہ کر کے اس فن میں مہارت حاصل کی۔ مولانا فقیر محمد نے عیسائیت اور عقائدِ باطلہ کے رد میں معتد بہ کام کیا اور تمام عمر علم و ادب اور مذہب کی خدمت میں صرف کردی۔ ۱۱ محرم ۱۲۹۱ھ سے ۱۳۰۱ھ تک اخبار آفتاب پنجاب کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ سے جہلم میں اپنے نعت جگر محمد سراج الدین کے نام پر مطبع سراج المطابع قائم کیا اور اخبار سراج الاخبار جاری کیا، اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خالص طور پر فتنہ مرزائیت کی تردید کے لئے بڑا کام کیا۔



مولانا کو تصنیف و تالیف سے خصوصی لگاؤ تھا، انہوں نے اہم کتابیں یادگار چھوڑیں جنہیں علمی طبقہ میں بہت وقعت کی نظر سے دیکھا گیا، تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ اردو ترجمہ تصدیق المسیح۔

۲۔ حاشیہ میانۃ الانسان عن وصوۃ الشیطان۔

۳۔ حاشیہ ابحاث ضروری (ہر دو تصانیف مناظر اسلام حافظ ولی اللہ لاہوری)

۴۔ تکریمہ مباحثہ دینی (مناظرہ مابین مناظر اسلام مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری و پادری عماد الدین)

۵۔ نذیرۃ الاقوال فی تزییح القرآن علی الالاجیل۔

۶۔ رسالہ آفتاب محمدی۔

۷۔ عمدۃ الابحاث فی وقوع الطلقات الثلاث (اس امر میں کہ تین طلاقیں بیک وقت واقع

ہو جاتی ہیں، ایک غیر مقلد کے شکوک و شبہات کا جواب)

۸۔ عدائق الخفیہ (حنفی علماء کا تذکرہ) وغیرہ وغیرہ، اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ملی

۹۔ اسیف الصائم لمنکر شان الامام الاعظم۔

مولانا فقیر محمد جملی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء میں ہوا

۱۔ فقیر محمد جملی، مولانا : عدائق الخفیہ، مطبوعہ نول کشور، کھنڑا، ۱۳۳۰ھ / ۱۸۸۶ء ص ۵-۲۹۲۔

۲۔ قلمی یادداشت مکرّم حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی۔



## علامہ زمن مولانا فیض الحسن فیض جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ

ادیبِ یگانہ، فاضلِ اجل مولانا فیض الحسن ابن مولانا علامہ محمد حسن فیضی قدس سرہما  
۲۷ جمادی الاول، ۶ اپریل (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) کو بمقام بھین تحصیل چکوال (ضلع جہلم) میں پیدا  
ہوئے، علومِ دینیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد فاتح قادیانیت مولانا محمد حسن فیضی سے کی،  
۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ ایک عرصہ  
تک لاہور کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ نعمانیہ میں مدرس رہے، امیر حزب اللہ پیرسید  
فضل شاہ جلالپوری آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا فیض الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کی طرح ادبِ عربی کے بنیظیر  
فاضل اور قادر الکلام شاعر تھے۔ امام الائمہ مالک الازمہ، سراج الائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی منقبت میں ایک قصیدہ عربیہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

کیف اثنیہ جل من اثناء	مل فی وصفہ حجتی العلماء
جل عما نقول فیہ کما جل	باوصافہ عن النظر
امانابل امام کل امام	ورکن قصر الشریعۃ الفراء
حیوۃ دین ابوحنیفۃ حیز	المکرمات وسند الہنیاء
کان واللہ بوضۃ الدین فی	القبراء اغصانہ علی الحضراء
قمر الفلک افضل کل یوم	ولذاک السکون وسط سماء
لابہ افتاطحاق وان لا	یبصر الفضل مقلۃ عمیاء

تمم النظم ایہا القیمن استغفر  
لساقد جنیت من اخطاء







ووجهك ميمون وفيه شهادة  
 من السادة الاخيار كانوا اعزة  
 ورثت من الابرار فخرا وسودا  
 وامك خيرا لام ببل غاية المنى  
 وشمس سموات تروح وتفتدى  
 امولاهى هل نظر الى تكثر ما  
 وهل كان لى فى كاسك الخير شربة  
 الست من القوم الذين يمينهم  
 ولم اتكلف فى مدحك انى  
 كما انه نظمى عجيب باسره  
 وحاجات نفسى والاله كثيرة  
 ومثلك يرحى فى الامور حلها

بانك خيرا لخب طرا وانجب  
 بمرضاته كل يعيق ويذهب  
 وهنتك العليا ونفسك تكسب  
 وروياك احلى فى الفؤاد واعذب  
 وشمس على شمسنا ليس تغرب  
 ونفسى فى العصيان تسعى تداب  
 افوز بها ام انى اتخيب  
 بمن فى مروضات تسيل وتسكب  
 اردت فجبرا نيل املى واكتب  
 كذاك وربى انت فى الخلق اعجب  
 فختام يا مولاهى فيها اعذب  
 ونفزع اليك كلما تهيب

فهب لى بسا ابغى وانك تعلم

وفيضك بين الناس يهوى وينهب

(ترجمہ) اے مدوح! آپ حسانت و برکات کے جامع اور محور ہیں فضائل و کمالات آپ کی طرف ہی منسوب کئے جاتے ہیں۔ — مجھے اپنی زندگی کی قسم آپ تقویٰ و بزرگی میں بے مثل اور معاصرین میں بے نظیر بلند پایہ عالم ہیں۔ — بہت سے لوگ کسی دلیل کے بغیر فقر کے مدعی ہیں اور جاہلوں کو مکر و فریب سے لڑتے ہیں۔ — لیکن

۱۔ چونکہ صاحب مدوح کا نام مبارک مہر علی شاہ صاحب تھا اور فارسی میں "مہر" شمس کو کہتے ہیں اس لئے

شعر میں "شمس علی" کہا، جو لطف سے خالی نہیں ۱۲ فیض

۲۔ انتخاب بنائب سلیمانہ : ص ۱۹۹۔



تمام لوگوں میں فقر کے اعتبار سے آپ کو دوا فر حصہ ملا ہے اور آپ کی  
کوشش و ہمت ہر دن بلند سے بلند تر ہے — آپ کو اللہ تعالیٰ  
نے رشد و برکت سے نوازا ہے اس لئے آپ کا ہر فعل پاکیزہ ہے  
— جو شخص بھی آپ کے دربار میں آرزو لے کر آیا وہ امید سے  
کہیں زیادہ با مراد ہو کر لوٹا — آپ کے متبرک ہاتھ میں ہدایت  
کے جام ہیں، ہدایت کے طالب آتے ہیں اور ان سے میلر بونے  
ہیں — آپ کے چہرہ انور میں کائنات و برکت اور اس بات کی  
شہادت ہے کہ آپ ہر انتخاب سے بہتر اور صاحبِ عزت سادات  
اختیار سے نجابت میں فائق ہیں اور ہر شخص کی آمد و رفت آپ کی رضامندی  
سے ہے — آپ کو فخر اور سیادت ابار سے ورثہ میں ملی ہے  
آپ کی ہمت بلند اور ذات اقدس کریم ہے — آپ کی زیارت  
کا قصد بہترین مقصد بلکہ انتہائے آرزو ہے اور آپ کی زیارت میں دل  
کے لئے لذت و سرور ہے — آسمان کا سورج کبھی طلوع  
اور کبھی غروب ہوتا ہے جبکہ مہر علی ہمارا وہ آفتاب ہے جسے  
غروب نہیں ہے — آقا کیا آپ مجھ پر نظرِ کرم فرمائیں گے  
میل نفس گناہوں میں کوشاں اور محو ہے — کیا آپ کے خیر و  
برکت والے جام میں میرا حصہ ہے، مجھے بھی حصہ ملے گا یا میں محروم  
ہی رہوں گا؟ — کیا میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں  
جنہیں آپ کے فیوضاتِ عامرہ کے بادل سے نوازا جاتا ہے —  
میں نے آپ کی مدح میں تکلف سے کام نہیں لیا بلکہ میرے ارادہ  
کرنے پر جبریل امین مجھے لکھاتے جا رہے ہیں اور میں لکھتا جا رہا ہوں  
— جس طرح میری نظم تمام تر عجیب ہے اس طرح آپ تمام  
مخلوق سے نہایت عجیب ہیں — بخدا میری حاجتیں بکثرت



ہیں، آقا! میں ان کے عذاب میں کب تک جلتا رہوں گا۔۔۔  
 آپ ایسی شخصیت ہی سے تمام امور کے حل کی توقع کی جاسکتی ہے، کوئی  
 بھی تکلیف ہو ہم آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔۔۔ میری آرزو  
 پوری کیجئے جسے آپ جانتے ہیں، آپ کا فیض لوگوں میں عام ہے  
 جس سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔“

مولانا فیض الحسن فیض نے متعدد کتابوں کا اردو ترجمہ کیا، اس وقت جن کتابوں

کے نام معلوم ہو سکے ہیں، یہ ہیں :-

- ۱۔ علم الکلام از امام غزالی قدس سرہ
  - ۲۔ تجرید الاحادیث از امام عبدالرؤف مناوی قدس سرہ
  - ۳۔ صدائق الاخبار از محمد صادق فرغانی
  - ۴۔ سیرت محمد عربی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) از طالسٹانی (مفکر روس)
- ان کے علاوہ انسائیکلو پیڈیا، شائع کردہ پیسہ اخبار، لاہور کی تدوین و ترتیب  
 میں آپ کا بہت بڑا حصہ تھا۔

جمادی الاولیٰ، نومبر (۱۳۴۷/۱۹۲۸ء) میں اس جلیل القدر علامہ کا وصال  
 ہوا اور اپنے آبائی گاؤں بھین تحصیل چکوال (ضلع جہلم) میں محو استراحت ابدی ہوئے لہ

لہ یہ حالات انتخاب مناقب سلیمانیک کے حوالوں کے علاوہ مکرئی سید نور محمد قادری زید مجاہد نے فراہم کئے۔



## استاذ العلماء مولانا محمد قدیر بخش بدایونی قدس سرہ

حضرت مولانا علامہ محمد قدیر بخش ابن مولانا مفتی حافظ بخش رحمہما اللہ تعالیٰ، ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں آنولہ (مصناعات بریلی) میں پیدا ہوئے، والد ماجد نے تاریخی نام منظور الحبیب (۱۳۰۷ھ/تجویر) کیا۔ درس نظامی کی اکثر و بیشتر کتابیں مدرسہ شمس العلوم، بدایوں میں حضرت والد ماجد سے پڑھیں شرح جامی کی ابتدا مولانا شاہ عبدالمقصد بدایونی قدس سرہ سے کی اور بعض درسی کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں حضرت تاج الفحول شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کے مدرس کے موقع پر سند اور دستاویزیت حاصل کی، بعد ازاں حکیم سید حسن مراد آبادی سے دو سال میں طب کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۹۱۲ء میں مدرسہ شمس العلوم، بدایوں میں ایس مقرر ہوئے، ۱۹۲۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا، ۱۹۲۳ء میں مدرسہ تعلیم الاسلام جے پور میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۳۲ سال تک نہ صرف محنت و جانفشانی سے علوم دینیہ پڑھائے بلکہ سماجی اور اصلاحی کاموں میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے۔

حضرت علامہ مولانا محمد قدیر بخش قدس سرہ ۱۹۵۶ء میں مستقل طور پر پاکستان (حیدرآباد، سندھ) تشریف لے آئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔ تمام زندگی آپ کا مقصد علوم دینیہ کی اشاعت رہا،

پروفیسر محمد ایوب قادری کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-  
 "میری زندگی کا نصب العین علوم دین کی اشاعت ہے، بھگوان اللہ تعالیٰ نے  
 میں اپنے اساتذہ کے مسلک کے مطابق اس باب میں جدوجہد عمل میں  
 لا رہا ہوں، میں نے درس نظامی کے مروجہ نصاب کی ہی تعلیم جاری رکھی جو  
 بڑی بابرکت ہے اور جامعیت علوم و فنون کے اعتبار سے درس نظامی  
 اکل ترین نصاب ہے، اس نصاب کی تکمیل سے تمام علوم و فنون کی استعداد  
 پیدا ہو جاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ درس نظامی ملا نظام الدین سہالوی علیہ السلام



کی زندہ کرامت ہے جن کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا، اس درس کے ساتھ ساتھ  
زمانہ کے رجحانات کے پیش نظر پنجاب اور اہل آباد کی یونیورسٹیوں کے نصابوں  
کی تعلیم بھی جاری رکھی جو درسِ نظامی ہی میں قدرے ترمیم کے بعد ترتیب  
دئے گئے ہیں۔

آپ کی تصانیف میں سے ایک رسالہ کتاب النکاح والطلاق ۱۹۵۶ء میں حیدرآباد، سندھ  
سے شائع ہوا، ایک اور رسالہ علم الغرض کا مسودہ آپ کے فرزند مولوی عبدالباری کے  
پاس محفوظ ہے۔

آپ کے طویل عرصہ تدریس میں سینکڑوں علمائے آپ سے اکتساب کیا، چند تلامذہ  
کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ حضرت مفتی عزیز احمد مدظلہ العالی خطیب جامع مسجد جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور۔
  - ۲۔ مولانا محمد عبدالرشید نعمانی
  - ۳۔ مولانا عبدالحامد بدایونی
  - ۴۔ مولانا عبدالواحد عثمانی
  - ۵۔ مولانا عبدالملک حسینی
  - ۶۔ مولانا نور حسین بدایونی
  - ۷۔ مولانا محمود الحسن بدایونی
  - ۸۔ مولانا عبدالقیوم ناطق، جے پوری
  - ۹۔ میر سرفراز علی جے پوری
  - ۱۰۔ مولانا حکیم نسیم الدین نقوی (حیدرآباد، سندھ)
  - ۱۱۔ پروفیسر کے۔ ایل دتہ (مہاراج کالج جے پور)
  - ۱۲۔ حافظ مبارک علی نابینا (سابق ایم ایل اے، حیدرآباد سندھ) وغیرہم۔
- حضرت مولانا محمد قدیر بخش قدس سرہ کا وصال ۹ ربیع الثانی، ۱۳ نومبر (۱۳۷۶/۱۹۵۶ء) بروز ہفتہ حیدرآباد، سندھ میں ہوا، پروفیسر لایب قادری نے تاریخ وفات کسی  
ہائے مولانا قدیر بخش " (۱۳۷۶ء)
- مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قطعہ تاریخ وصال کما جس میں مولانا  
کی ساری زندگی کا عکس موجود ہے۔

دلی صفت تھے محمد قدیر بخش، منسب  
پدر بھی آپ کے تھے عالم دلی و فقیہ  
تھے علم و فضل میں یکتا، عصر بے تمثال  
تھے آپ بھی بہترین علم و فضل و زہد و کمال



حدیث و منطق و تفسیر و فقہ، علم کلام،  
 تھے آپ باہم اوصاف علم و زہد و سلوک  
 سند فراغ کی تھی دستِ مقتدر سے ملی  
 چلے بدایوں سے جے پور میں اقامت کی  
 برائے چندے ریاست سے آئے پاکستان  
 پسر تھے آپ کے مسکن گزین حیدر آباد  
 نثار شانِ قضا و قدر بحکم تدبیر  
 ہزار حیف! سدھارے بہشت کو مرحوم  
 مرے حبیب و صدیق و ولی تھے مولانا  
 کریم، بعد فنا مغفرت کرے ان کی  
 غرض تھے ماہر ہر فن بغیر قبیل و قال  
 خلیق و نیک صفت، فرشتہ جنصال  
 رہے مدرسِ اعلیٰ وطن ہی میں کچھ سال  
 تھے قدر دان ریاست کے سارے اہل کمال  
 یہاں مقیم تھے مدوح کے کچھ اہل و عیال  
 یہیں قیام پذیر آپ بھی ہوئے فی الحال  
 پدر کا ہو گیا نورِ نظر کے گھر میں وصال  
 ہیں قادر یوں کے دل ان کے غم میں محو طال  
 میں ان کی دید سے محروم رہ گیا امسال  
 سکون و میر عطا ہو برائے اہل و عیال

ضیاء تلاش ہے تاریخ کی تو کد تہجے

دلی حبیب محمد قدیر بخش ہے سال

۱۳ ۵۶

۱۷ محمد ایوب قادری، پروفیسر : قلمی یادداشت



## مولانا علامہ حکیم محمد قطب الدین جسنگوی قدس سرہ العسزیز

مناظر جلیل، طبیبِ عارف حضرت علامہ مولانا حکیم محمد قطب الدین ابن مولوی احمد بخش موضع پرکھٹ  
سدانہ (ضلع جسنگ) میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی بعد ازاں صرف و نحو  
کے امام مولانا حافظ جمال اللہ رحمہ اللہ تعلقے کی خدمت میں گھوٹہ (ضلع ملتان) میں حاضر ہوئے اور  
صرف سے لے کر عبد الغفور (حاشیہ شرح جامی) اور متن متین تک کتابیں پڑھیں، حضرت  
حافظ صاحب کے وصال کے بعد شمس العلماء مولانا غلام حسین قریشی ساکن تیسری کی خدمت میں محرف  
تعلیم رہے، اس کے بعد دہلی چلے گئے اور طبیہ کالج دہلی میں داخل ہوئے یکم رمضان المبارک،  
۱۳ جولائی (۱۹۱۵/۵۱۳۳۳) کو فاضل طب و جراحی کی سند اور تمغہ حاصل کر کے واپس پنجاب  
تشریف لائے۔

آپ کو طالب علمی کے دور ہی سے تقریر و مناظرہ سے دلچسپی تھی۔ قیامِ دہلی کے دوران  
مسلمانانِ دہلی نے فوارہ کے مقام پر مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے  
آپ ہی کو منتخب کیا ہوا تھا۔ آپ نے دہلی، اگر وہ غیرہ مقامات میں عیسائی اور آریہ مبلغین سے مناظرے  
کئے اور انہیں شکستِ فاش دی، بڑے بڑے مناظر آپ کا سامنا کرنے سے پہلو تھی کیا کرتے  
تھے۔ ایک دفعہ آریہ کے ساتھ آپ کا مناظرہ ہوا، شرائطِ مناظرہ میں ایک بات یہ طے  
ہوئی کہ کوئی ایسا مسئلہ پیش نہ کیا جائے جو فریقین میں مشترک ہو۔ آریہ نے اسلام پر اعتراض کیا کہ  
اس مذہب میں انصاف نہیں ہے مثلاً جب کسی مسلمان کی ہوا خارج ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ  
اس کا دھڑوٹ گیا اور پھر لطف یہ کہ جہاں سے ہوا خارج ہوئی اچھکے کو دھونے کی بجائے دوسرے  
اعضاء کو دھونا شروع کر دیا جاتا ہے، مولانا نے فرمایا: تم شرائطِ مناظرہ کی خلاف ورزی کر رہے  
ہو کیونکہ یہ مسئلہ فریقین میں مشترک ہے، دیکھو جب تمہارا کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کے چند  
خاص رشتہ دار چاہے اس سے ہزاروں میل کے فاصلے پر ہوں خبر پتے ہی غسل کرتے ہیں، کپڑے  
دھوتے ہیں، برتنوں اور چوکے کی صفائی کرتے ہیں، مرنیوالا ہزاروں میل دوسرے دورس کی



پلیدی یہاں اثر کر رہی ہے، وضو کے اعضاء تو پھر قریب ہیں۔

آریہ مناظر نے دوسرا اعتراض کیا: تم چند کلمات پڑھ کر جانور کو چھری، چاقو سے ذبح کرتے ہو، میں پوچھتا ہوں وہ جانور پہلے حلال تھا یا ان کلمات کے پڑھنے سے حلال ہوا، اگر پہلے ہی حلال تھا تو کلمات پڑھنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر ان کلمات کے پڑھنے سے حلال ہوا ہے تو چاہئے کہ بتی کتے پر بھی یہی کلمات پڑھ کر ذبح کر کے کھا جاؤ، مولانا نے فرمایا: پندت صاحب درما ہوش سے بات کرو، تم پھر شرائط کی خلاف ورزی کر رہے ہو، کیونکہ یہ سدا بھی فریقین میں مشترک ہے۔ دیکھئے جب آپ نکاح پڑھتے ہیں تو آپ کا برہمن "بھوج" پڑھتا ہے اور دولہا کو دلہن کے گرد چند چکر دلاتا ہے۔ اب بتائیے کہ بھوج پڑھنے اور چکر دلانے سے دلہن دولہا پر حلال ہوئی ہے یا پہلے ہی حلال تھی؟ اگر پہلے ہی حلال تھی تو بھوج پڑھنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر ان سے حلال ہوئی ہے تو چاہئے کہ بھوج پڑھ کر اور چکر کاٹ کر ماں بہن کو بھی حلال کر کے نکاح میں لے آؤ! غرض مولانا کی سخت گرفت پر آریہ مناظر کو راہ فرار کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

مسئلہ تقلید شخصی پر موضع بدوانہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں مولوی شہار احمد تسری سے مناظرہ کیا اور فتح مبین حاصل کی، اس مناظرہ میں احناف کی طرف سے مولانا محمد قطب الدین کے علاوہ مولانا غلام حسین تلمیری، مولانا غلام محمد گھوٹوی اور مولانا نظام الدین ملتانی شریک تھے، اور غیر مقلدین کی طرف سے مولوی شہار احمد، مولوی عبدالحمید بدوانی، مولوی عبدالوہاب دہلوی اور مولوی محمد یار نیلی بہادر شاہ موجود تھے۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۵ء کو روڈ چدھر (ضلع لائل پور) میں مولوی فیض محمد کھیانوی (مخالف صحابہ) سے مناظرہ کیا اور پانچ اہم مسائل پر فتوے کے زبردست فتح حاصل کی، مولانا نے اپنی تمام زندگی مذہب اسلام اور مسکب اہل سنت و جماعت کے تحفظ اور اشاعت میں بسر کی۔

مولانا منفر دانا پراد از صاحب قلم تھے، آپ کے مضامین عرصہ تک مجلہ طبیبہ دہلی، الفقہ امرتسر، شمس الاسلام بھیرہ، لمعات الصوفیہ اور انوار الصوفیہ لکھنؤ وغیرہ  
سرخ جوتے رہے۔ آپ کی تصانیف میں سے دو رسالے "فیصد ترمیمیہ" (ردّ رواضخ)



اور خونی داستان چھپ چکے ہیں۔

حضرت مولانا، تحصیل علم کے بعد امیرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، حضرت امیرت کی معیت میں دو دفعہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ آپ ہی کی استدعا پر حضرت امیرت کی تشریف آوری جھنگ میں ہوئی، جا بجا تبلیغی جلسے ہوئے اور کثیر التعداد بندگانِ خدا شرفِ بیعت سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بہت عقیدت تھی، حضرت امیرت بھی آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے، آپ کو خلافت عنایت فرمائی اور ہمیشہ الطافِ خسرانہ سے نوازتے رہے۔

حضرت مولانا محمد قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فنِ طب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے قرآن مجید اور علومِ دینیہ سے تو انہیں اتنا لگاؤ تھا کہ اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو حفظِ قرآن کرایا تھا ایک صاحبزادی کو مشکوٰۃ شریف اور جلالین شریف پڑھا رہے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں ایک حافظ، عالم اور طبیب حکیم محمود الحسن، طب کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور دوسرے اہل سنت کے مایہ ناز مدرس، مناظر اور خطیب مولانا عبدالرشید جھنگوی مدظلہ دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔

مولانا محمد قطب الدین جھنگوی قدس سرہ ۲۵ ربیع الثانی، ۲۹ اکتوبر (۱۹۵۹/۱۳) بروز جمعرات تین بجے دن واصل بحق ہوئے لے آپ کا مرقدا نور قطب آباد (چک ۲۳۲ جو تیا نوار، ڈاک خانہ چک ۲۳۲، ضلع جھنگ) میں ہے۔ آپ کی یاد میں مزار شریف کے پاس جامعہ قطبیہ رضویہ قائم کیا گیا ہے، حضرت مولانا حکیم خادم علی قدس سرہ نے تاریخ وفات کہی، چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

عالم، فاضل، فقیہ، نامدار	بود در دنیا ز دنیا بر کنار
ماہر اسرار تفسیر و حدیث	مخزن انوار و شیخ روزگار
در شریعت بد مثال کو ہمار	در طریقت بھرنا پسید اکنار

لے فضل حسین فضل، حکیم، ہفت روزہ محبوب حق، لائل پور، ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء، ص ۶



حال تاثیر القدر او  
 فیض یاب از آفتاب معرفت  
 بود تخریش چو در شہوار  
 حضرت شاد و جہانت باوقار  
 کرد میں سینہ اش رازر نگار  
 شد درون خاک برقد پرده دار  
 آہ! آل فرخ ریز شیریں مقال  
 هست در الفاظ سال و ملتش  
 از ریح الاخضر آمد بست و تنج  
 وقت ظہرش بود وقت انتقال  
 روز پنج شنبہ بیاید در شمار

۱۷ ہفت روزہ (اب مکرے) رضائے حسینے گوجرانوار، یہ شانہ اس وقت پیش نظر نہیں ہے۔



## قدوة السالکین حضرت مولانا سید قطب علی شاہ قدس سرہ

حضرت مولانا سید قطب علی شاہ قادری ابن سید امام شاہ بخاری قدس سرہ ساکن سنڈیلیا نوالی (پیر محل) ضلع لائل پور، حسینی سادات سے تھے اور بیعت و خلافت حضرت سید چراغ علی شاہ قدس سرہ (م ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۹ء) سے تھی جن کا سلسلہ نظر لغت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے۔

حضرت سید قطب علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماہ مجادوں سمیت ۱۹۰۶ بروز یک شنبہ متولد ہوئے۔ حضرت مصروف اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم و عارف تھے۔ آپ سے ہزاروں لوگ فیضیاب ہوئے۔ ظاہری علوم میں بھی باکمال تھے۔ آپ کے فضل و کمال پر آپ کی تصانیف شاہد عدل ہیں۔

آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ اسرار المعرفت (مسائل سلوک پر)
- ۲۔ مناظرہ ہیر و قاضی (قاضی کی جانب سے شریعت کی قطعین اور بزبان ہیر عشق و معرفت کی حکایات)

۳۔ شواظ البرقت فی ردی الجمرات (رد شیعہ میں لاجواب کتاب ہے)

۴۔ رسالہ رد شیعہ بقول امامیہ۔

۵۔ انوار قدسیہ فی رد رموز بدیہ (رد شیعہ)

۶۔ فہرست نہج البلاغہ (رد شیعہ)

حضرت سید قطب علی شاہ کے ملفوظات بنام رسالہ "مرآة الفقراء" مرتبہ سلطان بن محمد رمضان طالبان راہ خدا کے لئے نہایت مفید ہیں۔ یہ ملفوظات ۲۵ رمضان المبارک، ۱۳۲۲ھ سے ۲ محرم ۱۳۲۸ھ تک کے ہیں۔ حضرت قطب علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ سے مخلصانہ و محبانہ تعلقات تھے۔



جمادی الاخریٰ، نومبر (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۶ء) میں داخل بحق ہو کر سندھ پٹیالہ نالی (پیر محل) میں محو خواب ابدی ہوئے۔ آپ کا مزار پُر انوار نہایت شاندار بنا ہوا ہے اور مرجعِ خلائق ہے۔ سالانہ عرس پر بے پناہ ہجوم ہوتا ہے۔ اب یہ مزار محکمہ اوقاف کی تحویل میں آچکا ہے، قطعاً تاریخِ ہمال درج ذیل ہے ۷

یومِ خمیس از جمادی الآخر      دیدہ ام حادثہ سیکے پُر درد  
 کرد از ماجدا قضائے قدیر      قطبِ اقطابِ کمالِ اکمل مرد  
 گفت ہاتف کہ آہ احمد دین  
 قطبِ شاہ از جہان رحلت کرد

۴۶      ۷      ۱۳

۷ قلمی یادداشت مکتوبی حکیم محمد مہر علی امرتسری مقلدِ عالی



## مولانا صوفی ابراہیم قلسدر علی سہروردی قدس سرہ العزیز

مولانا صوفی ابراہیم قلسدر علی قدس سرہ کو ٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کے گیلانی سادات کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن نامساعد حالات میں بھی آپ نے سلسلہ تعلیم جاری رکھا۔ مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔ اسی اشتیاق کی بنا پر دیوبند پہنچے۔ ایک رات قیام کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں تقریباً اڑھائی سال تک قیام کیا اور علوم دینیہ کا استفادہ امام اہل سنت سے کیا۔

حیاتِ گروہ ضلع گجرات میں حضرت میاں غلام محمد سہروردی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ نیز حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرفپوری قدس سرہ العزیز سے بھی استفادہ کیا۔

آپ ایک عرصہ تک جامع مسجد حضرت شاہ ابوالاعلیٰ قادری قدس سرہ اور مسجد چوہدریاں قلعہ گوجرانگہ میں خطیب رہے اور دلوں کی دنیا کو سیراب کرتے رہے۔ آپ نے متعدد کتابیں لکھیں اور اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ جمال النبی -

۲۔ جمال رسول -

۱۔ محمد دین کلیم مؤرخ لاہور : سہروردی اولیائے لاہور (مکتبہ تاریخ لاہور ۱۹۶۹ء) ص ۳۲۶

۲۔ ایفا



۳. سیاح لامکان۔  
 ۴. رسالہ حکیم غیب۔  
 ۵. تذکرہ سروردیہ۔  
 ۶. انوار سروردیہ  
 ۷. میلاد الرسول  
 ۸. علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 ۹. الفقہ فخری  
 ۱۰. پردہ نسوان وغیرہ وغیرہ
- ۲۷ صفر المنظر، ۱۰ ستمبر بروز بدھ (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) کو آپ کا وصال ہوا۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری دامت برکاتہم العالیہ نے پڑھائی۔ آپ کا مزار ملتان روڈ پر ساتویں میل پر پشاور سڑک بھجروال میں واقع ہے جہاں پر آپ کا عرس منعقد ہوتا ہے۔

۱۔ محمد یوسف سروردی : اجتماع صدیقین فی شان قنذر ، ص ۱-۱۶۰

۲۔ محمد دین کلیم : سروردی اولیائے لاہور ، ص ۳۳۳



## غازی اسلام مولانا محمد کرم الدین دبیر قدس سرہ بھییں ضلع جہلم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر قدس سرہ ۱۸۵۷ء سے چار پانچ سال پہلے بھییں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے، ابتدائی کتابیں وطن ہی میں پڑھیں، مزید تعلیم لاہور اور امرتسر کے مدارس میں حاصل کی، کچھ عرصہ مولانا احمد علی سہارنپوری سے درسِ حدیث لیا پھر امرتسر آکر درسِ حدیث کی تکمیل کی، اس سلسلہ عالیہ حقیقتیہ میں زبدۃ الکاملین حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے، اس تکمیل کے بعد چند سال بھییں ضلع جہلم میں درس و تدریس کا شغل جاری رکھا۔

مولانا محمد کرم الدین دبیر کو قدرت نے بے پناہ مناظرانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا چنانچہ انہوں نے تمام عمر مذاہبِ باطلہ (مرزائیہ، شیعہ، وہابیہ) کی تردید اور ان سے مناظرے کرنے میں صرف فرمائی، آپ کے مخلص دوست مولانا فقیر محمد جہلمی (مؤلف حدائق الخفییہ) جہلم سے ہفت روزہ سراج الاخبار نکالتے تھے، انہوں نے مولانا کرم الدین کو اس رسالے کا مدیر مقرر کر دیا۔ آپ نے مرزائیوں کے خلاف زور دار مضامین لکھے، دنیائے مرزائیت میں تہلکہ مچ گیا، اور کوئی چارہ نظر نہ آیا تو آپ کے خلاف یکے بعد دیگرے کئی مقدمات دائر کر دیئے۔ پہلا مقدمہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو اور دوسرا ۲۹ جنوری ۱۹۰۳ء کو حکیم فضل دین بھیروی قادیانی کی طرف سے گورداسپور میں دائر کیا، دونوں میں مولانا باعزت طور پر برہمی کر دیئے گئے، تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار المحکم کی طرف سے مولانا کرم الدین دبیر اور مولانا فقیر محمد جہلمی پر قائم کیا گیا جس میں مدعا علیہا پر ۵۳ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کر دیا گیا۔

۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو مرزائیوں کی طرف سے ایک کتاب مواہب الرحمن جہلم میں

۱۔ مغل حسین قاضی: حالات مصنف آفتاب ہدایت، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، چکوال، ص ۱۷۔  
 ۲۔ محمد نشا تائش قصوی، تحریکِ ردِ مرزائیت کے تین مجاہد، ماہنامہ ضیاء، ص ۱۹، دسمبر ۱۹۷۷ء، ص ۵۵۔



تقسیم کی گئی جس میں مولانا کے خلاف جی بھر کر زہرا لگایا تھا، مولانا کریم الدین دیر نے مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کر دیا، یہ مقدمہ دو سال تک چلتا رہا۔ ۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے جج نے مرزا غلام احمد قادیانی پر پانچ سو روپے اور حکیم فضل دین پر دو سو روپے جرمانہ کا حکم دیا اور جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں بالترتیب چھ ماہ اور پانچ ماہ قید کا حکم سنایا۔ اس مقدمہ میں مولانا کریم الدین کے بے باکانہ بیانات نے مرزائیوں کے کس بل نکال دئے اور فیصلے نے تو ان کے گھروں میں صف ماتم بچا دی۔ اس کے علاوہ مولوی اشدتہ اور دیگر مرزائی مناظرین کے ساتھ کامیاب مناظرے کئے اور انہیں شکستِ فاش سے دوچار کر دیا۔

شیعہ مناظرین کو بھی لٹکارا اور کئی بار انہیں شکست دی۔ کندیاں میں مشہور شیعہ مناظر مرزا احمد علی سے مناظرہ کیا اور فتحِ تبیین حاصل کی۔ ۳ مئی ۱۹۲۰ء کو میرپور میں اور ۴ اپریل ۱۹۲۳ء کو چیک رجاوی، گجرات میں اہلحدیث کے مشہور مناظر مولوی ثناء اللہ امرتسری سے تقلیدِ شخصی وغیرہ موضوعات پر مناظرہ کیا اور فریقِ مخالف کو لاجواب کر دیا۔ مولانا دبیر کی خصوصیت یہ تھی کہ ایک دفعہ ان کے سامنے آنے والا دوبارہ سامنا کرنے سے گھبراتا تھا، ان کا علم و فضل عامرِ جوانی اور پر عیش شخصیت مقابل پر گہرا اثر ڈال دیتے تھے۔

حضرت مولانا دبیر، ناموس رسالت کے سچے محافظ، مسلکِ اہل سنت و جماعت کے مبلغ اور بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلنے والے بزرگ تھے، ان کے فرزند مولوی قاضی مظہر حسین (چکوال) اپنے والد کے برعکس دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے آفتابِ ہدایت کے آغاز میں مصنف کا تعارف کراتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا کریم الدین آخر عمر میں علماء دیوبند سے متاثر ہو کر اپنے مسلک سے برگشتہ ہو گئے تھے لہٰذا ہمارے سامنے ایسی کوئی بنیاد نہیں ہے جس کی بنا پر ہم یہ سمجھ سکیں کہ مولانا نے مسلکِ اہل سنت چھوڑ کر مسلکِ علماء دیوبند اختیار کر لیا تھا البتہ ایسے شواہد



طنتے ہیں جن سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک راسخ العقیدہ سنی تھے بشرطاً  
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی مبارک تصنیف حسام الحرمین پر  
مولانا کریم الدین دبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تقریظ درج ذیل الفاظ میں ملتی ہے :

” باسمہ سبحانہ - حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے دیوبندی  
جن کے سرگروہ فلیل احمد و رشید احمد ہیں نجدی گروہ، متبعین محمد بن عبد الوہاب  
نجدی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ نجدی تو پہلے ہی سے مسلمانان  
مقلدین سے الگ تھلگ ہو گئے، مسلمانوں کو ان کے عقائدِ خبیثہ سے  
انگاہی ہو گئی اور ان سے مجتنب ہو گئے لیکن دیوبندی حنفی وہابی نما، حنفی  
مسلمانوں سے شکر و شیر ہو کر گویا علو سے میں نہ ہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے  
ہیں، اعاذنا اللہ منہم۔“

اور اب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں  
نے علیحدگی اختیار کر لی ہے، بہر حال نجدیوں اور دیوبندیوں کے دلوں  
میں خدا و رسول خدا کی کچھ عظمت نہیں ہے۔ امکانِ کذب باری کے  
قابل ہو کر انہوں نے تو بین باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا، حضور صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم معاذ اللہ، حیوانات اور مجانین کی طرح  
اور شیطان کے علم سے کم بتایا، میلاد النبی کو کنہیا کے سوانگ سے تشبیہ  
دی اور میلاد کر نیوالوں کو مشرک کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد  
ہے ”لایؤمن احدکم حتیٰ کون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین“ اور  
چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذرہ  
بھی موجود نہیں اسلئے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں جیسا کہ علمائے حرمین  
شریفین کا مدلل و مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے۔“

والسلام، خاکسار الفضل محمد کریم الدین عفا اللہ عنہ از بھٹیس پبلشنگز چکوال ضلع جہلم



الجواب صحیح، احمد دین واعظ الاسلام از بادستہائی ضلع جہلم۔  
صحیح الجواب، محمد فیض الحسن عفاعنہ (مولوی فاضل) مدرس ہرنی گورنمنٹ ہائی سکول

حکوال ضلع جہلم سے

مولانا کریم الدین دبیر اپنے دور کے متبحر فاضل تھے، یہ کیونکہ ممکن ہے کہ صورتِ حال سے بے خبر ہوتے ہوئے اس قدر شدید فتویٰ صادر کرتے۔

فالتا ۱۹۳۶ء میں سلا نوالی ضلع سرگودھا میں مولانا حشمت علی خاں لکھنوی اور مولوی منظور احمد نعمانی دیوبندی کے درمیان مسئلہ علم غیب پر مناظرہ ہوا تو مولانا کریم الدین دبیر اہلسنت کی طرف سے صدر تھے لکہ اس مناظرے کا اہتمام حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی دام ظلہ العالی نے کیا تھا، ظاہر ہے ایسے فیصلہ کن مناظرے میں اہل سنت کی طرف سے ایسے شخص کو صدر نہیں بنایا جاسکتا تھا جو بریلوی اور دیوبندی اختلاف سے صحیح طور پر آگاہ ہی نہ ہو۔

۱۹۲۰ء میں مولانا کریم الدین دبیر اور ضلع لاہور کے مولوی محمد فاضل (غیر مقلد) کے درمیان مسئلہ نور پر تحریری گفتگو ہوئی، بالآخر طے پایا کہ اہل سنت کے مرکزی دارالعلوم جامعہ نعمانیہ لاہور کی طرف رجوع کیا جائے، مولانا کریم الدین دبیر لکھتے ہیں :-

یہ امر کہ آپ دیوبندی مولوی صاحب منصف گردانتا چاہتے ہیں حالانکہ علماء حرمین شریفین کا فتویٰ علماء دیوبند کے خلاف صادر ہو چکا ہے آپ اسی حصے و حصے میں وقت گزارنا چاہتے ہیں، اگر آپ حنفی ہیں تو مولوی احمد رضا خاں صاحب کو منصف مان لیں، نہیں تو انجمن نعمانیہ لاہور کو پرچے بھیج دئے جائیں یہ بھی نہیں تو آپ خاموش رہیں گے

مولانا نور بخش تو کلی اور مولوی غلام مرشد نے محاکمہ میں مولانا کریم الدین کی تائید کی۔

۱۔ حشمت علی خاں، مولانا : الصوامع المنذیہ مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہوال، ص ۱۱۰-۱۱۱۔

۲۔ مظہر حسین قاضی : آفتاب ہدایت ، ص ۲۱۔

۳۔ نور بخش تو کلی، مولانا ، نور مطبوعہ انجمن نعمانیہ، لاہور ، ص ۳۱۔



تبلیغ و مناظرے کی بے حساب مصروفیات کے باوجود آپ نے کئی کتابیں  
تحریر فرمائیں، آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ آفتابِ ہدایت، درِ فضل و بدعت۔
- ۲۔ تازیانہ سعادت، ان مقدمات کی تفصیل جو مولانا نے جہلم اور گورداسپور میں مرزا کے  
قادیانی کے ساتھ لڑے۔
- ۳۔ مناظراتِ ثلاثہ۔
- ۴۔ صداقت مذہبِ نعمانی۔

کئی کتابوں پر آپ کی منظوم تقریریں ملتی ہیں مثلاً سیرت المجیبانہ چوہدری  
فضل حق، چکوال ضلع جہلم پر طویل تقریر پیش نظر ہے۔ ہدایت المسلمین از حضرت  
میاں محمد بخش قادری (مصنف سیف الملوک وغیرہ) پر اردو نظم میں مبسوط تقریر لکھی  
ہے، اس میں فرماتے ہیں :-

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے      جو بد باطن خبیث و بد زباں ہے  
وہ کہلاتے ہیں لامذہب و ہابی      بڑا گمراہ گروہِ نخب دیاں ہے

بے نکلی نجد سے اول یہ آفت      پھر آپہنچی یہ درہند و ستال ہے  
بنی شاخیں بہت ہیں اس کی یارو      گورداس کا مگر نجدی میاں ہے  
کوئی مرزائی کوئی نیچری ہے      کوئی چکرا لوی اہل القراں ہے  
مچایا دین میں فتنہ انہوں نے      بڑا اک شور سا اندر جہاں ہے

آپ کی تصانیف میں آفتابِ ہدایت کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل  
ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ کئی ایڈیشن فروخت ہو گئے۔ مولانا کو امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ  
محدث علی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے والہانہ عقیدت تھی، آفتابِ ہدایت کا انتساب حضرت



امیر ملت کے نام تھا جو پہلے ایڈیشن میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ مولانا کی وفات کے بعد کے ایڈیشنوں میں یہ انتساب موجود نہیں ہے، حضرت امیر ملت مولانا کی دینی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مولانا کو فاضل اسلامیہ کا لقب حضرت امیر ملت ہی کا عطا کر دیا ہے۔

آفتابِ ہدایت کے پہلے ایڈیشن میں حضرت مصنف نے اندرونی دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے روافض، وہابی، مرزائی وغیرہ کا ذکر کیا تھا، بعد والے ایڈیشنوں میں ”وہابی“ کا ذکر بھی حذف کر دیا گیا ہے۔

فاضل اسلامیہ مولانا کریم الدین دبیر رحمانی ۱۸ شعبان، ۱۷ جولائی (۱۹۴۶/۵۱۳۶۵) کو حافظ آباد میں مکان کی چھت سے گر کر جاں بحق ہوئے اور پھر ضلع جہلم میں دفن ہوئے۔



# مولانا کلیم اللہ مچھیا نومی قدس سرہ

جامع معقول و منقول مولانا کلیم اللہ مچھیا نومی ابن مولانا غلام قادر (م ۱۲۹۳ھ) ابن حافظ محمد حیات ابن جویون رحمہم اللہ تعالیٰ تیرہویں صدی ہجری کے ربیع اول میں گاکھڑہ (گجرات) میں پیدا ہوئے و طرائق زمیندار برادری سے تعلق رکھتے تھے انکے والد ماجد متبحر عالم اور بہترین طبیب تھے جد اجد مولانا محمد حیات بھی اپنے دور کے نامور عالم تھے آپ نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی پھر مولانا محمد اسماعیل ساکن خنوائی کی خدمت میں کئی سال رہ کر اکتساب علم کیا دیگر اساتذہ میں مولانا بدر الدین ساکن گوکیلی (م ۱۲۸۶ھ) مولانا شاہ نواز ساکن بھروکی، مولانا حافظ نور الدین چکوڑوی (م ۱۳۰۲ھ) اور مولانا سید احمد ساکن شاہ دلول (م ۱۳۰۲ھ) کے اساتذہ ہیں۔

آپ تحصیل علوم کے بعد ۱۸۵۲ء میں گاکھڑہ سے منتقل ہو کر مچھیا نہ زگجرات میں قیام پذیر ہو گئے اور درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تبلیغ کا کام شروع کر دیا، ایک سو سے زیادہ علمی کتابیں تالیف کیں، تذکرہ علمائے احناف آپ کی اہم یادگار ہے، پہلی صدی ہجری سے لیکر مصنف کے معاصر علماء احناف تک کے حالات و سوانح پر مشتمل ہے، ۹۰۲ صفحات پر پھیلا ہوا یہ تذکرہ اور مولانا کی اکثر تصانیف مخطوطے کی صورت میں پروفیسر قریشی احمد حسین کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا کلیم اللہ مچھیا نومی اپنے زمانے کے جید فاضل اور کامیاب مناظر تھے، جب آپ نے فرنگی محل کے علماء کی یہ بات سنی کہ علماء پنجاب معقولات میں دسترس نہیں رکھتے تو دہلی اور فرنگی محل (مکتبہ) کا سفر کیا اور ان علماء سے علمی مذاکرات کر کے اپنے علم و فضل کا سکہ جما دیا اور آپ ہمیشہ اس بات پر مسرت کا اظہار کیا کرتے تھے کہ میں نے پنجاب کی آبرورکھ لی۔

۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں مولانا کلیم اللہ مچھیا نومی کا وصال ہوا اور مچھیا نہ ضلع گجرات میں آپ کا مدفن بنا لیا

سہ قریشی احمد حسین قلمدار ہی، پروفیسر : تمدنی تاریخ (قلمی)



## استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ محب النبی قدس سرہ

بحر العلوم حضرت مولانا محب النبی ابن حضرت مولانا احمد الدین ابن حضرت مولانا امیر حمزہ  
 (قدست سرہ ہم ۱۳۱۴/۱۸۹۷ء میں بھوئی ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان علم  
 فضل کے اعتبار سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا آپ نے فارسی کی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں،  
 صرف و نحو کی کتابیں یانوں دھیری ضلع ہزارہ میں مولانا نواب علی سے پڑھیں، پھر اکثر و بیشتر  
 علوم و فنون اپنے والد گرامی سے پڑھے، درس حدیث مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری دہلی  
 میں مولانا عبداللطیف محدث سے لیا، بعد ازاں بعض فنون عالیہ کی تکمیل کے لئے  
 مدرسہ معینیہ، اجیر شریف میں مولانا علامہ شائق احمد کانپوری ابن استاد زین مولانا  
 احمد حسن کانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے تفریح، تشریح چغینی اور صدائے  
 کچھ اسباق پڑھے تھے کہ آپ کے بھائی مولانا فرید الدین بیارہ ہو گئے لہذا وہاں  
 گھر آنا پڑا۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت شیخ الاسلام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ  
 کے مرید ہوئے مولانا محب النبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی درخواست پر حضرت نے انہیں تفریح  
 (علم ہیئت کی متداول کتاب) اور کچھ اسباق فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم (ادب شیخ اکبر  
 محی الدین ابن عربی قدس سرہ) کے پڑھائے۔

حضرت مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل ہونے سے آٹھ عشر تک علوم  
 دینیہ کی تدریس میں محو رہے، ابتداءً چھ سال بھوئی میں گزارے، پھر بڑودہ تشریف  
 لے گئے، اس کے بعد مکہ شریف ایک عرصہ تک مدرس رہے، بعد ازاں پانچ سال  
 تک دربار پیر صلاح الدین قدس سرہ ضلع لاکھنپور میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے،  
 نو سال دارالعلوم اویسیہ، جمیندھڑ شریف، ضلع گجرات، بارہ سال دارالعلوم غوثیہ،  
 گولڑہ شریف، دو سال جامعہ نظامیہ، وزیر آباد، دو سال جامعہ محمدی، ضلع جھنگ میں



علم و فضل کے دریا بہاتے رہے، ۱۹۶۴ء میں ضیاء العلوم جامعہ رضویہ، راولپنڈی تشریف لائے، ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم غوثیہ، راولپنڈی تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً تین سال پڑھا رہے۔

حضرت مولانا محب النبی قدس سرہ دورِ حاضر میں سلف صالحین کی سچی یادگار اور اکابرِ اساتذہ میں سے تھے۔ پاکستان کے بیشتر علماء بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے رشتہ تلمذ میں منسلک ہیں، چند مشہور تلامذہ کے اسماریہ ہیں :-

- ۱۔ ملک المدین حضرت مولانا حافظ عطا محمد چشتی بنڈی لوی دامت برکاتہم العالیہ۔
  - ۲۔ شیخ القرآن مولانا ابوالمحلق علامہ محمد عبد الغفور ہزاروی قدس سرہ۔
  - ۳۔ مولانا علامہ حسن الدین ہاشمی، جامعہ اسلامیہ، بہاولپور، (بھتیجے)۔
  - ۴۔ حضرت مولانا سید غلام محی الدین شاہ مدظلہ مہتمم ضیاء العلوم جامعہ رضویہ، راولپنڈی۔
  - ۵۔ حضرت مولانا علامہ حافظ عبد الغفور مدظلہ مہتمم جامعہ غوثیہ، بھابڑہ بازار، راولپنڈی۔
- حضرت مولانا محب النبی قدس سرہ کا بہت بڑا جہاد یہ تھا کہ انہوں نے تمام زندگی علوم دینیہ کی تعلیم و تدریس میں صرف کی، سادگی اور بے تکلفی میں اپنی مثال آپ تھے، طلبہ کے ساتھ شفقت و مہربانی کا یہ عالم کہ کوئی باپ بھی اپنی اولاد کے ساتھ کیا کرے گا۔
- فالتا ۱۹۷۰ء کا واقعہ ہے، راقم الحروف ان دنوں دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں فرائض تدریس انجام دے رہا تھا کہ ایک دن حضرت استاذ الاساتذہ، دارالعلوم میں تشریف لائے، تشریف آوری کا سبب پوچھا تو فرمایا یہ مولانا صاحب میرے شاگرد ہیں ان کے لئے سند کی ضرورت ہے۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اتنے بڑے استاذ نے ایک شاگرد کی درخواست پر راولپنڈی سے ہری پور تک کے سفر میں کوئی تکلف محسوس نہیں کیا، اللہ اللہ! آج ایسی مثالیں کہاں ملیں گی۔

۲۱ ربیع الاول، ۲۲ مارچ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء کو حضرت استاذ الاساتذہ مولانا محب النبی قدس سرہ کا وصال ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ بھونی ضلع کیسلیو میں بنی چار صاحبزاد



آپ سے یادگار ہیں :-

مولانا مشتاق النبی

۳۔ مولانا مختار النبی

۲۔ مولانا فدا النبی

۴۔ مفتی صاحب کے نام سے معروف ہیں۔

جناب ابوالظاہر فدائین فدا مدیر اعلیٰ ماہنامہ "سرموہ" لاہور نے قطعہ تاریخ دھماکہ  
 اٹھ گئے بزمِ جہاں سے آج ہمیں وہ حق پرست  
 ہر بشر مداح جن کا ہم نے دیکھا بالعموم  
 کارگر ہوتی ہے کب کوئی بیاں تدبیر، آہ!  
 ظلمتوں میں جس گھڑی آجائیں انساں کے نجوم  
 عالمِ ذمی مرتبت تھے اور وہ استادِ نماں  
 ہو چکا شہو ہے انکا تاعراق و شام و روم  
 گلشنِ دینِ متین میں تھے بہارِ تازہ وہ  
 ان کے زہد و اتقار کی ہے سچی ہر سمت دھوم  
 تھے نبی محترم کے اک محبتِ خاص وہ  
 کیوں نہ ہو پھر رحمتوں کا ان کی تربت پر نجوم

طہم فہمی پکارا ان کا سالِ وصل یوں

اسے فدا توفی البدیہ کہہ "غم بجر علوم"

۱۳ ۵ ۹۶



## فاضل اجل حضرت علامہ مولانا محمد احسن پشاوری المعروف حادراز قدس سرہ

فاضل یگانہ استاذ العلماء حضرت مولانا محمد احسن ابن مولانا حافظ محمد صدیق ابن محمد اشرف  
 قدس سرہ ۱۲۱۲ھ / ۸-۱۸۸۷ء میں خوشاب (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان  
 علم و فضل میں بلند مقام کا حامل تھا۔ اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کئے جو بڑے  
 علم و فضل کی مالک تھیں۔ حادراز کے نام سے شہرت کی وجہ یہ تھی کہ آپ نہ صرف  
 علوم عقلیہ و نقلیہ میں بلند مرتبہ رکھتے تھے بلکہ جسمانی طور پر بھی بلند قامت اور سرور قد تھے  
 چنانچہ ایک دفعہ جو تانا بنوانے کی غرض سے موضع چکنی تشریف لے گئے، موجی مکان کی  
 چھت پر بیٹھا جوتے بنا رہا تھا، آپ نے سراونچا کر کے پوچھا کہ میرے پاؤں کے سائز  
 کا جو تامل جائیگا؟ اس نے کہا مولانا! گھوڑے سے اتر کر اوپر آجائیں۔ آپ نے فرمایا  
 گھوڑا کہاں میں تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہوں! موجی نے آجنگ اتنا طویل آدمی نہیں دیکھا  
 تھا، یہ سن کر وہ گھبرایا ہوا اٹھ کر بھاگ گیا۔  
 مولانا فقیر محمد جلمی لکھتے ہیں :-

”فقہ، تفسیر، حدیث، اصول میں یگانہ روزگار اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ  
 اور خاندان علم و فضل سے تھے۔“

مولانا حافظ دراز رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ پنجاب کے باشندے تھے لیکن قلب مکانی  
 کے پشاور میں قیام پذیر ہو گئے تھے تحصیل علوم کے بعد سند تدریس پر فائز ہوئے تو

۱۔ امیر شاہ قادری، مولانا: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (مطبوعہ عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۳۸۳ھ) ج ۱، ص ۱۲۲۔

۲۔ رحمن علی مولانا: تذکرہ علمائے ہند (اردو ترجمہ، مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۱۸۵۔

۳۔ امیر شاہ قادری، مولانا: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، ج ۱، ص ۱۲۲۔

۴۔ فقیر محمد جلمی، مولانا: حدائق الحنفیہ (مطبوعہ مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۸۸۶ء) ص ۲۷۵۔



جدی آپ کی جلالتِ علمی کا شہرہ دور دراز تک پہنچا۔ پشاور، علاقہ آزاد، کابل، قندھار، غزنی، ہرات، سمرقند اور بخارا کے تشنگانِ علوم دینیاً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کامیاب ہو کر اپنے علاقوں میں خدمتِ دین میں مصروف ہو جاتے۔

جب مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ پشاور پہنچے تو وہاں کے حنفی علمائے ان کے عقائد سے سخت اختلاف کیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے فضا ہوار کرنے کی خاطر پشاور کے علمائے نام خطوط لکھے، سب سے پہلے جس عالم کو مخاطب کیا وہ مولانا حافظ دراز تھے۔ اس سے آپ کی رفعت و جلالت کا اندازہ لگایا جاتا ہے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ اظہارِ حق کے سلسلے میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

مولانا حافظ دراز رحمہ اللہ تعالیٰ نے پر آشوب دور میں علوم دینیہ کی قندیل روشن رکھی اور کسی ظالم و جابر کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا، آپ نے ایک مرتبہ اپنی تقریر میں پشاور کے حاکم جنرل ابو طویلہ اطالوی کے مظالم پر زبردست تنقید کی اور اسے عدل و انصاف پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی، اس نے باز پرس کیلئے آپ کو گورکھ پٹری میں طلب کیا، کسی طرح اطلاع شہر میں پھیل گئی، لوگ جانتے تھے کہ ابو طویلہ بڑا ظالم ہے، بس پھر کیا تھا پورے شہر میں ہیجان پیدا ہو گیا، علماء و مشائخ، مساجد اور خانقاہوں سے نکل آئے، یہ صورت حال دیکھ کر ابو طویلہ نے آپ کو عزت و تکریم سے رخصت کر دیا۔

اہم ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے شاہ غلام محمد معصومی المعروف حضرت جی پشاور ری رحمہ اللہ تعالیٰ سر بند شریف سے تشریف لاکر پشاور میں مقیم ہو چکے تھے، ان کے ہاں ہفتے میں دو دن مجلس و عظ و نصیحت منعقد ہوتی تھی، ایک دن مولانا حافظ دراز رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہوتا تھا۔ آپ مسلکِ اہل سنت و جماعت مدلل طور پر بیان فرماتے تھے، آپ کی گفتگو اتنی اثر انگیز ہوتی تھی کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی، محض آپ کا بیان سننے کے لئے لوگ دور دراز سے حاضر ہوتے تھے۔ حضرت مولانا حافظ دراز رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلامذہ ویسے تو ہر خطے اور ہر شہر میں موجود تھے اور صوبہ برصغیر کے اکثر و بیشتر علماء آپ کے رشتہ تلمذ میں منسلک تھے،



لیکن آپ کے تین شاگرد بہت مشہور ہوئے :-

- ۱۔ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ۔
  - ۲۔ قدوة الکاملین حضرت مولانا غلام نبی لکھی قدس سرہ۔
  - ۳۔ استاذ المحدثین مولانا میاں نصیر احمد المعروف میاں صاحب قصہ خوانی قدس سرہ۔
- مولانا حافظ دراز قدس سرہ نے درج ذیل عظیم الشان تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھپوٹا:
- ۱۔ مخ الباری شرح صحیح البخاری (فارسی) شرح حدیث میں یہ مثنوی اپنی مثال آپ ہے، اسما و رجال کی تحقیق، حل لغات، مذہب حنفی کا احادیث سے اثبات اور مسلک اہل سنت و جماعت پر استدلال ایسے امور میں جو قابل دید ہیں، اس شرح کا قلمی نسخہ پشاور یونیورسٹی میں محفوظ ہے، پہلا پارہ چھپ چکا ہے۔
  - ۲۔ حاشیہ قاضی مبارک، اپنی اہمیت کی بنا پر متعدد مطابع کی طرف سے قاضی مبارک کے ساتھ چھپ چکا ہے۔
  - ۳۔ حواشی بر تمہ اخوند یوسف۔
  - ۴۔ تفسیر سورہ یوسف۔
  - ۵۔ تفسیر از سورہ والصلی تا آخر قرآن۔
  - ۶۔ معراج نامہ۔
  - ۷۔ وفات نامہ۔
  - ۸۔ شاہ بخارا کے سوالات کے جوابات، یہ مجموعہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں محفوظ ہے۔
- مولانا محمد احسن المعروف حافظ دراز پشاوری قدس سرہ کا وصال ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء میں پشاور میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۱ سال تھی لہ

لے امیر شاہ قادری، مولانا پیر، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، ج ۱، ص ۱۲۳، ۱۲۷۔



## غازی کشمیر قائد تحریک تہذیب نبوت مولانا علامہ ابوالحسن سید محمد احمد قادری قدس سرہ

حضرت علامہ مولانا سید محمد احمد قادری ابن امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ جا ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں محلہ نواب پورہ، الور میں پیدا ہوئے۔ حافظ عبدالحکیم اور حافظ عبدالغفور سے کلام پاک حفظ کیا، اسی دوران مرزا مبارک بیگ سے اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم شروع کی اور جگت استاذ قادری قادر بخش سے تجوید کی مشق کی، گیارہ بارہ سال کی عمر میں حفظ کلام پاک کے ساتھ ساتھ اردو انشا پر دازی اور فارسی میں کسی قدر مہارت حاصل کر لی، پھر تمام علوم و فنون کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔

اسی اثنا میں مشین سازی، رنگائی، کارپینٹری، گھڑی سازی، خیاطی اور ٹیلیفون کا کام سیکھ لیا، مراد آباد میں حکیم نواب حامی الدین سے علم طب حاصل کیا۔ حضرت صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کے فیوض سے بھی مستفیض ہوئے، حضرت مولانا شاہ علی حسین کچھوچھوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

تحصیل علوم سے فارغ ہوتے ہی ایک حادثہ رونما ہوا، ہندوؤں نے الور کی مسجد قریولیشہ شہید کر دی، اس واقعہ نے مولانا کو شعلہ مجواہ بنادیا، آپ نے خدا داد خطیبانہ صلاحیتوں سے مسلمانوں میں روح پھونک دی، مسجد کی واکزاری کے لئے زہرت جدوجہد شروع ہو گئی، مولانا کو گرفتار کر لیا گیا لیکن مسلمانوں کے شدید دباؤ کی بنا پر بہار احمد الور نے نہ صرف مولانا کو رہا کیا بلکہ سرکاری خرچ سے مسجد دوبارہ تعمیر کر دی۔

لے غلام مہر علی، مولانا : ایوا قیت المریہ ص ۷۷

لے محمد احمد قادری مولانا ابوالحسن سید : روڈ مرکزی جمعیتا العلماء پاکستان (۲۶، ۲۸، ۳۱ تا ۳۱۹) ص ۲۹۹-۳۰۲

لے غلام مہر علی، مولانا : ایوا قیت المریہ ص ۷۷

لے اقبال احمد قادری، بیرزادہ ۱ : تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت، لاہور : ص ۳۱۷



حضرت علامہ ابوالحسنات قدس سرہ تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے، متحدہ پاک وہند کا شانہ ہی کوئی گوشہ ایسا ہو گا جہاں تبلیغ اسلام کی خاطر آپ نہ پہنچے ہوں۔ ذریعہ معاش کے طور پر مطلب جاری رکھا، اس طرح روحانی امراض کے علاوہ جسمانی امراض سے بھی جہاد کرتے رہے۔

مسجد وزیر خاں، لاہور کی خطابت سے امام المحدثین مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ سبکدوش ہوئے تو مسز ظفر علی ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ و متولی مسجد وزیر خاں نے بڑے اصرار کے ساتھ منصب خطابت مولانا ابوالحسنات کے سپرد کیا چنانچہ مولانا اور سے رختِ مہربانہ کہ لاہور تشریف لے آئے اور ہمیشہ کے لئے لاہور کے ہو کر رہ گئے۔ لاہور سے جو بھی دینی و ملی تحریک اٹھی اس میں آپ اقبالیہ حیثیت سے شریک ہوئے۔ اور میں آپ انجمن خادم الاسلام کے صدر اور فتوے کی کمیٹی کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ مسجد وزیر خاں میں بزم تنظیم قائم ہوئی جس کے صدر بنائے گئے، اس تنظیم کے شعبہ تالیف کے زیر اہتمام ۳۵ ٹریکٹ لکھ کر شائع کئے، انجمن حزب الاحناف، لاہور کے امیر مقرر ہوئے اور اگر انقدر خدمات انجام دیں۔

آل انڈیا سنی کانفرنس نے تحریک پاکستان میں جس سرفروشی اور جاں سپاری سے کام کیا اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ قیام پاکستان کے بعد ایک ایسی سہمہ گیر تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی جو اہل سنت و جماعت کو منظم کرنے کے ساتھ ملکی اور ملی مسائل میں بلا ہستانی کا فریضہ انجام دے، غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی و امت برکاتہم العالیہ کی تحریک پر انوار العلوم، ملتان میں ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں پاکستان بھر کے علماء و مشائخ نے شرکت کی، جمعیتہ العلماء پاکستان کی تشکیل کے بعد حضرت علامہ ابوالحسنات صدر، اور حضرت علامہ کاظمی، ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔

جمعیتہ العلماء پاکستان اور جمعیتہ المشائخ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ۷ مئی ۱۹۴۸ء بروز جمعہ پاکستان بھر میں یوم شریعت منایا گیا، جلسے منعقد ہوئے، قائد اعظم اور اسکا جگہ تارین دی گئیں اور حکومت پر زور دیا گیا کہ پاکستان میں قانون اسلامی نافذ کیا جائے۔

مجاہدین اسلام کشمیر کے محاذ پر حق خود ارادیت کے حصول کے لئے جان بازی کا مظاہرہ



کر رہے تھے، مولودودی صاحب نے اس جنگ کو جہادِ تسلیم نہیں کیا، حضرت علامہ ابوالحسنات  
رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فتوے دیا کہ یہ جنگ جہادِ فی سبیل اللہ ہے اور مسلمانوں کو ہر ممکن طریقہ  
سے مجاہدین کی امداد کرنی چاہئے۔ جمعیتہ العلامیہ پاکستان کی تحریک پر ۸۰ ہزار روپے سے  
زائد کا ساز و سامان مجاہدین میں تقسیم کیا گیا۔ صدر جمعیتہ نے بنفس نفیس احباب سمیت مجاہد کشمیر  
کے کئی دورے کئے اور مجاہدین کی ہمت افزائی کے ساتھ ساتھ انہیں مسلمان ضرورت  
مہیا کیا، ان مساعی جمیلہ کی بنا پر آپ کو غازی کشمیر کا لقب دیا گیا۔  
جہادِ کشمیر کے قائدین نے آپ کی خدمات کا بڑا اعتراف کیا اور آپ کا شکر یاد کیا  
چوہدری غلام عباس، پریزیڈنٹ آزاد کشمیر و صدر مسلم کانفرنس جموں و کشمیر کا ایک  
مکتوب ملاحظہ فرمائیں :

۹ مئی ۱۹۴۹ء۔ سیالکوٹ  
محترم جناب ابوالحسنات صاحب  
احقر غلام عباس  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
مزاج شریف

آپ کا خط ملا، اس سے قبل ہی جناب گاگرا می نامہ موصول ہوا تھا، قیام  
لاہور کے دوران میں میں نے آپ سے ملاقات کی بے حد کوشش کی لیکن  
مصروفیت کی وجہ سے میں ایسا نہ کر سکا، امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔  
جہادِ کشمیر اور مسئلہ کشمیر کے بارے میں آپ کی مالی، اخلاقی اور  
سیاسی سرگرمیاں باعثِ تشکر و اطمینان ہیں، خدا آپ کو ہم کو مشترکہ مقصد  
میں جلد کامیاب کرے، آمین ثم آمین۔  
ایک اور مکتوب ملاحظہ ہو :

۱۸ ص : مولانا ابوالحسنات سید : رویداد جمعیتہ  
۷۴ ص :  
۱۹ ص : مولانا سید : روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء



۱۶-۲-۲۹

محترم بندہ  
السلام علیکم

گذشتہ ماہ مجھے لاہور مدعو کیا گیا وہاں آپ اور آپ کے رفقاء  
نے جس خلوص اور ہمدردی کا ثبوت دیا اس کے لئے میں تہ دل سے  
شکر گزار ہوں، من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ!  
آپ کی ذات گرامی سے امیدِ وثیق ہے کہ بسلسلہ استفسارِ  
رائے کشمیر آپ کی مساعی جمیلہ اس وقت تک جاری و ساری رہیں گی جب  
تک تمام کشمیر اور اس کے ملحقات کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو کر وہاں  
اسلام کا قرآنی نظام قائم نہ ہو جائے۔

والسلام بالوف الاحترام

اصد علی شاہ

وزیر دفاع آزاد کشمیر

قیام پاکستان کے بعد ختم نبوت کے تصورِ رفیع میں نقب لگانے والے مرزائی قادیان  
سے منتقل ہو کر پاکستان آگئے اور پاکستان کے وزیر خارجہ ظفر اللہ کے نام سے برائے نام  
قیمت کے عوض ربوہ کی زمین حاصل کر کے ارتداد پھیلانے میں مصروف ہو گئے، اس فتنے  
کے انسداد کے لئے پاکستان کے تمام علماء، سنی، دیوبندی، غیر مقلد، جماعت اسلامی اور  
شیعہ نے مل کر ۱۹۵۳ء میں مجلسِ عمل قائم کی جس کے صدر مولانا ابوالحسنات قادری منتخب  
ہوئے۔ متفقہ طور پر خواجہ ناظم الدین کی حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ظفر اللہ کو وزارت  
کے منصب سے برطرف کیا جائے اور مرزائیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے  
لیکن ارباب اقتدار سے مس نہ ہوئے، آخر طے پایا کہ ایک وفد کراچی جا کر مرکزی ذیبرِ اعظم  
خواجہ ناظم الدین سے ملے اور اپنے مطالبات پیش کرے۔



خواجہ صاحب نے معذوری کا اظہار کیا اور قائدین وفد کو گرفتار کر لیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی، جگہ جگہ احتجاجی جلسے ہونے لگے، جلوس نکلنے لگے، عوام و خواص کے مطالبے اور احتجاج کی شدت کے ساتھ ساتھ حکومت کا تشدد بھی بڑھتا گیا اور پورے ملک کے جیل خانے فدا یا ختم نبوت سے بھر گئے۔

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمہ اللہ تعلقے اور دیگر زعماء کو کھر جیل میں منتقل کر دیا گیا، آپ نے قید و بند کی صعوبتوں کو بڑھی استقامت کے ساتھ برداشت کیا جب پس پورہ زندان آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے اکلوتے فرزند مولانا خلیل احمد قادری مدظلہ کو تحریک ختم نبوت میں حصہ لینے پر پھانسی کی سزا دے دی گئی ہے تو آپ نے بے ساختہ کہا،

” الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے میرا یہ معمولی ہدیہ قبول فرمایا “

بعد میں پتہ چلا کہ یہ خبر غلط تھی۔ آپ نے ایام اسیری میں قرآن پاک کی تفسیر تفسیر الحسنات لکھنے کا کام شروع کر دیا اور معتد بہ حصہ جیل ہی میں لکھا۔ جب دیگر زعماء گرفتار ہو گئے تو محب بد اسلام مولانا عبدالستار خاں نیازی مدظلہ العالی نے مسجد وزیر خاں کو مرکز بنا کر اپنی شعلہ بار تقریروں سے تحریک کو آگے بڑھایا، انہیں بھی گرفتار کر لیا گیا اور ان کے خلاف پھانسی کا فیصلہ صادر کر دیا گیا۔

یہ شہادت گرفتاروں میں قدم رکھنا ہے

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

قریب تھا کہ یہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہو جاتی لیکن بعض آسائش پسند لیڈر حکومت سے معافی مانگ کر رہا ہو گئے، بعد ازاں مولانا ابوالحسنات اور مولانا عبدالستار خاں نیازی کو بھی رہا کر دیا گیا، اس طرح یہ تحریک وقتی طور پر رک گئی۔ ۱۹۷۲ء میں دوبارہ یہ تحریک چلی تو کامیابی سے ہمکنار ہو گئی اور ۷ ستمبر کو مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار دئے گئے۔

۱۔ غلام سرعلی، مولانا: ایوانیت المرید، ص ۷۸-۷۹

محدثات ابش قسوری، مولانا الحاج، روزنامہ نیت میں علامہ ابوالحسنات کا حصہ، ص ۱۹۷، دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۶۷

۲۔ محمد صادق قسوری، جامعہ: اکابر تحریک پاکستان (مطبوعہ مکتبہ رضویہ، گجرات، ۱۹۷۶ء)، ص ۱۳۹



حضرت علامہ ابوالحسنات مایہ ناز خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ میدانِ تحریر میں نظم و نثر پر قدرتِ کاملہ رکھتے تھے، حافظِ تخلص کرتے تھے، انجمنِ حمایتِ اسلام، لاہور کے ایک اجلاس میں علامہ اقبال نے اپنی مشہور غزل پڑھی ۵

کبھی اسے حقیقتِ منتظر نظر آلباسِ مجاز میں  
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

حضرت علامہ ابوالحسنات نے اس کے جواب میں ایک غزل پڑھی جس کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں ۵

تو ہی خود، جب اسے دلِ حسن جو، ہوا سیرِ زلفِ دراز میں  
تو کمی ہو کیوں تہ سے سوز میں، تہ سے فکرِ آئینہ ساز میں  
جو دہائے حشر کے فتنے سب جو اٹھائے حشر میں فتنے سب

وہ ہے کام آپ کے لطف کا، یہ ہے لطف آپ کے ناز میں  
تڑی آرزو تو سعید ہے مگر ایسا ہونا بعید ہے

کہ جمالِ یار کی دید ہو، رہے تو لباسِ مجاز میں  
تجھے اور وصل کی آرزو، تجھے دیدِ حسن کی جستجو

نظرِ ہوس! تڑی آبرو نہیں چشمِ بندہ نواز میں  
یہ غزل سنکر علامہ اقبال دیر تک عالمِ وارِ فحگی میں روتے رہے، اس غزل کو انہوں نے "جذباتِ حافظ" کے عنوان سے یاد کر لیا تھا ۵

آپ نے تصانیف کا گرانقدر ذخیرہ یادگار چھوڑا، چند تصانیف کے نام یہ ہیں:-

۱۔ تفسیر الحسنات ۴۔ طبیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ

۲۔ ترجمہ کشف المحجوب ۵۔ مخمس حافظ

۳۔ اوراقِ غم ۶۔ مسدس حافظ



۴۔ دیوان حافظ اردو

۸۔ مرثیہ پر تبصرہ وغیرہ وغیرہ

۲ شعبان المعظم، ۲۰ جنوری ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء بروز جمعہ ساڑھے بارہ بجے  
دن اہل سنت کے بطل جلیل مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری قدس سرہ کا وصال  
ہوا، وصال سے کچھ پہلے یہ شعر زبان پر تھا۔

حافظِ زند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا

تو شدہ فنائے حمد، حمد بود لقا ئے تو

یہ آپ کی اسلامی خدمات کا ایک شکر تھا کہ آپ کو حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ  
کے احاطہ مزار میں آخری آرام گاہ ملی۔

مولانا غلام دستگیر نامی نے تاریخ وفات کمی

درینجا! ابن دیدار علی شاہ محمد احمد شیریں بیاں رفت

ابوالبرکات را ارجح مکرم کہ بد محمود را عم کلاں رفت

خلیفتش جانشین نام بردار بماند چونکہ فخر فانداں رفت

بتاریخ وفاتش گفت نامی

ابوالحسنات اجل از جہاں رفت

مکرمی حکیم اہل سنت حکیم محمد موسی امرتسری مدظلہ العالی نے "لقد دخل الجنة مولانا (۱۳۸۰ھ)

سے تاریخ وصال استخراج کی ہے۔

۱۔ اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ : تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت، لاہور : ص ۳۱۸

۲۔ ایس ایم، ز : ہفت روزہ قذیل، لاہور

۳۔ سواد المعظم، لاہور : ۳ فروری ۱۹۶۱ء



## حضرت مولانا پیر سید محمد اسماعیل شاہ قدس سرہ (کرمانوالہ)

مرشد شہیر حضرت مولانا سید محمد اسماعیل ابن سید علی شاہ بخاری کاظمی قدس سرہما ۱۳۰۷ھ میں  
 موضع کرمانوالہ مضافات فیروز پور میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب مرکز سیادت حضرت سید محمد جہانیا  
 جہاں گشت بخاری قدس سرہ (اُچّ شریف) تک پہنچتا ہے قرآن پاک سید مخدوم قطب الدین رحمہ اللہ  
 تعالیٰ سے پڑھا، فارسی کی کتابیں مولانا رحمت علی جوہیہ (کرمانوالہ) سے پڑھیں، پھر موضع پنجیکے سپنڈ  
 (مضافات فیروز پور) میں مولانا محمد الدین سے ابتدائی علوم حاصل کئے، بعد ازاں حضرت پیر سید غلام حیدر  
 شاہ جلا پوری قدس سرہ کے مدرسہ میں علم ظاہری کا اکتساب کیا اور حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے  
 فیضِ معیت سے مستفیض ہوئے، کچھ دن مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں قیام کیا لیکن جلد ہی لاہور تشریف  
 لے گئے اور مولانا مفتی عبد القادر جہانگیر وی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صدر مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور اور دیگر  
 اساتذہ سے مروجہ علوم کی تحصیل و تکمیل کر کے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے مدرسۃ الاسلام، دہلی  
 میں مولانا عبد العلی کے پاس پہنچے اور ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں سند فراغت حاصل کی لہ

تحصیل علوم کے زمانہ ہی میں حضرت مولانا ثرف الدین فیروز پوری قدس سرہ (خلیفہ مجاز  
 حضرت خواجہ اٹھ بخش تونسوی قدس سرہ) کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں  
 بیعت ہو چکے تھے، تحصیل علوم کے بعد کرمانوالہ (مضافات فیروز پور) میں رشد و ہدایت کا پیغام  
 لوگوں تک پہنچانا شروع کیا، بے شمار لوگ ثرف بیعت سے مشرف ہوئے مولانا ثرف الدین کے  
 وصال کے بعد ان کے ایما کے مطابق شیر نیر دانی حضرت میاں شہیر محمد ثرف پوری قدس سرہ کی خدمت  
 اقدس میں حاضر ہوئے اور الطاف و عنایات سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ خلافت و اجازت  
 سے مشرف ہوئے گئے

۱۔ غلام سہری، مولانا : البواقیت المہریہ ، ص ۱۳۴

۲۔ سید امین الدین حکیم : صوفیا نقشبند ، مقبول اکیڈمی لاہور ، ص ۳۹۲

۳۔ تذکرہ ادیبانے جدید ، خاص نمبر ، ماہنامہ سبیل لاہور ، فروری ۱۹۷۳ء ، ص ۵۰



تقریباً ملک کے بعد پاکستان تشریف لے آئے، تین سال پاکستان تشریف قیام کیا پھر موضع پکا  
(مضافات اڈکلاڑہ) میں تشریف لے آئے، سابق جائے سکونت کے نام پر اس جگہ کا نام بھی کرمانوالہ  
رکھ دیا، یہاں نیا اسٹیشن بھی قائم ہو گیا لہ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع ہے اور خاص طور پر  
قابل ذکر بات یہ ہے کہ آپ کے مریدین متبع شریعت اور ذکر و فکر کی دولت سے مالا مال ہیں حضرت  
شاہ صاحب کو اپنے مرشد طریقت حضرت میاں صاحب سے بے پناہ عقیدت تھی، آپ کے وسیع منکر  
سے جو کچھ پتہ چلتا ہے شیخ کے لنگر میں پیش کر دیتے۔ ادب و احترام کا یہ عالم تھا کہ سالہا سال حاضر  
خدمت رہنے کے باوجود کبھی آنکھ ملا کر بات نہ کی۔

بے شمار افراد آپ کے فیض دعا و صحبت سے مستفیض ہوئے، ہر طبقے اور ہر فرقے کے  
لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی پرکشش شخصیت کا انمٹ نقش دل پر لے کر جاتے شریعت  
مطہرہ پر خود بھی عمل کرتے اور آنے جانے والے معتقدین کو بھی اتباع شریعت کی تاکید کرتے۔

۲۰ جنوری، ۲۰۰۱ء رمضان المبارک (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۶ء) بروز جمعرات آپ کا وصال ہوا  
اور کرمانوالہ میں دفن ہوئے لے

۱۔ سید امین الدین حکیم : صوفیاء نقشبند ، ص ۳۹۱ - ۴۰۶

۲۔ غلام مرہلی، مولانا : الحیاتیات المرید ، ص ۱۳۵



## سیبویہ زمانہ حضرت مولانا قاضی محمد اسماعیل قادری ہزاروی قدس سرہ

صرف دنجو کے مشہور فاضل حضرت مولانا مفتی قاضی محمد اسماعیل قادری ہزاروی ابن مولانا الحاج  
مردخاں ابن ملک بختیاں رحمہ اللہ تعالیٰ بمقام نور پور نزد سمرقند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ  
نسب حضرت امام محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے۔ آپ کے جد مادری مولانا غلام محمد  
نور پوری بھی صاحب علم و فضل تھے۔ آپ نے ابتدائی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، پھر کشمیر کی  
مشہور درس گاہ ڈنہ پکیری اور گچھتر شریف (آزاد کشمیر) میں تحصیل علم کرتے رہے، بعد ازاں مراد آباد  
اور سہارنپور کے مدارس میں تعلیم حاصل کی اور سند فراغت حاصل کر کے واپس وارد وطن ہوئے۔  
ان دنوں والد ماجد قصبہ کوکل تحصیل ایسٹ آباد (ہزارہ) میں قیام پذیر تھے، والد گرامی انہیں اپنی جگہ مقرر  
کے خود بمقام برہمن (ضلع ہزارہ) چلے گئے۔

مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں رس و تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کی شہرت دور دراز تک  
پہنچی اور سیبویہ زمانہ کے نقب سے مشہور ہوئے، ہنستی طلباء خصوصیت سے نحو کی آضری کتابیں پڑھنے  
کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ دور افتادہ قصبہ میں مقیم ہونے کے باوجود آپ کے شاگردوں کی تعداد  
بہت زیادہ ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولانا الحاج سکندر علی شاہ مہدی آپ کے لائق شاگردوں  
میں سے تھے، سید محمود شاہ ہزاروی (حویلیاں) اور مولوی غلام اللہ خاں (راولپنڈی)، مولوی محمد الحق  
ایسٹ آبادی، قاضی صدر الدین درویشی، قاضی محمد یونس بالا کوٹی اور مولوی محمد نعمان مانسہری آپ کے  
قلمذہ میں سے ہیں۔

مولانا کے شاگردوں کا وسیع سلسلہ پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد بلکہ کابل، قندھار  
اور بلخ و بخارا تک پھیلا ہوا ہے، آپ صاحب تقویٰ و ورع، خوش گفتار اور پاک وضع شخصیت تھے  
تمام عمر فی سبیل اللہ درس دیتے رہے، سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت غوثِ زمانہ خواجہ محمد عبدالرحمن



تھوڑی قدس سرہ (بری پور) کے دستِ اقدس پر بیت ہوئے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بہت محبت و عقیدت تھی، حضرت خواجہ صاحب بھی آپ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔

مولانا نے مسئلہ ہیلتھ اسقاط پر ایک رسالہ اور دلائل الخیرات شریف پر عاشریہ تحریر کیا تھا جو شائع ہو کر نایاب ہو چکے ہیں، آپ کا ذاتی کتب خانہ خاصا وسیع ہے جس میں نادر کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ مولانا اپنے علاقہ کے مشہور قاضی اور مفتی تھے، مسائلِ شرعیہ میں لوگ آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

آپ کی اولاد میں دو صاحبزادے مولوی محمد اسحاق (مقیم کوکل ضلع ہزارہ) اور مولانا محمد عبدالقیوم نیر ہزارہ وی فاضل مرکزی حزب الاحناف لاہور (۱۳۷۳/۱۹۵۲ء) و خطیب جامع مسجد حنفیہ باغ والی بیرون تیل نوالہ دروازہ لاہور، یادگار ہیں۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ تعلقے ۲۱ نومبر بروز جمعۃ المبارک ماہ شوال (۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) کو داخل بحق ہوئے، آپ کی آخری آرام گاہ موضع کوکل (ضلع ہزارہ) میں شمال مشرق کی طرف نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

سلسلہ یہ تمام حالات انہوں نے لکھ کر عنایت کئے جن کے لئے راقم ان کا شکریہ ادا ہے۔



# محقق جلیل مولانا محمد عظیم قادری نوشاہی قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا محمد عظیم المعروف بہ حضرت باباجی ابن مولانا محمد یار موضع دانگلی ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء ہے۔ فارسی کی تعلیم چودھری شہباز خاں مصنف وقایح پنوں سے حاصل کی۔ فقہ، حدیث شریف اور علوم قرآنیہ کی زیادہ تر تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، کچھ عرصہ قصبہ فتح گڑھ، چوڑیاں (ضلع گورداسپور) اور امرتسر میں پڑھتے رہے، علم ادب اور طب مولوی دوست محمد ہاشمی قریشی فتح گڑھی سے حاصل کیا۔ حضرت سید فقیر اللہ شاہ بادشاہ مشہدی رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔

مروجہ علوم سے فارغ ہونے کے بعد کچھ عرصہ محکمہ مال لدھیانہ میں کام کرتے رہے لیکن حضرت شیخ کی محبت نے آپ کو کھینچ لیا اور حضرت شیخ کی حیاتِ ظاہری تک آپ اُستادہ شیخ کے علاوہ کہیں نہیں گئے۔ آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ آپ شریعت و طریقت کے جامع، علوم دینیہ کے جمید فاضل اور سلف صالحین کے اخلاق کے پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین خطاط، مایہ ناز طبیب، نغز گو شاعر اور کتب کثیرہ کے مصنف تھے۔

مولانا محمد عظیم قادری بڑے راسخ العقیدہ بزرگ تھے، ہمیشہ وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر باطل فرقوں سے اجتناب کی تلقین فرمایا کرتے تھے جن دنوں آپ کے بھانجے مولانا عبدالحق دیوبند میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، آپ نے انہیں ایک منظوم خط لکھا، اس خط کے چند اشعار

- ۱۔ محمد طیف دار نوشاہی : ہدایۃ المریدین (پیش لفظ) ص ۳۔
- ۲۔ اردو انسائیکلو پیڈیا : مطبوعہ فیروز سنز، لاہور، ص ۱۲۷۹۔
- ۳۔ محمد طیف دار نوشاہی : ہدایۃ المریدین، ص ۲-۵۔



ملاحظہ ہوں سے

تا توانی از وہابی در گزینہ  
در وہان خارجی بگذار گوز  
شیخ نجدی را براں از خوشیتن  
گر چه پیش آید رہ دیگر برو  
الحذر! بہر خدا کل الحذر  
پائے بوس اہل حق شوائے سپر  
خاصہ آن خادع کہ او حنفی نماست

بر منر چکڑ الوی ہم خاک ریز  
راضی را نیز در آتش بسوز  
تا نیندازد ترا اندر فتن  
نیست شیطان دوہابی بوج دو  
از وہابی وز کلاش پخطر  
الوہابی یحجرک فی السقر  
صحتش مگزین کہ او از حق جداست

اتفاقاً یہ خط مولوی محمود حسن دیوبندی کے پاس پہنچ گیا، اسے دیکھتے ہی انہوں نے  
مولوی عبدالخالق کو مدرسے سے خارج کر دیا۔

ایک اور نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جس میں انہوں نے از راہ خوش طبعی پنجابی الفاظ  
فارسی اشعار میں سمودئے ہیں۔

دماغ دیوبندی را گرفتہ بوسے بد نجدی  
معلوم است کایشان را پیغمبر پر خاست  
چو بعض مصطفیٰ در دل چایا چہ اسلاے؟  
چو پیش اہل حق آیند تاب گفت گو نارند

فردا رو بہ شکست تا بد آواز گڑ گڑا  
کہ از مدح و ثنائے او بدل دارند گڑ گڑا  
چہ شک فردا بنا را فتند با ہم جملہ جڑ جڑا

گوزیاں می روند آما ز پس بنیند مڑ مڑا

کانگریوں پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پڑی اپنے دل میں جو یہ ہوس، ہائے کانگریس ہانگریس  
رہا رب نبی زدھیان میں بنے آپ گاندھی جو ہو ہو

۱۔ شریف احمد شرافت نوشاہی، مولانا : شریف التوازیخ ۳۷۰ (قلمی) بشکرہ جناب محمد اسلم نوشاہی، مرید کے

۲۔







۷۔ بے مثل بشر فضائلِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر بہترین کتاب  
(۱۳۵۰ء میں میردوال سے شائع ہوئی)

۸۔ ہدایۃ المریدین یہ رسالہ جناب محمد لطیف زار نے ۱۳۹۲ء میں دوبارہ شائع کیا۔  
پاکستان کے مشہور نعت خوان اور نعت گو جناب محمد اعظم چشتی کا نام حضرت مولانا  
محمد اعظم قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام پر رکھا گیا تھا کیونکہ جناب چشتی صاحب کے والد ماجد مولانا  
کے نیاز مند اور مخلص احباب میں سے تھے۔

حضرت مولانا محمد اعظم تدریسی نوشاہی قدس سرہ کا دصال ۲۲، سوال، ۲، جون  
(۱۳۷۵ء/۱۹۵۶ء) کو ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب ۹ بجے ہوا، آپ کا مزار شریف قصبہ  
میردوال، ضلع شیخوپورہ کی جامع مسجد اعظمیہ کے احاطے میں ہے۔

۱۔ بروایت مکتوب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی

۲۔ محمد لطیف زار قادری نوشاہی : ہدایۃ المریدین، ص ۴



## فاضلِ بیگانہ حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد اکبر چشتی نظامی بصیر پوری قدس سرہ

مولانا خواجہ محمد اکبر ابن مولانا خواجہ محمد مقیم ابن مولانا خواجہ محمد عظیم ابن خواجہ محمد یار (المعروف بہ حافظ بڑھا) ۹ شوال بروز یکشنبہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۲ء کو تہجد کے وقت بصیر پور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے علاوہ شرح جامی تک کتبِ درسیہ کی تحصیل والد ماجد سے کی، مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہند کے مدارس کا قصد کیا، شملہ اور ڈلہوزی وغیرہ مقامات پر ممتاز علماء سے تکمیل کی، ڈلہوزی میں ایک قادری سروردی بزرگ سے کسب فیض کیا۔ آپ تین مرتبہ حج و زیارت کے شرف سے بہرہ ور ہوئے اور کئی کئی ماہ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر رہے، تقریباً بائیس سال بعد واپس بصیر پور آئے۔ پہلے والد ماجد خواجہ محمد مقیم (جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے) سے بیعت ہوئے، پھر حضرت خواجہ جلال بخش تونسوی قدس سرہ العزیز کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ تونسوی نے آپ کو غریب نواز کا لقب عطا کیا۔ آپ نے بصیر پور میں جامع مسجد بننے والی (جو اب مسجد خواجہ محمد اکبر کے نام سے مشہور ہے) میں مدرسہ قائم کیا، جہاں تعلیم و تدریس کے علاوہ عرصہ دراز تک افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے، آپ کی بہت سی عالمانہ تصانیف فی الحال طبع نہیں ہو سکیں۔

۳۔ تحفۃ النبی

۱۔ ثمرۃ الحیات

۴۔ تحفۃ محمدی، وغیرہ مشہور تصانیف ہیں۔

۲۔ یاقوتِ اکبر

مولانا محمد صادق ابن مولانا محمد الدین چشتی نظامی، مولانا حافظ محمد مضان بصیر پوری، مولانا عبدالرحمن (یکے والی)، مولانا ہان محمد بصیر پوری اور مولانا فیصل الدین رکن پوری وغیرہم آپ کے مشورشاگرد ہوئے، آپ کے بہت سے خلفاء ہوئے، ۱۶ رجب المرجب ۸ مئی (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) کو آپ کا وصال ہوا، آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، اس وقت آپ کے چچا زاد بھائی مولانا خواجہ محمد سعد اللہ مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد ظہور اللہ خدمتِ دینی میں مصروف ہیں لہ

۱۔ یہ حالات محبِ محکم مولانا محمد منشا تالش صوری نے مولانا صاحبزادہ محمد ظہور اللہ مدظلہ سے بوقت ملاقات حاصل کئے۔



## قدوة السالکین حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی ابن حضرت خواجہ شمس العارفین شمس الدین سیالوی (قدس سرہ) ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء میں سیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے آپ صورت و سیرت میں اپنے والدِ مکرم کا عکس جیل تھے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے وصال کے بعد تونسہ شریف حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ نے آپ کو خرقہٴ خلافت سے نوازا، ایک عالم آپ کی نظر کیمیا اثر سے مستفیض ہوا لہٰذا مولانا محمد ذاکر بگوی تم لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے مرید اور مجاز تھے۔

حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کے مالک تھے لنگڑ میں بڑی فراخ دلی سے خرقہ کرتے، متعلقین کی خبر گیری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتے، اجاب کے غم اور خوشی میں بنفسِ نفیس شریک ہوتے، ایک شخص نے یہ باتیں آپ کی شان کے خلاف بھیجیں اور حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ کی خدمت میں خفیہ طریقہ ارسال کو کے درخواست کی کہ آپ انہیں ان امور سے منع فرمائیں، حضرت خواجہ تونسوی نے جواب دیا :-

”اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے یہ کلام تو اسلام اور سید الانام کی متابعت ہے، ایسے کاموں میں کسرِ شان نہیں بلکہ نہ کرنے میں نقصان ہے۔ اب تجھے لازم ہے کہ اگر تو ان کے والد کا مرید ہے تو تجدیدِ بیعت کر اور بیخیاں دل سے نکال دے،“

۱۔ امیر بخش، مولانا : انوارِ شمسیہ المعروف خطبہٴ حشریہ (۱۹۱۶ء) ص ۸۷-۸۸۔

۲۔ سلطان احمد قادری، مولانا : ماہنامہ الجیب، جمعیت نبرہ، اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۳۰۔



حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ آپ سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے، آپ ہی کے ارشاد پر حضرت اعلیٰ گولڑوی تونسہ شریف گئے تھے۔ آپ ہی کے ایما پر انہوں نے ابتداً پاکستان شریف کا سفر شروع کیا تھا، آپ ہی کے کہنے پر پیر صاحب نے حضرت دیوان غیاث الدین اجمیری کی تائید و معاونت کے لئے مسند سماع پیر سید محمدی علماء سے پشاور میں مناظرہ کیا تھا، حضرت اعلیٰ گولڑوی کے اس شعر سے

اکھیں خواجہ شمس دیں دسے لعل نون

گورٹھے نیناں والٹھے لچ پال نون

اور حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی کے اصلاح دادہ اس شعر سے

پیت کا وعدہ کر کے پیانے، پیت نبھانا چھوڑ دیا

مہرنے اکھیاں پھیر لیں، دم دم کا آنا چھوڑ دیا

کو دیکھنے سے دونوں حضرات کے باہمی تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ کی مساعی جمیدہ سے خواجہ شمس العارفین سیالوی کے مزار شریف کا بلند و بالا گنبد، وسیع و عریض مجلس خانہ، تالاب، عالی شان بنگلہ اور کنواں تعمیر ہوا، آپ کو اپنے پیر خانہ سے اس قدر محبت تھی کہ ہر سال تین چار مرتبہ ضرور حاضری دیتے اور جب علالت کی وجہ سے نقابت بہت بڑھ گئی تو چار پائی پر سفر کیا اور تونسہ شریف حاضری دی ۱۷

آپ کثیر الکرامات بزرگ تھے، ایک دفعہ پاکستان شریف سے واپسی پر خدام کو کھانا پکانے کا حکم دیا اور آنے والے ہر قافلے کو کھانا کھلانے رہے یہاں تک کہ تین سو افراد نے کھانا کھایا جبکہ اس وقت بیس سیر آٹا، آٹھ آنے کا گھی اور ایک روپے کی شکر پاس تھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے جو سب کے سب عالم اور حافظ تھے،

۱۷ فیض احمد، مولانا : مہر منیر ، ص ۳۹۳

۱۸ امیر بخش، مولانا : انوار شمس ، ص ۸۹



- ۱۔ صاحبزادہ محمد سمانین (م ۱۳۳۲ھ)
- ۲۔ صاحبزادہ محمد ضیاء الدین
- ۳۔ صاحبزادہ محمد عبداللہ (رحمہم اللہ تعالیٰ)
- ۴۔ صاحبزادہ محمد سعد اللہ مدظلہ

۲ رجب المرجب (۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۹ء) کو حضرت خواجہ محمد الدین سیالوی قدس سرہ کا وصال ہوا اور والد گرامی حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے پہلو میں امام خیر ما ہوئے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی مسند نشین ہوئے۔  
 مولانا امیر بخش مولف انوار شمس نے ایک ہی شعر میں عمر شریف اور سن ولادت وصال کو ذکر کیا ہے۔

میلاد مظہر حق، عمر شمس جمال گشتہ  
 مظہر جمال حق شد تاریخ انتقال  
 ۱۳ ۵ ۲۴

۱۔ سلطان احمد قادوقی، مولانا : تذکرہ اولیائے چشت، (طبع ثانی، سن ندارد) ص ۱-۲۳۰ -  
 ۲۔ امیر بخش، مولانا : انوار شمس، ص ۱۰۳۔



## عارف بیگانہ حضرت مولانا میاں محمد بخش قادری قدس سرہ (کھڑی شریف)

فاضلِ جلیل، عارفِ بے مثل، آفاقی شاعر حضرت میاں محمد بخش قادری (مصنفِ سیف الملوک) ابن حضرت مولانا میاں شمس الدین قادری قدس سرہ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) میں علاقہ کھڑی خاص (ضلع میرپور، آزاد کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والدِ گرامی مستند عالمِ دین، باکمال صوفی اور حضرت پیرے شاہ غازی قدس سرہ کی درگاہ کے سجادہ نشین تھے۔ میاں صاحب نے علومِ دینیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، زہد و تقویٰ اور صغائرِ باطن کا اعلیٰ ذوق بھی انہی کے فیضِ نظر کا نتیجہ تھا۔

علوم ظاہریہ سے فراغت کے بعد تزکیہ باطن اور معرفت کے اسرار و رموز حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا، اس تلاش میں جہاں کہیں کسی صاحبِ دل کا پتہ چلتا وہیں پہنچ جاتے اور روحانی استفادہ کی کوشش کرتے۔ ایک دن حصولِ مقصد میں تاخیر کی وجہ سے بہت مضطرب ہوئے اور استخارہ کیا تاکہ کوئی راہ نکل آئے، نیند اور بیداری کے درمیان دیکھا کہ حضرت پیرے شاہ غازی المعروف دھڑی والے پیر رحمان اللہ تعالیٰ (کھڑی شریف) بازو سے پکڑ کر فرما رہے ہیں

”تم میرے مرید اور میں تمہارا پیر ہوں، سلسلہ عالیہ قادریہ میں سائیں  
غلام محمد میرے روحانی فرزند ہیں، کھڑی شریف میں حاضر ہو کر ان کی ظاہری  
بیعت کرو۔“

میاں صاحب اٹھے اور بڑی خوشی کے ساتھ حضرت سائیں غلام محمد رحمان اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض مدعا کیا۔ انہوں نے فرمایا ”کچھ دن صبر کرو“ چند دن بعد پھر درخواست کی تو پھر وہی جواب ملا۔ اس طرح کئی سال گزر گئے۔ اس دوران آپ نے تزکیہ باطن اور سلوک کی کئی منزلیں طے کیں اور باقاعدہ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ آخر ایک روز حضرت



سائیں غلام محمد نے میاں صاحب کو اپنے شیخ کے مزار پر لے جا کر بیعت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ کشمیر جا کر حضرت شیخ احمد ولی قدس سرہ سے مزید فیض حاصل کرو۔

میاں صاحب اب ایک دشوار اور کٹھن سفر پر روانہ ہو گئے اور مقصد کی لگن میں سفر کی صعوبتوں سے بے نیاز سرینگر جا پہنچے، حضرت شیخ احمد ولی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑی شفقت سے پیش آئے اور اسرار معرفت سے آگاہ کر کے خلعتِ خلافت سے نوازا، کچھ عرصہ بعد مرشدِ کامل کی اجازت سے واپس آکر کھڑی شریف قیام پذیر ہو گئے اور فیض وجود کے دریا بہا دئے، بلاشبہ ان گنت افراد آپ کے انفاسِ قدسیہ، ارشاداتِ عالیہ اور فیضِ نظر سے مستفید ہوئے۔ حضرت میاں صاحب ایک متمول اور خوشحال خاندان کے چشم و چراغ ہونے کے باوجود جوانی ہی میں علائقِ دنیا سے بیزار اور ظاہری جاہ و چشم سے متنفر تھے، آپ کے والدین نے بڑی محبت سے آپ کی ایک جگہ نسبت طے کی تھی لیکن آپ نے اسے بھی توڑ دیا اور تجرد کی زندگی کو پسند کیا، تمام زندگی معمولی مقدار میں کھانا تناول فرماتے رہے، خاص طور پر عمر کے آخری حصے میں تو خوراک کی مقدار بالکل قلیل رہ گئی تھی، عبادت و ریاضت کی لگن اور محبتِ الہیہ کی محویت نے آپ کے دل کو دنیا اور دنیاوی امور سے پوری طرح مستغنی کر دیا تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا اللہ تعالیٰ کی محبت، اہل اللہ کی عقیدت، ذکر و فکر کے شوق اور روحانی سکون کی دولت سے مالا مال ہو کر لوٹتا تھا۔ آج بھی آپ کے مرقد پر حاضر ہونے والا دلی سکون اور مسرت حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضرت میاں صاحب سے متعدد تصانیف یادگار ہیں جو ان کے تبحر علمی، عقیدے کی پختگی، حسنِ عقیدت کی فراوانی، قدرتِ کلام اور فی البدیہہ شعر گوئی پر شاہدِ عادل ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ تحفہٴ رسولیہ

۲۔ گلزارِ فقر

۳۔ کراماتِ غوثِ اعظم

۴۔ تحفہٴ میاں



- ۵۔ بات مسیور در نجیب  
۶۔ تذکرہ زیدی  
۷۔ قصہ شیخ صنعان  
۸۔ شاہ منصور  
۹۔ نیرنگ عشق  
۱۰۔ سخی خواص خاں  
۱۱۔ مرزا صاحبان  
۱۲۔ سوہنی مہینوال

۱۳۔ شیریں فرہاد (دغیرہ وغیرہ)

ان میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت آپ کی لافانی تصنیف سیف الملوک کو حاصل ہوئی جو آج بھی لاکھوں دلوں کی دھڑکن ہے اور خطہ پوٹھوہار میں قریباً تمام مرد و زن اسے بڑی عقیدت و محبت سے پڑھتے ہیں۔ سیف الملوک میں آپ نے محض بدیع الجہال اوسیف الملوک کے حسن و عشق کا قصہ ہی بیان نہیں کیا بلکہ بقول عارفِ رومی سے

خوشتر آں باشد کہ ستر دلبراں

گفتہ آید در حدیث دیگران

عاشق صادق کو عشق حقیقی، تصوف کے گہرے اسرار و غوامض اور محبوب حقیقی کے راستے میں پیش آنے والے طوفانِ مصائب کے سامنے مردانہ وار سینہ سپر ہونے کا درس بھی دیا ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں سے

بات مجازی و مرضانی، ون و ناں دی کاٹھی

سفرِ عشق کتاب بنائی سیف چھپی و سج لاٹھی

میاں صاحب واضح طور پر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سیف الملوک ایسا مجازی عاشق ہے کہ پناہ مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہے اس کے باوجود اس کی ثابت قدمی میں فرق نہیں پڑتا اور بالآخر حصول مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ عاشق حقیقی کو تو اس سے بھی زیادہ ہمت و استقلال کا ثبوت دینا چاہئے اور کسی بڑی سے بڑی مصیبت کو خاطر میں لائے بغیر راہِ طلب میں گامزن رہنا چاہئے۔ میاں صاحب کا کلام اسرارِ معرفت کی عام فہم تشریح ہے اور اس سے اسی وقت استفادہ کیا جاسکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی معرفت کو مقصودِ قلب و نظر بنا کر پڑھا جائے ورنہ محض قصہ پڑھ لینے سے دل بہلانے کے علاوہ اور کیا حاصل ہو سکتا ہے؟



اس نادر قصے کا انتخاب بھی میاں صاحب کی حدیث طبع کا نتیجہ ہے۔ طویل قصے کو جس خوش اسلوبی اور تسلسل سے پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے، پھر لطف یہ کہ حسن و عشق، رنج و راحت، بحروب، بانغ و بہار اور حقیقت و مجاز کسی بھی عنوان پر آپ کا شہسوار قلم رکنے کا نام نہیں لیتا، سیف الملوک کے مطالعہ کی بنا پر اگر آپ کو ہائی پنجاب کہا جائے تو ہرگز مبالغہ نہ ہوگا، آپ نے صرف تیس سال کی عمر میں اسے مکمل کر لیا تھا۔

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش قادری قدس سرہ کا وصال ۲۳-۱۳۷۲ھ/۱۹۰۶ء میں ہوا، آپ کی آخری آرامگاہ آپ کے ممدوح اور مرشد معنوی حضرت پیرے شاہ قاری قادری قدس سرہ کے جوار میں بنی، مزار پر انوار مرجع انام ہے لے

سے فقیر محمد فقیر، ڈاکٹر : جان پھان، مقدمہ سیف الملوک (پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور)



## شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی قدس سرہ

بقیۃ السلف حجتہ الخلف حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی ابن حضرت خواجہ عبدالرحمن قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء) ابن حضرت شیخ عبدالقیوم سرہندی قدس سرہ (۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۵ء) ۶ شوال ۶۰ راپریل (۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۲ء) کو قندھار میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حالات کی پراگندگی اور طوائف الملوکی کے سبب ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۵ء میں قندھار سے ارغستان چلے گئے۔ جب امیر عبدالرحمن نے خراسان پر تسلط جما کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو حضرت خواجہ عبدالرحمن قدس سرہ نے ۱۲۹۷ھ میں حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنے کے لئے رخصت سفر باندھا، سندھ، کراچی اور بمبئی سے تھوڑے عرصے بعد شریف پہنچے، ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۲ھ تک تین سال مکہ مکرمہ اور طائف میں قیام کیا، بعد ازاں مدینہ طیبہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور ایک سال چار ماہ تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپ کے مخلص دوستوں اور خاص طور پر مولانا رحمت اللہ صاحب کی قدس سرہ نے مشورہ دیا کہ آپ وطن مالوف کو واپس تشریف لے جائیں کیونکہ آپ کے وجود مسعود سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ پانچ سال تک بلاد طیبہ میں رہ کر وطن کو تشریف لے جاتے ہوئے جب سندھ سے گزرے تو معتقدین نے بصد اصرار گزارش کی کہ خراسان جانے کی بجائے ہمارے پاس تشریف رکھیں، چنانچہ آپ گلہڑ (مضافات حیدرآباد) میں قیام پذیر ہو گئے اور پھر یہیں جان جان آفرین کے سپرد کی اور کوہ گنجر کے امن میں مدفون ہوئے بعد ازاں اولادِ امجاد نے ٹنڈو ساہیں داد کو مسکن بنایا۔

حضرت مولانا خواجہ محمد حسن جان قدس سرہ نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد قندھار میں

۱۵ محمد سعید احمد، پروفیسر، تذکرہ مظہر مسعود، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲۰

۱۵ عبد اللہ جان المعروف بہ شاہ آغا، مولانا، مؤنس المصنوعین (۱۳۶۶ھ) ص ۱۵۰



مولانا باز محمد سے فارسی کی کتب میں پڑھیں۔ جب ۱۲۹۷ھ میں والد ماجد کے ہمراہ سندھ تشریف لائے تو قصبہ ٹکڑ میں دو سال تک قیام کے دوران مولانا الحاج لعل محمد متعلوی سے کسب فیض کرتے رہے، بعد ازاں جب مکہ مکرمہ گئے تو مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے قائم کردہ "مدرسہ مولتیہ" میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور حضرت بانی مدرسہ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوتے رہے۔ اسی مدرسہ میں مولانا حضرت نور سے سراجی پڑھی ۱۳۰۱ھ میں درس حدیث مفتی محمد حضرت مولانا شیخ سید احمد دحلان رحمہ اللہ تعالیٰ سے لیا۔ والد ماجد سے دیگر کتب کے علاوہ بخاری شریف سبقا پڑھی اور سند فراغت حاصل کی۔ ابتدا ہی سے آپ کو حفظ قرآن مجید کا بہت شوق تھا۔ مکہ مکرمہ میں تعلیم حاصل کرنے کے گھر کے تمام کام کاج کرنے، ہر روز عمرہ ادا کرنے اور عبادت و ریاضت کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور احتیاطاً والد ماجد کو نہ بتایا کہ بے انداز مصروفیات کی بنا پر کہیں ممانعت نہ فرمادیں، والد ماجد کو اس وقت پتہ چلا جب آپ بائیس پارے حفظ کر چکے تھے، اس پر انہوں نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ختم قرآن کے موقع پر وسیع دعوت کا اہتمام فرمایا۔

حضرت مولانا محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ علوم دینیہ کو بہت اہمیت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن و حدیث میں جو فضائل علم وارد ہیں وہ صرف علوم دینیہ سے متعلق ہیں اور مدارس دینیہ کی تعمیر و ترقی میں خود بھی حصہ لیتے تھے اور مریدین کو بھی بیش از بیش حصہ لینے کی تلقین کیا کرتے تھے کہ اتباع شریعت، سادگی اور اخلاق حمیدہ میں بے مثل تھے۔ صبر و تسلیم کا یہ عالم تھا کہ ۱۳۵۴ھ میں آپ اہل و عیال سمیت کوئٹہ میں تشریف فرما تھے کہ ۲۷ صفر کو ہولناک زلزلے نے قیامت صغریٰ قائم کر دی، پورا علاقہ تہ و بالا ہو گیا لاتعداد

۱۔ عبد الشہان المعروف بہ شاہ آغا، مولانا : مؤسس المصلحین ص ۵۹-۶۳

ص ۶۴-۶۸

ص ۱۴۱-۱۴۲

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً



افراد شہید ہوئے۔ حضرت مولانا کے اہل و عیال اور ہمراہیوں میں سے گیارہ افراد جام شہادت نوش کر گئے۔ لیکن آپ نے حیرت انگیز مہمت و استقامت کا مظاہرہ کیا اور چند معاونین کے ہمراہ ایک ایک فرد کو بلے کے نیچے سے نکالا اور کفن و دفن کا انتظام کیا۔

۱۳۳۲ھ میں حرمین شریفین، کربلا، نجف اشرف، شام اور بیت المقدس کی زیارات کی نیت سے تقریباً بیس افراد کے ہمراہ بغداد شریف حاضر ہوئے۔ یہ آپ کا چوتھا سفر زیارت تھا۔ اسی دوران جنگ عظیم چھڑ گئی اور آپ بہ ہزار مشقت حرمین شریفین پہنچے اور مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے واپس تشریف لائے۔

حضرت مولانا علم و فضل کے ساتھ ساتھ بے باک مجاہد اور مرد میدان بھی تھے چنانچہ جب ۱۲۹۶ھ میں انگریزوں نے افغانستان پر حملہ کیا تو آپ بھی والد ماجد کے ہمراہ شریک کارزار ہوئے۔ آپ بیدار مغز اور صاحب بصیرت قومی راہنما تھے۔ ترکی کے سلطان عبدالحمید خان کو خلیفۃ المسلمین تصور کرتے تھے اور جب انگریز پستوں نے سلطان کو معزول کیا تو آپ بڑے رنجیدہ ہوئے، جنگ بلقان اور اطالیہ کے طرابلس پر حملے کے موقع پر معتقدین اور سندھ کے مسلمانوں سے خطیر رقم اکٹھی کر کے ہلالِ احمر کے ذریعہ مجاہدین کے لئے بھجوائی گئی۔

تحریک خلافت میں گم کردہ راہ لیڈروں کی کج روی پر بہت افسوس کیا کرتے تھے۔ آپ نے کھل کر بعض مسائل میں شرعی نقطہ نظر سے اختلاف کیا اور طعن و تشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے موقف کو واضح طور پر پیش کیا۔ آپ گاندھی کی قیادت کو سخت ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے، ان لوگوں پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو انگریزوں سے لاتعلقی کرتے ہیں اور دوسری طرف مشرکین ہنود سے اتحاد اور وداد کے حامی ہیں جو انگریزوں سے بھی زیادہ دشمن اسلام ہیں۔ اسی طرح جب لیڈوں نے ہندوں

۱۔ عبداللہ جان المعروف بشاہ آغا : مونس مخلصین ص ۱۷۸ - ۱۸۰

۲۔ ایضاً : ص ۱۷۲ - ۱۷۸ ، بصلہ دین سہولتانی، مقدم مولانا ، تقریباً اصول لاریجہ ، مطبوعہ ترکی ۱۹۷۵ء ص ۱۲۵

۳۔ عبداللہ جان : مونس مخلصین ص ۱۹۶ - ۱۹۷



کے فریب میں آکر سادہ لوح مسلمانوں کو انگریز کے مقبوضہ علاقوں سے ہجرت کر کے افغانستان چلے جانے کا مشورہ دیا اور لوگ جوق در جوق ترک وطن کرنے لگے تو اس موقع پر بھی آپ نے قوم کی صحیح رہنمائی کی اور ترک وطن سے ممانعت کی اور فرمایا :-

” وہاں اتنی گنجائش کہاں ہے کہ سب لوگ سما سکیں، خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہوں گے اور مسلمانوں کے بادشاہ کو بھی تکلیف دیں گے اس سے مسلمانوں کے دشمنوں کو خوشی ہوگی“

تاریخ شاہد ہے کہ ترک وطن کر کے جانے والوں کا جو حال ہوا وہ کسی طرح بھی قابل اطمینان نہ تھا۔

اسی دوران سندھ میں فتنہ نجدیت نے سر اٹھایا، اس کی سرکوبی کے لئے بھی آپ نے گراں قدر خدمات انجام دیں، غرض اقتصادی، عملی، اخلاقی اور سیاسی امور میں قوم کی بروقت راہنمائی کی اور ایک روشن دماغ مناسب الرامی قائد کے فرائض انجام دئے۔

حضرت مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ ہر اس تحریک میں بڑھ کر حصہ لیتے جو اسلام اور مسلمانوں کی بہتری کے لئے شروع کی جاتی۔ تحریک خلافت کے دور کا ایک واقعہ آپ کے فسر زندہ ارجمند رہنما پیر ہاشم جان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا :

”جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو اس وقت مولانا محمد علی جوہر کی ہدایت پر سندھ میں اہل ثروت لوگوں سے چندہ جمع کرنے کے لئے حاجی عبداللہ ہارون کی قیادت میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، اس کمیٹی کے افراد حاجی صاحب خود، حکیم فتح محمد اور مولانا محمد صادق وغیرہ

۱۔ تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کے بارے میں ایک موقف وہی تھا جو علامہ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تھا، تفصیل کے لئے دیکھئے ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ شائع کردہ مرکزی مجلس رونا لاہور (از پروفیسر محمد سعید احمد)۔  
۲۔ عبداللہ جان المعروف بہ شاہ آغا۔ مونس المخلصین : ص ۱۹۷-۲۰۲



میرے والد ماجد محمد حسن جان سرہندی کی خدمت میں پہنچے اور اپنا مقصد بیان کیا۔ والد محترم نے فرمایا کہ خلافتِ اسلامیہ کے احیاء اور انگریز حکومت سے مسلمان ممالک کی آزادی کے لئے ضرورت جس بات کی ہے وہ جسمانی جہاد کی ہے، مالی جہاد جسمانی جہاد سے بہت فروتر ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں گھر جا کر دیکھتا ہوں، گھر میں جو رقم ہوگی وہ لاکر پیش کر دوں گا، اس وقت کافذ کے نوٹ نہیں تھے، انٹرفیوں کی صورت میں روپیہ جمع رہتا تھا چنانچہ والد محترم بھری ہوئی تھیلیاں اٹھا کر لائے، کبیٹی کے ممبروں کے حوالے کر دیں اور فرمایا: میرے گھر میں دس ہزار روپیہ سے کچھ زائد تھے وہ سب آپ کے حوالے کر رہا ہوں، انہوں نے ایک آنہ بھی گھر میں نہیں چھوڑا تھا، پورے برصغیر میں یہ مالی قربانی کی اس طرح کی پہلی مثال تھی جو والد محترم نے پیش کی ہے

مولانا محمد حسن جان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں مسلم لیگ کی بھرپور امداد کی، مریدین کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈالنے کا حکم دیا اور بااثر لوگوں کو خطوط لکھ کر مسلم لیگ کی حمایت کا حکم دیا۔ ذیل میں آپ کے ایک فارسی مکتوب کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے:

مخلصین مکرمین و طیر محمد قاسم و طیر عبد شہد قاضی جان محمد مسلم رہتم  
بعناز دعائے خیر تم مخلصین کو بہ طور نصیحت لکھا جاتا ہے کہ  
ایکشن کے سلسلہ میں اسلام کے مددگار بنو اور کافر ہندوؤں کی  
رفاقت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ یہ ہندوؤں کا مسلمانوں سے مقابلہ



ہے سید اکبر علی شاہ کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دے دیا گیا ہے اس لئے  
تم پر لازم ہے کہ ان کی مخالفت سے دستبردار ہو جاؤ اور جس قدر ممکن ہو  
امداد کرو۔ والسلام

۶ ماہ صفر ۱۹۶۵ء

فقیر محمد حسن جان عفی عنہ لے

سندھ میں یہ مقولہ مشہور تھا کہ :

”پیر سرہندی سندھ کا بے تاج بادشاہ ہے“

چنانچہ آپ کی امداد و اعانت سے مسلم لیگ نے سندھ میں زبردست کامیابی حاصل کی۔  
مسجد منزل گاہ، سکھر کو ہندوؤں کے قبضے سے واگزار کرانے کی تحریک چلی تو آپ  
نے اپنے دو صاحبزادوں، مولانا عبداللہ جان اور مولانا عبدالستار جان کی قیادت میں  
ہزاروں مریدین کو سکھر بھیجا جنہوں نے مسجد کی واپسی تک تحریک میں پرجوش حصہ لیا۔  
سندھ میں لواری بہت بڑی گدی ہے، وہاں کے مشائخ دینی اور قومی خدمات کی  
بنا پر زبردست شہرت کے حامل رہے ہیں۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل بعض لوگوں  
نے مشہور کر دیا کہ جناب احمد زمان سجادہ نشین لواری شریف نے عرس  
کے موقع پر حج کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور مریدین کو یہ تاثر دیا ہے کہ  
مکہ، مدینہ جانے کی بجائے یہیں حج کر لیا کریں، مکہ کا سارا نور لواری شریف میں منتقل ہو گیا  
ہے، حضرت خواجہ محمد حسن جان رحمہ اللہ علیہ کو یہ اطلاع پہنچی تو انکے ایما پر ہزاروں مریدین  
کفن بردوش میدان میں نکل آئے۔ جب انگریز حکومت نے دیکھا کہ مسلمان اس مسئلہ پر  
خون بہانے کے لئے تیار ہیں تو سرکاری طور پر پابندی کا اعلان کر دیا۔

حضرت مولانا کو دینی اور علمی کتب کے مطالعہ سے بے حد شغف تھا، اپنے اکثر  
اوقات تصنیف و تالیف میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ مطبوعہ اور

لے عبداللہ جان المعروف بہ شاہ آغا، مولانا : مونس الخلیفین ، ص ۲۰۴

لے محمد موسیٰ بھٹو، حافظ : ہفت روزہ اداکار، لاہور، ۲۰۰۲ تا ۲۹ جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۲۳-۲۵۔  
(نٹروہ پیر شاہ جان سرہندی)



غیر مطبوعہ نادر و نایاب کتب کا بہترین ذخیرہ ہے۔ آپ نے اس دور کی اعتقادی آویزش کو ختم کرنے کے لئے نہایت اہم کتابیں لکھیں۔ آپ نے دیگر موضوعات پر بھی قلم اٹھایا اور فضیلتِ علمی کے قابلِ قدر جواہر پارے یادگار چھوڑے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں :-

۱۔ شفار الامراض (عربی) جلد امراض کے لئے کتبِ طبیہ کی ترتیب پر تعویذات اور وظائف پر مشتمل ہے۔

۲۔ انیس الارواح والد ماجد حضرت خواجہ عبدالرحمن فاروقی قدس سرہ کی سوانح حیات ہے۔ اس میں مشائخِ عظام کا اجمالی تذکرہ اور سلوکِ طریقہء نقشبندیہ کے ابحاثِ شریفہ درج ہیں۔ (مطبوعہ مطبع مجددی امرتسر ۱۳۲۸ھ)

۳۔ ترجمہ عمود موافق (غیر مطبوعہ) حضرت مولانا عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ (م ۱۳۰۳ھ) کی تصنیف کا فارسی ترجمہ۔

۴۔ انساب الانجاب : خاندانِ مجددیہ کا تذکرہ (مطبوعہ مطبع مشرق عالم، لاہور)

۵۔ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ : مولوی محمد دین وفائی کی کتاب "توحید الایمان" سندھی ترجمہ "تقریر الایمان" کی تردید۔

۶۔ طریق النجاة مع رسالہ التذویر فی اثبات التقدير (عربی) ردِ نیچریت۔

۷۔ العقائد الصیحة فی بیان مذہب اہل السنۃ والجماعۃ : علامہ بریلی اور دیوبند کے اختلافی مسائل پر تبصرہ اور مسلکِ اہل سنت و جماعت کی تائید۔

(مطبوعہ مطبع الفقہیہ امرتسر)

۸۔ رسالہ تہلیلیہ : کلمہ طیبہ کی شرح (مطبوعہ مطبع رفاہ عام اسٹیم پریس لاہور)

۹۔ تذکرۃ الصالحین فی بیان الاقتیاد : اُن اولیاء و صالحین کا تذکرہ جن سے عرب شریف

سندھ، خراسان اور ہند میں آپ کی ملاقات ہوئی (مطبوعہ مطبع نظامی کراچی)

۱۰۔ شرح حکم شیخ عطار اللہ سکندری (مطبوعہ ۱۳۵۷ھ) علمِ توحید اور بندے کے اپنے

لے دی و کتب حضرت علامہ مولانا حسین علی مدظلہ العالی کی سعی سے مکتبہ ایشیائی ترکی سے چھپ گئی ہیں مولانا کریم انیس جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین



رب کے ساتھ تعلقات کی شکل تشریح۔

۱۱۔ پنج گنج : اس میں پانچ کتبیں ہیں ، (۱) سفرِ حجاز کی تفصیلات - (۲) شرح چہل کلام  
(۳) مناسکِ حج - (۴) مجموعہ احادیث ، جو آپ کو مکہ مکرمہ میں شیخ سید  
محمد ابو نصر دمشقی سے حاصل ہوئیں مع خطباتِ نبویہ - (۵) دینی و دنیاوی  
نصائح۔

۱۲۔ سفر نامہ عربستان۔

۱۳۔ الاشارة الى البشارة ، اہمیت میں اشارہ نہ کرنے کی تائید و تحقیق۔

۱۴۔ رسالہ فی باب صحۃ الجموعۃ فی القرنی : دیہاتوں اور قصبوں میں جوازِ جمعہ کے  
متعلق فتوے۔

۱۵۔ لغات القرآن ، قرآن پاک کے مشکل الفاظ کی تفسیر۔

۱۶۔ رسالہ در قواعد تجوید و قرأت لہ

حضرت مولانا شعروشاہ اموی کاظمہ ذوق رکھتے تھے، عربی اور فارسی میں اظہارِ  
خیال کرتے تھے۔ اگرچہ اس طرزِ میلانِ طبع بہت کم تھا اور کوئی شعری ذخیرہ بھی یادگار نہیں  
چھوڑا لیکن آپ کے کلام کی سلاست، دعائی اور پشتگی، بلندی فکر کی غماز ہے، مدینہ منورہ  
کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

زاد صاف مدینہ ہرچہ گویم، قطرہ از دریا است  
عفاف آنجا کفایت آنجا صلوة آنجا زکوٰۃ آنجا  
خداوند اعطا کن بندہ خود را بفضل خود  
قیام آنجا مقام آنجا حیات آنجا مات آنجا  
اگر خواہی کہ بینی جنت المادے دریں عالم  
نشیں در روضہ اطہر بخواہ از حق نجات آنجا



۲ رجب، ۲۰ جون ۱۳۶۵/۱۹۴۶ء کو آپ کا وہ سال ہوا اور کوہ گنجر (مصنفاست، حیدرآباد) کے دامن میں والد ماجد کے مزار کے پہلو میں محو خواب ابدی ہوئے۔ آپ کا مزار پُرانوار مرصع خاص و عام ہے۔ جناب صاحبزادہ محمد سلیم جان مجددی نے "نغزلہ" (۱۳۶۵) سے تاریخ وفات نکالی ہے۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا عبداللہ جان المعروف شاہ آغا رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین ہوئے۔

۱۷ افسوس حضرت شاہ آغا صاحب ۱۹۷۳ء میں وصال فرما گئے۔ آپ بھی اپنے وقت کے فاضل جلیل اور علی کمال تھے اور فی زمانہ اپنا تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ آپ کا کتب خانہ قلمی نیادرات اور نادر مطبوعات سے معمور ہے اور قابل دید ہے۔ آپ کا مزار مبارک والد ماجد حضرت خواجہ محمد حسن جان علیہ الرحمۃ کے پہلو میں ہے اور ایک ہی گنبد میں یہ تین فضلاء وقت آرام فرما رہے ہیں یعنی حضرت خواجہ عبدالرحمن، حضرت خواجہ محمد حسن جان اور حضرت شاہ آغا عظیم الرحمۃ۔ حضرت شاہ آغا صاحب کے جانشین صاحبزادہ علی جان مدظلہ العالی ہیں جو بڑے سے تورق اور متنی میں عمر شریف ۶۰ سال کے لگ بھگ ہے۔ (شکر پیر پور خیر محمد مسوا احمد ایہاے، پی ایچ ڈی)

نوٹ: ۱۹۷۵ء میں حضرت مولانا محمد حسن جان منہدی قدس سرہ کے قابل صد نفع فرزند زادہ بسندہ کے نام و فائز فاضل بزرگ پیراشم جان دواتہ تعالیٰ وصال فرما گئے، ان کے حالات دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں۔ (شرف قادری)



## سحبانِ زمان مولانا علامہ ابوالفیض محمد حسن فیضی رحمتہ اللہ تعالیٰ

ادیبِ اریب، فاضلِ علومِ دینیہ، ماہرِ فنونِ عربیہ مولانا ابوالفیض محمد حسن فیضی ابن جناب نور حسین بھیس ضلعِ جہلم کے رہنے والے تھے، اپنے وقت کے مشہور زمانہ افاضل سے اکتسابِ علم کیا، اساتذہ میں سے آپ کے ماموں مولانا قاضی عبدالحلیم ساکن ڈھاب قاضیاں کا نام معلوم ہو سکا ہے۔ آپ مولانا ابوالفضل کرم الدین (مولفِ آفتابِ ہدایت و تازیانہ سمیت) کے چچا زاد بھائی اور اپنے دور کے بے مثل فاضل تھے، عربی شعر و شاعری میں متقدمین شعراء کے ہم پلہ تھے، ایک زمانہ تک جامعہ نعمانیہ (لاہور) میں مدرس رہے۔ آپ نے سورۃ فاتحہ کی مکمل تفسیر بے نقطہ الفاظ میں لکھی تھی جو طبع نہ ہو سکی۔ آپ کی تصانیف میں سے روض الربی فی حقیقۃ الربوب (جس میں ہندوستان کو دارالحرب کہہ کر اس کا فناء و مسلمان نہیں) قرار دے کر غیر مسلموں سے سولہ لپٹ جائز قرار دیا ہے) اور میراث، ولایہ اور وصیت کے مسائل پر القرائض فی الفرائض و الولایہ والوصیہ "عربی اشعار میں طبع ہو چکی ہیں، اس کے علاوہ آپ کے متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ عربی قصائد آپ کے تبحر علمی، قدرتِ کلام اور ادبِ عربی پر کامل عبور کے شاہدِ عادل ہیں۔

آپ کا یہ علمی کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے کہ آپ نے اعجاز و نبوت کے مدعی تفسیرِ قرآن اور عربی نویسی میں "انا ولا غیر" (مجھ کو دیکھو، میرے نیست) کا ڈھنڈور پیٹنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو وہ شکستِ فاش دی کہ مرزا صاحب تازلیت علامہ کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ ہوا یوں کہ مرزا صاحب کے بند بگم دعاوی اور الہامات کے پر زور اعلانات سن کر علامہ فیضی ۱۳ فروری ۱۸۹۹ء کو مسجد حکیم حسام الدین (سیالکوٹ) میں بنفسِ نفیس تشریف لے گئے اور اپنا ایک بے نقطہ عربی قصیدہ (بلا ترجمہ) مرزا صاحب کو دکھایا جس میں نکھاتکارا اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو مجھے آپ کے الہام کی تصدیق کے لئے یہی کافی ہے کہ اس قصیدہ کا مطلب حاضرین کو سنادیں، اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہو۔



لما لك ملكه حمد، سلام علی مرسلہ علم الكمال  
حمود احمد و محمود طهور مع اولاء و ال  
اما مملوك احمد اهل علم والهام و حلال السؤال

مرزا صاحب کو کافی دیر دیکھنے کے بعد جب کچھ بھی پتہ نہ چلا تو اپنے ایک فاضل حواری کو دے دیا مگر اسکے پتے بھی کچھ نہ پڑا، مقابلہ و معارضہ تو کجا انہیں تو مطلب بھی سمجھ نہ آیا اور نہ ہی قصیدے کو صحیح طور پر پڑھ سکے، آخر یہ کہہ کر قصیدہ واپس کر دیا کہ ہمیں تو اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، آپ ترجمہ کر کے دیں۔

علامہ فیضی نے ۹ مئی ۱۸۹۹ء کو سراج الاخبار میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں یہ تمام واقعہ درج کر دیا اور آخر میں کھلے لفظوں میں مرزا صاحب کو چیلنج کیا:-  
” اخیر پر میں مرزا صاحب کو اشتہار دیتا ہوں کہ اگر وہ اپنے عقائد میں سچے ہوں تو آئیں، صدر جہلم میں کسی مقام پر مجھ سے مباحثہ کریں، میں حاضر ہوں تحریری کریں یا تقریری، اگر تحریر ہو تو نشر میں کریں یا نظم میں، عربی ہو یا فارسی یا اردو، آئیے سنئے اور سنائیے“

مگر مرزا صاحب نے کچھ جواب نہ دیا اور اس طرح چپ سا دھبی کہ کروٹ نہ بدلی، بعد ازاں پھر مرزا صاحب کو ایک مکتوب ارسال کیا جو ۱۳ اگست ۱۹۰۰ء کو سراج الاخبار میں شائع ہوا اس میں آپ نے پھر مرزا صاحب کو دعوتِ مقابلہ دی اور واضح طور پر لکھا کہ:  
” میں آپ کے ساتھ ہر ایک مناسب شرط پر عربی نظم و نثر لکھنے کو تیار ہوں تاریخ کا تقرر آپ ہی کر دیجئے اور اطلاع کر دیجئے کہ میں آپ کے سامنے اپنے آپ کو حاضر کر دوں“

اس دفعہ آپ نے جہلم کی قید بھی حذف کر دی اور مرزا صاحب کو اختیار دیا کہ جہاں چاہیں مقابلے کے لئے آجائیں لیکن ”حل من مبارد“ کا بیانگِ دہل اعلان کرنے والے مرزا

لے علامہ احمد کا کیا خوب بے نقط ترجمہ ہے!



صاحب اس چیلنج کو بھی حسب سابق پی گئے اور منقار زیر پر رہنے میں عافیت سمجھی۔  
 مرزا صاحب نے آئے دن نئے نئے دعووں پر اکتفا نہ کیا بلکہ ایک قدم آگے  
 بڑھا کر تمام علماء اسلام، خاص طور پر شیخ الاسلام مرشد المسلمین حضرت خواجہ پیر سید  
 مہر علی شاہ قدس سرہ کو تحریری مقابلہ کا بڑی شد و مد سے چیلنج کیا تو آپ نے اپنی بے پناہ  
 مصروفیات کے باوجود مرزا کا چیلنج قبول کیا اور ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف لائے  
 سینکڑوں علماء اور ہزاروں عوام حق و باطل کا فیصلہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے  
 موجود تھے لیکن مرزا صاحب کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس موقع پر علامہ فضلی نے  
 بادشاہی مسجد میں ہزاروں کے اجتماع میں پومغز تقریر کی اور مرزا کے تمام مکرو فریب کو طشت  
 از بام کر دیا جس سے تمام لوگوں پر حضرت پیر صاحب کی حقانیت اور مرزا کی بطلان روز  
 روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

علامہ فضلی قدس سرہ نے دوران تقریر فرمایا حضرت پیر صاحب ۲۴ اگست سے  
 لاہور میں تشریف فرما ہیں مگر مرزا صاحب ادھر آنے کا نام تک نہیں لیتے؛  
 ”یہ حقیقت میں خود مرزا کے اپنے قول کے مطابق تاکہ الہی عظمت و  
 جلال کا کلمہ کھلا نشان تھا جس نے مرزا کی جھوٹی وبے جا شیخی کو کچل  
 ڈالا اور آپ کے حماس کی وہ گت ہوئی کہ مقابلہ و مباحثہ لاہور تو درکنار  
 آپ کو سوائے اپنے بیت المقدس کے تمام دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی  
 اور ”وقذف فی قلوبہم الرعب بما کفروا“ کا مضمون دوبارہ دنیا  
 کے صغیر پر معزز ظہور پر آیا“ لے

برخلاف اس کے حضور پرنور حضرت پیر صاحب ممدوح کے دست مبارک پر  
 خداوند کریم نے وہ نشان ظاہر کر دیا جس کا آیت مبارکہ ”وکان حقاً علینا نظر المؤمنین“  
 میں وعدہ دیا گیا تھا۔



علامہ فیضی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب تک زندہ رہے اس وقت تک تو مرزا صاحب نے سکوت کو حزمہ جاں بنائے رکھا لیکن جب علامہ وصال فرما گئے تو مرزا نے موقع کو غنیمت جانا اور ان کی وفات کو حسبِ عادت اپنی صداقت کا نشان قرار دے دیا چنانچہ مرزا صاحب نے اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی میں یوں لکھا کہ :-

” ۱۵۲ ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیس والا میری پیشگوئی کے مطابق مراجعہ کیا کہ

میں نے مفصل اپنی کتاب مواہب الرحمن میں لکھا ہے “

۱۵۳ مولوی محمد حسن بھیس والے نے میری کتاب اعجاز احمدی کے حاشیہ

پر ” لعنة اللہ علی الکاذبین “ لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ میں ڈالا چنانچہ اس تحریر

پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ مر گیا “ ۱۵۴

تعجب ہے کہ اگر مرزا صاحب اتنے ہی صاحبِ امام تھے تو حضرت علامہ فیضی کے بار بار دعوت دینے پر سامنا کرنے کی جرأت کیوں نہ کر سکے؟

علامہ فیضی حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ سے بڑے نیاز مندانہ تعلقات

رکھتے تھے چنانچہ علامہ کے بعض قصائد سے ان تعلقات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں ۱۵۵

سقى الله ديمات التحيات داما ديار كريم طيب الشيمه المهدى

عليه سلام الله ربي ورحمته الى ان يدور النيرات على الرد

وانت طيب القلب لانزلت مرشدا وتسقى عطا شامن حليب من شهد

وبعد فقد ابنا اليك محبة امرنا بها وهي الوسيلة للعبد

وناظم هذا المحرف خادم بابكا حجار له منك الجميل من الرد

وكم غائب اصفى واحلى ومودة

من الحاضرين الاخذين من الصفد ۱۵۶

۱۵۶ محمد کرم الدین دبیر مولانا

تمازیانہ عبرت ص ۳۳

(آخری صفحات)

۱۵۷ انتخاب مناقب سلیمانہ



علامہ فاضل کی اولاد میں سے مولانا فیض الحسن فیض جمید عالم اور ادب عربی کے بلند پایہ  
فاضل اور شاعر گزرے ہیں۔ مولانا محمد حسن فیضی قدس سرہ کا وصال رجب ۱۸، اکتوبر ۱۹۳۱ء /  
۱۹۰۱ء کو ہوا، آپ کی آخری آرام گاہ بھییں ضلع جہلم میں ہے لے

لے محمد کریم الدین دبیر مولانا : تازیانہ نبوت ص ۴۵

نوٹ : ردِ مردانیت میں مولانا محمد حسن فیضی کے کارناموں کی تفصیل کے لئے مولانا محمد شاہ تائبش قصوری  
ذید مجدہ کا مضمون " ختم نبوت کے تین مجاہد " ماہنامہ ضیائے حرم کے ختم نبوت نمبر شمارہ دسمبر ۱۹۷۳ء امریکہ  
ملاحظہ فرمائیں۔



## آقائے سرہندی حضرت مولانا محمد حسین جان قدس سرہ

حضرت مولانا محمد حسین جان ابن حضرت خواجہ عبدالرحمن (م ۱۳۱۵ھ) ابن حضرت خواجہ عبدالقیوم (قدست سرار ہم) ۱۲۸۸ھ/۲-۱۸۷۱ء میں بمقام افغانستان قندھار میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد حسن جان قدس سرہ اپنے دور کے مقتدر عالم و عارف تھے۔ حضرت خواجہ محمد حسین جان سرہندی نے تمام علوم اپنے والد ماجد اور فضلاء عصر سے حاصل کئے، پانچ سال تک مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں تعلیم حاصل کی، شب و روز مطالعہ میں منہمک رہتے، تمام علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، خاص طور پر علم ادب اور تاریخ پر کما بورد رکھتے تھے۔ لہ جوانی ہی میں شعر و سخن کا آغاز کیا اور حالاتِ زمانہ کے دگرگوں ہونے کے باوجود فارسی شاعری کو بام عروج تک پہنچایا، آپ کو فی البدیہہ شعر کہتے ہیں کمال حاصل تھا، طریقت میں حضرت خواجہ عبدالرحیم قدس سرہ (م ۱۳۱۵ھ) سے بیعت تھے۔

حضرت سرہندی تقریباً تمام اصنافِ سخن میں ماہرانہ انداز میں اظہارِ خیال فرماتے تھے۔ آپ کے کلام میں قطعات، رباعیات اور مثنویات تمام چیزیں ملتی ہیں۔ فارسی کے علاوہ عربی اور پشتو میں بھی طبع آزمائی فرماتے تھے۔ آپ نے شعر و شاعری کو اپنا پیشہ اور مسلک نہیں بنایا بلکہ بعض اوقات تغننِ طبع کے طور پر دلی جذبات کو اشعار کے قالب میں ڈھال دیا کرتے تھے۔ آپ نے فارسی زبان کے نامور شعراء، نظامی، عمر خیام، سعدی، رومی، خسرو، حافظ، جامی، عرفی، کلیم اور بیدل کی زمیوں میں بڑی جاندار غزلیں کہی ہیں، حافظ شیرازی کی ایک غزل کا مطلع ہے ۷

تعالی اللہ چہ دولت دارم مشب کہ آمد ناگہاں دلدارم امشب

اس پر حضرت سرہندی کہتے ہیں ۷

تعالی اللہ چہ شیریں کارم امشب ز وصلِ آن پری بیدارم امشب

۷ آقا عبداللہ جان، مولانا : مونس المنصین (طبع ۱۳۶۶ھ) ص ۱۹۔

محمد مسعود احمد، پروفیسر : آقائے سرہندی، ماہنامہ قومی زبان کراچی، جنوری ۱۹۶۸ء، ص ۶۵۔



مہم چوں تاب ہر اندر در آمد      ز عکسش سر بسر انوارم امشب  
فعلت ایک امشکو من فراقک      بگفتا شکر کن غنوارم امشب

فدا دندا کہ سر ہندی چو حافظ

ز جام بے خودی سر شام امشب

کلیم ہمدانی کے تتبع میں ایک غزل لکھی ہے جس کا مقطع ہے ۔

سر ہندی ازاں بست لب از شربت و صلس      کز بروئے او دید ہلالِ رمضان را

ہلالِ رمضان دیکھ کر روزہ رکھنے کو استعارے کے انداز میں کس خوبی سے نبھایا ہے ۔

افغانستان کی زبوں حالی کی وجہ سے عجا رب مقدس چلے گئے، وہاں پانچ سال قیام کے بعد اپس

اگر موضع تکھر صوبہ سندھ میں طویل عرصہ تک قیام پذیر رہے۔ آخر میں سمارو شریف منتقل ہو گئے اور یہیں

ماہ صفر ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۸ء میں انہی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آخر وقت میں جب حالت انتہائی نازک

ہو گئی تھی، آپ کو اطلاع دی گئی کہ کراچی کے ایک ماہر طبیب کو بلایا گیا ہے، انشاء اللہ عزیز کل صبح تک پہنچ

جائے گا، آپ نے حدیثِ پاک کا مطالعہ کرتے ہوئے فرمایا :

”صبح تک حکیم کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا، رات کے تین بجے کے قریب کلمہ طیب پڑھتے بالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے

ایک صاحبزادی کے علاوہ باقی اولاد آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئی تھی۔

حضرت سر ہندی کی کلیات خیابان سر ہندی کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ آپ کے کلام

کے مطالعہ کے بعد وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ برطانوی ہمد کے سندھی فارسی گو شعراء

کی صفِ اول میں شامل تھے ۔

۱۔ یہ تمام حالات محرمی پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ کے مضمون ”آقائے سر ہندی“ ماہنامہ قوی زبان کراچی، جنوری ۱۹۶۸ء

ص ۱۰۰-۶۵ سے ماخوذ ہیں۔



## سراج الملتہ حضرت پیرسید محمد حسین شاہ علی پوری قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا حافظ پیر محمد حسین شاہ ابن امیر ملت حضرت پیر حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہا، شوال المکرم ۱۴۲۱ اپریل (۱۳۹۸/۵/۸) کو علی پور سیدیاں (سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۳ واسطوں سے اسد اللہ الغالب حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ۵ سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم کے لئے حافظ شباب الدین مرحوم کے پاس بٹلے گئے۔ حفظ کلام پاک کے بعد ڈل تک سکول میں تعلیم حاصل کی، بعد ازاں فارسی اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں مولانا عبدالرشید صدیقی سے پڑھیں، پھر امرتسر کے نامور عالم دین مولانا نور احمد امرتسری (مختصر مکتوبات شریف) کی خدمت میں حاضر ہو کر کتاب فیض کیا۔

جن دنوں آپ امرتسر میں زیر تعلیم تھے، امیر ملت حضرت پیرسید جماعت علی شاہ قدس سرہ امرتسر شریف لے گئے اور امتحان آپ سے چند مشکل صیفے پوچھے جنہیں آپ نے صحیح طور پر بتا دیا۔ ایک مولانا صاحب نے پوچھا کہ "سگ بچہ درہو البغیو" کونسا صیفہ ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ فعل ماضی رباعی مجرور فعلل کے ابتدائی تین صیغوں دحرج، دحرجا، دحرجوا کے وزن پر ہے اس پر حضرت امیر ملت بہت خوش ہوئے۔ دمدہ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی میں کیا جہاں اس وقت مولوی کفایت اللہ دہلوی درس حدیث دیتے تھے، ڈپٹی نذیر احمد سے ادب اور تاریخ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

تکمیل علوم کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں حضرت پیرسید نجابت علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (حضرت امیر ملت کے برادر بزرگ) کی دختر نیک اختر سے شادی ہوئی، انہی دنوں علی پور شریف میں مدرسہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی گئی جس کے آپ مہتمم مقرر ہوئے، مدرسہ کے انتظام کے علاوہ آپ مختلف علوم و فنون کی کتابیں خود بھی پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت پیر محمد حسین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت بابا فقیر محمد قدس سرہ (چورہ شریف)



کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت ہو کر خلافت پائی، ان کے وصال کے بعد اپنے والد ماجد سے بیعت ہو کر خلافت سے نوازے گئے، ہزاروں افراد حضرت امیرت قدس سرہ کی ظاہری حیات ہی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر ہدایت یاب ہوئے۔  
آپ کے چند ملفوظات ملاحظہ ہوں :-

- حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی تمام کمالات کا سرچشمہ ہے۔
- حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے بغیر نجات ناممکن ہے اگرچہ کتنا عابد و زاہد ہو۔
- جو شریعت کا پابند نہیں اگرچہ اس سے خوارقِ عادات کا بکثرت ظہور ہو، ولی نہیں ہے، ولایت کی بناء اتباعِ سنت پر ہے، کمالات پر نہیں۔
- اہل سنت و جماعت کا طریق ہی طریقِ حق ہے۔
- محبتِ صالحین اخلاق و احوال کی اصلاح کے لئے اکسیرِ عظیم ہے۔

افضل الرسل آپ کی تصنیف یا دیگر جے جس میں مدلل طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل ہیں (تالیف ۱۹۱۲ء) علاوہ ازیں آپ کی کسی تصانیف انوار الصوفیہ قصو میں قسط وار شائع ہوتی رہی ہیں۔

۱۲ ربیع الاول ۱۶ اکتوبر (۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) بروز سوموار آپ کا وصال ہوا، دوسرے دن ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی، علی پور شریعت میں آپ کا مزار مرجعِ خاص و عام ہے۔

حضرت مولانا صیاب القادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ وصال لکھی ہے

رابی ہوئے بہشت بریں کو ہزار حیف! بزمِ جہاں سے آج محمد حسین شاہ  
نورنگاہ پیرِ جماعت علی تھے آپ غصے آپ شیخِ کامل و اکمل خدا گواہ

سال وصال کہئے صیاب انجناب کی

”جنت نصیب میر محمد حسین شاہ“

۱۳

۱۳

۸۱



## زبدۃ السالکین حضرت الحاج میاں محمد حسین قادری نقشبندی مجددی قدس سرہ

زبدۃ الاصفیاء حضرت الحاج میاں محمد حسین قادری نقشبندی ابن کرم الہی (رحمہما اللہ تعالیٰ) ۹ محرم الحرام، ۲۰ نومبر بروز جمعہ شنبہ (۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء) موضع جھکیاں ناگرہ مضافات لاہور میں پیدا ہوئے والد ماجد نے ہوش سنبھالنے پر تعمیر سیرت پر پوری توجہ دی، ایک دن میاں محمد حسین کپاس کا پھول توڑ لائے، والد گرامی کو پتہ چلا تو خوب تواضع کی اور زمیندار کے پاس جا کر فرمایا اس بچے نے تمہارے کھیت سے ایک پھول توڑ لیا ہے، اب تمہاری مرضی ہے چاہو تو قیمت لے لو اور چاہو تو معاف کر دو۔ میاں صاحب فرمایا کرتے تھے مجھے یاد نہیں کہ اس کے بعد مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہو۔ قرآن مجید والد ماجد سے پڑھا اور قصبہ ڈھولن وال میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد حضرت پیر عبد الغفار شاہ قدس سرہ حامی اشاعتِ درود شریف امام مسجد تکیہ سادھواں کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور فارسی کی مروجہ کتب گلستاں، بوستاں وغیرہ پڑھیں، اس کے بعد حضرت مولانا حافظ فتح محمد بانی جامعہ فتحیہ اچھرہ (لاہور) کی خدمت میں حاضر ہو کر تین سال تک کسب فیض کیا اور مالابذمہ مفتاح الصلوٰۃ، اخلاقِ جلالی اور زلیخا جامی وغیرہ کتابیں پڑھیں، ان کے زہد و اتقار اور اتباعِ شریعت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے طلب علم کے ساتھ ساتھ مجاہدات میں مصروف رہے اور سلوک و عرفان کی منزلیں طے کیں۔ میاں محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مرشدِ کامل سے والہانہ محبت تھی، ان کے ارشادات کو تمام عمر حرزِ جاں بنائے رکھا۔

ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی عبد العزیز خطیب جناز گاہ مزنگ (لاہور) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدوری، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ اور تفسیر حسینی وغیرہ کتب پر عبور حاصل کیا، مولانا نور الدین ابن مولانا غلام قادر شائق (رحمہما



اللہ تعالیٰ) اونچی مسجد پاپڑ منڈی (اندرون شاہ عالم مارکیٹ) سے فرین خوشنویسی حاصل کیا اور اس فرین لطیف میں صاحب کمال ہوئے۔

حضرت میاں محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ قریباً بیس سال تک اچھرہ میں مختلف بھٹوں پر منشی گیری کرتے رہے پھر ملازمت کو چھوڑ کر علوم دینیہ کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ مشغلہ آخر عمر تک جاری رہا۔ آپ کو اولیاء کرام سے بے پناہ عقیدت تھی، دور دراز کا سفر طے کر کے ان کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ کتب دینیہ میں سے کتب تصوف سے خاص لگاؤ رکھتے تھے، لباس اور خوراک میں سادگی پسند تھے۔ ہر کام میں سنت مبارکہ کی پیروی کو پیش نظر رکھتے، غیر مشروع اور قبیح رسوم سے سخت متنفر تھے اور ان کو ختم کرنے کے لئے ہر طرح کوشش فرماتے، صبح سے شام تک ذکر و فکر میں مصروف رہتے، جسمانی اور روحانی امراض کے مریض آپ کی توجہ، دعا اور دم سے بفضلہ تعالیٰ شفا یاب ہو جاتے۔ ۱۹۴۷ء میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے، واپسی پر پیٹ کی تکلیف کا عارضہ لاحق ہوا جو آخر عمر تک دُور نہ ہوا۔

حضرت میاں محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۰ھ (دسمبر ۱۹۶۳ء) ۱۹۵۸ء رات کو ساڑھے بارہ بجے راہی دارِ آخرت ہوئے۔ موضع جگلیاں ناگرہ ڈاک فاند ڈھولن وال، ملتان روڈ (لاہور) کی مسجد میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ ہر سال ۱۶ جمادی الاخریٰ کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں وعظ و نصیحت کے علاوہ ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مولانا پیر غلام دستگیر نامی نے تاریخ وفات کو یہ ہے

تھے نام محمد سے حسین ایک جو موسوم  
دل جن کا تھا اللہ کے اذکار سے مشغول  
مسجد ہی میں مشغول عبادت رہے تا عمر  
جاں دے کے چو گوشہ مسجد میں مدفن



نہ کہی بے سہرا نکار یہ تاریخ  
 "صوبے مغفور" سہو عالم محزون لے

۱۳۷۸ = ۱۰

حضرت میاں صاحب سے تین فرزند یادگار ہیں :-

- ۱۔ جناب حکیم محمد کرم صاحب۔
- ۲۔ جناب الحاج محمد اعظم خوشنویس۔
- ۳۔ ہمارے کرم فرما، صاحب علم و ادب محمد عالم مختار حق مدظلہ،  
 حضرت میاں صاحب کے صاحبزادگان نے نقوش جمیل کے نام سے اپنے والدِ گرامی  
 کے مختصر حالات شائع کر دئے ہیں۔

لے محمد عالم مختار حق : نقوش جمیل ، مطبوعہ ۱۹۵۹ء



## امام المعقولات مولانا محمد دین بدھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

منطق و فلسفہ کے مسلم استاد مولانا محمد دین بدھوی ابن مولانا قاضی سہید رسول موضع بدھو ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، صرف دسویں تک تحصیل فتح جنگ، ضلع کیمیلو میں کی، بعد ازاں رام پور میں مولانا فضل حق رامپوری اور ٹونک میں غائب مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی کی خدمت میں کسب فیض کرتے رہے۔ رام پور اور ٹونک میں مجموعی طور پر سات سال رہ کر تکمیل کی اور واپس وطن تشریف لائے۔ گمان غالب ہے کہ آپ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے مرید تھے۔

پہلے چنیال بدھو میں درس دیا جس میں بخارا، کابل اور علاقہ غیر کے طلباء شریک ہوئے، بعد ازاں امرتسر، مکھڑ شریف، طتان، سیال شریف، ونڈیر آباد، بھیرہ شریف، ڈرچھہ، شرق پور، بنڈیال، بری پور، چکوال وغیرہ مقامات پر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے۔ آپ کا امتیازی وصف یہ تھا کہ پنجابی طلبہ کو پنجابی میں، ہندوستانی طلبہ کو اردو میں، پٹانوں کو پشتو میں، اہل فارس کو فارسی میں اور اہل عرب کو عربی میں درس دیتے تھے۔ منطق و فلسفہ کی کتب پر اس قدر دسترس حاصل تھی کہ جس مسئلے کی ضرورت ہوتی کتاب کو اس طرح کھولتے کہ وہ مسئلہ سامنے ہوتا تھا۔ حافظہ اس غضب کا تھا کہ مطالعہ کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، حمد اللہ شرح سلم پڑھاتے تو سلم کی عبارت زبانی پڑھ کر مطلب بیان کر دیتے اور اس کے بعد شرح کی تقریر کر دیتے۔

قیام بنڈیال کے دوران ایک دفعہ مولانا محمد عبدالحق بنڈیالوی ناظم علی اجامہ دادیہ منظر یہ بنڈیال شریف نے مطالعے کے لئے شرح حمد اللہ لا کر رکھ دی۔ امام منطق و فلسفہ نے دیکھ کر کتاب لے جاؤ فقیر کو مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ ملک المدرسین حضرت مولانا عطا محمد بنڈیال دامت برکاتہم العالیہ نے ایک دفعہ فرمایا: اگر وہ مطالعہ کر کے پڑھاتے تو حافظہ اس قدر قوی ہوتا کہ ذہن اتنا عالی تھا کہ متقدمین اہل فن کے برابر ہوتے۔ "خالص درس



ہونے کے باوجود تقریر اس قدر پُر اثر کرتے تھے کہ دلوں کی دنیا تہ و بالا ہو جاتی تھی۔ اشعار تحت اللفظ پڑھتے تھے لیکن ایک ایک مصرعہ پر آنسوؤں کے دریا جاری ہو جاتے تھے۔ بلاشبہ آپ سے سینکڑوں علمائے اکتساب فیض کیا، چند فضلار کے اسماء درج ذیل ہیں :-

- ۱۔ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی۔
- ۲۔ مولانا پیر محمد کرم شاہ، مدیر اعلیٰ ضیائے حرم۔
- ۳۔ مولانا محمد عبدالحق بندیا لوی۔
- ۴۔ مولانا محمد صنیف خطیب بغدادی جامع مسجد قائد آباد۔
- ۵۔ مولانا سید غلام مصیب شاہ۔
- ۶۔ مولانا سید غلام دستگیر شاہ، ڈیپٹی سٹریٹ۔
- ۷۔ مولانا سید زبیر شاہ چکوال۔
- ۸۔ مولانا سید عباس علی شاہ۔

شوال، ۲۵، فروری (۱۳۸۳ھ / ۱۹۶۴ء) کو تقریباً اسی سال کی عمر میں راہی داہر  
آخرت ہوئے اور بدھ میں نحو استراحت میں لے

۱۔ مکتوب جناب قاضی حسن اختر، موضع بدھ، بنام مؤلف۔



## مولانا محمد ذاکر بگوی حشمتی قدس سرہ

مولانا محمد ذاکر ابن مولانا عبدالعزیز بگوی (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) اپنے وطن بگہ ضلع جہلم میں ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے، تاریخی نام گل رنگیں محمد ذاکر (۱۲۹۳ھ) سے تمام ظاہری اور باطنی علوم والد ماجد سے حاصل کئے، مدرسہ طیبہ دہلی میں عازق الملک حکیم عبدالحمید خاں سے علم طب حاصل کیا۔ عم محترم مولانا غلام محمد بگوی سے تصوف کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۶ سال کی عمر میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا، بعد ازاں مدرسہ حمیدیہ، قائم کردہ انجمن حمایت اسلام لاہور میں بحیثیت صدر مدرس مولوی فاضل کے طلباء کو پڑھانے پر مامور ہوئے اور سالہا سال تک پڑھاتے رہے۔

حضرت خواجہ الشیخ تونسوی سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ حضرت خواجہ صاحب آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ۱۹۰۴ء میں حضرت خواجہ محمد دین سیالوی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی کے عرس پر باقاعدگی سے حاضری دیا کرتے تھے،

آپ بروز بدھ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں لاہور میں فوت ہوئے، ہزار ہا عقیدتمندوں نے جنازہ میں شرکت کی، نماز جنازہ مسجد وزیر خاں میں ادا کی گئی، گاڑی کے ذریعے آپ کا جسدِ اقدس بھیرہ ضلع سرگودھا میں پہنچایا گیا، جہاں والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔



## شیخ طریقت مولانا الحاج پیر محمد سعید قادری رحمہ اللہ تعلقے

حضرت مولانا محمد سعید قادری ابن حضرت حافظ فتح محمد قادری، ماہ شعبان المعظم ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں جلال پور پیر والا میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم مولانا غلام قادر جلال پوری رحمہ اللہ تعلقے سے حاصل کی، بعد ازاں اپنے برادر مکرم مولانا محمد عبدالغفار رحمہ اللہ تعلقے سے ظاہری و باطنی علوم کا اکتساب کیا۔ والد ماجد کے حکم سے برادر بزرگوار سے بیعت کی اور خلافت سے مشرف ہوئے اور تالیس سال تک مسند فقر پر فائز رہ کر تشنگان شریعت و معرفت کی پیاس بجھاتے رہے۔ آپ کو معقولات و منقولات پر گہری دسترس حاصل تھی، کتب بینی اور مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ آپ کے کتب خانہ میں ایسی کوئی کتاب نہ تھی جس کا آپ نے مطالعہ نہ کیا ہو۔

آپ کو تبلیغ دین سے خاص طور پر شغف تھا۔ سفر و حضر میں آپ کی ہر مجلس بند و نضاح۔ بزرگان دین کے ذکر خیر اور حب مصطفیٰ صلی اللہ تعلقے علیہ وسلم کی تبلیغ سے معمور ہوتی تھی، حق گوئی آپ کا شعار تھا۔ حق بات کہنے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، بزرگان دین کے مزارات پر حاضری اور سیر و سیاحت سے خاص دلچسپی رکھتے تھے، حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ آپ کریم النفس، رقیق القلب اور علیم الطبع بزرگ تھے۔

۵ جمادی الثانیہ، ۴ اکتوبر (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) ہفتہ اور انوار کی درمیانی شب آپ کا وصال ہوا، حسب وصیت حضرت مخدوم سید شوکت حسین شاہ گیلانی ملتانی سجادہ نشین درگاہ حضرت موسیٰ پاک شہید نے نماز جنازہ پڑھائی اور آبائی قبرستان میں بمبار گرامی حافظ محمد طاہر قادری رحمہ اللہ تعلقے کے پہلو میں دفن ہوئے۔

۱۔ ہفت ہفتہ (اب ہفتہ) رضائے مصطفیٰ، گوہر انوار، متعلقہ شمارہ اس وقت پیش نظر نہیں ہے۔



## سلیمان زمان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ العزیز

شاہ شاہاں، فخر دوراں، پیر پٹیان حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی ابن محمد زکریا ابن عبد الوہاب بن عمر خاں قدس سرہ کی ولادت ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۱ء میں کوہ سلیمان گرجو جی نامی وادی میں ہوئی جو تونسہ شریف سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔ خاندانی طور پر آپ کا تعلق پٹیانوں کے قبیلہ جعفر سے تھا جو علم و عبادت اور حیار و شرافت میں نہایت ممتاز تھا۔ بچپن ہی میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کیا کیونکہ انہوں نے آپ کی ولادت سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ آفتاب آسمان سے اتر کر ان کی آغوش میں آ گیا ہے اور سینکڑوں لوگ مبارکباد دے رہے ہیں۔ چار سال کی عمر میں ملا پورسٹ جعفر کے پاس قرآن کریم پڑھنے کے لئے بھائے گئے، ان سے پندرہ پارے حفظ کئے بعد ازاں بگی مسجد تونسہ شریف میں میاں حسن علی کے پاس جا کر قرآن کریم کی تکمیل کی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے دشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے کوٹ مٹھن پہنچے جہاں حضرت مولانا قاضی محمد عاقل قدس سرہ کے مدرسہ میں علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کی۔

حضرت شاہ علم و عرفان تونسوی کو تبلیغ دین سے بے حد لگاؤ تھا اسی بنا پر جب آپ کو پتہ چلا کہ حضرت قبد عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ بڑے ذوق و شوق سے قوالی سنتے ہیں، سوچا کہ کیوں نہ انہیں اس خلاف شریعت کام سے روکا جائے چنانچہ یہ عزم لئے حضرت خواجہ مہاروی کی خدمت میں پہنچے لیکن وہاں پہنچتے ہی طالب صادق اور محب مخلص مگر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ حضرت مولانا فخر جہاں دہلوی نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کو حکم دیا تھا کہ :-

”کوہ سلیمان کی چوٹیوں پر ایک بلند پرواز شہباز رہتا ہے، اسے تلاش



کر کے اپنے حلقہ میں داخل کرنا کہ اس سے سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کو تبلیغ و اشاعت کے چار چاند لگ جائیں گے۔

چنانچہ حضرت خواجہ مہاروی اس بلند آستیاں شہباز کی تلاش میں ادوچ شریف اور کوٹ مٹن کا سفر کیا کرتے تھے، آخر ایک دن ادوچ شریف میں وہ شہباز حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی صورت میں مل گیا جسے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا :-

” آری بسیار بلند بہ نظری آید “

اور حضرت جلال الدین سرخ بخاری کی خانقاہ میں آپ کو بیعت فرمایا۔

حضرت بجائے بکیاں شاہ محمد سلیمان تونسوی تقریباً چھ سال تک آستانہ شیخ

پورہ پر رہے اور پیر و مرشد کی اس جاں سپاری سے خدمت کی کہ کئی سال مریدین اور خدام سے

کہیں آگے نکل گئے۔ اس عرصے میں مرشدِ کامل سے آداب الطابین، فقرات، لوائح، عشرہ کاملہ

اور فصوص حکم وغیرہ کتب تصوف پڑھیں اور ساتھ ساتھ منازل عرفان بھی طے کرتے رہے۔

۱۹۱۹ء میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت شاہ

فخر الدین دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے

ہوئے دہلی پہنچے مگر وہاں پہنچنے پر پتہ چلا کہ حضرت شاہ فخر الدین دہلوی قدس سرہ کا

وصال ہو گیا ہے۔

۲۲ سال کی عمر میں قبضہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ نے خرقہ خلافت

عطا کر کے تونسہ شریف میں قیام کا حکم دیا۔ رفتہ رفتہ جب رشد و ہدایت کا چرچا ہوا تو دور دور

سے لوگ شرفِ بیعت حاصل کرنے کے لئے حاضر دربار ہونے لگے، نواب بہاول خاں

والی ریاست بہاول پور بھی حلقہ مخدم میں داخل ہو گئے۔

آقلے نعمت مرشدِ طریقت سے آپ کو عشق کی حد تک محبت و عقیدت تھی، ان

کے فراق میں طبیعت بے چین ہو جاتی تو پاپیادہ ہی مہار شریف کا سفر شروع کر دیتے۔ آپ نے



تونسہ شریف میں قیام کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ وہاں دینی تعلیم عام کرنے کے لئے مدرسہ جاری کیا اور پھر اس کام نے اس قدر ترقی کی کہ ہر طرف قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند ہونے لگیں اور تونسہ شریف دبستان علم و عرفان بن گیا، اس دور میں تونسہ شریف علوم دینی کی وہ عظیم الشان یونیورسٹی تھی جس میں تقریباً دو ہزار طلباء تعلیم حاصل کرتے تھے اور ۵۰ مدرسین تعلیم دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ تمام علماء، طلباء اور خدام کے لئے قیام و طعام اور لباس کا انتظام مدرسہ کی طرف سے تھا۔ حضرت پیر سچان قدس سرہ خود خاص مریدوں اور شاگردوں کو سلوک و طریقت کی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔

شاہ شاہاں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ نے تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کو سب سے گہرے طریقے پر عوام اناس تک پہنچایا۔ آپ کے روحانی فیض سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ کابل، ایران، لنگا، عدن اور ترکستان کے عوام و خواص مستفید ہوئے۔

حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

• ولایت اور بیعت میں حضرت خواجہ مباروی کی اتنی شہرت نہیں

ہوئی جتنی شہرت حضرت خواجہ تونسوی کی ہے جہاں پنج بلخ، بخارا، ایران،

ہرات، ہند، سندھ اور حرمین شریفین کے لوگ اپنی استعداد کے

مطابق ان سے مستفیض ہوئے۔

یہ وہ دور تھا جب کہ پنجاب پر سکھوں کو تسلط تھا اور انگریزی اقتدار بڑی سرعت سے پھیل رہا تھا، آپ نے واشگاف الفاظ میں سکھوں کو احساس دلایا کہ تمہارا کامیابی کا راز کتاب و سنت کی پیروی اور اخلاق و کردار کو سنت مبارکہ کے سانچے میں چھلانے سے ہے، آپ نے واضح طور پر فرمایا :-

• چونکہ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ترک کر دی



ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان پر مسلط کر دیا ہے“ لے  
 آپ نے تمام علم شریف ملتِ اسلامیہ میں نئی روح پھونکنے میں صرف کی اور سینکڑوں  
 ایسے افراد تیار کئے جو عظمتِ اسلام کے علمبردار اور صحیح معنوں میں ملتِ اسلامیہ کے نقیب  
 تھے، لاکھوں افراد آپ کی ہدایت سے حیاتِ جاودانی کے راز سے آشنا ہوئے اور  
 بیسیوں اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر رہبرِ خلائق بنے۔ تاریخِ مشائخِ چشتیہ میں آپ  
 کے ۶۳ خلفاء کے اسماء مبارکہ کا ذکر کیا گیا ہے، چند خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

- ۱۔ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی۔
- ۲۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی۔
- ۳۔ حضرت خواجہ احمد میروی۔
- ۴۔ حضرت مولانا محمد علی مکھڑوی۔
- ۵۔ مولانا محمد علی خیر آبادی (شہید بھڑکے زادی مولانا محمد فضل حق خیر آبادی کے استاد)
- ۶۔ سید احمد دنی (عرب شریف)
- ۷۔ سیدستان شاہ (افغانستان)
- ۸۔ فاضل شاہ (کشمیر)
- ۹۔ حسن شاہ (قندھار)
- ۱۰۔ ولی اللہ (خراسان)
- ۱۱۔ فیض بخش (بیکانیر) وغیرہم قدست اسرارہم سلمہ

حضرت خواجہ بھنگان شاہ محمد سلیمان تونسوی قدس سرہ کے ملفوظات سنہری حروف میں  
 لکھنے کے قابل ہیں، آپ افکار و کردار کی اصلاح پر خاص طور پر توجہ دیتے تھے، چند ملفوظات  
 طیبہ درج کئے جاتے ہیں :-



• علم بغیر عمل اور عمل بغیر عقیدہ اہل سنت و جماعت فائدہ نہیں پہنچاتا۔  
 • توحید کا پھول اس زمین میں نہیں اگتا جہاں شرک، حسد اور ریا کے کانٹے موجود ہوں۔

• سالک کو چاہئے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھتے ہوئے دوسروں کے عیوب سے آنکھ بند کر لے۔

• کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر تمام اوقات سے بہتر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

• علم سے مقصود عمل و ہدایت اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا ہے۔

• عورتوں اور لڑکوں سے عشق کرنا ایک بلا ہے، اس دور رہنا چاہئے۔

• خدا و رسول (جل و علا و صلا و صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذکر کے بغیر سب درد سر ہے۔

• شریعت کی ظاہری اور باطنی طور پر اتباع کے بغیر کمال انسانی کا حصول ناممکن ہے۔

• سالک کو چاہئے کہ اپنے آپ کو بدنہیوں کی صحبت سے دور رکھے اگرچہ ان کی صحبت میں دنیاوی فوائد ہوں، ان کے میل جول سے بھوکا اور ننگا رہنا بہتر ہے۔

غرض زندگی کے مختلف پہلوؤں پر آپ کی نظر جمہ گیر تھی اور حسب موقع ہر بڑے کام سے ممانعت لازم جانتے تھے، اہل دنیا سے پوری طرح احتراز فرماتے تھے بلکہ مریدین کو بھی ان سے اجتناب کی تلقین فرماتے تھے، اگر کبھی ان سے ملاقات کا اتفاق ہوتا تو کمال خودداری اور استغفار سے پیش آتے۔

۷ صفر المنظر، ۱۳ دسمبر ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء کو آپ کا وصال ہوا۔ آپ کے دو صاحبزادے



حضرت خواجہ گل محمد اور حضرت خواجہ درویش محمد آپ کی حیاتِ ظاہرہ ہی میں وصال فرما گئے تھے  
اس لئے آپ کے بعد آپ کے پوتے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی قدس سرہ سجادہ نشین  
ہوئے۔ نواب بہاول پور نے ۷۰ ہزار روپے خرچ کر کے سنگ مرمر کا عالیشان مقبرہ بنایا۔

مولوی حسین علی فتح پوری نے تاریخ وصال یوں نظم کی ہے ۔

سیلانِ زمانِ رحلتِ چو فرمود

یکایک درجہاں ظلمتِ بے فزود

پئے سالِ وفاتش ہاتھِ غیب

بگفت ادا فنا پُشتیاں بود

۱۲ ۷ ۶۷

تاریخ مشائخِ چشت ، ص ۶۶۲

سہ صیقہ منقادی :



## امیر خندانہ حضرت پیر محمد شاہ غازی قدس سرہ (بھیرہ شریف)

مصلح عظیم، مرد میدان، امیر خندانہ حضرت پیر حافظ محمد شاہ غازی ابن حضرت امیر السالکین پیر امیر شاہ (قدس سرہا) تقریباً ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں بھیرہ ضلع سرگودھا میں رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ الاسلام بہار الحق والدین ابو محمد زکریا سہروردی طحانی قدس سرہ جن کی دینی خدمات تاریخ اسلامی کا روشن ترین باب ہیں) سے ہوتا ہوا اصحاب صفہ میں سے صحابی رسول حضرت ہبیار رضی اللہ عنہ سے پہنچتا ہے۔ تقریباً تین سو سال پہلے حضرت شیخ الاسلام کے خاندان کے ممتاز مرد حضرت دیوان پیر فتح شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھیرہ میں تشریف لائے اور شد و بدایت اور تبلیغ اسلام کا وہ چراغ روشن کیا جو آپ کی اولاد اجماعی بدولت ہمیشہ درخشندہ تابندہ رہا حتیٰ کہ یہ مرکزیت اور دینی قیادت حضرت پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حصہ میں آئی۔

حضرت پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سن شعور کو پہنچے تو مکتب میں بٹھائے گئے جہاں آپ نے حافظ محمد موسیٰ اور حافظ جہان سے قرآن کریم حفظ کیا بعد ازاں اگرچہ درس نظامی کی تکمیل نہیں کی لیکن بہت سے اساتذہ سے بہت حد تک ضروری مسائل کی واقفیت حاصل کر لی۔ قرآن پاک کے ساتھ آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ رمضان شریف میں تراویح کے علاوہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں قرآن مجید کا ختم آپ کا معمول تھا۔ قدرت نے آپ کو لحن داؤدی عطا فرمایا تھا جب آپ تراویح میں قرآن پاک پڑھتے تو بعض ہندو مسجد کے باہر بیٹھ کر ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

والد گرامی نے بڑی توجہ سے آپ کی تربیت فرمائی اور مناسب وقت پر حضرت خواجہ

ضیاء الدین سیالوی قدس سرہ العزیز سے بیعت کرادیا حضرت خواجہ نے مختلف ریاضتیں کرانے کے بعد آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور خلق خدا کی رہنمائی کا کام آپ کے سپرد کیا جسے آپ نے اس خوبی سے نبھایا کہ باید و شاید، عبادت و ریاضت میں محویت کا یہ عالم تھا



کہ تمام عمر صوم داؤدی (ایک دن روزہ اور ایک دن افطار) رکھتے رہے۔ نماز تہجد اور دیگر نوافل اس پابندی سے ادا کرتے کہ حالتِ عیالیت میں بھی شاید ہی کبھی قضا ہوئے ہوں گے۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے خیال سے سفر میں کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ ضرور رکھتے۔ پندرہ شعبان سے آخر رمضان تک استکفاف میں رہتے، وصال سے چند سال قبل تک آپ کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد دریائے جہلم کے کنارے تشریف لے جاتے اور رات کو نو، دس بجے تک اوراد و وظائف میں مشغول رہ کر واپس تشریف لاتے۔

علومِ دینیہ کی ترویج سے آپ کو فطری لگاؤ تھا جس کی بنا پر آپ نے والدِ گرامی کی موجودگی میں مدرسہ تدریس القرآن قائم کیا جو اب تک جاری ہے، ایک پرائمری سکول کھولا تاکہ قوم کے نونہال لکھنے پڑھنے کے قابل بن سکیں۔ ۱۹۲۵ء میں تعلیم المسلمین کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی جس میں اپنے دور کے مقتدر فضلا کو تدریس کے لئے مقرر کیا۔ اس دارالعلوم نے خاطر خواہ ترقی کی اور قابلِ قدر دینی و علمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۶ء میں آپ کے فرزند احمد حضرت پیر محمد کرم شاہ مدظلہ العالی مدیر ماہنامہ ضیاء الحرم نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ) کے نام سے ایک خوشگوار انقلاب پیدا کیا اور دارالعلوم کے نصاب میں قدیم و جدید علوم کو یکجا کر دیا، اپنی نوع کا یہ منفرد دارالعلوم بڑھی کامیابی سے جانبِ منزل گامزن ہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل مسلمانوں کی ذبوں حالی اور بے عملی آپ کو ہمیشہ بے چین رکھتی اور خاص طور پر جب مسلمانوں کو ہندو بیویوں کے سودی قرضوں میں جکڑا ہوا دیکھتے تو بیقرار ہو جاتے اس لئے آپ سال میں ڈیڑھ دو ماہ کا تبلیغی دورہ کرتے اور احکامِ الہیہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے، سودی قرضوں سے نجات پانے کے لئے بچوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے اور تجارت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی بھرپور تبلیغ فرماتے۔

تحریکِ پاکستان کے زمانے میں بڑھی گرجوشی سے مسلم لیگ کی تائید و حمایت کی، اپنے حلقہ اثر میں بکثرت طوفانی دورے کے اور مسلم لیگی امیدوار کو کامیاب کرانے کے لئے قضا ہوا کی، اگر کسی مرید نے کسی مجبوی کے تحت مسلم لیگ کو ووٹ دینے میں پس و پیش کی تو اس سے تعلق قطع کر لیا۔ جب قائدِ اعظم کے ایما پر رسولِ نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تو آپ بھی اس میں



شریک ہوئے اور قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب آزادی کشمیر کی جنگ شروع ہوئی تو حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہ نے اپنے پیچاس مریدوں کے ساتھ (جو سابق فوجی تھے) میدان کارزار میں عملی طور پر مردانہ وار حصہ لیا۔ پچیت گڑھ بھارت کے مقابلے میں موضع بوسے دنیس (ضلع سیال کوٹ) میں ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا۔ آپ کے پاس روسی ساخت کی ایک بہترین رائفل تھی۔ آپ کے حکم پر ایک مرید نے اسی رائفل سے دشمن کے جہاز پر تین فارے کئے نتیجہ وہ بھارت کے علاقہ میں جا کر گر گیا۔ ایک دن مغرب کے وقت بھارتی ہوائی جہاز نے آکر گولیوں کی بارش کر دی۔ آپ اپنے تمام ساتھیوں سمیت اطمینان سے نماز ادا کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کسی کو خراش تک نہ آئی۔

کچھ دنوں بعد آپ کو باجرہ گڑھی (آزاد کشمیر) کے محاذ پر مقرر کر دیا گیا جہاں آپ نے کرنل کیانی (راجہ حامد مختار سابق ایڈمنسٹریٹو محکمہ اوقات پنجاب کے برادر محترم) کی قیادت میں مجاہدانہ کاروائیاں جاری رکھیں۔ دسمبر اور جنوری کی برفانی راتوں میں پیرانہ سالی کی پروا کئے بغیر مجاہدین کے ہمراہ ندی نالوں اور نشیب و فراز کو طے کرتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچ جاتے اور دادِ شجاعت دیتے، بعض احوال جب آپ کو آرام کرنے کا مشورہ دیتے تو آپ فرماتے، "میں یہاں آرام کرنے کی خاطر نہیں آیا، مجھے تو شوقِ شہادت کشاں کشاں نیگا لے آیا ہے، دعا کیجئے کہ مجھے یہ سعادت نصیب ہو جائے"

اس جگہ آپ نے قریباً تین ماہ گزارے، ہر شخص آپ کے جوشِ ایمانی اور جذبہ جہاد سے متاثر تھا، ذیل میں وہ سرٹیفکیٹ درج کیا جاتا ہے جو کرنل کیانی نے اعترافِ خدمت کے طور پر آپ کو لکھ کر دیا تھا:

I feel great honour in  
introducing Pir Muhammad  
Shah Sahib Sajjada Nashin  
and Amir Jund u - llah  
Bhera Shrif



He together with his fifty Mujahids worked in my sector for about three months.

In his old age he himself led his men in the battlefield.

A true patriot and a great inspiration to all. I wish we had more soldiers like him

( I. J. KIANI )

Sialkot

A.K.F.

ترجمہ: " میں پیر محمد شاہ صاحب کا تعارف کراتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں، آپ نے اپنے پچاس مجاہدین کے ساتھ تقریباً تین ماہ تک میرے سیکٹر میں کام کیا، پیرانہ سالی کے باوجود میدانِ کارزار میں بنفسِ نفیس اپنے مجاہدین کی قیادت کی، آپ سچے محبِ وطن اور سب کیلئے عظیم مشعلِ راہ ہیں، میری تمنا ہے کہ آپ جیسے مزید سپاہی ہماری میراث بنیں۔ "

آئی۔ جے کیانی  
اڈاکشمیر فورسز

آپ کی اولاد میں سے دو صاحبزادے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں :-

۱. حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ مدظلہ فاضل جامعہ ازہر (فرزندِ اکبر)
  ۲. جناب صاحبزادہ غلام حیدر شاہ انچارج سول ہسپتال سکھیکہ (گوجرانوالہ)
- چونکہ آپ کو اس امر کا قوی احساس تھا کہ گہرا تعلیمی شعور ہی مسلمانوں کو اپنی سستی سے نکال کر باعزت مقام پر پہنچا سکتا ہے اس لئے اپنی اولاد کو ذیور علم سے آہستہ کرتے ہیں



کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا، خاص طور پر فرزندِ اکبر مولانا پیر محمد کرم شاہ مدظلہ کی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دی چنانچہ علوم عقلیہ کی تعلیم کے لئے امام المناطقہ مولانا محمد دین بدھوی (کیمیلپور) اور فقہ، تفسیر، ادب، عروض اور ریاضی وغیرہ علوم کے لئے قدوة الفضلاء مولانا غلام محمود قدس سرہ (پہاں۔ میانوالی) مصنف نجم الرحمن و محنتی تکمیلہ عبد الغفور کو مدعو کیا، دورہ حدیث کے لئے قائد اہل سنت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں جامعہ نسیم مراد آباد بھیجا، بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کرایا۔

اس کے باوجود آپ کو اپنے نختِ جگر کو مزید تعلیم دلانے کا اشتیاق تھا۔ اس مقصد کے لئے اپنے نورِ نظر کو جامعہ ازہر (مصر) بھیجا۔ بلڈ پریشر کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے باوجود اس طویل سفر پر روانہ کیا اور رخصت کرتے وقت فرمایا :-

”اس وقت جب کہ مجھے تمہاری اشد ضرورت ہے دُور دراز سفر پر اس لئے روانہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دولتِ علم سے نوازیے اور اپنے دین کی خدمت کی توفیق ارزانی فرمائے“

حضرت صاحبزادہ پیر محمد کرم شاہ مدظلہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۴ء تک جامعہ ازہر میں رہے آخری امتحان میں پورے جامعہ ازہر میں دوسری پوزیشن حاصل کی اور کلیۃ الشریعۃ الاسلامیہ کی سب سے بڑی ڈگری لے کر واپس آئے۔ اس عرصے میں حضرت پیر محمد شاہ قدس سرہ کی بیماری نے بڑی شدت اختیار کر لی لیکن آپ نے متعلقین کو تاکید کی کہ فرمایا کہ انہیں میری علالت کی شدت کی ہرگز اطلاع نہ دی جائے بلکہ اگر خدا نخواستہ کوئی سانحہ پیش آجائے تو بھی مطلع نہ کرنا تاکہ ان کی تعلیم میں خلل واقع نہ ہو، علمِ دین کی اس قدر والہانہ محبت کی مثال آج کے دور میں شاید ہی کہیں پیش کی جاسکے۔

۲۴ شعبان، ۲۶ مارچ (۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۷ء) منگل اور بدھ کی درمیانی شب کو مجاہد و غازی حضرت الحاج حافظ پیر محمد شاہ سجادہ نشین دامیر حبیب اللہ بھیرہ (سرگودھا) کا وصال ہوا۔ انتقال کے روز سخت نقاہت تھی، اکثر اوقات



خاموش رہتے۔ جب کبھی آواز سنائی دیتی تو پتہ چلتا کہ سورہ یسین یا سورہ ملک کی کوئی آیت تلاوت کر رہے ہیں۔

وصال سے چند دن پہلے اکثر اس آیت مبارکہ کا ورد کرتے رہے شہد  
 اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ  
 (الآیۃ)

بھیرہ شریف میں ہر سال نہایت اہتمام سے آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں بصد  
 حسن و خوبی دین مبین کی تبلیغ ہوا کرتی ہے لے

---

لے محمد عبدالحکیم شرف قادری : پیر محمد شاہ غازی ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، اکتوبر ۱۹۷۲ء ص ۸۱-۸۶  
 نوٹ :- یہ تمام حالات مولانا بنوازا جمیری مدرس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ نے فراہم کئے جس کے لئے راقم  
 ان کا شکریہ گزار رہا ہے۔



## حضرت مولانا سید حافظ محمد شاہ حنفی قادری نوشاہی ساہنپالی دہلوی رحمہ اللہ

فاضلِ باجل حضرت مولانا سید محمد شاہ ابن حضرت مولانا سید محمد امین مختار اب الہکین  
(۱۳۱۲ھ) ابن سید حافظ قل احمد نوشاہ ثانی (م ۱۲۸۶ھ) مقام ساہنپال شریف (ضلع گجرات)  
۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ شیخ الاسلام حضرت سید حافظ شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش  
قادری قدس سرہ العزیز کی اولادِ امجاد میں سے تھے۔ آبا و اجداد فضیلتِ علم ظاہری اور ولایتِ  
باطنی میں ممتاز چلے آتے تھے۔ مولانا سید محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید حفظ کیا اور ظاہری  
علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد، علم حقیقی حضرت مولانا سید محمد شفیع (م ۱۳۱۱ھ) اور مولانا سید ظلم قادری  
(م ۱۳۰۶ھ) سے کی۔ آخر میں موضع گاگڑہ کلاں ضلع گجرات میں جمال الدین حنفی سے اکتسابِ  
فیض کیا۔ فقہ، حدیث اور طب میں سندِ فضیلت حاصل کی۔ آپ کا سلسلہ تلمذ آفتابِ  
پنجاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا مطالعہ وسیع تھا۔ آپ  
کو ۲۸ علوم میں مہارت تھی جن کا کچھ بیان تذکرہ محمد شاہی میں کیا گیا ہے۔

آپ اپنے والد ماجد سے بیعت تھے۔ بچپن میں جدِ امجد حضرت نوشاہ ثانی کی زیارت  
کا شرف بھی حاصل کیا تھا، اپنے آبا و اجداد کی مسند پر بیٹھ کر دین اسلام کی تبلیغ اور سلسلہ  
مالیہ قادریہ نوشاہیہ کی ترویج کو کمال خوبی سے انجام دیا۔ آپ صاحبِ خوارق و کرامات بزرگ  
تھے، بہت سے اہل دل آپ سے مستفیض ہوئے۔ آپ اخلاقِ عالیہ کے مالک تھے، غریب و فقراء  
اور مسافروں کی دل کھول کر امداد فرماتے تھے، قرآن پاک کی تلاوت، اذکار و نوافل اور عبادت  
و مجاہدہ میں عالی ہمت تھے، ایک رات میں کبھی پانچ سو اذکار کبھی دو سو نوافل ادا کیا کرتے  
تھے۔

حضرت مولانا صاحب تصنیف بزرگ تھے آپ کا کلام حقائق و معارف سے معمور

لے ایک ہزار صفحات پر مشتمل تذکرہ محمد شاہی، حضرت مولانا سید شریف احمد شرارت نوشاہی مدظلہ کی تصنیف ہے۔



ہوتا تھا، درج ذیل تصانیف آپ سے یادگار ہیں :-

۱۔ کتاب الفوائد : مناقب بزرگان دین، مسائل تصوف، اوراد و عملیات، اور

نصیحت آمیز اشعار پر مشتمل ہے۔

۲۔ روزنامہ محمد شاہی : ۱۷ سالہ روزنامچہ

۳۔ مکتوبات محمد شاہی : یہ آپ کے پوتے مولانا سید بشیر احمد بشارت رحمہ اللہ تعالیٰ نے

(۱۳۸۱ھ) نے مرتب کئے ہیں۔

۴۔ ملفوظات محمد شاہی : (الموسوم بہ مکتوم) آپ کے فرزند ارجمند مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی

(۱۳۸۲ھ) نے جمع کئے ہیں۔

۵۔ فہرست مضامین تفسیر حسینی۔

حضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی آپ کے تنہا فرزند تھے جو آپ کے بعد بجاوہ نشین

ہوئے، ان کے صاحبزادے ملک کے مشہور صاحب علم و فضل مولانا سید شریف احمد شرافت

نوشاہی مدظلہ العالی ہیں۔ حضرت مولانا محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء کا سلسلہ کافی وسیع تھا۔

۲۲، محرم / ۲۹، اکتوبر (۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء) بروز منگل نماز تہجد کے وقت آپ کا وصال

ہوا۔ آپ کا مقبرہ منور ساہن پال شریف (ضلع گجرات) میں حضرت نوشاہ عالیجاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کے قبرستان میں ہے۔

۱۔ شریف احمد شرافت نوشاہی، مولانا سید، اذکار نوشاہی، انجمن سادات نوشاہیہ، ساہنپال شریف گجرات



## فقیرِ اعظم مولانا ابویوسف محمد شریف قدس سرہ (کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ)

حنفیت و سنیت کے بطلِ جلیل مولانا محمد شریف ابن مولانا عبدالرحمن سیالکوٹی  
 کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، علوم وینسکی تکمیل والد ماجد سے کی، ان کے  
 وصال کے بعد برصغیر پاک و ہند کے ممتاز علماء سے کسبِ فیض کیا، حضرت خواجہ حافظ علی اکرم  
 نقشبندی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے شرف فرمائی۔  
 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ فقیرِ اعظم  
 کا لقب آپ ہی نے عطا فرمایا تھا، حضرت فقیرِ اعظم نے فقہ حنفی کی بے بہا خدمات انجام  
 دی ہیں۔ ہفت روزہ اہل حدیث "اتر سر میں آئے دن اہل سنت اصناف کے خلاف  
 مضامین شائع ہوتے رہتے تھے، حضرت فقیرِ اعظم کی کوششوں سے اتر سر ہی سے "الفقیر"  
 کے نام سے ہفت روزہ جاری ہوا جس میں ان اعتراضات کے جوابات نہایت تحقیق و  
 متانت سے دئے جاتے تھے، اس جریدے کے علاوہ دیگر موقر جرائد میں بھی آپ کے  
 مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔

آپ عالمِ شریعت اور شیخِ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ مقبول ترین مقرر بھی تھے  
 وعظ و ارشاد میں اپنا ایک مخصوص اسلوب رکھتے تھے، آپ کے خلفِ رشید سلطانِ اہلِ  
 مولانا ابوالنور محمد شریف سیالکوٹی مدیر ماہِ طیبہ کی تقریر میں آپ کے اندازِ بیان کی نمایاں جھلک  
 پائی جاتی ہے۔

حضرت فقیرِ اعظم نے پنجاب کے اطراف و اکناف کے علاوہ کلکتہ اور بمبئی وغیرہ  
 مقامات تک سنیت و حنفیت کا پیغام پہنچایا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس کے تاریخی  
 اجلاس میں شرکت فرمائی اور تحریکِ پاکستان کی حمایت میں جگہ جگہ تقریریں کیں اور  
 مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت و معاونت پر تیار کیا۔

آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے جو ملک کے طول و عرض میں موجود ہے



آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی، چند تصانیف یہ ہیں :-

- ۱۔ تائید الامام : (حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ کی تالیف الرد علی ابی حنیفہ کا محققانہ رد)
- ۲۔ نماز حنفی مدلل
- ۳۔ صداقت الاحناف
- ۴۔ کتاب الترابیح
- ۵۔ ضرورت فقہ
- ۶۔ کشف الغطاء

آپ ۹۰ سال کی عمر میں ۱۵ جنوری ۱۹۵۱ء کو عازمِ خلیجِ عربین ہوئے، دروہالی مسجد کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں آپ کا مزار پیر انوار ہے۔

سے محمد فضل کوٹلی مولانا، روزنامہ سجادت لاکل پور (ائمہ اہل سنت نمبر، اگست ۱۹۶۸ء)



## مقرر جادو بیان مولانا الحاج محمد شریف نوری قصوری مدظلہ العالی

خطیب پاکستان مولانا الحاج محمد شریف نوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ) ابن مولانا محمد دین مدظلہ العالی  
 ۱۳۵۲-۴/۱۹۳۵ء میں بمقام چکوتی (ضلع گجرات) میں پیدا ہوئے۔ کنجاہ (گجرات) میں میٹرک  
 کا امتحان پاس کیا، اس کے بعد پاکستان کی عظیم دینی درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بھیر پور  
 (ضلع ساہیوال) میں تمام متداولہ کتب کی تحصیل و تکمیل کر کے فقیہ عصر مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی  
 دامت برکاتہم العالیہ سے درس حدیث لیا اور ۱۳۴۳/۱۹۵۳ء میں فراغت حاصل کی اسی  
 سال قصور میں خطیب مقرر ہوئے اور ۱۳۸۸ء تک کمال خوبی سے فرائض خطابت انجام دئے  
 یہیں سے ان کی شہرت دھند دراز تک پہنچی آپ کی آواز میں بلا کا سوز تھا اور دورانِ تقریر  
 مجمع پر چھایا کرتے تھے بڑے سے بڑے مجمع کو کنٹرول کرنا ان کے لئے معمولی بات تھی ۱۹۶۰ء میں  
 جب دارالسلام (ڈوبہ ٹیک سنگھ) میں شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی دامت برکاتہم العالیہ  
 کی صدارت میں کانفرنس منعقد ہوئی تو کسی وجہ سے لاکھوں افراد میں پھیل جانے والی بے چینی کو آپ  
 نے کنٹرول کر کے مشاہیر کو ورطہ ہجرت میں ڈال دیا پاکستان کے سابق گورنر ملک امیر محمد  
 خاں اپنے گھر پر منعقدہ مجلس میلاد کے لئے آپ کو دعوت دیا کرتے تھے۔ آپ نے ۱۹۶۰ء  
 کے عام انتخابات میں جمعیت العلماء پاکستان کے ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لیا۔

قصور کے قیام کی نسبت سے نوری قصوری کے نام سے عوام و خواص کے طبقے  
 میں متعارف ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور ۱۹۵۵ء میں  
 ادیب فاضل کا امتحان نمایاں کامیابی سے پاس کیا۔ قصور ہی میں شہزادہ نعت خوان جناب  
 محمد علی ظہوری کو ساتھ لے کر ماہنامہ نور و ظہور نکالا جسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی مگر زیادہ  
 دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ ان کے سچے خطابت کا یہ کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے کہ یکم مئی ۱۹۵۹ء  
 کو کلارک آباد (مضافات رائے ونڈ) کے تقریباً دو ہزار عیسائی ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر  
 حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے تھے۔

لکھ بارہ تقریریں، پہلا ایڈیشن، گرد پوش، ص ۲



۱۳۸۱ھ/۲-۱۹۶۱ء میں لاہور آگئے۔ پہلے ایک عرصہ تک جامع مسجد بسبیل والی شاہ عالم مارکیٹ میں، پھر کچھ عرصہ سرائے رتن چند میں خطیب رہے، بعد ازاں شیش محل ہوزری کے بالمقابل جامع مسجد محمدیہ (راوی روڈ) میں تشریف لے آئے، یہاں آپ نے جامعہ محمدیہ کی بنیاد رکھی، مسجد کا عظیم مینار آپ ہی کی ماسعی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔

۱۳۸۴ھ میں مقامات مقدسہ کی زیارات کے لئے بغداد تشریف، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف اور بیت المقدس کا سفر کیا اور حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۹۱ھ میں کمال اشتیاق سے حرمین شریفین کی حاضری سے فیضیاب ہوئے۔ واپسی پر راستے ہی میں علالت نے آیا، واپس وطن پہنچنے کے بعد میوہ ہسپتال لاہور میں علاج معالجہ شروع کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور جلد ہی عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے، مولانا مرحوم نے چار مرتبہ حج و زیارت کی سعادت حاصل کی۔

مولانا نوری بند اخلاق کے مالک تھے، دوستوں کے دوست تھے اور ملنے جلنے والوں کی بڑی فراخ دلی سے تواضع کیا کرتے تھے، جمعیتہ العلماء پاکستان، پاک سٹی تنظیم اور انجمن اصلاح المسلمین کے سرگرم رکن اور ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۳۹۰ھ میں جابجا دو سے کئے اور آئین اسلام کے نفاذ کے حق میں پوزور تقریریں کیں اور عوام الناس کو آئین اسلامی کی تائید و حمایت کے لئے تیار کیا۔

مولانا نوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے، سامعین ان کی خوش نوائی کے اثر سے کیفیت و سرور میں ڈوب جاتے تھے، وہ جہاں ایک مرتبہ تقریر کرتے تھے وہاں کے لوگ ہمیشہ ان کے مشتاق رہتے، تقریر اپنی مادری زبان پنجابی میں کیا کرتے۔ ان کے عقیدتمندوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا، انہوں نے اپنے مواعظ کے ذریعے سُنیت کا پیغام پاکستان کے گوشے گوشے تک پوری بیباکی سے پہنچایا اور عقائد باطلہ کی تردید پوری قوت سے کی، پُرخطر راستوں سے گزرے، دھمکیاں سنیں مگر کبھی ان کا عزم متزلزل نہ ہوا۔



مولانا نوری نورانی مرقدہ نے وعظ و تقریر کے ساتھ تحریر کا سلسلہ بھی جاری رکھا، لاہور آنے کے بعد ماہنامہ الحیب جاری کیا جسے کامیابی سے چلاتے رہے، ان دنوں نوجوان فاضل مولانا محمد شریف شرپوری (فاضل بصیر پور) آپ کے معاون رہے اس کے علاوہ آفتاب سنت رچھراغ سنت (تالیف فردوس علی شاہ دیوبندی قصوی) بارہ تقریریں، نشری تقریریں، مسند گیارہویں، حرمت تعزیرہ داری اور عرب کا مسافر ایسی مقبول عام تصانیف یادگار چھوڑیں۔

۲۸ ربیع الاول، ۱۳۱۳ مئی (۱۳۹۲/۲۱۹۷۲) جمعہ ہفتہ کی درمیان شب میوہ پیتال میں تقریباً ۲ بجے آپ کا انتقال ہوا۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا غلام ابوالبرکات میا صاحب دہمت برکاتیم العالیہ نے پڑھائی۔

آپ اپنے والد گرامی کے اکلوتے فرزند تھے، خطیب پاکستان مولانا غلام الدین قدس سرہ آپ کے علم محترم تھے، مولانا نوری قدس سرہ کے ہاں فرینڈ اولاد نہیں ہوئی، اس وقت چار بچیاں بقید حیات ہیں۔

جامع مسجد محمدیہ راوی روڈ پر آپ کا مزار زیر تعمیر ہے۔



## مبلغ اہل سنت مولانا مفتی محمد صادق رحمہ اللہ تعالیٰ (راولپنڈی)

حضرت مولانا مفتی محمد صادق رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء میں موضع براڈی ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد آٹھویں جماعت تک سکول میں تعلیم حاصل کی، بعد ازاں اپنے بڑے بھائی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر حضرت ضلع کیمبلپور کے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی، درس نظامی کی متداول کتب پڑھنے کے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۷ء میں مغربی پاکستان کی قدیم درس گاہ دارالعلوم حزب الاحناف (لاہور) میں درس حدیث لیا اور امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوئے تحصیل علم کے بعد راولپنڈی میں مستقل سکونت اختیار کی اور تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۶ء میں سرپاشتیاق و محبت بن کر حجاز مقدس کا سفر کیا اور حرمین شریفین کی حاضری سے شاد کام ہوئے۔ آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ میں بارہ عالیہ گوڑہ شریف کے حلقہ ارادت میں داخل تھے۔

مفتی صاحب ہر دلعزیز اور مقبول عام شخصیت تھے، فن خطابت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا اکثر و بیشتر تبلیغی دوروں پر رہا کرتے، دینِ متین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لئے بے پناہ درد رکھتے تھے، راولپنڈی میں جب تنظیم العلماء کے نام سے ایک جماعت قائم کی گئی تو مفتی صاحب نے پر جوش اور سرگرم رکن کی حیثیت سے کام کیا، تنظیم کے تحت ہفتہ وار پروگراموں میں باقاعدگی سے شریک ہوئے، چونکہ آپ کی قیام گاہ مورگاہ میں تھی اور رات کو اجلاس کے اختتام پر کوئی سواری بھی میسر نہ ہوتی تھی اس لئے پیدل ہی اپنی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے۔ یہ ان کے خلوص و ایثار کی بین دلیل تھی کہ وہ تبلیغ دین کے جذبے کے تحت اپنے آرام و سکون کو پس پشت ڈال دیتے تھے، جب بھی کوئی مجلس مشاورت منعقد ہوتی تو آپ کی یہی کوشش ہوتی کہ غیر متعلقہ باتوں کی بجائے پوری توجہ علماء کی تنظیم اور جماعت کی ترقی و استحکام کے مختلف پہلوؤں پر صرف کی جائے۔ مفتی صاحب سحر بیان خطیب تھے، جب خطبہ شروع کرتے تو تمام مجمع پر سکوت طاری ہو جاتا اور ہر شخص ان کی تقریر سننے کے لئے بہت تن گوش ہو کر بیٹھ جاتا اور جب پُر نوا آواز



میں منوئی شریف پڑھتے تو سامعین مجھوم اٹھتے اور اکثر لوگوں کی آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جاتیں۔

۱۲ صفر المظفر، ۲۳ مئی (۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء) بروز منگل شام ساڑھے چار بجے مورگاہ انگل کینی سے ایک ضروری دینی کام کے لئے سکوتر پر سٹارٹ ٹاؤن جا رہے تھے کہ راستے میں مری روڈ پر پولیس کی گاڑی سے حادثہ ہو گیا جس میں آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے تین بجے شب محبوبِ حقیقی کے دربار میں حاضر ہو گئے، دوسرے دن بوند بوندی کے باوجود شہر بھر کے علماء کے علاوہ بیس ہزار سے زائد افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی اور مورگاہ کی مسجد میں باچشمِ پرہم سپردِ خاک کیا۔ مفتی صاحب نے پسماندگان میں ایک بیوہ اور چھ بچے چھوڑے۔

لے ہفت روزہ (آب ہنام) رضائے مصطفیٰ



## حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی بصیر لوی پوری

حضرت مولانا ابوالنور محمد صدیق چشتی ابن مولانا ابوالصدق احمد دین (قدس سرہ) پاک

سیرت اور صوفی مشرب عالم تھے۔ آپ کے ابا و اجداد ضلع فیروز پور (بھارت) کے رہنے والے

تھے سکھوں کے عہد میں منتقل ہو کر یہ بزرگ ضلع ساہیوال میں آباد ہو گئے۔ اس خاندان نے

علوم دینیہ کی اشاعت میں اہم خدمات انجام دی ہیں آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالجمال

حافظ محمد حبیب اللہ المعروف برقع پوش قدس سرہ بلند پایہ عالم اور ولی کامل تھے، چہرہ انور

پر حجاب ڈالے رہتے اور حسن اتفاق سے تدفین کے دوسرے روز آپ کے مرقد پاک

کو بھی سبزہ زار نے ڈھانپ کر آپ کی عادتِ کریمہ کی اتباع کا حق ادا کر دیا۔

آپ کے والد ماجد اپنے دور کے ممتاز عالم تھے، فارسی زبان میں مہارت تامہ رکھتے

تھے چنانچہ آپ نے علوم عربیہ اور فارسی کی تعلیم انہی سے حاصل کی اور دورہ حدیث پاک کی

تحصیل کے لئے اپنے فرزندِ ارجمند فقیہِ عصر مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی مدظلہ العالی کی حوصلہ

افزائی فرمائی۔ آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، ذکرِ مصطفیٰ سنکر

آپ کا جسم لرز جاتا تھا۔ ایک مرتبہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر لوی کے سالانہ جلسہ پر شیخ القرآن

علامہ ابوالحقائق محمد عبدالغفور ہزاروی قدس سرہ اپنے خاص انداز میں تقریر شروع کی، آپ بہت

علیل تھے، علامہ ہزاروی کی آواز سنکر فرمایا مجھے جلسہ گاہ میں لے چلو چنانچہ دو آدمی کندھوں پر

آپ کو جلسہ گاہ میں لائے اور تین فٹ اونچے اسٹیج پر بٹھا دیا۔ علامہ ہزاروی نے امام اہل سنت

امام احمد رضا بریلوی قدس کا یہ شعر پڑھا

ان کی سہک نے دل کے غنچے کھلائے ہیں جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسادے ہیں

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس مخصوص سہک سے محفوظ ہو کر آپ پر وہی کیفیت

طاری ہو گئی چنانچہ آپ بڑی روانی سے ذکر کرتے ہوئے اسٹیج سے نیچے اتر آئے۔ آپ نے ۱۹۴۸ء

میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

مولانا ابوالنور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مشہور بزرگ قدوة الالبین حضرت خواجہ حافظ جان محمد



قدس سرہ (پیکر ضلع ساہیوال) سے بیعت اور مہمانتھے نیز دوسرے سلسلہ ہائے طریقت کے بزرگوں سے بھی استفادہ تھے۔ آپ کے مریدین کا اعلقہ وسیع تھا۔

آپ کے فرزند ارجمند حضرت فقیہ عظیم جب محقق دو ماہ علامہ سید دیدار علی شاہ قدس سرہ سے سند درس حدیث لیکر آئے تو آپ نے فرید پور باگیر (ساہیوال) میں ارا العلوم کے قیام کا مشورہ دیا چنانچہ ۱۳۲۲ھ میں یہاں دارالعلوم قائم کر دیا گیا اور پھر ۱۳۶۵ھ میں اسے بصیر پور منتقل کر دیا گیا۔ مولانا ابوالنور نے اس دارالعلوم کے ذریعہ دینی خدمات کا تمام تراجم خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نذر کر دیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ روز محشر ہم خالی ہاتھ جا کا پناہ دامن حضور ہی کی عنایات سے بھریں گے۔ دارالعلوم کی ترقی میں آپ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں۔

آخر عمر میں شانہ کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے، شدید ترین تکلیف کے باوجود آپ احکام شرعیہ پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ آپ کو سول ہسپتال (منگھری) میں داخل کیا گیا مگر آپریشن کے باوجود بھی مرض میں کمی واقع نہ ہوئی۔ آخری لمحات میں اپنے اپنے فرزند شہید فقیہ عصر مدظلہ العالی سے راز دارانہ باتیں کیں، اس دوران کمرنگ رشتہ زلیت ٹوٹ چکا تھا لیکن آپ برق رفتاری سے کلہ طیبہ کا ذکر کر رہے تھے چنانچہ اسی کیفیت میں، ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) بروز اتوار آپ نے سفر آخرت فرمایا اور دارالعلوم کے وسیع احاطہ میں آپ کا مرقدا نور مامن مریدین و معتقدین ہے۔

آپ نے دو شاویاں کیں جن سے متعدد صاحبزادیوں کے علاوہ مولانا ابوالخیر محمد نور قدسی

مدظلہ، شیخ الحدیث و بانی دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور، مولانا ابوالبتار محمد حبیب الرحمن، مولانا

ابوالحامد محمد حبیبی، مولوی محمد احمد اور حافظ مقصود احمد صاحبزادگان آپ کے خلف ہیں۔

استاذ العلام مولانا الحاج فتح محمد بہاولنگری قدس سرہ نے قطعہ تاریخ وصال رقم فرمایا ہے

بصد حسرت بگویم دوستان را کہ رحلت مولانا صدیق فرمود

مجاہد عابد و عاشق رسولے فقیہ وہم تقی وہم صفی بود

گذشتہ عمر اور خدمت خلق برفت از ما بحق خر سندانہ خوشنود

ز دل تاریخ پر سیدیم و گفتمے فگندہ شش جہت مغفور و مورد

۱۳۵۸

لہ یہ حالات مولانا شاہ محمد حبیبی قسوری سے حاصل ہوئے۔



## مرجع الکاملین حضرت خواجہ محمد عثمان نقشبندی قدس سرہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد عثمان نقشبندی قدس سرہ ۱۲۴۲ھ / ۱۸۰۹ء میں بمقام  
 لونی تحصیل کلابچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد (نام معلوم نہیں  
 ہو سکا) نہایت متقی اور پرہیزگار تھے، انہوں نے آپ کو علوم دینیہ کی تحصیل پر لگا دیا۔  
 تکمیل علوم کے بعد حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری (م ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء) موسیٰ زئی شریف  
 (ڈیرہ اسماعیل خاں) خلیفہ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 اور ۹ رجبی الاخریٰ (۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء) کو بیعت ہو کر مدارج سلوک طے کرنے کے  
 علاوہ علم اخلاق، علم سیر، علم تصوف اور علم حدیث کی تحصیل کی اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ  
 مجددیہ احمدیہ قادریہ چشتیہ سرورویہ کبرویہ مداریہ قلندریہ شطاریہ میں ماذون و مجاز ہوئے  
 آپ نے جس محنت و جاگدازی سے اپنے شیخ کی خدمت کی، کوئی اور مرید نہ  
 کر سکا۔ شیخ کامل بھی آپ پر عنایت بے غایت کرتے تھے جیسی کہ جب حضرت خواجہ  
 دوست محمد قندھاری قدس سرہ کا ۲۲ شوال المکرم (۱۲۸۴ھ) کو وصال ہوا تو موسیٰ زئی  
 شریف میں ان کے ایماں اور اجازت سے آپ ہی سجادہ نشین ہوئے اور بڑی خوبی سے  
 فرائض نیابت کو انجام دیا۔ پیر و مرشد کے وصال سے تین سال بعد کمال اشتیاق سے زیارت  
 حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو گئے، حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور گیارہ  
 دن تک قیام کیا، اس دوران کھانا پینا ترک کر دیا تاکہ قضائے حاجت کی ضرورت نہ  
 پڑے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جہاں قضائے حاجت کی جائے وہاں سید عالم صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کا پائے قدس آیا ہو، ذرا اندازہ کیجئے کہ دیار حبیب کا ان کے دل میں کقدر  
 احترام تھا۔

حضرت خواجہ محمد عثمان قدس سرہ ہر فعل میں اتباع سنت کو پیش نظر رکھتے اور کسی  
 کام میں خلاف سنت کو روانہ رکھتے تھے۔ خانقاہ پر حاضر درویشوں کو نماز تہجد کے لئے



اٹھنے، مراقبہ کرنے اور کثرتِ ذکر کی نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کے ہزاروں مہدی تھے لیکن کسفری کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے ”مجھے پیری اور بزرگی کا دعویٰ نہیں ہے، میں تو حضرت پیر و مرشد کے مزار پر انوار کا جا رو ب کش اور درویشوں اور نائزین کا خدمت گار ہوں“ کسی عقیدت مند پیش کش کرتے کہ ہماری زمین، جائداد اور باغ وغیرہ قبول فرمائیے تاکہ لنگر کا کام چلتا رہے مگر آپ فرماتے کہ: ”لنگر کے اخراجات اللہ تعالیٰ کے توکل پر موقوف ہیں، ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا کہ وہ اس بارے میں کچھ تردد نہیں کرتے تھے“ اور پیشکش بڑی خوبصورتی سے ٹال دیتے۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات مواعظ و حکم کبھی بہتر جواہر پارے ہوتے تھے۔ ملفوظات، کرامات اور مکاتیب پر مشتمل مجموعہ فوائد عثمانی مرتبہ سید محمد اکبر علی شاہ دہلوی چھپ چکا ہے۔ آپ سے بے شمار افراد نے کسب فیض کیا اور دہرے کمال کو پہنچے۔ آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا اور خلقِ خدا کو ظاہری و باطنی عام نفع پہنچا۔ آپ کے مرید مولوی حسین علی داں بھڑوی (خلع میانوالی) مؤلف بلغۃ الحیران ایک روز یہ سوچتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اولیاء کرام کو بعض چیزوں کا علم ہوتا ہے یا اکثر کا، اور توجہ کے بعد حاصل ہوتا ہے یا بغیر توجہ کے! اس وقت آپ کسی شخص سے پشتوں میں گفتگو کر رہے تھے، مولوی صاحب کے آنے ہی متوجہ ہو کر فرمایا:

”اولیاء ہر میدانند و لکن مامور بانظار نیستند“

یہ کہہ کر پھر اسی طرح غوغو گفتگو ہو گئے۔

سید سردار علی شاہ بخاری طہانی کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

”اے عزیز! اوقاتِ مستعارہ خود را کہ بدل ندارند بطاعت و عبادات

سید محمد اکبر شاہ دہلوی، سید، مجموعہ فوائد عثمانی (طبع ثانی ۱۳۸۳ھ، اولیٰ پور چک ۲۲ بھوکے چدرڑ) ص ۹۸  
 بعد ازاں یہ صاحب دیوبندیت ہیں ایسے ڈوبے کہ بلغۃ الحیران کے بعض مقامات پر معتزلہ کے اس عقیدے کی تائید  
 کر گئے کہ اللہ تعالیٰ کو امثالہ کے وجود ہونے سے پہلے علم نہیں ہوتا“ (نفوذ باللہ من ذلک)۔ (بلغۃ الحیران طبع اول ص ۱۵۴)



واذکار و افکار و اندک سعادت داریں و دولت کونین در این است غیر ازین  
ہمہ چیخ و انجام حاجات ضروریہ لا بدیہ پوسیدہ پیران کبار علیہم الرضوان الرحمة  
ہموارہ میخواستہ باشند انشاء اللہ تعالیٰ بہدف اجابت رسد، لہ

آپ نے کثیر التعداد مریدین کو خرقہ خلافت عطا فرمایا، خود حضرت خواجہ دوست محمد  
قندھاری رحمہ اللہ تعلقے کے متعدد خلفاء ان کے وصال کے بعد آپ سے مستفیض ہوئے، آپ  
کے فرزند ارجمند حضرت مولانا سراج الدین خلیفہ و جانشین ہوئے۔

۲۲ شعبان المعظم، ۲۷ جنوری (۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء) بروز منگل اشراق کے وقت آپ کا  
وصال ہوا، موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خاں) میں آپ کا مزار مرجع خلافت ہے لہ  
حافظ محمود حسین خاں نازاں چشتی سلیمانی رئیس اعظم جمہور نے قطعہ تاریخ وفات کہا  
بست و دوم زمانہ ہے شعبان محترم بود رفتہ بسوئے جنت کاں ہمسر فرشتہ  
سال وفات حضرت بہر صلاب نازاں عثمان نقشبندی کامل ولی نوشتہ لہ

۱۳ ۵ ۱۳

ص ۷۳

مجموعہ فوائد عثمانی

لہ محمد اکبر علی شاہ دہلوی، سید :

ص ۱۳۵۱۳۸ (تقریباً تمام حالات اکٹھے ماخوذ ہیں)

لہ ایضاً

ص ۱۴۲

لہ ایضاً



## مفسر جلیل، تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہ العزیز

حسنِ ملت، محدث و مفسر مولانا مفتی محمد عمر نعیمی ابن محمد صدیق ربیع الآخر، اکتوبر ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء میں بمقام مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید، الحجاج، حافظ محمد حسین سے پڑھا۔ فارسی اور صرف و نحو کی کتابیں مولانا نظام الدین سے پڑھیں، ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء کو صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت جلد علوم و فنون اور حدیث شریف کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ادبِ عربی اور طب میں دسترس حاصل کی۔ صفر ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں سندھ فضیلت حاصل کی، دستار بندی کے وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، حجت الاسلام مولانا حامد رضا خاں، ملک العلماء مولانا مظفر الدین بہاری، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مولانا محمد فاخر اجملی، شاہ عبدالمقصد ریدائی، مولانا محب احمد ریدائی، مولانا عبدالحمید ریدائی، مولانا شاہ سلامت رامپوری، مولانا امجد حسین رامپوری وغیرہم فریضتِ اسلام جلوہ افروز تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے دستار بندی کی رسم ادا کی۔

فراغت کے بعد مراد آباد میں اہل سنت کی تنظیم کی گئی۔ گاہ جامعہ نعیمیہ کے مدرس اور مہتمم مقرر ہوئے، ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۶ء میں سطحِ اشخاص مولانا سید علی حسین کچھوچھو کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے، ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، تقسیم مراد آباد کے دوران ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء میں نہایت اہم ماہنامہ السواد الاعظم جاری کیا۔ یہ جدید ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک علوم اسلامیہ و سنیت کا مرکز و نقیب رہا۔ حالاتِ حاضرہ اور ملکی سیاست پر زبردست تنقید و تبصرہ کے علاوہ دینی نقطہ نظر سے ماہنامہ کی فرائض بھی انجام دیتا رہا۔ مفتی صاحب نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے نائب ناظم کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس کے تدریخی اجلاس میں تحریکِ پاکستان کی پرزور تائید فرمائی۔

تقسیم ملک کے بعد جب آپ نے دیکھا کہ ہندوستان میں عاقبت سے رہنا مشکل ہے تو ہجرت کر کے بندنا دشریف جانے کے ارادے سے کراچی تشریف لائے اور مبلغ اسلام



مولانا عبدالعلیم میرٹھی کے اصرار پر کراچی ہی میں قیام پذیر ہو گئے، دارالعلوم مخزن علوم عربیہ جاری کیا اور جامع مسجد آرام باغ میں اعزازی طور پر خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔  
 ۲۳ ذیقعدہ، ۲ مارچ (۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء) میں کراچی میں وفات پائی، آپ کا مزار شریف مسجد دارالصلوٰۃ ناظم آباد کراچی میں ہے، "مفتی جنت محمد عمر" (۱۳۸۵ھ) تاریخ وصال ہے۔  
 جناب صابر براری نے درج ذیل تاریخ وفات لکھی ہے۔

ہو کیوں نہ چشمِ حق میں یوں اشکبار صابر  
 عالم سے اٹھ گیا ہے اک عالمِ تدبیر  
 تھا جس کا فیض جاری دنیا سے علم و دین  
 تھی جس کی عطر پاشی خوشبوئے صد تمیمی  
 شیخ الحدیث تھے وہ اس دورِ حاضر کے  
 اسلافِ ذمی شرف کے مجرور و عبیمی  
 پہنچا دے ان کو یارب دربارِ مصطفیٰ میں  
 دے خلد ان کو تیری ہر شان ہے کریمی

سالِ وصلِ صابر لکھ فقر کو ملا کر

ہادی اہل سنت مفتی عمر نعیمی

مولانا ضیاء القادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل تاریخ لکھی ہے۔

علمِ ذمی جاہ، مولانا عمر  
 تھے سراجِ علم، مثلِ ماہِ مہر  
 اس ضیاء ہے آپ کا سالِ وصل  
 عالی بہت رحمۃ اللہ علیہ

"تفرقہ اقوام" اور مسائلِ رمضان و عید الفطر آپ کی یادگار ہیں۔

حضرت مولانا اطہر نعیمی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی، مدرس دارالعلوم نعیمیہ کراچی، آپ کے فرزند ارجمند ہیں اور مسلکِ اہل سنت کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی، استاذ دارالعلوم نعیمیہ کراچی بہت ہی ممتاز ہیں۔ نہایت وسیع المطالعہ، انتہائی خوش اخلاق اور مسلکِ ملت کے لیے پروردگار کے پیارے ان کی مسلکی اور دینی خدمات نہایت وسیع اور قابلِ قدر ہیں۔



## مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی قدس سرہ

وسعتِ علم اور حاضر جوابی میں ان کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے مسلکِ اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے تحریری اور تقریری کوششوں میں تمام عمر صرف کی وہ ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں بلا تخصیص تمام مذاہبِ باطلہ کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا تھا۔ ہر روز قرآن مجید کے پانچ پاروں کی تلاوت اور شب بیداری آپ کے معمولات میں سے تھے۔ دورانِ تقریر آیاتِ قرآنیہ سے اس کثرت سے استدلال کرتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

۱۹۰۲ء میں مولانا محمد امین ابن حاجی عبدالملک کے گھر قصور میں پیدا ہوئے۔

قرآن مجید والد ماجد سے پڑھا۔ علوم دینیہ مولانا صلاح الدین، مولوی محمد حسین لکھوی، مولوی عطار اللہ لکھوی، مولوی محمد عالم سنبلی (لاہور) سے پڑھے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا بریلوی کے شاگرد رشید مولانا محمد حسین (امام و خطیب ملیشن فیروز پور) کے ہاں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے اور اس عرصہ میں مولانا کے شاگردِ ارشد مولانا علی محمد جماعتی علیہ الرحمۃ (قصور) کے ہاں قیام پذیر رہے (جو ان دنوں فتوہ دارہ میں مقیم تھے) مولانا علی محمد جماعتی کے بیان کے مطابق مولانا اچھروی بہت محنتی تھے۔

آپ نے مدرسہِ حمانیہ دہلی میں درسِ حدیث کی تحصیل کی اور سند مولوی عبدالشہر و پوری اہل حدیث سے حاصل کی۔ آپ نے تمام زندگی مسلکِ احناف کی بھرپور حمایت کی۔ مولانا احمد علی سہارنپوری کے عزیز رشید مولانا احمد علی میرٹھی سے دوبارہ حدیث شریف کا درس لیا۔

حضرت مناظر اسلام نے تمام عمر تقریر اور مناظرہ میں صرف کرنے کے باوجود تصانیف کا بھی قابلِ قدر کتب کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، آپ کی مشہور اور مقبول عام تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ رسالہ توحید و تہافت مولانا محمد حسین لکھوی زید مجاہد۔



- ۱۔ مقياسِ حقيقت  
۲۔ مقياسِ النور  
۳۔ مقياسِ الصلوة  
۴۔ مقياسِ المناظرہ  
۵۔ مقياسِ الخلافۃ  
۶۔ مقياسِ النبوة وغيرہ وغيرہ

آپ حضرت مياں شير محمد شير قوري رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر بيت  
تھے اور ان سے بے حد عقيدت رکھتے تھے۔

۲ ذوالقعدة المبارکہ ۲۱، دسمبر (۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کو آپ درجہ اعلیٰ کی طرف  
تشریف لے گئے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سيد احمد دامت بركاتہم العالیہ  
نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے صاحبزادوں میں سے مولانا محمد عبدالوہاب مدظلہ ان دنوں انگلینڈ میں  
تبليغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مولانا عبدالقواب زید مجدہ مقياسِ پريس  
کی نگرانی کے علاوہ تقرير و مناظرہ کی ذمہ داریاں انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے  
گزشتہ دنوں مشہور شیعہ مناظر مولوی اسماعیل سے گھنگ شريف میں کامياب مناظرہ  
کیا اور مد مقابل کو شکست دے کر والدِ ماحبہ کی یاد تازہ کر دی۔ مولانا سلطان باہو  
زید مجدہ اور مولانا فقير اللہ بھی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا شريف احمد شرافت نوشاہی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

جناب مولوی فخر زمانہ	محمد آں عمر مرد یگانہ
بعلم دین عالی دستگاہ ہے	بشرع و فقر بس والا نگاہ ہے
مناظر اہل حق بودہ بالانصاف	معین ملت بیفائے احناف
برائے اہل بدعت تیغ قاطع	خلاف گمراہاں برہانِ ساطع
باعدا ئے نبی شمشیر بتاں	بمیدان غزا چوں شیر غمراں
گریزاں رافضی وہم وہابی	بمازو سے قادیانی راخرابی



نمائے اربعی از حق شنیدہ سوئے فردوس شدہ حسن پیرہ

شرافت سالہ وصلش جبت ازجاں

نما آمد بگو " مغفور دیاں ! "

۱۳ • ۹۱

دیگر

زہے مولوی محمد عمر کہ در دین حق بود مشلِ قمر  
ز رحیل وے چوں شرافتِ جبت نداگشت " حافظ محمد عمر "

۱۳ • ۹۱



## بیس المحققین حضرت علامہ مولانا محمد غازی قدس سرہ

آپ کا پایہ علمی بہت بلند ہے، اپنے دور کے اکابر فضلاریں سے تھے، نرڑہ (کمیلپور) میں پیدا ہوئے۔ علامہ محمد غازی صاحب استاد من مولانا احمد حسن کانپوری کے جلد تلامذہ میں سے تھے، ہجرت کو کے مکہ مکرمہ چلے گئے اور مدرسہ مولتیہ میں آٹھ سال تک درس دیتے رہے حضرت شیخ الاسلام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا علامہ محمد غازی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے علوم و معارف سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے ساتھ ہی گولڑہ تشریف چلے آئے اور تمام عمل ستمانہ عالیہ پر بسری اور مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ افسوس کہ آپ کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے، ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء کو دارِ آخرت کا سفر کیا اور گولڑہ تشریف کی مسجد کے شمالی جانب حضور اعلیٰ گولڑوی کے والد ماجد حضرت خواجہ سید نذر الدین قدس سرہ کے مزار کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب سیفِ چشتیٰ میں میلہ کذاب، مرزائے قادیانی وغیرہ کی صف میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بھی شمار کیا ہے آپ کے وصال کے بعد وہابیوں نے مطالبہ کیا کہ نجدی کا نام اس فہرست سے حذف کر دیا جائے حضرت مولانا محمد غازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ایک طویل حاشیہ میں نجدی کے عقائد و مظالم بیان کر کے فرمایا کہ ان حالات میں ہم نجدی کا نام حذف کرنے سے معذور ہیں۔



## عارف باللہ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدس سرہ العزیز

ولی کامل، مرشدِ خلائق حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی (باواجی) رحمہ اللہ تعالیٰ کا شجرہ نسب سلاطین ایران کے کیانی خاندان سے منسلک ہے۔ آپ کے جدِ ماجدِ عمد عالمگیر (رحمہ اللہ تعالیٰ) میں دارِ ہندوستان ہوئے۔ آپ کے جدِ ماجد اور والدِ گرامی کا معمول تھا کہ پنجاب سے سامان تجارت لے کر کشمیر جاتے اور راستے میں پہاڑی علاقوں میں تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کرتے رہتے۔ حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد بچپن میں ہی داغِ مفارقت دے گئے۔ ہوش سنبھالنے پر والدہ ماجدہ نے تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا اور علومِ دینیہ کی تحصیل کے لئے ہندوستان بھیجا جہاں آپ نے اس دور کے مشہور فضلاء سے استفادہ کیا اور تقریباً ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء میں تکمیلِ علوم کے بعد واپس تشریف لائے اور راولپنڈی کے قریب موضع جگپوٹ میں دینی مدرسہ قائم کر کے تشنگانِ علومِ دینیہ کو میراب کرنے لگے اس کے باوجود آپ کو کسی مردِ کامل کی تلاش بے چین کئے رکھتی تھی جس سے امرِ معرفت اور فیوض و برکات کا استفادہ کیا جاتا۔

علاقہ مری کی جنوبی جانب سسی قوم آباد تھی ان میں ایک دفعہ سنی شیعہ بنیاد پر نزاع پیدا ہو گیا اور نوبت خونریزی تک جا پہنچی، فریقین کے اہل دانش نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کسی متبحر عالمِ دین کو بلا کر تصفیہ کرایا جائے اور ان کے فیصلے کو دونوں فریق تسلیم کریں، نگاہِ انتخاب حضرت خواجہ موہڑوی قدس سرہ پر پڑی، آپ نے فریقین کے بیانات سن کر اہل سنت کے حق میں فیصلہ دیا، فریق مخالف نے سازش کے تحت آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا جسے کھا کر آپ بیہوش ہو گئے اور ایک رات دن تک یہی کیفیت رہی اسی حالت میں آپ کو حضرت خواجہ نظام الدین کتیاں شریف (کشمیر) کے دربارِ عالیہ کا نقشہ دکھا کر معافی کا حکم دیا گیا چنانچہ آپ ہوش میں آنے کے بعد دشوار گزار راستوں کو طے کرتے ہوئے کتیاں شریف پہنچ گئے اور مرجعِ عالم حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مقدس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کا سلسلہ طریقت بارہ واسطوں سے حضرت مجددِ الف ثانی



شیخ احمد سرہندی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

مرشدِ کامل نے بیعت کے بعد خلافت سے نوازا اور موہڑہ شریف ایسے گنجان اور شہزاد گزرا پہاڑی علاقہ میں قیام کا حکم دیا۔ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدس سرہ نے شیخ کے ارشاد کی تعمیل اس طرح کی کہ ستر سال کا طویل دور اسی جگہ عبادت و ریاضت اور خلقِ خدا کی رہنمائی میں بسر کیا اور سال میں ایک دفعہ مرشد کی خدمت میں حاضری دینے کے علاوہ کسی طرف رخ نہ کیا۔ دور افتادہ مقام میں قیام کے باوجود ہزاروں افراد آپ کی خدمت میں حاضری دیتے اور مقصدِ دلی حاصل کر کے واپس ہوتے سینکڑوں راہِ طریقت کے سالک رتبہ کمال کو پہنچے، خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے اور پھر پاک و ہند کے مختلف مقامات پر تبلیغِ دین اور رشد و ہدایت کے کام پر مامور ہوئے۔ آج بھی لاکھوں افراد آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

آپ کے اخلاق و عادات سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے منظرِ تھے۔ سینکڑوں ہندو اور سکھ آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور بے شمار فسق و فجور میں مبتلا افراد آپ کے فیضِ صحبت سے تقویٰ و پرہیزگاری کے پیکر بن گئے۔

آپ ہر وقت یہاں تک کہ رات کو بھی جبہ زیب تن رکھتے تھے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا :

”جس طرح ایک ملازم باوردی ڈیوٹی پر حاضر ہوتا ہے میں چاہتا ہوں

کہ میرا بر لمحہ یادِ خدا اور مخلوقِ خدا کی ہدایت میں باوردی لکھا جائے۔“

تقریباً ایک سو بیس سال کی عمر میں ۱۳ ذی قعدہ ۲۱۰، نومبر (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) بروز

جمعۃ المبارکہ عارف باللہ حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی قدس سرہ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار اقدس

موہڑہ شریف تحصیل مری (ضلع راولپنڈی) میں مرجعِ خلایق ہے۔ آپ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں اپنے

فرزند ارجمند حضرت خواجہ پیر نظیر احمد قدس سرہ (م ۲۸ محرم ۲۱۰، جولائی ۱۳۸۰ء/۱۹۶۰ء بروز جمعہ)

خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہ (کیاں شریف) کو جانشین بنا دیا تھا اور وصال کے وقت



وصیت فرمائی تھی کہ جو امانت میں نے آپ کو دی ہے اس کی حفاظت کرنا، امیر اور غریب دونوں آپ کے پاس آئیں گے، اگر غریبوں کو باہر نکال دیا اور امیروں کو ترجیح دی تو میرا دل دکھے گا، دونوں سے برابر سلوک کرنا۔

ان دنوں حضرت الحاج خواجہ پیر بادون الرشید مدظلہ موہڑہ شریف میں عوام و خواص کو فیض و برکت سے مستفید فرما رہے ہیں۔

سے محمد عبدالحق مجددی مولانا : ماہنامہ سلسبیل ، جولائی ۱۹۷۳ء

ایضاً ، اگست ۱۹۷۳ء



مبلغ سنیت عارف حقانی مولانا پیر سید محمد معصوم شاہ قدس سرہ العزیز  
(بانی نوری کتب خانہ، دربار حضرت داگنج بخش قدس سرہ الہو)

مولانا سید محمد معصوم شاہ ابن حضرت فضل شاہ (سجادہ نشین) چک سادہ شریف،  
ضلع گجرات، تقریباً ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم حضرت مولانا امام دین رحمہ اللہ تعالیٰ  
سے حاصل کی، بعدہ لاہور میں حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر  
حضرت بابا افضل نور قادری نوشاہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور  
خلافت سے نوازے گئے، حضور داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو خاص عقیدت  
مقتی۔ آپ نے اپنی زندگی کے اکثر اوقات مزار حضرت داتا صاحب پر گزارے، آخر ۱۹۵۵ء  
میں حضرت کے قریب تعلق سکونت اختیار کر لی۔ حضرت شیخ الحدیث لاکھپوٹی ہر ماہ حضرت داتا  
گنج بخش کے دربار میں حاضری کے لئے آتے تو حضرت پیر صاحب سے ضرور ملاقات کرتے  
اور سنی رضوی کتب خانہ کے لئے بہت سی کتابیں خرید کر لے جاتے۔

آپ کا عظیم الشان کارنامہ نوری کتب خانہ کا قیام ہے۔ اس کے اہتمام سے اعلیٰ حضرت  
مجدد ملت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی اکثر کتابیں شائع کی گئی تھیں اور دیگر علمائے  
اہل سنت کی نایاب کتب کو حیاتِ نو بخشی، آپ ہی کے مشورے پر حضرت مفتی احمد یار خاں  
نعمی قدس سرہ نے قرآن مجید کا ماشیہ نور العرفان تحریر کیا جو امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ  
کے ساتھ متعدد بار شائع ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے مرآة شرح مشکوٰۃ بھی آپ ہی  
کے کہنے پر لکھی اور آپ ہی کوششوں سے شائع ہوئی، نیز امیر معاویہ پر ایک نظر حضرت مفتی  
صاحب سے اس نغمہ سے لکھوائی کہ بعض لوگوں میں، خاص طور پر بعض سادات میں  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بعض پایا جاتا ہے وہ رفع ہو جائے۔

آپ نہایت متدین بزرگ تھے، تبلیغ دین زندگی کا نصب العین تھا۔ مسلک اہل  
حق اہل سنت و جماعت کی نصرت و حمایت اور ترویج کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے، اپنے



اپنی زندگی میں تقریباً بیس مساجد تعمیر کرائیں جن میں لاہور کی حسین و جمیل نمونہ مسجد نبوی جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور، آپ کی بے مثال یادگار ہے اور آپ کے عشق رسول کی شہادت دے رہی ہے۔ اس مسجد میں ایک مدرسہ اور ایک فری شفاخانہ نوری قائم ہے۔ مرکزی مجلسِ ضالہ لاہور اسی مبارک و نورانی مسجد میں یومِ رضا مناتی ہے اور مجلسِ رضا کا دفتر بھی اسی مسجد میں قائم ہے۔

آپ نے مختلف خانقاہوں میں رائج بدعات کا قلع قمع کیا اور ان مقامات پر درسِ تدریس اور وعظ و تبلیغ کے مراکز قائم کئے، بہت سے سستی مدارس قائم کئے اور متعدد مدارس کی مالی امداد و اعانت فرمائی، اسی جذبہ تبلیغ و اشاعتِ دین کے تحت متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ اپنے وقت کے عظیم شیخِ طریقت تھے۔ پورے پاکستان میں آپ کے مریدین کا وسیع حلقہ ہے۔

۲۹ سوال ۱۸۱ جنوری (۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء) بروز شنبہ پوقت عشر، آپ نے رحلت فرمائی اور اپنے پیرِ طریقت کے پہلو میں چک سادہ میں محو خواب ابدی ہوئے۔ حضرت کے ایک صاحبزادی اور دو صاحبزادے یادگار ہیں، بڑے صاحبزادے سید محمد حسین شاہ سجادہ نشین ہیں اور چھوٹے صاحبزادے سید محمد حسن شاہ لاہور میں نوری بکڈپو کے ذریعے خدمتِ مسلک انجام دے رہے ہیں۔

۱۔ محمد احمد قادری مولانا : تذکرہ علمائے اہل سنت (مطبوعہ بیھوانی پور، بہار، ۱۳۹۱ھ) ص ۲۴۰-۲۴۸۔



# مبلغ اسلام حضرت مولانا پیر محمد ہاشم جان سرہندی

حضرت مولانا پیر محمد ہاشم جان سرہندی ابن حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی  
 قدس سرہا، ۱۳، ذیقعدہ، ۱۰، جنوری (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء) کو ٹنڈوسا میں داد (سندھ) میں  
 پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب امام ربانی مجدد العتہ ثانی قدس سرہ سے ملتا ہے۔  
 کتب فارسی والد ماجد سے پڑھنے کے بعد حافظ قاری احمد صابری سے قرآن کریم  
 حفظ کیا۔ ختم قرآن کے موقع پر عظیم الشان محفل منعقد ہوئی، ایک شاعر نے مادہ تاریخ  
 "حافظ ہاشم" (۱۳۳۵ھ) سے نکالنے کی تعظیم کا آغاز والد ماجد سے کیا۔ ان  
 کے علاوہ مولانا غلام محمد نظامانی اور مولانا شفیع محمد سوڈا دی سے بھی استفادہ کیا۔ شرح  
 وقایہ تک پڑھنے کے بعد مزید تعلیم کے لئے اجیر شریف مولانا معین الدین اجیری قدس  
 سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتسابِ علوم کیا۔ اسی اثنا میں ٹونک میں حضرت مولانا حکیم سید  
 برکات احمد ٹونکی (تمیز مولانا عبدالحق خیر آبادی) اور فرنگی محل میں مولانا عبد الباری فرنگی علی کی خدمت  
 میں حاضر ہو کر استفادہ کیا۔ غرض گیارہ سال بیرونِ سندھ رہ کر علم و فضل کی دولت سے  
 مالا مال ہوتے رہے، زیادہ تر اجیر شریف میں مقیم رہے، یہیں مولانا سید امیر علوی اجیری سے  
 بھی شرفِ تلمذ اختیار کیا۔ اور حکیم نظام الدین (برادر مولانا معین الدین اجیری) سے علم طب  
 میں استفادہ کر کے کمال حاصل کیا۔

حضرت مولانا پیر ہاشم جان سرہندی صورت و سیرت اور علم و فضل میں بے مثال شخصیت

سید احمدیاں برکاتی: حضرت پیر ہاشم جان سرہندی سے ایک ملاقات (ترجمانِ اہلسنت کراچی، اگست ۱۹۷۴ء) ص ۳۳

نوٹ: حضرت خواجہ عبداللہ المعروف بہ شاہ آغا دربارہ بزرگ پیر ہاشم جان نے آپ کا سال ولادت ۱۳۲۲ھ لکھا (دیکھو مونس مخلصین ص ۲۴۲)

مونس مخلصین، ص ۳-۲۴۲

سید عبداللہ جان، شاہ آغا مولانا:

ترجمانِ اہلسنت، اگست ۱۹۷۴ء، ص ۳۲-۳۵

سید احمدیاں برکاتی:

مونس مخلصین، ص ۲۴۳

سید عبداللہ جان، شاہ آغا مولانا:



تھے، مکرمی پروفیسر محمد سعید احمد مدظلہ پرنسپل گورنمنٹ کالج، ممبئی (سندھ) رقمطراز ہیں،  
 ”خوبصورت و خوب سیرت، آپ کو دیکھ کر بے ساختہ قرآن پاک کی آیت  
 یاد آتی ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین ————— لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم  
 کی تفسیر مشاہدہ کرنی ہو تو آپ کی زیارت کریجئے۔“

اس میں شک نہیں کہ مولانا کے مدوح متوجہ عالم، باکمال مقرر اور ماہر طبیب  
 ہیں، ان کی تقاریب سے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے، سندھ کا باشندہ ہوتے ہوئے  
 اردو اتنی صاف اور رواں بولتے ہیں کہ اہل زبان کا گمان ہوتا ہے، ”سے

دینی اور ملی تحریکوں سے آپ کو ابتدا ہی سے شغف رہا ہے، زمانہ طالب علمی  
 میں اجمیر شریف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں درج تھا کہ فوج اور پولیس کی ملازمت  
 حرام ہے، یہ اشتہار چسپاں کرنے کے جرم میں آپ کے چند ساتھی گرفتار ہوئے، آپ بھی  
 معتوب قرار دئے گئے لیکن آپ کے واپس سندھ آجانے پر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کے والد ماجد مولانا محمد حسن جان سرہندی قدس سرہ  
 نے اپنے مریدین و متعلقین کو خط لکھے، دہانی طور پر تعلقین کی کہ ہر صورت میں مسلم لیگ کی حمایت  
 اور اعانت کی جائے۔ آپ بھی ان کے ہمراہ کام کرتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد جب  
 مجاہدین کشمیر نے آزادی کشمیر کے لئے جہاد شروع کیا تو آپ نے مریدین کو جہاد میں شریک  
 ہونے پر تیار کیا، ہزاروں مریدین جمع ہو گئے لیکن حکومت پاکستان کی طرف سے اجازت  
 نہ مل سکی۔

لواری شریف (سندھ) میں عرس کے موقع پر بعض لوگوں نے مشہور کر دیا کہ  
 وہاں کے سجادہ نشین جناب احمد زمان نے لواری شریف میں حج کا سلسلہ شروع کر دیا ہے  
 اس فتنہ کے انسداد کے لئے مولانا پیر ہاشم جان سرہندی نے سب سے پہلے مضامین لکھے جو

سے محمد سعید احمد، پروفیسر : تذکرہ منظر سعود (ہینڈ پبلشنگ کمپنی) ص ۳-۴۴۲

سے احمد میاں برکاتی : ترجمان اہل سنت کراچی اگست ۱۹۷۳ء ص ۳۶



سندھ کے اخبارات میں شائع ہوئے اور بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئے، انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس فتنے پر ہمیشہ کیلئے پابندی عائد کر دی جائے۔

حضرت پیر ہاشم جان سرہندی کے دل میں ملکِ پاکستان کی سلامتی، اسلام اور مسلمانوں کا بے پناہ درد تھا۔ وہ دشمنانِ اسلام کے خلاف شمشیر بے نیام تھے۔ جی ایم سید ابتداءً حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی کے حلقہٴ ارادت سے وابستہ تھے۔ جب ان کے خیالات تبدیل ہو گئے تو ان سے تعلقات ختم کر لئے۔ ایک دفعہ پیر ہاشم جان سرہندی مدینہ طیبہ میں روضہٴ اقدس کے سامنے تلاوت کر رہے تھے کہ سید عبدالہادی اور جی ایم سید آپ سے ملنے آگئے۔ آپ نے جی ایم سید کے ساتھ مصافحہ کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "خدا اور رسول کے خلاف حملوں کی وجہ سے تم سے مجھے نفرت ہے" یہ کہہ کر قرآنِ پاک کی تلاوت شروع کر دی، بعد ازاں اسے پیغام بھیجا کہ آپ سے مجھے فاقی طور پر کوئی محاسنت نہیں سوائے اس کے کہ آپ نے اپنی تحریروں سے مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کر دیا ہے۔ اگر آپ اپنی ان کارگزاریوں سے تائب ہوں اور مجھے تائب ہونے کی چند سطور لکھ کر دیں تاکہ میں بیس سے سندھ کے اخبارات کو آپ کے تائب ہونے کی خبر بھیجوں پھر میں آپ سے خود ملنے کے لئے آجاؤں گا۔ اس کے جواب میں جی ایم سید نے کہا کہ میں پچھے ہی تائب ہو چکا ہوں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اس وقت پاکستان مختلف قسم کے فتنوں میں گھرا ہوا ہے، آپ کے نزدیک ان میں بڑا فتنہ کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہاں لادینیت سب سے بڑا فتنہ ہے، اس کے پرورش کرنے والے شیخ ایاز اور جی ایم سید ہیں، ان لوگوں نے اصولِ دین پر رکیک حملے کئے ہیں، یہ قادیانیت سے زیادہ خطرناک ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ

۱۔ محدود سی بھٹو، حافظ: سندھ کے عظیم پیر ہاشم جان سرہندی سے خصوصی ملاقات (ہفت روزہ اداکار

لاہور، ۲۰ تا ۲۶ جولائی ۱۹۷۵ء، ص ۲۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۵۔



ہم مسلمان نہیں، سندھی ہیں اور نئی پود کو سندھی کی بنیاد پر منظم کر رہے ہیں، جو بہت ہی خطرناک ہے۔

جون، جولائی ۱۹۷۲ء میں جب کراچی اور سندھ میں بعض شر پسند عناصر نے لسانی ہنگامہ کھڑا کر کے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کر دیا تو مولانا پیر ہاشم جان نے اپنے تمام ذرائع اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے صرف کر دئے، سندھی اور اردو میں لٹریچر شائع کیا، اس سلسلے میں پیر الٹی بخش، سابق وزیر اعلیٰ سندھ ان کے معین و مددگار تھے۔

علم اہل سنت میں سے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی، حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، فقیہ اعظم مولانا محمد شریف (کوٹلی لوہاراں)، حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ حضرت محدث اعظم کچھوچھوی کی تقریر سے بہت متاثر تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے بارے میں فرمایا:

”فاضل بریلوی (قدس سرہ) نے عظیم کارنامے انجام دئے ہیں، وہ اس دور کے عظیم علماء میں شامل ہیں۔ اگر فاضل بریلوی اپنے دور کے ان فتنوں کا سدباب نہ کرتے اور ان لوگوں کا شدید مقابلہ نہ کرتے تو نہ معلوم آج وہ طوفان کہاں پہنچتا؟“

موسم گرما میں آپ کو ٹیٹ تشریف لے جاتے تھے، پندرہ سولہ سال تک وہاں قرآن پاک کا درس دیا جس میں بڑے بڑے فوجی افسر بھی شریک ہوتے تھے۔

آپ تبلیغ اسلام اور رشد و ہدایت کی معروفیات کی بنا پر تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے تاہم بعض تراجم آپ سے یادگار ہیں :-

۱۔ ابن سید الناس کی تصنیف ”قرۃ العیون فی سیرۃ الامین الامون“ کا سندھی ترجمہ (غیر مطبوع)



- ۲۔ مخدوم محمد ہاشم کی تصنیف "فرائض الاسلام" کا ترجمہ۔  
 ۳۔ والد ماجد مولانا محمد حسن جان سرہندی کی تصنیف "طریق النجاة" کا اردو ترجمہ۔  
 ان کے علاوہ والد ماجد کی متعدد دیگر تصانیف کا ترجمہ۔

حضرت مولانا پیر ہاشم جان رحمہ اللہ تعلقے علماء سندھ اور ان کی تصانیف کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے تھے خصوصاً مشائخ خاندان مجددیہ کی حالات کا حفظ تھے آپ کا کتب خانہ بہت بڑا تھا۔ انہیں کتابوں سے والہانہ شفقت تھا، دور دور سے کتابیں منگواتے، نادر قلمی کتابوں کی مائیکروفلم یا فوٹو سٹیٹ حاصل کر کے محفوظ کر لیتے، کراچی کے علماء میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے، اپنے خیر آبادی اساتذہ کا بڑی محبت سے ذکر کیا کرتے تھے۔

۲۲، رمضان المبارک، ۲۸ ستمبر ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء کو حضرت پیر ہاشم جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا گورنمنٹ میں وصال ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ ٹنڈو سائیں داد (سندھ) میں ہے۔

۱۔ مکتوب پروفیسر محمد ایوب قادی بنام راقم السطور، مورخہ ۲۵، مارچ ۱۹۷۶ء

۲۔ محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، ص ۲۲۹



## خطیبِ صحریاں حضرت مولانا محمد یار قدس سرہ (گڑھی شریف)

شیخِ طریقت حضرت مولانا محمد یار ملقب بہ عبد النبی المختار ابن مولانا عبد الکریم (رحمۃ اللہ علیہ) ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے، مولانا رحمت اللہ، مولانا محمد حیات اور مولانا تاج محمد سے علومِ دینیہ کی تحصیل کی اور ۱۹ سال کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کر لی۔ حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ (چاچڑاں شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان) کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کے وصل کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد بخش المعروف بہ نازک کریم کی خدمت میں رہ کر دس سال تک کسبِ فیض کیا اور ان کے مدرسہ میں رہ سہج آیا، ان کے وصل کے بعد ایک زمانہ تک ان کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ پھر اپنے وطن گڑھی اختیار خاں چلے گئے اور علوم و معارف کے دریا بہا دئے، ۱۳۳۳ھ میں آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مولانا کی تقریر حد درجہ دلکش اور پرسوز ہوا کرتی تھی، مسائلِ تصوف کو کمال خوبی سے بیان کرنا آپ پر ختم تھا۔ چونکہ صاحبِ حال تھے اس لئے ان کی گفتگو بے حد مؤثر ہوتی تھی اور سننے والوں پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ ایک دفعہ خانپور میں تقریر کے لئے تشریف فرما ہوئے اور آغازِ تقریر میں فرمایا کہ مخالفین ہمارے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ صرف اچھی داز کے ساتھ وعظ کنا جانتے ہیں اور کسی چیز سے انہیں سروکار نہیں، آج میں خاموش تقریر کروں گا، مخالفین میں سے کسی میں سکت ہے تو ایسی تقریر کر دکھائے پھر حاضرین سے فرمایا کہ آنکھیں بند کر لو۔ چند مرتبہ ذکر کرنے کے بعد آپ خاموش ہو گئے، پوری محفل پر سناٹا چھا گیا، تمام حاضرین تین گھنٹے تک چپ چاپ سر جھکائے بیٹھے رہے، وقت گزرنے کا کسی کو احساس تک نہ ہو سکا۔

۱۔ غلام علی ہونا : البواقیۃ المریدہ ، ص ۱۳۷

۲۔ بروایت مولانا مختار احمد ندید بھدہ ، صدر مدرس مدرسہ العلوم خانپور



مشنوی مولانا روم کے تو گویا حافظ تھے، خود بھی شعر کہتے تھے، آپ کا کلام نبی اکرم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم اور اپنے شیخ کی عقیدت و محبت میں ڈوبا ہوا ہے، اور دیوانِ محمدی کے نام سے  
طبع ہو چکا ہے۔ آپ ببل اور قلم نخلص کرتے تھے۔

۱۴ رجب، مئی (۱۹۴۶/۱۳۶۷) پیر کی رات کو لاہور میں آپ کا وصال ہوا اور حضرت  
میاں میر محمد اللہ تعالیٰ کے احاطہ میں دیوار کے ساتھ بیرونی جانب دفن ہوئے۔ چھ ماہ بعد آپ کا  
تابوت گڑھی اختیار خاں منتقل کیا گیا جہاں آپ کا مزار مرجعِ خلائق ہے۔ پھر سالِ بڑی ہوم دھام  
سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں آپ کے ہزاروں مریدین شرکت کرتے ہیں آپ کے  
صاحبزادے حضرت مولانا حافظ غلام نازک بلند پایہ فاضل اور سجادہ نشین ہیں۔



## حضرت مولانا الحاج محمد یوسف نوشاہی قدس سرہ

مولانا بابو محمد یوسف ابن حافظ کرم الہی ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء میں موضع مردانہ ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے، آپ کے اجداد میں سے حکیمیت سنگھ کھوکھر راجپوت، بجواڑہ کے حاکم تھے۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو ان کا نام نواب محمد رحمت اللہ رکھا گیا۔ مولانا محمد یوسف سن شعور کو پہنچنے کے بعد جب علوم دینیہ سے بہرہ ور ہوئے تو ازراہ انکسار آیہ مبارکہ "وکلیم باسط ذراعیہ بالوصید" (۱۳۰۴ھ) سے اپنی تاریخ ولادت نکالی۔

سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ میں حضرت مولانا محمد اعظم نوشاہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے اور مجاز ہوئے۔ اپنے سلسلے کے ادراد و وظائف پابندی سے ادا کرتے اور ہر ماہ ختم کیا رہیں شریف کا اہتمام کرتے، حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے والمانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے، چونکہ ابجد کے حساب سے "بابو" کے عدد گیارہ ہیں اس لئے انہوں نے یہ لفظ اپنے نام کا جزو بنالیا تھا۔ حصول معاش کے لئے پوسٹل کلرک کے فرائض انجام دیتے رہے۔

ایک مرتبہ انہوں نے ذہنی طور پر حضرت حافظ شیرازی کو مخاطب کرنے ہوئے دیوانِ حافظ سے فال نکالی کہ آپ کا زمانہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مؤخر ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے ان کی توصیف میں کچھ نہیں کہا؟ چنانچہ یہ شعر نکلا

حافظ از معتقدانست، گرامی دارش  
زانکہ بختانش بس روح مکرم با دست  
"حافظ معتقدین میں سے ہے اس کی عزت کرو کیونکہ بہت ہی مکرم روح کی عنایت  
اس کے شامل حال ہے"

مولانا محمد یوسف نوشاہی دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے، اسی دوران میں کربلا معلیٰ شریف کے در بزرگان دین کے ہر تہ پر حاضر ہو کر استغفار



کیا تھا۔

آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ تجلی بغداد۔
- ۲۔ حساتِ عظم عرف برکاتِ یازدہم۔
- ۳۔ بارہویں نامہ۔
- ۴۔ گیارہویں نامہ۔
- ۵۔ فیضانِ عظم ترجمہ منظومہ قصیدہ امامِ عظم۔
- ۶۔ احسانِ عظم۔
- ۷۔ عرفانِ عظم۔
- ۸۔ ذکر الصالحین۔
- ۹۔ ترجمہ قصیدہ غوثیہ مع جہل کاف۔
- ۱۰۔ علیہ شریف۔
- ۱۱۔ مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات۔

۲ صفر، یکم مارچ (۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء) ۵۶ سال کی عمر میں مولانا بابو محمد یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا، مزار شریف موضع مردانہ تحصیل فیروزوالہ ضلع شیخوپورہ میں ہے مادہ تاریخ وفات یہ ہے:

”مغفور آدابِ گاہ“

مولانا حکیم نذیر حسین آپ کے سجادہ نشین ہیں ۱۳

شریعت التواریخ (قلمی)

۱۳ شریعت احمد شرافت نوشاہی، مولانا:



## مولانا تفضلی احمد خان میکش رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا تفضلی احمد خان میکش درانی ابن مرید احمد خان، ابتدائے محرم، ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد میں سے جناب گل محمد (جن کا تعلق افغان قوم کے قبیلہ مجذری درانی سے تھا) ۱۸۰۰ء میں افغانستان سے ہجرت کر کے قریہ بہدم مضافات جالندھر میں تشریف لے آئے تھے۔ جناب گل محمد کی صاحبِ علم و فضل اولاد نے ترویجِ علوم میں کارہائے نمایاں انجام دئے لے

مولانا میکش نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، بعد ازاں جالندھر کے سکول میں پڑھتے رہے پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور کے کالج میں داخلہ لیا اور دو سال تک مصروفِ تحصیل رہے۔ ۱۹۲۰ء میں تحریکِ آزادی کی خاطر کالج کو خیر باد کہہ کر کابل چلے گئے اور ایک سال بعد واپس لاہور آگئے اور ۱۹۲۲ء سے ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا، علمی، ادبی اور آزادی کی تحریکوں میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیتے رہے، ہفت روزہ افغانستان (جو فارسی میں شائع ہوتا تھا) میں انگریزی استعمار کے خلاف مقالات لکھنے کی بنا پر ۱۹۳۱ء میں ایک سال تک جیل میں رہے لیکن جیل سے واپس آنے پر بھی ان کی ادبی و سیاسی دلچسپی میں کوئی فرق نہ آیا۔ مولانا میکش نے لاہور سے نکلنے والے روزناموں مثلاً زمیندار، احسان، شہباز، مغربی پاکستان اور نوائے پاکستان میں رئیسِ تحریر کی حیثیت سے کام کیا، انہوں نے صحافتی فرائض انجام دینے کے ضمن میں تنہا سنگاپور، ملایا اور برما کا سفر کیا لے

مولانا میکش اپنے دور کے نامور اور بیاک صحافی تھے، شیخ اسماعیل پانی پتی (انجمنی)

لکھتے ہیں :-

۱۔ سید حسن ہضوی، ڈاکٹر، فارسی گو زبان پاکستان (مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان) ص ۳۱۱

۲۔ سید حسن ہضوی، ڈاکٹر، دہلی، ہندوستان (جون ۱۹۶۱ء) ص ۲۳



” اپنے زمانے میں لاہور کی صحافت میں ان کا طوطی بولتا تھا “ لے  
 آپ نے زندگی کے آخری ایام بڑی عسرت میں گزارے مگر عزم و استقلال میں فرق نہ آیا  
 حضرت حافظ مظہر الدین مدظلہ فرماتے ہیں :-

” مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکیش نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مجھ سے  
 فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی ناہمواریوں سے تنگ آکر پریشان بیٹھا  
 تھا کہ خضر آئے اور مجھے تسکین دے کر چلے گئے “ لے

مولانا میکیش مایہ ناز صحافی، بلند پایہ ادیب، ملت اسلامیہ کے بے باک ترجمان اور تحریک  
 آزادی کے سرگرم رکن تھے۔ جمعیتہ العلماء پاکستان کے مشیر قانونی اور قائد تحریک ختم نبوت مولانا  
 ابوالحسنات قادری کے رفیق خاص تھے۔ ۱۹۴۶ء میں جب بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد  
 ہوئی تو مولانا ابوالحسنات خاص طور پر آپ کو اپنے ساتھ لے گئے وہاں مولانا میکیش خصوصی اجلاسوں  
 میں شریک ہوئے اور متعدد قراردادیں پیش کیں جو اتفاق رائے سے منظور کی گئیں۔ لے  
 مولانا میکیش قادر الکلام شاعر تھے، مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے آپ کا اکثر کلام  
 فارسی میں ہے، آپ نے متعدد کتابیں بھی لکھیں جن میں سے درج ذیل طبع ہو چکی ہیں :-

- ۱۔ الہامی افسنے
- ۲۔ البرز شکن گرز عرف مرزائی نامہ
- ۳۔ اخراج اسلام از ہند
- ۴۔ تقدیر و تدبیر
- ۵۔ تاریخ اقوام عالم (دو جلد)
- ۶۔ تاریخ اسلام (چار جلد)
- ۷۔ اسلام اور معاشی اصلاحات
- ۸۔ دو دول (مجموعہ کلام اردو، مجموعہ کلام فارسی، نیز مطبوعہ)

تقویٰ القلوب حضرت محدث اعظم ہند کچھو چھو قدس سرہ نے آپ ہی کے سوالات پر قلمبند فرمائی تھی  
 ۲۷ جولائی (۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) کو مست شرب الست ہو کر راہی دارِ آخرت ہوئے۔

۱۔ نقوش لاہور نمبر : ص ۹۴۹  
 ۲۔ نوائے وقت، لاہور : ۲۳ اپریل ۱۹۷۵ء  
 ۳۔ بروین، مکتبہ موسیٰ انیسوی مدظلہ، سرچ سٹ مرکزی مجلس، رضالہ پور  
 ۴۔ سبط حسن رضوی، ڈاکٹر، ماہنامہ ہلال، کراچی، جون ۱۹۷۱ء، ص ۴۴  
 ۵۔ نقوش لاہور نمبر : ص ۹۴۹



## استاذ العلماء مولانا مفتی سید مسعود علی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت علامہ مفتی سید مسعود علی قادری ابن حافظ سید احمد علی ابن سید قاسم علی ابن سید ہاشم علی (رحمہم اللہ تعالیٰ) ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں علی گڑھ کی ایک ریاست بوطھاکاؤں میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم ماہرہ ضلع ایٹہ میں پائی۔ ۱۹۱۹ء میں مدرسہ لطفیہ جامع مسجد علی گڑھ میں مولانا عبدالرحمن سے عربی کی تعلیم شروع کی ۱۹۲۱ء میں نواب ابوبکر خاں کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ قادریہ ادوں ضلع علی گڑھ میں داخلہ لیا اور مولانا وجیہ الدین احمد خاں رامپوری، مولانا نعمانی اور تاری محی الدین ایسے افاضل اساتذہ سے اکتسابِ علم و فضل کیا۔ ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۱ء مدرسہ عالیہ رامپور میں تعلیم حاصل کی، دیگر اساتذہ کے علاوہ مولانا فضل حق رامپوری اور ان کے فرزند گرامی مولانا افضل الحق رامپوری سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ مفتی صاحب تحصیلِ علوم کے زمانہ میں محنت، ذہانت، خوش اخلاقی اور خودداری میں اپنے ساتھیوں میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۹۳۲ء میں حضرت علامہ مولانا وجیہ الدین کے ایما پر مدرسہ نعمانیہ دہلی میں فرائض تدریس انجام دینے شروع کئے۔ ۱۹۳۴ء میں مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں میں مسند تدریس و افتاء پر فائز ہوئے اس کے ساتھ ساتھ مدرسہ کا انتظام بھی آپ کے سپرد تھا۔ ۱۹۴۱ء میں مدرسہ عربیہ قادریہ بدایوں تشریف لے گئے اور تقریباً ۱۹۵۰ء تک تدریس، افتاء اور انتظام مدرسہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں تشریف لئے اور ۱۹۶۰ء تک تدریس، افتاء اور نائب مہتمم کے فرائض انجام دیتے رہے، اس دوران آپ کی مساعی جمید سے مدرسہ انوار العلوم نے نمایاں ترقی کی۔

۱۹۶۰ء میں آپ کے عارضہ ذیابیطس میں اضافہ ہو گیا اور ساتھ ہی عارضہ قلب بھی لاحق ہو گیا، پھر آپ کے بڑے صاحبزادے، اہل سنت کے بیباک ترجمان مولانا سید سعادت علی قادری تبلیغ کے لئے سری نام جنوبی امریکہ چلے گئے، ان حالات میں آپ اپنے



صاحبزادے مولانا مفتی سید شجاعت علی قادری کی گزارش پر بیچ میں دو سو تالیفات چھپا دی گئیں۔  
انچھریں تدریس و افتاء کا کام شروع کر دیا، درجہ جامع مسجد قضاہ میں صد سالہ نشانی کے درجہ میں  
انجام دیتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے استاد مولانا وجیہ الدین، حمزہ خاں کے  
پیر مکن میاں بریلوی مدظلہ العالی کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے لیکن آپ نے بہت کم لوگوں کو بیعت  
کیا۔ آپ نے تقریباً ۲۴ سال تک جملہ علوم دینیہ کا درس دیا، اس طویل عرصے میں بے شمار علمائے  
فضلاء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ابتدا ہی سے جمعیتہ علماء پاکستان  
کے ساتھ وابستہ رہے اور تمام عملی سنت و جماعت کی تنظیم کے لئے سرگرم عمل رہے۔  
آپ کی اولاد میں سے چار صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے آپ سے یاد گو۔ میں صاحبزادگان  
کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱۔ مولانا سید سعادت علی قادری مدظلہ العالی۔
- ۲۔ مولانا سید مفتی شجاعت علی قادری مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ کراچی، ترجمان اہلسنت  
کراچی ویکی پڈیا گورنمنٹ کالج کراچی۔
- ۳۔ سید طارق علی ایم۔ اے (اکنامکس)، جنگ کراچی
- ۴۔ سید خوشنود علی قادری
- ۵۔ سید عتیق علی۔

مفتی صاحب کا یہ کچھ معمولی کارنامہ نہیں ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے صاحبزادوں  
کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ دنیاوی تعلیم سے بھی بہرہ ور کیا۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے  
دین متین اور مسلک اہل سنت و جماعت کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے ہیں خدا کرے کہ  
مفتی صاحب کا یہ صدقہ جاریہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے۔

۵ محرم الحرام، ۹ فروری (۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء) کو نماز جمعہ پڑھانی، حسب معمول تقریر  
کی اور بعد از جمعہ کئی نائنٹن اول فرمایا، کچھ دیر بعد اول کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا، تقریباً  
پانچ بجکر بارہ منٹ پر آپ کی روح قفس عنندی سے فردوس بریں کی جانب پرواز کر گئی، انشاء



و اتنا ایسا راجعون ہے آپ کے وصال کی خبر سے پورے ملک کی علمی فضا پر ناقابل بیان غم و اندوہ طاری ہو گیا اور ہر شخص آپ کی وفات پر دعا گو اور حسرت کناں تھا۔ جناب جامی مارہروی نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے۔

ہوئے رخصت جہاں سے مفعی کسوعلی سید  
 جو تھے اک عالم دین رہنمائے اہلسنت بھی  
 خدا کی حمد لب پر ہر عشق پاک مصطفیٰ دل میں  
 رہی پیش نظر ہر دم شریعت بھی طریقت بھی  
 صائے میں عشق احمد کے اندر قدیم نے بخش مفعی  
 سیادت بھی امامت بھی معارف بھی شجاعت بھی  
 مشیت تھی محرم کے مہینے میں اسبل آئی  
 کسی صورت تو کام آہی گیا جذب شہادت بھی

کہا ہاتھ نے جامی زینتِ خلد برس " ہیں وہ  
 یہی قلبِ خلش سے ہو گئی تاریخِ رحلت بھی ہے

۱۔ شجاعت علی قادری، مولانا سید : ترجمان اہلسنت، کراچی، ۱۹۷۳ء، ص ۱۸-۲۰  
 ۲۔ جامی مارہروی :



## مولانا مشیت اللہ قادری قدس سرہ

حضرت مولانا مشیت اللہ قادری ابن مولانا رحیم بخش قادری ابن مولانا حکیم سعید اللہ قادری ابن اشرف الحکماء مولانا حافظ حکیم عظیم اللہ قادری (رحمہم اللہ تعالیٰ) اپنے وطن بلوچ آباد (ضلع بریلی، یوپی) میں ۱۸۸۹ء/۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خلیفہ ضیاء علی سے حاصل کی، فارسی کی کتابیں اپنے والد ماجد مولوی رحیم بخش اور مولوی اسد علی سے پڑھیں، عربی کتب متوسطات تک اپنے جد ماجد مولانا حکیم سعید اللہ قادری سے پڑھیں، پھر کچھ کتابیں مولانا سید سراج الدین شاہ جہا پوری سے پڑھیں، مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی قدس سرہ سے تکمیل کی۔

ہندی فنی جو کھلے لال سے سبقتا پڑھی اور بعض دیگر فنون بھی حاصل کئے، فن شاہسوری میں کمال رکھتے تھے، تاریخ و ادب کے ماہر تھے، خاص طور پر تاریخ و میل کھنڈ پر وسیع نظر رکھتے تھے، انساب درجال کے حافظ تھے، ہندوستان کے تاریخی مقامات کو دیکھنا اور اکابر علماء سے ملنا ان کا محبوب مشغلہ تھا، مولانا عبدالماجد بدایونی سے مخلصانہ تعلقات تھے، ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۳ء تک بمبئی میں مقیم رہے، اس دوران افغانیوں کا ردِ تبلیغ کیا پھر ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۷ء تک دہلی میں رہے پھر دہلی میں رہے اور پوری سرگرمی سے تبلیغ کی جس کے نتیجے میں بہت سے غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

مولانا مشیت اللہ قادری رحمہم اللہ تعالیٰ تحریک پاکستان کے زبردست مؤید تھے، ۱۹۵۰ء میں ہجرت کر کے دادو (سندھ) آگئے اور ۲۱ ربیع الثانی، ۲۵ اکتوبر (۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) بروز یکشنبہ امی دارِ آخرت ہوئے، آپ سے تاریخ انساب اور بعض رسائل روزانہ اور ریشیہ میں، یادگار ہیں، لے پروفیسر محمد ایوب قادری اور حافظ نعمت اللہ المعروف ابو معاویہ آپ کے صاحبزادے ہیں، افسوس کہ ۲۳ نومبر ۱۹۸۳ء کو پروفیسر صاحب ایسیڈنٹ میں جاں بحق ہو گئے۔ گزشتہ سال ان کی کوششوں سے کراچی میں یومِ رنما شاندار طریقے سے منایا گیا تھا۔ اس سال بھی وہ انہی کوششوں میں مصروف تھے کہ بلاوا آگیا۔



## فقیر عصر حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد قدس سرہ العزیز

حضرت مولانا مفتی محمد مظفر احمد ابن مولانا مفتی محمد مظہر اللہ ابن مفتی محمد سعید ابن مفتی محمد مسعود (علیہم الرحمۃ) تقریباً ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ قاری فضل الدین مدرس مدرسہ عالیہ مسجد جامع فقہپوری، دہلی سے قرآن مجید حفظ کیا اور علم تجوید و قرأت حاصل کیا۔ ماہ رمضان المبارک میں مسجد فقہپوری میں سالانہ قرآن پاک سنایا۔

علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم والد ماجد حضرت مفتی عظیم سادہ رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء سے حاصل کی۔ اس کے بعد تقریباً ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۶ء میں مدرسہ عالیہ مسجد فقہپوری، دہلی میں چوتھے درجے میں داخل ہوئے اور اٹھویں درجے تک (جو درجہ تکمیل مقام تعلیم حاصل کی۔ ۵ ذوالحجہ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء) کو فارغ التحصیل ہوئے اور سند حاصل کی۔ بعد ازاں علم طب کی طرف متوجہ ہوئے اور حکیم جمیل الدین (استاذ حکیم اجل خاں) سے شرح موجز، شرح اسباب اور حمیات القانون پڑھیں اور جمادی الاخریٰ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء کو سند حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک حکیم محمد ظفر خاں (برادر کلاں حکیم محمد اجل خاں) کے مطب میں عملی تجربہ کیا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ اور طب کی تحصیل کے بعد شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے خانوادہ میں مفتی صاحب کا عقد مسنون ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب نے زمانہ تحصیل میں تقریباً ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۵ء سے مسجد جامع فقہپوری، دہلی میں نائب امام کی حیثیت سے اپنے فرائض سنبھالے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے شاہی امام تھے۔ جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہو گئے تو فتویٰ نویسی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی گئی چنانچہ تقریباً ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء سے ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۰ء تک برابر ۳۹ سال تک یہ فرائض کمال خوبی سے انجام دیتے رہے۔



اگر آپ کے فتاویٰ باقاعدگی سے جمع کئے جاتے تو کسی مضخیم مجلدات مرتب ہو جاتیں۔

مفتی صاحب نے علوم باطنی میں مولانا شاہ رکن الدین الوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۵۵ھ) خلیفہ حضرت مفتی محمد مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۰۹ھ) سے استفادہ کیا اور شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء میں حضرت ضیاء معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے آغا جان علیہ الرحمہ نے سلاسل اربعہ میں اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ آپ کے والد ماجد نے بھی اجازت و خلافت سے نوازا۔

۱۹۴۷ء تک دہلی میں امامت اور افتاء کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیتے رہے مسلم لیگ میں شامل ہو کر تحریک پاکستان کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی تشریف لے آئے۔ ابتداً جامع مسجد آرام باغ کراچی اور جناح مسجد وغیرہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے بعد ازاں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور فتویٰ نویسی، تعویذ نویسی اور طبابت میں مشغول رہے۔

آپ کی تصانیف میں سے چند رساں یہ ہیں :-

۱۔ الدعاء للمجاہد و لغیر المجاہد

۲۔ الجہاد

۳۔ عقائد و اعمال

۴۔ شمشیر صداقت وغیرہ وغیرہ

۱۹۳۶ء سے قبل " المرشد " وغیرہ رساں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ آپ بڑے خوددار اور غیور تھے، حق گوئی اور بے ہاکی آپ کے مزاج کے نمایاں اوصاف تھے۔ تحریک ختم نبوت میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر حاکم وقت کے آگے نہ جھکے، تبلیغ و اشاعت دین میں نمایاں کردار ادا کیا، آپ کے دست اقدس پر بے شمار غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آخر عمر میں عارضۂ قلب لاحق ہو گیا، ۶ دسمبر، ۱۷ شوال (۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) کو پاک بھارت جنگ کے دوران نماز تہجد پڑھ کر مسند پر لیٹ گئے، تسبیح ہاتھ میں تھی اور



پڑھتے پڑھتے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ نے تاریخ وفات کی جس کا تاریخی شعر یہ ہے

شرافت زسابل وصالش بگفت

دلی ولایت بخلد بریں

حضرت مفتی صاحب کے تین صاحبزادے حافظ قاری محمد ظفر احمد، حافظ محمد اظہر احمد،

جیمہ محمد نذرا احمد (مدظلہم العالی) اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں، ایک صاحبزادی عالم شباب میں

انتقال کر گئیں، جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ پرنسپل گورنمنٹ کالج منظمی ضلع قنبرا کر (سندھ)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادر گرامی ہیں اور علم و ادب کی دنیا میں بلند

مقام رکھتے ہیں

سہ محمد مسعود احمد، پروفیسر: ماہنامہ ترجمان اہل سنت کراچی (فروری ۱۹۷۳ء)

نوٹ: حضرت مفتی صاحب اور آپ کے خاندان کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو "تذکرہ منظر مسعود"، مولف

پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ، شائع کردہ مدینہ پبلسٹک کمپنی کراچی (مطبوعہ ۱۹۶۹ء)



## قدوة السالکین حضرت خواجہ معظم دین مراد لوی قدس سرہ العزیز

شیخ المشائخ حضرت خواجہ معظم دین مراد لوی قدس سرہ العزیز ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء میں تحصیل بھلووال کے ایک گاؤں مراد میں پیدا ہوئے جسے بعد میں آپ کی فضیلت و شرافت کی نسبت سے مراد شریف کہا جانے لگا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی، قرآن کریم تجویداً حفظ کیا، تیرہ سال کی عمر میں حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے پھر تحصیل علم کے بعد کچھ عرصہ لاہور اور زیادہ عرصہ بمبئی میں قیام کیا، وہاں سے علوم متداولہ کی تحصیل و تکمیل کی اعلیٰ سند لے کر زیارات مقدسہ اور سیاحت عالم کے لئے روانہ ہوئے۔ ترکی میں علماء سے علمی مباحث میں شریک ہوئے۔ ترکی کے علماء آپ کی جلالت علمی سے بیحد متاثر ہوئے اور حکومت وقت کو آپ کی طرف متوجہ کرایا چنانچہ سرکاری طور پر ایک باوقار تقریب میں آپ کو حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب اور اعزازی ڈگری پیش کی گئی۔

دور طالب علمی میں آپ سخت ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے، دن کو تحصیل علم میں اور رات کو یاد خدا و ندی میں اس طرح مصروف رہتے کہ کئی کئی دن سوئے بغیر گزار دیتے برصغیر کی نامور اہل علم و عرفان ہستیوں سے ظاہری و باطنی برکات کا استفادہ کرتے رہے تکمیل علوم کے بعد سالہا سال تک سیر و سیاحت میں مظاہر قدرت کا نظارہ کرتے رہے اور علم و معرفت کا سرور و موز سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ایک عرصہ بعد پھر اپنے شیخ و مرشد کی بارگاہ اقدس میں سیال شریف حاضر ہوئے، چودہ سال اور چار ماہ کے طویل عرصہ تک اس جانفشانی سے خدمت بجالاتے رہے کہ قابل تقلید مثال بن گئی۔

جب آپ کا ظاہر و باطن انوار الہی سے معمور ہو گیا تو حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ العزیز نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا، رفتہ رفتہ آپ کے گرد خلق خدا کا جھوم ہونے لگا، صوبہ پنجاب اور سرحد کے تقریباً تین ہزار افراد آپ کے



حلقہٴ ارادت میں داخل ہو کر محبتِ الہی کی لازوال نعمت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے حکومتِ انگریز کے ظلم و ستم اور بڑھتے ہوئے استعمار کے خلاف مسلمانوں کے دینی، سیاسی، ثقافتی اور ذہنی انحطاط کو دور کرنے کی خاطر اپنی تمام تر توجہات وقف کر دیں اور اپنے تمام مکانی وسائل صرف کر کے مسلمانوں میں حیاتِ نو کا جذبہ بیدار کیا۔

حضرت خواجہ صاحب روحِ فقر سے پوری طرح آشنا تھے۔ آپ کے نزدیک قالب کی بجائے قلب کی اصلاح و تربیت اولین حیثیت رکھتی تھی کیونکہ دل پورے جسم پر حکمرانی کرتا ہے جب دل کی صحیح طور پر اصلاح ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ظاہر اسلامی سانچے میں نہ دھل جائے آپ کی رائے یہ تھی کہ ہوا میں اڑنا یا پانی پر چلنا فقر نہیں ہے۔ فقر یہ ہے کہ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے آراستہ ہو اور باطن علم، عقل اور عشق سے منور ہو اور دل کسی وقت بھی یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو یہی وجہ تھی کہ آپ کرامت نمائی کو پسندیدہ نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ آپ اس بات کے قائل تھے کہ فقر اس وقت تک درجہ کمال کو نہیں پہنچتا جب تک سالک علمِ شریعت میں پوری دستگاہ نہ رکھتا ہو، شریعتِ مطہرہ کی انتہائی پابندی ہی فقر کی بنیاد ہے اس معیار پر اگر آپ کو دیکھا جائے تو آپ کے درجہٴ ولایت پر قارئین ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

حضرت خواجہ صاحب کی قائم کردہ خانقاہ ایک صدی سے رشد و ہدایت کا مرکز ہے۔ آپ کے پوتے موجودہ سجادہ نشین حضرت خواجہ غلام سدید الدین مدظلہ العالی صاحبِ علم و فضل بزرگ ہیں، انہوں نے خیر و برکت کی منظم اشاعت کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے ذہنی تشنگ اور سماجی مسائل کو حل کرنے کے لئے متوسلینِ خانقاہ پر مشتمل ایک فلاحی و رفاہی انجمنِ معظلی جماعت کے نام سے قائم کر دی ہے جو حضرت خواجہ معظم دین کی علمی و روحانی میراث اور خدمتِ خلق کے سماجی مشن کو پبلک میں عام کرنے کے لئے مؤثر خدمات انجام دے رہی ہے۔

حضرت خواجہ معظم دین مردِ لویِ قدس سرہ کے علوِ مقام کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، آپ کے شیخ و مرشد حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہ کا ارشاد پیش کردینا ہی کافی



ہے فرماتے ہیں :

مولوی معظّم دین مردسے عالی ہمت است کہ حافظ قرآن و  
تحصیل علوم تمام نمودہ، حج حرمین شریفین بجا آوردہ بیاد الہی مشغول است  
و ہم حسب زناں تاہنوز در دل او نیامدہ؛ ۱  
حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ۱۰ جمادی الاولیٰ (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) کو  
ہوا آپ کا مقبرہ نور مردہ شریف (تحصیل بھلوال) میں مرجع خلائق ہے ۲

۱۔ مرآة العاشقین : ص ۱۲۹

۲۔ مکتوب گرامی مکرمی پروفیسر غلام نظام الدین، زید مجہ گورنمنٹ کالج بھلوال، ضلع سرگودھا، بنام راقم الحروف



## شیخ طریقت حضرت مولانا حافظ سید مغفور القادری قدس سرہ

حضرت مجاہد ملت شیخ طریقت مولانا سید مغفور القادری ابن حضرت سید سردار احمد قدس سرہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی نے تاریخی نام مغفور (۱۳۲۶ھ) تجویز فرمایا۔ پچھن ہی میں والدہ ماجدہ داغ مفارقت دے گئیں۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ابتدائی کتابیں مولانا مفتی محمد حیات گڑھی واسلے اور جامع معقول و منقول مولانا عبدالکریم ہزاروی تم بھر چونڈوی سے پڑھیں، اس کے بعد مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں ضلع رحیم یار خاں میں تکمیل فرمائی، حضرت سراج الفقہاء مولانا سراج احمد مکھن بیوی قدس سرہ سے بھی مستفیض ہوئے۔ تقریباً بائیس برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت حاصل کر لی اور شیخ العصر قطب مال حافظ محمد عبداللہ بھر چونڈوی سے بیعت ہو گئے، مرشدِ کامل نے اپنے بچوں کی طرح تربیت فرمائی۔

تعلیم سے فارغ ہو کر بھر چونڈوی شریف کے قدیمی دارالعلوم میں مدرسہ درس و افتاء پر فائز ہوئے، یہاں سے سندھ اور بیرون سندھ کے سینکڑوں طلباء مستفیض ہوئے۔ حضرت پیر عبدالرحمن بھر چونڈوی قدس سرہ کی معیت میں سندھ کے چھپے کے دورے کئے، تقریریں اور مناظر سے کئے، ہزاروں مسائل کے جوابات تحریر فرمائے، حضرت مغفور القادری تحریک پاکستان سے قیام پاکستان اور پھر پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی مملکت بنانے کی ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ حضرت سید پیر عبدالرحمن بھر چونڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں جماعت احیاء الاسلام قائم کی، دو قومی نظریے کی بھر پور تائید کی اور کانگرس کا طلسم توڑ کر رکھ دیا۔ شکار پور سندھ سے ایک اخبار الجماعت جاری کیا اور جلسے جگہ جگہ کر کے رائے عامہ کو مسلم لیگ کے حق میں ہموار کیا۔

۱۹۵۶ء میں سندھ کے نمائندہ کی حیثیت سے ایک سو افراد کے ہمراہ آل انڈیا سنی کانفرنس، بنگلہ

میں شرکت کی۔ کانفرنس کی خصوصی میٹنگوں میں شریک ہوئے، اسی دوران اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بیوی اس سرہ کے مزار پر بھی حاضر ہوئے، حضرت مغفور القادری سرور دو عالم صلی اللہ



تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے پوری طرح سرشار تھے۔ آپ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی ناقابل فراموش خدمات انجام دیں لیکن اس کا کیا علاج کہ وہ اکابر فراموش بلکہ خود فراموش قوم کے ممتاز رہنما تھے۔ مولانا سحر بیان خطیب اردو اور سرسینکی کے بلند پایہ شاعر اور اردو میں منفرد طرز تکبیر کے مالک تھے۔ مندرجہ ذیل کتب آپ کی یادگار ہیں :-

۱۔ عباد الرحمن مشائخ بھر جو ندی شریف کا تذکرہ۔

۲۔ تنویر العینین فی تفہیم الابہامین (غیر مطبوعہ)

۳۔ الرسول نبی عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و منصب کی عالمانہ تشریح۔

۴۔ کلام مغفور عربی، فارسی، اردو اور سرسینکی کلام۔ وغیرہ وغیرہ

۵۔ صفر المظفر، ۱۲ اپریل (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) بروز اتوار یہ عظیم انسان کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات

کا ورد کرتا ہوا آغوش رحمت میں چلا گیا۔ حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ سجادہ نشین ساہن پال شریف (گجرات) نے قطعہ تاریخ کہا جس کا تاریخی شعر یہ ہے :-

شرافت چو پستند سالِ ہمال بگو ہادی عصر توشد لے

آپ کے فرزند ارجمند جناب سید محمد فاروق القادری زید مجدد ایم۔ اے سجادہ نشین

گر طبعی اختیار خاں صنلع رحیم یار خاں اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین اور نامور اہل قلم ہیں انھیں

العارفین اور فتوح الغیب وغیرہ کتب کے شاندار تراجم ان کی بہترین صلاحیتوں کے آئینہ دار

ہیں، خاص طور پر انھیں العارفین کا مقدمہ قابل مطالعہ ہے۔



## پیر طریقت حضرت خواجہ محمد مقبول الرسول قدس سرہ (اللہ شفیق)

پیر طریقت حضرت خواجہ محمد مقبول الرسول ابن حضرت خواجہ عبدالرسول اللہی قدس سرہ  
 ۱۹۰۲/۵۱۳۲۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ غلام نبی اللہی خلیفہ حضرت  
 مولانا غلام محی الدین قصوری دامم الحضور نے اپنے دور کے مقتدر عالم دین اور بلند پایہ شیخ طریقت  
 تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ عبدالرسول نے آپ کو حضرت خواجہ غلام حسن (دھڑیاں ضلع جہلم)  
 خلیفہ اعظم حضرت خواجہ غلام نبی رحمہما اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور فرمایا " ایسا نہ ہو کہ ہم دنیا سے  
 رخصت ہو جائیں اور ان کی تعلیم و تربیت ادھوری رہ جائے لہذا آپ انہیں باطنی علوم و  
 فیوض سے نوازیں۔" کچھ دن بعد ہی حضرت خواجہ عبدالرسول رحمہما اللہ تعالیٰ کا وصال ہو گیا۔ حضرت  
 خواجہ غلام حسن رحمہما اللہ تعالیٰ نے پوری توجہ سے خواجہ محمد مقبول الرسول کی تربیت فرمائی اور برسوں  
 کا کام مہینوں میں مکمل فرمادیا۔ خواجہ صاحب اردو اور فارسی پر کامل عبور رکھتے تھے، دونوں زبانوں  
 میں بلا تکلف تحریر و تقریر پر قادر تھے۔

حضرت خواجہ محمد مقبول الرسول بڑے خلیق، ملنسار اور سادگی پسند تھے۔ علماء کی تعظیم،  
 غبار سے محبت اور امر آگے بے نیازی آپ کے امتیازی اوصاف تھے، تواضع و انکسار کے پیکر تھے،  
 متعلقین کو بھی یہی درس دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ سالک کس فعل یا عمل سے  
 جلد منزلِ مراد تک پہنچ سکتا ہے، فرمایا۔

یکے آنکہ برخواستن میں مباش

دگر آنکہ بر غیر بد میں مباش

کوئی عقیدت مند خوشی اور اخلاص سے تحفہ پیش کرتا تو قبول فرما لیتے ورنہ قیمت دے

بغیر لبیا پسند فرماتے۔ اتباع سنت مبارکہ کی پوری سعی فرماتے اور متبعین کو بھی سنتِ مطہرہ  
 پر عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے۔

قیامِ پاکستان کی تحریک میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔ مسلم لیگ کے نمائندوں



کو کامیاب کرانے کے لئے زبانی اور خطوط کے ذریعے رغبت دلاتے رہے، اگر کسی مرید نے انتخابات میں مخالفت پارٹی کو ووٹ دیا تو اس پر سخت ناراض ہوئے۔ برصغیر کی تقسیم سے پہلے آپ نے میاں کامل دین کو بلایا اور فرمایا: "قائدِ اعظم آزادی ملک کی خاطر اپنے آرام کو چھوڑ کر ظاہری کوشش میں مصروف ہیں، ہمیں چاہئے کہ باطنی طور پر کوشش کریں لہذا تم ہر روز درود پاک، استغفار، لاسول ولاقوۃ اور یاحی یا قیوم تین تین ہزار بار اور سورہ منزل چالیس بار پڑھ کر آزادی کے لئے دعا کیا کرو۔" میاں کامل دین نے ایک سال تک یہ معمول جاری رکھا، بعد ازاں آپ نے انہیں ایک خط لکھا کہ پاکستان کی بنیاد تحت الشریعہ چلی گئی ہے۔ اس خط کے ایک ماہ بعد پاکستان کا اعلان ہو گیا جس سے آپ بہت مسرور ہوئے لیکن ابھی چند ماہ ہی گزرنے پائے تھے کہ قائدِ اعظم کا انتقال ہو گیا، ہندوستان نے کشمیر پر بھاری حملہ کر دیا، ادھر حیدرآباد پر ہندوستان کا تسلط ہو گیا۔ ان تمام واقعات سے آپ بڑے مغموم اور پریشان ہوئے لیکن یہ بات باعثِ اطمینان تھی کہ یہ واقعات مسلمانوں کے لئے تازیانہِ عبرت ہیں، چنانچہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"قائدِ اعظم صاحب کے انتقال سے جو مسلمانانِ پاکستان و مسلمانانِ عالم کو رنج و الم ہوا وہ محتاجِ بیان نہیں، لہذا جیسے بے حس شہر میں چار چار پانچ پانچ سال کے بچوں نے بھی دو تین دن تک کچھ نہ کھایا اور دھاریں مار کر روئے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے، ادھر سے حیدرآباد کا معاملہ پیش آیا، اس سے تو مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی مگر بقول شخصے

خدا شترے برانگیزد کہ خیر ما در اں باشد

ان صدموں نے جو ایک ساتھ آئے ہیں، مسلمانوں کی آنکھیں کھول دی ہیں، جو لوگ سستی سے کام لے رہے تھے وہ بہت چوکے ہو گئے ہیں اور بھاری ذمہ داری محسوس کرنے لگے ہیں گویا تازیانہِ عبرت ثابت ہوا۔"



حضرت خواجہ محمد مقبول الرسول صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ہفتی کرم داد (بہاولپور)  
کا بیان ہے کہ :

”میرے گھراولاد نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ایک خط لکھا جس میں لڑکے کی بشارت اور مبارک لکھی ہوئی تھی حالانکہ اس وقت حمل کا نشان بھی نہیں تھا، خدا کی شان اس خوش خبری کو اللہ تعالیٰ نے نومبر ۱۹۴۸ء میں خوبصورت فرزند عطا فرما کر پورا کر دیا لیکن آپ کی سب سے بڑی کرامت اتباع شریعت پر استقامت اور تبلیغ دین تھی“

ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

”پہلے کہ نماز چمکانہ باوقات مسنونہ، اور اد طریقہ عالیہ نقشبندیہ قادر یہ ہرگز قضا نہ کریں، خصوصاً بوقت شام شجرہ شریف مروجہ اور بوقت سحر شجرہ شریف ذہبیہ پڑھیں، اشد تاکید ہے، امر بالمعروف نہی عن المنکر کا خیال ہر وقت رکھنا اشد ضروری ہے۔“

کارا این است دیگر ہمہ بیچ

آپ نے دو عقد مسنون کئے پہلے عقد سے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے دوسرا عقد مولانا مفتی عطا محمد (رتہ شریف، چکوال) کے ہاں کیا جس سے تین صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے پیدا ہوئے۔ صاحبزادگان کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

۱۔ حضرت الحاج حافظ محمد مطلوب الرسول سجادہ نشین لدہ شریف، آپ بلند اخلاق کے مالک اور تبلیغ دین کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں۔

۲۔ صاحبزادہ محمد مقصود الرسول۔

۳۔ صاحبزادہ محمد صیف اللہ۔

۴۔ حافظ محمد حجۃ اللہ۔

صاحبزادہ محمد انوار۔



۱۳ ربیع الثانی، ۱۳ فروری (۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء) کو حضرت خواجہ محمد مقبول الرسول  
 رحمہ اللہ تعالیٰ میوہ ہسپتال لاہور میں وصال ہوا، دوسرے روز آپ کو لحد شریف میں  
 اپنے جد امجد حضرت خواجہ غلام نبی لکھی قدس سرہ العزیز کے قدموں میں دفن کیا گیا۔ آپ  
 کے مرید صادق ڈاکٹر محمد شریف لاکل پوری مدظلہ نے المقبول کے نام سے آپ کی سوانح  
 حیات مرتب کی ہے۔

۱۷ یہ تمام حالات اسی کتاب سے لئے گئے ہیں۔



## صاحبزادہ مولانا محمد منظور احمد دہلوی قدس سرہ العزیز

فاضلِ جلیل حضرت مولانا محمد منظور احمد بن حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز  
 امام شاہی مسجد جامع دہلی فتحپوری تقریباً ۱۳۲۶ھ/۱۹۲۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم  
 والد ماجد سے حاصل کی، ۱۹۳۹ء میں مدرسہ عالیہ جامع فتحپوری (دہلی) میں داخل ہو گئے۔ پڑھے  
 ذہین اور طباع تھے، ہمیشہ اپنی جماعت میں بادل رہے۔ ۱۹۴۶ء میں دورہ حدیث کی تکمیل کی اور  
 پورے جامعہ میں اول آئے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا، خطابت  
 کی دل نشینی کا یہ عالم تھا کہ ان کا وعظ ہر خاص و عام کا دل موہ لیتا تھا، شدید علالت کے دوران  
 بھی نماز کو ترک نہیں کیا۔ والد ماجد کی عقیدت و محبت اور ان کے پاسِ خاطر کا اندازہ اس سے  
 لگایا جاسکتا ہے کہ حالتِ مرض میں نہایت نحیف ہونے کے باوجود انہیں اپنی صحت و عافیت  
 ہی کی اطلاع دیتے رہتے تاکہ انہیں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو۔

آپ نے علمِ توقیت والد ماجد سے حاصل کیا تھا، انہیں اس فن میں کامل عبور حاصل  
 تھا، آپ نے کراچی کے لئے دائمی تقویم مرتب کی جس میں پانچوں نمازوں کے اوقات اور طلوع و غروب  
 آفتاب کے وقت کا بیان کیا، یہ دائمی تقویم آپ کے برادرِ گرامی مکرئی ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ  
 (مؤلف فاضل بریلوی اور ترک مولات) کی ترتیب نوے سے ۱۹۶۷ء میں کوئٹہ سے شائع  
 ہو چکی ہے۔

حضرت مولانا، ۱۹۴۷ء کے اواخر میں پاکستان تشریف لے آئے لیکن کچھ عرصہ  
 بعد صحت خراب ہو گئی اس لئے بہاول پور سے حیدرآباد تشریف لے گئے، مرض کی  
 شدت اس قدر بڑھی کہ ڈاکٹر سائوس ہو گیا مگر قدرت نے صحت عطا فرمادی، ابھی چند  
 دن ہی گزرے تھے کہ بیماری پھر عود کر آئی اور تپ و دق کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ مولانا نے  
 تمام تکالیف کو کمال استقامت سے برداشت کیا۔

آخر کار ۳ شعبان، یکم جون (۱۳۶۹ھ/۲۱ جون ۱۹۴۹ء) بروز چہار شنبہ آپ نے داعیِ اجل



کو لبیک کہا۔ حضرت بیخود دہلوی کے سٹاگر دیکتا دہلوی نے قطعہ تاریخ وفات کہا جس کا  
تاریخی شعور درج ذیل ہے۔

ملا کر الف یکتا اللہ کا لکھ

”خدا کا سے محبوب منظور احمد“

جب آپ کے انتقال کی خبر آپ کے استاد مولانا ولایت احمد کو پہنچی تو انہوں نے

باہتیم پونم فرمایا :

”اگر ان کی حیات ہوتی تو اپنے زمانہ کے شاہ ولی اللہ تھے“

مولانا مرحوم کا مزار حیدرآباد کے مشرقی جانب نر پھیلی کے کنارے واقع ہے لہ

---

لہ محمد سعید احمد، ڈاکٹر : مقدمہ دائمی تقویم ، مطبوعہ گلڈانجن کتار گھر ، کراچی ، ص ۳-۱۵



## غوث الاسلام و المسلمین حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز

ماہ شریعت مہر طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ابن حضرت مولانا پیر سید نذرا الدین شاہ قدس سرہ ہائیکم رمضان المبارک (۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء) بروز سوموار گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۵ واسطوں سے حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ۳۶ واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

قرآن مجید پڑھنے کے بعد مولانا غلام محی الدین ہزاروی سے کافیہ تک کتہیں پڑھیں، پھر مہجوتی ضلع راولپنڈی میں مولانا محمد شفیع قریشی کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور دو اصول کی متوسط کتب کے علاوہ منطق میں قطبی پڑھی، بعد ازاں اکثر و بیشتر کتب انگہ ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود (مرید خاص حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ) سے پڑھیں اور کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت مولانا احمد حسن کانپوری سفر حرمین طیبین کے لئے تیار تھے، اس لئے آپجاتا ذاکل مولانا لطف اللہ علیگڑھی کی خدمت میں حاضر ہو کر معقول اور ریاضی کی کتب عالیہ کا درس لیا۔ مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری سے درس حدیث لیا اور ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں سند حدیث حاصل کی کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی قدس سرہ کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

۶۱ ص	:	مرئیر	۱۰ فیض احمد مولانا :
۳ ص	:		۱۱ ایضاً
۸۱-۶۵ ص	:		۱۲ ایضاً
۹۵-۹۳ ص	:		۱۳ ایضاً



تکمیلِ علوم کے بعد ایک عرصہ تک درس و تدریس کے ذریعہ شنگانِ علوم کو  
میراب کیا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریہ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی  
اور مبلغ تھے، اس سلسلے میں علامہ اقبال کا ایک مکتوب بڑی اہمیت رکھتا ہے :-

لاہور ۸ اگست ۱۹۳۳ء

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ - السلام علیکم  
جناب کی وسعتِ اخلاق پر پھر دوسرے مرتبے پر چنڈ سٹو لکھنے  
کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ  
نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکایا جائے۔

میں نے گزشتہ سال انگلستان میں حضرت مجدد الف ثانی پر ایک  
تقریر کی تھی جو وہاں کے اداسناس لوگوں میں بہت مقبول ہوئی، اب  
پھر ادھر جانے کا قصد ہے اور اس سفر میں حضرت محی الدین ابن عربی  
پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے، نظر بایں حالات چند امور دریافت طلب  
ہیں، جناب کے اخلاقِ کریمانہ سے بعید نہ ہوگا اگر ان سوالوں کا  
جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔

۱۳۰۷/۱۸۹۰ء میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے گئے تو حضرت خواجہ

عبدالرحمن چھوہروی قدس سرہ آپ کے ہمراہ تھے۔ مکہ مکرمہ میں مولانا رحمت اللہ مہاجر  
مکی رحمہ اللہ تعالیٰ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے ملاقات ہوئی تو وہ آپ کے علم و فضل  
سے بہت متاثر ہوئے۔ مولانا محمد فوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نائب مدرس مدرسہ صولتیہ آپ  
کے فضل و کمال کے اتنے گرویدہ ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے گوارہ شریف آگئے۔ حضرت  
عاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت وہ قنوی شریف کا درس

لکھنؤ احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت ، ص ۱۵ (بحوالہ اقبال نامہ جلد اول)

مہرنبیر ، ص ۱۱۶ - ۱۱۹

لکھنؤ احمد ، مولانا :



دے رہے تھے، ایک شخص ثنوی شریف کے ایک شعر کے بارے میں تشفی حاصل کرنا چاہتا تھا، حضرت حاجی صاحب کی اجازت سے حضرت پیر صاحب نے اس شعر کی ایسی عارفانہ تقریر کی کہ حاجی صاحب وجد میں آگئے اور آپ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ میں اجازت سے نوازا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی خود فرماتے ہیں :-

"بوقت زیارت بیت اللہ کے حاجی امداد اللہ صاحب کو اہل کشف و کرامت تھے خود ہی نعمت باطنی بختے کہ اس عاجز کی طرف متوجہ ہوئے ہمارے دل میں خیال آیا کہ جو چہرہ ہم نے دیکھا ہے وہ جہان میں نظر نہیں آتا، ان کے کمال اصرار کے بعد کہا گیا کہ ہم کو تو حاجت نہیں لیکن آپ کی عنایت بھی جو آپ کی رضا مندی سے ہے غیر مشکور نہیں اور نیز یہ عنایت بھی ہم اپنے شیخ کی جانب سے جانتے ہیں بعد انہوں نے سلسلہ صابریہ اکرام فرمایا لے

حضرت پیر صاحب چاہتے تھے کہ حرمین طیبین میں قیام کیا جائے، حضرت حاجی صاحب نے تاکید مراجعت کا حکم دیا اور فرمایا :-

"ہندوستان میں عنقریب فتنہ برپا ہونے والا ہے لہذا تم ضرور اپنے ملک ہندوستان میں واپس چلے جاؤ، بالفرض اگر آپ ہند میں خاموش ہو کر بیٹھ بھی جائیں گے تو پھر بھی وہ فتنہ ترقی نہ کر سکے گا، پس ہم حضرت حاجی صاحب کے اس کشف کو اپنے یقین کی رو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں" لے

مدینہ طیبہ کے سفر میں دادی حمار میں ڈاکوؤں کے خطرے کی بنا پر حضرت عشار کی سنتیں ادا نہ کر سکے، خواب میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے



جمالِ جہاں آرا کے تفتیش ہوئے حضور نے فرمایا :

”آلِ رسول را نباید کہ ترکِ سنت کند“

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ اپنی مشہور نعت میں فرماتے ہیں :-

لاہو مکہ تھیں مخطّط بُردِ مین من بجانوی شکل دکھاؤ سخن

اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن جو حمر ادا دی سن کریاں

اسی تصور کو ایک اور نعت میں یوں پیش کیا ہے :-

کراں یاد میں سوہنی جہات نون اس سفر عرب والی رات نون

اس حمر ادا دی دی گھات نون یا یستنی یوم الوصال

آئندہ اوراق میں اس واقعے سے متعلق آپ کی تحریر کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے عمر بھر شریعت و طریقت کی بے مثال

خدمات انجام دیں، مسلکِ اہل سنت کی حمایت اور بد مذہبوں کی سرکوبی پر خاص طور

پر توجہ فرمائی، مولانا فیض احمد گولڑوی لکھتے ہیں :-

”حضرت نے امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کو محال، علمِ غیبِ عطائی

اور سماعِ موتے کو برحق اور ندائے یارسول اللہ، زیارتِ قبور،

توسل و استمدادِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام اور ایصالِ ثواب کو

جائز قرار دیا“

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیشینگوئی کے مطابق آپ

کی مساعیٰ جمیدہ نے فتنہ قادیانیت کی سازشوں پر پانی پھیر دیا۔ ۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰-۱۸۹۹ء

میں آپ نے شمس الہدایہ لکھ کر حیاتِ مسیح علیہ السلام پر زبردست دلائل قائم کئے، نرا

قادیانیان ان دلائل کا جواب تو نہ دے سکے البتہ مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء

کی تاریخ برائے مناظرہ طے پائی۔ حضرت پیر صاحب اور علماء کی بہت بڑی جماعت مقررہ



تاریخ پر شاہی مسجد لاہور میں پہنچ گئی لیکن مرزا نے قادیانی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس خفت کو مٹانے کے لئے ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کو سورہ فاتحہ کی تفسیر اعجاز المسیح کے نام سے عربی زبان میں شائع کی جس کے بارے میں مرزا صاحب یہ تاثر دے رہے تھے کہ یہ الہامی تفسیر ہے، حضرت پیر صاحب نے ۱۹۰۲ء میں سیفِ چشتیائی لکھ کر شائع فرمادی جس میں مرزا صاحب کی عربی دانی کی قلعی کھول دی اور قادیانی دعووں کی دھجیاں بکیر دیں، یہ کتاب آج تک لاجواب ہے۔

اسی طرح جب وہابیت نے پریز سے نکلنے شروع کئے اور سوادِ اعظم اہل سنت کے خلاف ریشہ دو انیاں شروع کیں تو آپ نے ان کا سختی سے محاسبہ فرمایا، مولوی عبداللہ خانپوری وہابی آپ کی وہابیت کش پالیسی پر بڑے برہم رہتے تھے چنانچہ انہوں نے ایک رسالے میں دس علمی سوال لکھ کر حضرت کو جواب دینے کی دعوت دی۔ آپ نے الفتوحات الصمدیہ میں ان سوالات کے جوابات دے کر بارہ سوالات اپنی طرف سے پیش کئے جن کا جواب مولوی عبداللہ خانپوری بلکہ ان کی تمام جماعت سے نہ بن سکا۔ اعلامِ کلمۃ اللہ اندرو نیاز، سماج موٹی، استمداد وغیرہ مسائل پر لاجواب کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

تقویۃ الایمان میں مولوی اسماعیل دہلوی کی روش پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”الاحمال کا طین کی ارواح اور بتوں میں ظاہر باہر فرق ہے لہذا بتوں کے

بارے میں وارد ہونے والی آیات کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنا جیسا

کہ تقویۃ الایمان میں، قبیح تحریف اور بدترین تخریب ہے“ (ترجمہ) لکھ

آپ کے خلاف وہابیوں کے مشتعل ہونے کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ آپ نے

سیفِ چشتیائی میں مدعیانِ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب اور مرزا کے قادیانی

کے ساتھ ساتھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بھی شمار کر دیا تھا۔

۱۔ فیض احمد مولانا : سرمنیر : ص ۲۰۶-۲۳۶

۲۔ سرعلی شاہ گوردوی، شیخ الاسلام، پیر : اعلامِ کلمۃ اللہ : ص ۱۷۱



حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی شریعت و طریقت کے راہنما تھے، انہوں نے لی  
ست میں حصہ نہیں لیا لیکن جب تحریکِ خلافتِ اٹھی تو آپ نے کسی کی پروا کے بغیر  
شرعی نقطہ نظر کو دیکھتے ہوئے پیش کیا، ترکی سلطنت کو خلافتِ اسلامیہ کا درجہ نہیں دینے  
تھے تاہم آپ کی تمام ہمدردیاں ترکی مسلمانوں کے ساتھ تھیں چنانچہ پطربلس اور بلقان  
کی جنگ کے موقع پر گھر کے زیورات اور اصابیل کے گھوڑے تک فروخت کر کے قیمت  
چندہ میں دے دی تھی۔ تحریکِ ہجرت کے بارے میں فرمایا کہ اس غیر شرعی ہجرت کا نتیجہ  
خراب نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے ذبیحہ گاؤ کی ممانعت کو ناپسندیدگی نظر سے  
دیکھا، کانگریسی لیڈروں نے جب انگریزوں سے ترکِ موالات پر زور دیا تو فرمایا :  
”یہود اور مشرکین کی عداوت قرآن شریف میں صراحتاً مذکور ہے پس ترک  
موالات ہندو اور انگریز اور یہود سب سے ہونی چاہئے تفریق اور  
ترجیح بلامرجح (یعنی انگریزوں سے مقاطعہ اور ہندو سے دوستی) ٹھیک نہیں  
ہے“

آپ کی محققانہ تصانیف کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ سیفِ چشتیائی
- ۲۔ شمس الہدایہ
- ۳۔ تحقیق الحق
- ۴۔ مجالہ بردوسالہ
- ۵۔ الفتوحات الصمدیہ
- ۶۔ اعلیٰ کلمۃ اللہ فی بیان ما اہل بغیر اللہ
- ۷۔ فتاویٰ مہریہ

۲۹ صفر، ۱۱ مئی (۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) بروز شنبہ آپ کا وصال ہوا، گولڑہ شریف میں  
اپکے مزار مبارک کا گنبد دور سے دعوتِ نظارہ دیتا ہے، ہر سال آپ کے عرس کے علاوہ  
حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔

لے فیض احمد مولانا، مہر نیر، ص ۲۶۷-۲۷۳

نوٹ: تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات اور تحریکِ ہجرت وغیرہ مسائل میں اعلیٰ حضرت، ۱۴۱ھ صدر رضی اللہ عنہ کی مجلسی موقف  
تھا، تفصیل کے لئے دیکھیے ”فاضل بریلوی اور ترکِ موالات“ از پروفیسر محمد سعید احمد مدظلہ (مطبوعہ مرکزی مجلسِ صلاحیتوں)



چنانچه در سفر مدینه طیبہ علیہا الصلوٰۃ والسلام بقاع صوابیہ یا خانہ اولی  
 ازین کتب ترین است و در باعث اضطراب از تمام طوائف سنت و فاش متذکر گشت  
 نفسی و قلبی و جسمی که در جناب مولی محمد فارید صاحب درین سفر مبارک سفل تعلیم و تعلم را که در مدینه  
 مدنی مولی رحمت اللہ علیہ و صوم و معجز بیک مظهر زار را در تعلیم میفرمودند آنست که در آن سفر  
 کلمه از طرف ابراهیم خلیل علیہ السلام در آن وقت بخندیدند بحیثیت رفقا بکلمه قافله جناب فرغ  
 میفرمودند که در عالم غدا روحی صوم و معجز بیک مظهر زار را در تعلیم میفرمودند آنست که در آن سفر  
 چنانچه در کتب معتبره در حدیث معتبره در حدیث معتبره در حدیث معتبره در حدیث معتبره در حدیث معتبره  
 میفرمودند که آن رسول را بناید که ترک گشت کند و هر دو سابق بارک را که لطیف از حور  
 بودند بدو دست خور نمیکند بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان  
 و از این استقامتی و در جلالی و عزت بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان  
 (آن رسول را بناید که ترک گشت کند) فرمودند پس طور است بارک در سوال و جواب بجز در گریبان  
 نوبت سوم در تقابل جنین رفتند که نذرند از تو بجز بارک در سوال و جواب بجز در گریبان  
 اگر کسی بگوید از اهل اللہ بودی بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان  
 از خود و حسن کن جل بکمال و از مستی و ذوق و بجز خائف آن وقت بارک در سوال و جواب بجز در گریبان  
 کلمات و احادیث ذیل جرحه از ان باب و کلام حرفان و لغوه از ان باب و کلام حرفان و لغوه از ان باب  
 بعد از این حدیث بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان و ناز کنان بجز در گریبان

وادی حماد لے خواب کے متعلق حضرت کی قلمی تحریر (صفحہ ۱۳۱)



## استاذالاساتذہ حضرت علامہ مولانا مہر محمد اچھروی قدس سرہ المصنوع

امام محققین استاذ المدین حضرت مولانا مہر محمد اچھروی ابن عبداللہ ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں موضع چوکھنڈی (مضافات کیسبل پور) میں پیدا ہوئے، آٹھ سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ شفقت سے اٹھ گیا، موضع تھوہا محرم خاں (کیسبل پور) میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا بعد ازاں مولانا حافظ عطاء الرسول کی خدمت میں خوشاب چلے گئے اور قرآن مجید حفظ کر لیا۔ استاذ مکرم کے وصال کے بعد ان کی مسند پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، کچھ عرصہ بعد فوجی ملازمت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ فوج میں بھرتی ہو گئے، کسے خیر تھی کہ ایک وقت یہ فوجی مرجع علماء و فضلاء ہو گا۔ ایک دفعہ کچھ قیدی دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے آپ کے سپرد کئے گئے جو راستہ میں موقع پا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے اس بنا پر آپ کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ اب تحصیل علم کے شوق میں مولانا سلطان محمود نامی کی خدمت میں بنڈیال (سرگودھا) حاضر ہوئے اس زمانے میں فارسی پڑھانے میں ان کی بہت شہرت تھی پھر مقام قاضیاں ضلع مظفر گڑھ) مولانا سید غلام حسین سے کچھ کتابیں پڑھیں بعد ازاں مولانا غلام محمد گھوٹوی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے تلمیذ رشید علامہ محمود سے استفادہ کیا اور اکثر کتابیں شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں جب شیخ الجامعہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو کچھ کتابیں قصبہ انجمنی ضلع گمرات) میں مولانا غلام رسول سے پڑھیں اور حضرت شیخ الجامعہ کے واپس آنے پر انہی سے تمام کتب کی تکمیل کی۔ گھوٹوی میں تحصیل علم کے دوران شیخ الاسلام حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔

فراغت کے بعد جامعہ فتحیہ (اچھروہ لاہور) میں صدر مدرس مقرر ہوئے، کچھ زمانہ کے بعد تنوکی (مضافات لاہور) چلے گئے، پھر جامعہ فتحیہ اچھروہ کے مہتمم جناب قمر الدین مہر سوم کے اصرار اور استاذ محترم علامہ گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایما پر واپس جامعہ فتحیہ تشریف لے آئے اور تمام عمر اسی جگہ درس و تدریس میں صرف کر دی، حضرت مولانا مہر محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ



کو درس و تدریس اور خاص طور پر معقولات میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ہمیشہ معقول و منقول کی انتہائی کتب کا درس دیا کرتے تھے، دورِ راز سے تشنگانِ علوم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سیراب ہوا کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ آسمانِ علم و فضل پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اجدادِ سین کی بہت بڑی جماعت تیار کی جنہوں نے علومِ دینیہ کی مسکِ اہل سنت و جماعت کی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے چند مشاہیر تلامذہ کے نام یہ ہیں:-

- ۱۔ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندلوی دامت برکاتہم العالیہ زین مسندِ تدریس دارالعلوم مظہریہ امدادیہ بندیاں شریف ضلع سرگودھا۔

۲۔ استاذ الافاضل مولانا غلام رسول دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ ضریہ لاکھ پور

۳۔ قاضی حلیل مولانا غلام مہر علی گورکھ پوری مصنف "دیوبندی مذہب"، ایواقیت المہریہ و خطیب جامع مسجد نورچشتیاں شریف (مہاوٹنگر)

۴۔ استاذ العلماء مولانا محمد مہر الدین، مصنف تسہیل المبانی شرح مختصر المعانی،

۵۔ مولانا محمد عبدالحق رحمانی قاعدی (خطیب کاجھڑ پورہ لاہور)

۶۔ مولانا عنایت اللہ چشتی، کالا باغ (ضلع میانوالی)

۲ ربیع الثانی، ۲۹ نومبر (۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء) بروز پیر آپ کا وصال ہوا اور جامعہ

کاجھڑ، لاہور کے قریبی قبرستان میں مدفون ہوئے۔



## مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوانی قدس سرہ (مصنف تفسیر نبوی)

فاضل یگانہ حضرت مولانا نبی بخش ابن جناب محمد وارث (قدس سرہا) ۱۲۶۶/۱۸۶۰ء میں لاہور کے ایک متوسط اراکین گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت کے ممتاز علماء سے اکتساب فیض کیا جن میں سے مولانا معوان حسین رامپوری خطیب شاہی مسجد لاہور، مولانا محمد ذاکر بگوی، مولانا غلام محمد بگوی، پیر عبد الغفار شاہ کشمیری، مولانا غلام قادر بھیروی اور مولانا غلام دستگیر قصوی کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے معیشت کے لئے مسطائی بنانے اور دودھ بیچنے کا طریقہ اختیار کیا تھا اسی لئے آپ کو حلوانی کہا جاتا ہے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور پھر حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی علی پوری سے بیعت ہو کر مجاز ہوئے۔

آپ نے مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج کے لئے بیش بہا خدمات انجام دیں آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، بعض کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ تفسیر نبوی، پنجابی شعروں میں ۵ جلد
- ۲۔ الامتياز بين الحقيقة والمجاز
- ۳۔ جامع الشواہد
- ۴۔ اظہار انکار المنکرین
- ۵۔ النار الحامیہ لمن ذم المعادیہ
- ۶۔ اطلاع الناس فی طلاق الثلاث
- ۷۔ احسان الاموات فی الصدقات والاسقاط
- ۸۔ سبیل الرشاد فی حق الاستاد
- ۹۔ تحقیق الزمان فی آداب المشائخ والاخوان
- وغیرہ وغیرہ

آپ قریباً ایک سو برس کی عمر میں ۱۳۶۵/۱۹۴۵ء میں وصال بحق ہوئے اور اپنی تعمیر کردہ مسجد سٹی کو توالی بیرون دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے لے۔  
مولانا باغ علی نسیم اور علامہ اقبال صاحب فاروقی ایم۔ اے مولانا حلوانی کے مشہور



شاگرد ہیں۔ مولانا بانغ علی نسیم نے آپ کی یاد میں مکتبہ نبویہ قائم کیا جو دورِ جدید کی طباعت و اشاعت کے تقاضوں کے مطابق مسلکِ اہل سنت و جماعت کی گرانقدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

جناب ابوالطاهر قدحسین فدا زید مجدہ نے درج ذیل قطعہ تاریخ وفات لکھا ہے

ہو گئے واصل بحق میں ہمدرد  
عالمِ ذمی مرتبت وہ دیں پناہ  
بندۂ حق صاحبِ فضل و کمال  
عظمتِ علم و حکم کے بادشاہ  
الفی خیر البشر کے فیض سے  
خدا میں داخل ہوئے باغِ وجاہ

کہ گیا ملہم فدا سے سالِ وصل

اذ صیر الہام، "مغفور" الہ

۱۳۶۲ء ۱۳۶۳ء



## شیخ العلماء حضرت مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصص خوانی قدس سرہ

شیخ العلماء، استاذ الفضلاء حضرت مولانا میاں نصیر احمد ابن میاں غلام محمد صوفی  
 ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے، مروجہ علوم کی تحصیل صوبہ سرحد کے ممتاز افاضل سے کی اور  
 مشہور عالم محقق مولانا مفتی محمد احسن المعروف بہ حافظ دراز قدس سرہ (م ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء)  
 سے تکمیل کی اور سند فراغت حاصل کی، جب آپ مستند ریس پرفائز ہوئے تو آپ کی شہرت  
 علمی سن کر بلخ، بخارا اور کابل کے طلباء کا آپ کے گرد جمع ہونے لگا، فارغ التحصیل علماء آپ  
 سے کسب علم کیا کرتے تھے۔

پورے علاقے میں آپ کا فتویٰ چلتا تھا، چونکہ آپ پوری تحقیق سے فتویٰ لکھتے تھے  
 یا مہر تصدیق ثبت فرماتے تھے اس لئے علماء آپ کی تصدیق دیکھ کر بلا تامل تائید کر دیا کرتے  
 تھے۔ ایک دفعہ سوات کے علماء نے فتویٰ دے دیا کہ محراب کے بغیر جماعت نہیں ہوتی،  
 یہ فتویٰ آپ کی نظر سے گزرا تو آپ قاپیر جان قادری، مولانا آقا سید سکندر شاہ تادری  
 چشتی اور مولانا سراج الدین لاہوری (رحمہم اللہ تعالیٰ) کو ساتھ لیکر تحقیق حق کے لئے سوات  
 تشریف لے گئے، تین دن کی گفتگو کے بعد علماء سوات نے پہلے فتویٰ پر نظر ثانی کی اور دوسرا  
 فتویٰ جاری کیا، حضرت مولانا اخوند عبد الغفور صاحب سوات قدس سرہ نے ان حضرات کو  
 بڑی قدر و منزلت کے ساتھ رخصت کیا۔

حضرت مولانا نصیر احمد رحمہ اللہ تعلق سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سے خاندانی نسبت  
 رکھتے تھے نیز حضرت شیخ الاسلام مولانا اخوند عبد الغفور صاحب سوات رحمہ اللہ تعلق کے  
 دستِ اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں بیعت تھے، آپ شعر و سخن کا ذوق بھی رکھتے  
 تھے، آپ کا زیادہ تر کلام پند و نصائح اور بزرگانِ دین کی تعریف و منقبت پر مشتمل ہے،  
 تصنیف و تالیف کے ساتھ بھی اچھا خاصا لگاؤ رکھتے تھے، آپ کی تصانیف حسن عقیدہ  
 اور کمال علمی پر شاہدِ عادل ہیں، چند تصانیف یہ ہیں :-



۱۔ شرح اسماء حسنیٰ (فارسی)

۳۔ ماشیہ شاطبی

۲۔ ترکیب کافیه

۴۔ احقاق الحق، رد تقویۃ الایمان وغیرہ

علاوہ انہیں مولانا حافظ دراز پشاور می قدس سرہ کی مایہ ناز تصنیف منج البہاری شرح صحیح البخاری (پارہ اول) اور اسرار الطریقۃ از حضرت شاہ محمد غوث پشاور می ثم لاہوری قدس سرہ کی تصحیح کر کے شائع کی۔ کاش کوئی مرد خدا حضرت میاں صاحب کی تصانیف کو زیورِ طبع سے آراستہ کر دے، سینکڑوں علماء نے آپ کے فیض سے خوشہ چینی کی اور دنیا سے علم و فضل کے مہر و ماہ بن کر چمکے۔ آپ کے تین فرزند تھے، مولانا میاں محمد، مولانا گل فقیر احمد اور حافظ میاں گل نظیر احمد۔

حضرت علامہ مولانا میاں نصیر احمد قدس سرہ کا ۱۸ رجب المرجب (۱۳۰۸/۱۸۹۱ء)

کو جمعہ کے دن عصر کے وقت وصال ہوا۔ آپ کی وفات پر تمام شہر بند کر دیا گیا اور صوبہ سرحد کے ہزار ہا افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی، کسی نے تاریخ وفات کسی سے

صاح لسانات مولانا نصیر احمد  
قال قوم صف لنا تاریخ تلك الواقعة  
الذی عن ما وفتویٰ مثل لا یسلم  
قلت موت العالم والله موت العالم

۱۳

۱۴

۱۵

۱۔ محمد امیر شاہ، مولانا سید : تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ۱۶ ص ۱۶۷-۱۷۱



## رئیس المناظرین حضرت مولانا محمد نظام الدین ملتانی قدس سرہ

حضرت مولانا ابوالمنصور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری قدس سرہ سلطان شریف میں پیدا ہوئے، اپنے دور کے باکمال اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ دربار شریف حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے سجادہ نشین حضرت امیر سلطان قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور تاحیات تحریر و تقریر کے ذریعے مسلک اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و حمایت کرتے رہے، مناظرہ میں بیڑ طولی رکھتے تھے، آپ کی تصانیف پر عموماً یہ اعلان درج ہوتا تھا :-

” اہل اسلام کو واضح ہو کہ اگر آپ کو کوئی وہابی، شیعہ، مزرائی، چکڑالوی ستائے اور چیلنج دے تو فوراً مولانا محمد نظام الدین ملتانی رئیس المناظرین کو بانتظام جلسہ طلب کریں، لیکن دس دن پہلے اطلاع دیں، ممدوح صاحب ان کے ساتھ ہر وقت مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔“

آپ بفضلہ تعالیٰ ہر مناظرے میں کامیاب رہتے، یہی وجہ تھی کہ مخالفین ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔

مولانا محمد نظام الدین ملتانی قدس سرہ نے تصانیف کا بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا لیکن آپ کے صاحبزادے کاشتکاری میں مصروفیت کی بنا پر آپ کی تصانیف کی اشاعت نہیں کر سکے اس لئے آجکل یہ کتابیں نایاب ہیں، آپ کی تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱۔ سلطان الفقہ المعروف فتاویٰ نظامیہ، گیارہ حصوں میں ان سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً اطراف و اکناف سے آپ کے پاس آتے رہتے تھے، مجاہدہ تعالیٰ یہ فتاویٰ، مکتبہ علویہ رضویہ ڈیکورٹ روڈ لائل پور سے چھپ چکا ہے، تکملہ فتاویٰ نظامیہ اس سے الگ ہے۔

۲۔ حقیقت مذہب شیعہ (چار حصے) ۳۔ ہم کا گولہ برافضی ٹولہ



- ۴۔ قہرِ یزدانی برقلعہ قادریانی  
۵۔ ابا طیل و ہابیہ  
۶۔ النصح والمآرب فی احکام اللہ والشوارب  
(ڈاڑھی اور مونچھوں کے احکام)  
۷۔ القول الجلی فی ردین علی فی کشف المغیبات  
للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
۸۔ عقائد علماء دیوبند  
۹۔ سیف النعمان علی اہل الطغیان  
۱۰۔ بلاغ البین  
۱۱۔ تفسیر نوہ  
۱۲۔ مکتبہ بجواب طمانچہ  
۱۳۔ سیرۃ المقلدین  
۱۴۔ تحفۃ الناظرین یادگار نظام الدین
- ۱۵۔ سلطان التفسیر (دس پارے)  
۱۶۔ زمانے کا تغیر  
۱۷۔ راہِ عرفان (بزبان پنجابی)  
۱۸۔ تحفہ دستگیر  
۱۹۔ شرح قصیدہ غوثیہ  
۲۰۔ مصمام الامامیہ علی اعناق الرافضیہ  
۲۱۔ جرعہ غسلین در حلق غیر مقلدین  
۲۲۔ ظل النمام فی عدم جواز الفاتحہ خلف الامام  
۲۳۔ رسالہ عدم جواز رفع یدین و آمین بالجہر  
۲۴۔ اصلاح الطالبین  
۲۵۔ تحقیق مسئلہ ہمدوست  
۲۶۔ انگار عشق، ڈبل روٹی شرح چکی روٹی  
۲۷۔ نثرین المعروف فی وصفا سلطانی مع رسالہ  
اثبات ذکر جہر۔

حضرت مولانا محمد نظام الدین ملتانی قدس سرہ کا مولد و منشا ملتان شریف ہے بعد ازاں  
دیوباد، دروازہ موجدین میں منتقل ہو گئے اور یہیں آپ کا وصال ہوا۔

حضرت مولانا محمد شفیع مدظلہ خطیب عظیم کاموں کے، مولانا نظام الدین ملتانی کے  
شاگردوں میں سے ہیں لیکن افسوس کہ کوششیں بسیار کے باوجود ان کے تفصیلی حالات و  
کوائف حاصل نہ ہو سکے۔



## سراجِ نساکین حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری قدس سرہ (کیلیا نوالہ شریف)

عارفِ کامل حضرت سید نور الحسن شاہ ابن حضرت سید غلام علی شاہ ابن حضرت سید حیا شاہ (قدست اسرارہم) ۲۷ جمادی الاولیٰ، ۳۰ جنوری (۱۸۸۹/۵۳۰۶) ہمارے شنبہ کی شب کیلیا نوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آبا و اجداد باکمال بزرگ تھے۔ آپ کی طبع سلیم میں ابتداء ہی سے تقویٰ و طہارت اور نیکی کے جذبات بدرجہا تم موجود تھے، ظاہری تعلیم کے لئے آپ پہلے احمد نگر اور پھر قصبہ رسول نگر کے اسکول میں داخل ہوئے اور پرائمری پاس کر کے سکول چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد کیلیا نوالہ شریف کے خوشنویس مولانا نور الہی سے فن خوشنویسی سیکھا، پھر کچھ عرصہ ٹیکیداری کرتے رہے، بعد ازاں چک نسا ضلع شیخوپورہ میں منتقل ہو گئے۔

کیلیا نوالہ شریف کے خاندانِ سادات کے بہت سے افراد شیعہ ہو گئے تھے، انہی کے زیر اثر آپ بھی شیعہ سے متاثر تھے لیکن موجودہ دور کے شیخ پر عکس نماز اور روزہ کے پابند تھے، قدرت نے آپ کو بڑی دلکش اور پُر نواز آواز عطا فرمائی تھی چنانچہ جب آپ مجلس پڑھتے تو سامعین بڑے اشتیاق سے سنتے، نعت بھی بڑے سوز و گداز سے پڑھتے۔ ایک دفعہ شہرِ قریب شریف جا کر مجلس پڑھی تو دھوم مچ گئی، کسی نے جا کر عارفِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شہر قریبی قدس سرہ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "شاید یہ ہی ہمارا کام دیں" ولی کامل کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ حرفِ بحرف صحیح ثابت ہوا اور حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت میاں شیر محمد شہر قریبی سے وہ رابطہ قائم ہوا جو دن بدن بڑھتا ہی رہا اور آپ کے ذریعہ رشد و ہدایت کا ایسا چشمہ جاری ہوا جس سے لاکھوں تپتے کلام سیراب ہوئے۔

علقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ نے شہرِ قریب شریف میں قیام کے دوران قرآن مجید پڑھا اور مرشدِ کامل کی نگاہ سے وہ فیوض حاصل کئے کہ آپ کی تحریر و تقریر بڑے بڑے علماء کو حیرت زدہ کر دیتی تھی۔ آپ اکثر و بیشتر سفر و حضر میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ رہا کرتے



تھے اور ایک وقت وہ آیا کہ حضرت میاں صاحب نے آپ کو اجازت و خلافت مرحمت فرمائی اور آپ ان کے اکابر خلفاء میں شمار ہوئے، جب آپ حضرت شیردہانی قدس سرہ کے حکم سے حضرت کیدیا نوالہ شریف میں منتقل ہوئے تو شیعوں نے مزاحمت شروع کر دی اور طرح طرح سے دیرپے آزار ہوئے، مقدمہ بازی اور قاتلانہ حملے تک نوبت پہنچی لیکن آپ کمال علم سے سب کچھ بڑاشت کرتے رہے حتیٰ کہ مخالفین کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، اور آپ کے فیض کا آفتاب دن بدن عروج پر رہا۔

حضرت شاہ صاحب اپنے دور کے وہ عظیم روحانی پیشوا تھے جن کے ذریعے ان گنت افراد راہِ راست پر آئے اور بے شمار منزل مقصود کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی کی دولت سے نوازا تھا۔ مشکل سے مشکل مسئلہ پر گفتگو فرماتے اور اسے منٹوں میں حل فرما دیتے ایک دفعہ مکان شریف میں عرس کے موقع پر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سے مسئلہ علم غیب پر گفتگو ہوئی جس میں شاہ جی کو آپ کا موقف تسلیم کرنا پڑا۔ آپ کی تصنیف جلیل الانسان فی القرآن تبحر علمی کا بہترین شاہکار ہے جس میں آپ نے مختلف موضوعات پر شرحِ صد سے گفتگو فرمائی ہے اور بعض اختلافی مسائل کو بڑے حکیمانہ انداز سے سلجھایا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اعتراض کرنا پڑتا ہے کہ

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

آپ دو قومی نظریہ کے زبردست حامی اور مؤید تھے یہی وجہ تھی کہ آپ کا لکھنؤ سی اور احراری لیڈروں کے مسموم اثرات کے ازالے کے لئے کوشاں رہے چنانچہ ایک مرتبہ مشہور احراری لیڈر ملک لعل خاں سے دورانِ گفتگو فرمایا:

”فرمانِ مولیٰ کریم ہے اِنَّمَا وَّلِيكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَعْنِي حَقِيْقَةً تمہارے دوست اور سرپرست اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور ایماندا بندگانِ خدا ہیں، ایک مسلمان کے لئے تو یہی پیشوا اور رہنما ہیں، ان کے فرمان تو عرض کر ہی دئے اب ان کے سوا آپ کو گاندھی اور نہرو کا فرمانِ واجب



العل ہوگا جو سوائے جہنم کے ہمیں کسی راستے پر نہیں لے جاسکتا۔ لہ  
 آپ کی شبانہ روز زندگی عبادت اور ذکر و فکر میں بسر ہوتی تھی، مریدوں اور عقیدتمندوں  
 کو بھی شریعت مبارکہ کی اتباع کی تلقین فرماتے، اس کے بعد اوراد و وظائف کی باری آتی آپ  
 مکان شریف اور شرقپور شریف سے فارغ ہو کر لاہور شریف لے جاتے اور حضرت آغا گنج بخش  
 جویری قدس سرہ کے مزار پر انوارِ ضرور حاضری دیتے، بعض اوقات حضرت شاہ محمد غوث رحمہ  
 اللہ تعالیٰ کے مزار شریف پر بھی حاضر ہوتے۔

آپ کے حلقہ ارادت میں بڑے بڑے علماء شامل ہوئے، چند ایک کے نام جو معلوم  
 ہو سکے، یہ ہیں :- ۱۔ حضرت مولانا سید جلال الدین شاہ مدظلہ العالی بانی و مہتمم جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ بھکھی شریف۔  
 ۲۔ حضرت مولانا محمد نواز مدظلہ العالی صدر مدرس مدرسہ مذکورہ۔

۳۔ حضرت مولانا سید منصور شاہ مدظلہ العالی مدرس جامعہ رضویہ لائل پور۔

۴۔ مولانا سید منیر حسین شاہ جو کالوی، مؤلف الشرح الصدور بتذکرۃ النور (سوانح  
 حیات حضرت شاہ صاحب ممدوح قدس سرہ)۔

۳ ربیع الاول، ۲۱ نومبر (۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء) جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب  
 گیارہ بجکر پچیس منٹ پر ۶۳ برس کی عمر میں یہ آفتابِ دلایت عازم فردوس ہوا، حضرت  
 کیلیا نوالہ شریف میں آپ کا مقبرہ منور مرجعِ خلافت ہے آپ کے وصال کے بعد بڑے صاحبزادے  
 حضرت سید محمد باقر علی شاہ مدظلہ العالی سجادہ نشین ہوئے۔

مولانا محمد عبداللہ کجاہی نے درج ذیل تاریخ وفات کہی ہے ۵

سید السادات فرزند رسول	جامع الحسنات، دل بندہ بتول
ماحی بدعات، ابن مرتضیٰ	قرۃ العین شہید کربلا
راحت جان جناب شاہ حسن	سیدی سندی شہ نور الحسن
نور کامل ز آفتاب شرقپور	بے شبہ بد مانتاب شرقپور



بود غوثِ وقت ہم قطبِ رشاد  
 کرد رحلت از فنا سوسے بقا  
 مہ ربیع اول ، رسوم تاریخ بود  
 گفت تاریخ وصالش مولوی  
 رفت خضرِ راہ دعا گو در جناب  
 ہر کہ آمد بردش شد بامراد  
 مخلصاں را رنج و غم ، آہ و بکا  
 چوں بیاید روح پاکش و صعود  
 خادمِ شاہ سلیمان تونسوی  
پیر نور الحسن شاہ عار زمان

ذاکرِ حق پیر نور الحسن شاہ  
رحمتِ حق صلہ یافت از بارگاہ  
 ۱۳ ۴۲

لے میر حسین جو کلاوی ، سید : اشراج الصدور بتذکرۃ النور ، حضرت کبیرا نوار ضلع گوجرانوار ۱۳۴۳ء  
 نوٹ :- یہ تمام حالات اسی کتاب سے لے گئے ہیں ، یہ کتاب ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔



## شیخ طریقت حضرت مولانا حافظ نور الدین فاروقی نقشبندی قدس سرہ

عالم و عارف حضرت مولانا حافظ نور الدین ابن مولانا حافظ غلام رسول موضع ٹھیکریاں  
مونیان تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں تقریباً ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ  
نسب خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اور اکیسویں پشت  
میں حضرت فرید الدین گنجشکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ نے تمام علوم دینیہ کی  
تحصیل والد ماجد سے کی۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور تقریباً ۱۸ سال کی عمر  
میں مروجہ علوم اور تصوف کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔ آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت  
مولانا غلام محی الدین قصوی داکم الحضوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور  
جب تیسری دفعہ بارگاہِ شیخ میں حاضر ہوئے تو خلافتِ خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔

خلافت سے مشرف ہو کر آپ نے موضع چکوڑی بھیلو وال (مضافات لارہ موٹی) میں  
قیام فرمایا اور سلسلہ تبلیغ و ارشاد شروع کر دیا، یہیں آپ نے ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور  
علوم دینیہ کا درس شروع کیا۔ اس مدرسہ نے آپ کی مساعی جمیدہ سے خاطر خواہ ترقی کی۔  
آپ سفر و حضر میں طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔

۱۳۰۲ھ/۵-۱۸۸۴ء میں آپ کا وصال ہوا اور چکوڑی شریف کے قبرستان میں آپ کی  
آخری آرامگاہ بنی۔ لہ قطعہ تاریخ وصال یہ ہے ۵

جنابِ فضیلت مآبِ کمال چو کرو انتقال از سرے زوال

زہے نورِ ملت زہے نورِ حق زہے نورِ دیں حافظِ قبیل و قال

بہ شیخ از لب ہاتف آمد ندا

کہ گو غاب نورِ جلی " بہ سال

۱۳ ۰۲



## علامہ زماں مولانا سید نور اللہ شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

بلند پایہ واعظ اور بے مثل شاعر مولانا سید نور اللہ شاہ ابن مولانا سید چراغ شاہ  
 ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مولانا میر حسن  
 سیالکوٹی (استاذ علامہ اقبال) سے آخری کتابیں اپنے بڑے بھائی مولانا سید عبداللہ شاہ سے  
 پڑھیں۔ آپ حضرت مولانا قاضی سلطان محمود (آدانی) قدس سرہ العزیز کے مفسر و حضر کے ساتھی تھے۔  
 جب حضرت قاضی صاحب بزرگان دین کے مزارات عالیہ کی زیارت کے لئے جاتے تو اکثر آپ  
 کو شرف معیت حاصل ہوتا تھا۔ اور بقول نواب معشوق یار جنگ جب حضرت قاضی صاحب آخری  
 دفعہ اپنے شیخ حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے سوات  
 تشریف لے گئے تو مولانا سید نور اللہ شاہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

آپ فارسی زبان کے عالی مرتبہ شاعر تھے، آپ کے کلام سے قادر الکلامی اور  
 گہرے درد و سوز کا پتہ چلتا ہے، ایک نعتیہ مسدس (نیم مطبوعہ) کے چند بند ملاحظہ ہو:

بدر تو کہ من از دے بجبانم      بعض مدعا تر شد بجانم  
 چہ درد است اینکہ تدیرش ندانم      بجن چارہ کہ تو مشکل کشائی

مینہ بر سینہ ام سنگ جدائی

کجائی یا رسول اللہ کجائی

گلستانِ دفا را نوہباری      بمیدان کرامت شہسواری  
 پیئے محنت شعاراں غم گساری      شکستہ خاطر اں راموسیائی

مینہ بر سینہ ام سنگ جدائی !

کجائی یا رسول اللہ کجائی

زینجائے صبا چوں جستجو کرد      قبائے یوسف گل مشکبو کرد  
 لب اندر مر جبا نشس سولبو کرد      ہمدین است لطف مصطفائی



مینہ بر سینام سنگِ جدائی  
کجائی یا رسول اللہ کجائی

آپ نے حضرت شاہ دولہ دریائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت قاضی سلطان محمود  
(آوانی) قدس سرہ کی تعریف میں متعدد گراں قدر فارسی قصائد لکھے ہیں، ذیل میں حضرت  
قاضی سعد ن محمد آوانی قدس سرہ کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ کے چند اشعار نقل کر جاتے  
ہیں جن کا ہر مصرعہ قابلِ داد ہے۔

روزگارے نہ کہ حرام زہر و حسدیں	آرزو سے مدحت شاہنشاہِ دنیا و دیں
قاضی سلطان محمد امیرِ مہم نامیش	نیک زرد بر روئے دلہا سکہ چوں نقشِ نگیں
دورِ دریائے تقیعت اختر برج شرف	شاہباز اوج عرفاں افتخارِ عارفین
جرعہ از جامِ محبتہ یزید اور کامِ دلم	تا ازین دنیا سے دوں پُر و رشامِ آستین
مشکلے دارم کہ بورائے نیشِ دشمن است	پس چرا بیوہ گویم آنچنان یا ایں جنین

چشمِ دار و شاہ نور اللہ زرخاں فیض تو

ان اصحاب العطا یا یگر مون السائلین

پنجابی میں شجرہ قادریہ غفور یہ نظم فرمایا جس کے دو بند ملاحظہ ہوں

میں بھی قدمِ ولی دا پھڑیا سنگِ اصحابِ کھف دے ریا

دیکھ لوں ہُن قسمت اٹھیا کد تک ہوں ہماریاں نی

پاک رسول محمد سرورِ خلتاں تار و کھایاں نی

عشقِ حقیقی والیاں رنزاں سیاں دلاں وچہ پایاں نی

نور اللہ ہے تیرا بردا ہر دم وچہ ہجر دے مردا

لاہ دے دل دے اتوں پردا کاہنوں مدتاں لایاں نی

۱۔ نور اللہ شاہ، مولانا سید : چشمہ نور (مطبوعہ اسلامیہ سٹیٹیم پریس لاہور) ص ۹-۱۵۔

۲۔ ایضاً : ص ۸۸-۸۹۔



آپ کے اردو، پنجابی اور فارسی قصائد اور شجرات کا مجموعہ "چشمہ نور" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ آج سے پچاس ساڑھ برس پہلے ردِ شیعہ میں آپ کی ایک اہم کتاب تحفہ شیعہ انڈرپریس، سیالکوٹ سے شائع ہوئی تھی جس پر مولانا غلام حسین ساہووالہ (سیالکوٹ) کی منظوم تقریظ تھی۔ چوہدری غلام غوث مصنف مثنوی صمدانی اور نواب معشوق یار جنگ مولف مقامات محمود سے آپ کے گہرے مراسم تھے۔

ماہ جون (۱۳۶۷/۱۹۴۸ء) میں آپ کا وصال ہوا اور پائین درگاہ حضرت امام علی الحق رحمہ اللہ تعالیٰ سیالکوٹ میں مدفون ہوئے۔

۱۔ مکتوب لایعجاب سید نور محمد قادری مدظلہ ساکن چک ۱۵۱ شمالی ڈاک خانہ چک ۱۵ براستہ ملکوال، گجرات، بنام یاقم المردوف۔



## فخر اہل سنت حضرت مولانا علامہ محمد نور بخش توکلی قدس سرہ

مولانا نور بخش توکلی ۱۳۰۵ھ/۱۸۷۷ء میں کوچک قاضیاں ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے علماء سے حاصل کی اور مسلم یونیورسٹی علیگر طبع سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کیا۔ علوم دینیہ سے والمانہ محبت کا عالم یہ تھا کہ میونسپل بورڈ کالج کے پروفیسر ہونے کے باوجود مولانا غلام رسول قاسمی امرتسری کے پاس حاضر ہوتے اور طلباء کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس لیتے۔ جن دنوں آپ محمد ن سکول انبالہ کے ہیڈ ماسٹر تھے حضرت خواجہ توکل شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا مرحوم سرورد و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے۔ آپ ہی کی مساعی جمید سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔

آپ ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ لاہور کے ناظم تعلیمات رہے اور اس کے ساتھ ساتھ گورنمنٹ کالج کے شعبہ عربی کے پروفیسر بھی رہے۔ کچھ مدت کے بعد کالج سے مستعفی ہو گئے۔ حضرت علامہ نے تصانیف کا قابلِ قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ الاقوال الصیغی فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ (امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر روافض اور غیر مقلدین کے اعتراضات کا جواب)

- ۲۔ سیرت رسول عربی ۵۔ شرح قصیدہ بردہ عربی  
 ۳۔ تحفہ شیعہ، دو جلد (ردِ شیعہ) ۶۔ " " " " اردو  
 ۴۔ سیرت غوثِ اعظم ۷۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ



- ۸۔ اعجاز القرآن  
 ۹۔ رسالہ انور  
 ۱۰۔ عید میلاد النبی  
 ۱۱۔ البرزخ  
 ۱۲۔ معجزات النبی  
 ۱۳۔ عقائد اہل سنت  
 ۱۴۔ مغزوات النبی  
 ۱۵۔ تفسیر سورہ فاتحہ و بقرہ

### ۱۶۔ امام بخاری شافعی

آپ بیڑھی سے گرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ بیمار رہے اور ۱۲ جمادی الاولیٰ، ۲۴ مارچ (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کو سفرِ آخرت فرمایا۔ لائل پور کے جنرل بس اسٹینڈ کے قریب حضرت نور شاہ ولی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار کے پاس دفن ہوئے، مزار پر گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔

سہ غلام سرہلی، مولانا : ایوانِ اہل سنت المہدیہ ص ۱۳۶-۱۳۷



## قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ

مخزن ہدایت، منبع کرامت، شیخ المشائخ قبلہ عالم حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۰۲ھ اپریل ۱۹۲۱ء (۱۳۰۲/۱۳۰۳) کو موضع چوٹالہ (بہاولپور) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام ہنوال تھا، والدین نے آپ کا نام بہیل رکھا تھا جسے آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ فخر الدین دہلوی قدس سرہ (۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء) نے بدل کر نور محمد رکھ دیا بعد میں آپ کے والد ماجد نے مہار (جسے حضرت خواجہ عالم کی نسبت سے مہار شریف کہا جاتا ہے) میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ جب آپ کی عمر شریف پانچ برس کی ہوئی تو آپ کو حافظ محمد مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے لئے بٹھایا، انہی سے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا ایک دن حضرت شیخ احمد دودی والدہ رحمہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد مسعود کے مدرسہ میں تشریف لائے حضرت خواجہ صاحب کو دیکھا تو فرمایا:

سبحان اللہ! ایک زمانہ آئے گا کہ اس بچے کے در پر بادشاہ سر رکھیں گے۔

اس وقت کے خیر تھی کہ بہاول پور کا نواب بہاول خان مرحوم ان کے دربار میں آستانہ بوسی کو سرمایہ دار بن سمجھے گا۔

حفظ قرآن کے بعد والد ماجد اور بھائیوں کی خواہش تھی کہ انہیں کسی کام پر لگایا جائے لیکن حضرت خواجہ کی فطرت سلیمہ نے اس بات کو پسند نہ کیا بلکہ مزید دینی تعلیم کے حصول پر زور دیا اور موضع بڈھیراں تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد موضع ببلانہ میں موضع شیخ احمد کھوکھر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کرتے رہے، بعد ازاں ڈیرہ غازی خان چلے گئے اور شرح جامی تک کتابیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ محکم الدین سیرانی قدس سرہ کے ساتھ لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپ کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن علم کے ذوق و شوق میں کبھی کمی نہ آئی، بیکمیل علوم کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور نواب غازی الدین خان کے



مشہور مدرسہ میں داخل ہو کر حافظہ بخوردار حجتی سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ حضرت حافظ صاحب آپ پر خاص التفات فرماتے تھے۔ دن میں ایک دفعہ کھانا تناول فرماتے اور حضرت خواجہ صاحب کو ساتھ کھلاتے۔ آپ نے قطبی کا درس لینا شروع کیا تھا کہ استاذ محترم رخصت پر گئے اور سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا۔

حضرت خواجہ کو تعلیم کے یوں منقطع ہو جانے کا بڑا رنج تھا۔ انہی دنوں آپ کو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ دکن سے دہلی تشریف لائے ہیں اور وہ بہت بڑے عالم ہیں، شوق علمی کشاں کشاں ان کے دربار میں لے گیا۔ حضرت شاہ فخر قدس سرہ نے الطافِ خسرانہ سے نوازا، اگرچہ آپ ایک عرصہ سے درس و تدریس کا سلسلہ منقطع فرما چکے تھے مگر اس جوہرِ قابل کی تکمیل کی خاطر بنفسِ نفیس پڑھانا منظور فرمایا۔ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے پوری محنت سے کتابِ علوم کیا اور سندِ حدیث حاصل کی۔

حضرت خواجہ نور محمد قدس سرہ ۱۱۹۵ھ / ۱۷۵۲ء میں حضرت خواجہ فخر الدین دہلی کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے، کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ فخر قدس سرہ نے پاکستان تشریف جانے کا قصد کیا۔ حضرت خواجہ صاحب بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوئے اور پاکستان تشریف پہنچ کر شیخ و مرشد کی اجازت سے والدہ ماجدہ کی ملاقات کے لئے ہمارے تشریف گئے اور جب تک وہاں رہے تمام دن مسجد میں مراقبہ میں مشغول رہتے۔ آٹھ دن قیام کے بعد والدین سے اجازت لے کر پیر و مرشد کی خدمت میں پاکستان تشریف پہنچ گئے۔ حضرت شاہ فخر قدس سرہ نے آپ کو برجِ نظامی میں عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ان دنوں جو شخص حضرت شاہ فخر قدس سرہ کی خدمت میں مرید ہونے کی غرض سے آتا اسے حضرت خواجہ کے پاس بھیج دیتے، اس طرح سینکڑوں آدمی آپ کے مرید بن گئے۔ حضرت شاہ فخر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابھی مزید دو مہینے یہاں قیام کا ارادہ ہے اس لئے تم اپنے والدین سے طاقات کراؤ۔ حضرت خواجہ صاحب جب دو ماہ وطن گزار کر عساکرِ پاکستان تشریف ہوئے تو آپ کے تقدس اور تقویٰ و پرہیزگاری سے متاثر ہو کر آپ کے بھائی ملک سلطان، ملک برہان اور چچا لکھنوی اور استاذ مولانا محمد مسعود بھی آپ کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے۔ حضرت شاہ فخر الدین سے شرفِ بیعت۔



جب حضرت شاہ فخر الدین پاکپتن شریف سے دہلی تشریف لے گئے تو قبلہ عالم بھی  
ہمراہ تھے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت فخر الدین قدس سرہ نے آپ کو خلافت عطا فرما کر ہمارے شریف  
میں قیام کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہمارے شریف تشریف لے آئے اور ارشاد  
ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا۔ بہت جلد مخلوق خدا پر روانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگی ہزاروں  
افراد آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے اور دامن عقیدت گوہر مراد سے بھر کر واپس ہوتے،  
جو شخص آپ کے دست اقدس پر بیعت ہوتا اس کے ظاہر و باطن میں حیرت انگیز انقلاب برپا  
ہو جاتا۔ آپ کے اکثر اوقات تلقین و ارشاد میں بسر ہوتے اور دیوانے حاضر ہو کر دولت خزانگی  
سے بہرہ ور ہوتے۔ آپ کی مجلس میں امر اور نغز بار ہر طرح کے لوگ حاضر ہوتے مگر آپ نیا داروں  
کی صحبت کو بید نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت خواجہ عالم قدس سرہ تہذیب اخلاق اور اتباع شریعت پر بہت زور دیا کرتے  
تھے آپ فرمایا کرتے تھے،

• کسی کو دوسرے پر غصے نہیں ہونا چاہئے، غصہ باطن میں ایک ایسا جوہر ہے جس کا  
اظہار نور معرفت کی دوری کا سبب ہے۔

• اگر کسی سے شکایت پیدا ہو تو اس کی بہتر تاویل کرنی چاہئے۔

• ظاہر کو موافق شریعت کرنے اور باطن کو اتباع شریعت سے وابستہ کرنے کے  
بارے میں عوام سے پیش ہوگی۔

حضرت قبلہ عالم ہا مبالغہ معرفت کے ایک سمندر تھے۔ تونسہ شریف، سیال شریف،

چاچڑال شریف، گولڑہ شریف، مروڑہ شریف، جلاپور شریف اور احمد پور اسی فیض کے چشمنے

ہیں، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ کے پنجاب

میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کی ترویج و اشاعت میں سب سے زیادہ حصہ حضرت قبلہ عالم ماسعی

جمیلہ کا ہے، دنیا کا کونسا ایسا حصہ ہے جہاں آپ کے بالواسطہ اور بلاواسطہ مریدین اور

نیاز مند نہیں ہیں، آپ کے خلفاء کا ملین کا حلقہ بہت وسیع ہے، چند خلفاء کے اسماء مبارکہ

ہیں :-



- ۱۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی۔
  - ۲۔ مولانا نور محمد تارو والد۔
  - ۳۔ حضرت مولانا حافظ محمد جمال الدین طسانی۔
  - ۴۔ حضرت خواجہ محمد عاقل (چاچڑاں شریف)۔
  - ۵۔ مولانا محمد اکرم ڈیرہ غازی خان۔
  - ۶۔ مولانا تاج محمد ساکن گڑھی۔
  - ۷۔ شیخ جمال حسینی فیروز پوری۔
  - ۸۔ مخدوم نوبہار اوجھی (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔
- آپ کے ہاں تین صاحبزادے شیخ نور الصمد، شیخ نور احمد، شیخ نور الحسن اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئے۔

۳ ذوالحجہ، ۱۳۲۲ جولائی ۱۳۰۵/۱۹۲۳ء کو آپ کا وصال ہوا۔ میرزا نور تاج سرور میں ہے، جہاں حضرت فرید الدین گنجشکر قدس سرہ کے پوتے اور شیخ بدر الدین سلیمان کھماجنزاد حضرت تاج الدین سرور کا مقدر نور ہے، ان کی نسبت سے اس جگہ کا نام ہی تاج سرور پڑ گیا ہے حضرت قبیلہ عالم کو تاج سرور قدس سرہ کے مزاد سے بڑی عقیدت تھی۔ ہر جمعہ کو وہاں حاضر رہتے اور وہاں خانقاہ بھی قائم کر لی تھی۔

کسی نے کیا خوب تاریخ وصال کہی ہے :

“حیف و اویلا جہاں بے نور گشت“

حضرت خواجہ عالم کی مہر مبارک کا بیج بہت ہی پیارا اور دلآویز تھا :

”نور محمد جہاں روشن است“



## سیادت مآب حضرت مولانا پیر سید ولایت شاہ قدس سرہ

راہنمائے ولایت حضرت مولانا پیر سید ولایت شاہ ابن حضرت پیر سید احمد شاہ  
 ۱۳۰۹ھ/۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک یاد کرنے کے لئے پہلے موضع رانیوال گئے۔ پانچ  
 پارے یاد کئے، پھر گجرات چلے آئے، بعد ازاں مدرسہ تعلیم القرآن جہلم میں داخل ہوئے اور  
 قرآن مجید حفظ کیا۔ درسی کتابیں مولانا غلام حیدر (فتحپورہ گجرات) سے پڑھیں اور مولانا قاری  
 غلام نبی لہی سے کتب تجوید کا درس لیا تکمیل کے لئے جامعہ نعمانیہ لاہور میں مولانا غلام محمد  
 گھوٹوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی سے سند فراغت حاصل کی ۱۳۲۳ھ/۱۹۱۵ء  
 میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور  
 عقوڑے ہی عرصہ کے بعد خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ کو اپنے شیخ سے قابل رشک  
 حد تک عقیدت تھی۔

حضرت شاہ صاحب کو ابتدا ہی سے قرآن مجید سے بے پناہ لگاؤ تھا، فراغت کے  
 بعد غالباً ۱۸-۱۹۱۷ء میں مسجد حاجی پیر بخش میں مدرسہ تعلیم القرآن جاری کیا اور شب و روز تعلیم  
 قرآن میں صرف کرنے لگے اور پھر تمام عمر شاعت قرآن اور دین مبین کی خدمت میں صرف کردی  
 ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کے ایما، اور سرپرستی میں اپنے  
 مدرسہ خدام الصوفیہ (مدرسہ شاہ ولایت) قائم کیا اور مقتدر فضلا کی خدمات حاصل کیں۔ یہ  
 مدرسہ ایک مدت تک پورے علاقے میں دینی تعلیم کا عظیم مرکز رہا ہے۔ اس دارالعلوم کی گرانقدر  
 دینی خدمات زریں حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ یہاں سے مدرسین اور خطباء کی عظیم جماعت  
 نے فراغت حاصل کی اور اب ملک کے گوشے گوشے میں دین متین کی خدمات انجام دے رہے  
 ہیں۔

آپ نے درس قرآن کے علاوہ تبلیغی فرائض بھی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دئے  
 اور مازہب باطلہ کی سرکوبی کے لئے پوری قوت سے حق کی آواز بلند کی اور کبھی کسی خطرے کو



خاطر میں نہیں لائے۔ آپ کی تقریر بڑی پُر اثر ہوتی تھی اور جب روح پرور اور پُر سوز  
ادانہ میں قصر آن پاک کی تلاوت فرماتے تو سامعین پر ایک کیفیت چھا جاتا۔

حضرت شاہ صاحب بنیادی طور پر دینی اور مذہبی رہنما تھے لیکن ضرورت  
پڑنے پر اپنے شیخ طریقت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کی قیادت میں  
تحریک مسجد شہید گنج اور تحریک پاکستان میں بھر پور حصہ لیا اور قیام پاکستان کی راہ  
ہموار کرنے کے لئے جگہ جگہ دورے کئے اور عوام کو تحریک پاکستان کے مقاصد  
سے آگاہ کیا۔

محلہ علی پورہ گجرات میں نہایت خوبصورت اور وسیع مسجد تعمیر کروائی جو  
مسجد شاہ ولایت کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تکمیل ۱۹۶۵ء میں ہوئی اور اسی  
مسجد کے پاس آپ محو استراحت ابدی ہوئے۔

۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں حضرت پیر سید سید شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی  
سے آپ کا عقدِ مسنون ہوا جن سے تین صاحبزادیاں اور سات صاحبزادے پیدا  
ہوئے۔ آپ کے صاحبزادگان میں حضرت مولانا سید محمد شاہ گجراتی اور مولانا سید حامد علی  
شاہ مہتمم جامعہ نعیمیہ سرگودھا مشہور و معروف خطیب ہیں اور مولانا سید احمد شاہ  
مدظلہ مدرسہ خدام الصوفیہ میں شعبہ درسِ نظامی کے صدر مدرس ہونے کے ساتھ  
ساتھ مہتمم بھی ہیں۔

۳۱ جولائی (۱۹۶۱ء/۵۱۳۹۰) بروز جمعہ آپ کا وصال ہوا

سے محمد یونس شاہ کاشمی، مولانا سید : حیات شاہ ولایت (مطبوعہ مکتبہ کانپور، کڑیا نادر، گجرات ۵۱۳۹۲) کل صفحات ۸۰۔



## مناظر اسلام حضرت مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری قدس سرہ

حافظ قرآن، محافظ اسلام حضرت مولانا علامہ حافظ ولی اللہ لاہوری ریاست جیوں و کشمیر میں پیدا ہوئے ریاست کے سکھ راجہ کے مظالم سے تنگ آکر دوسرے کشمیری مسلمانوں کی طرح آپ کے والدین بھی نقل مکانی پر مجبور ہو گئے اور چند روز پسرور (ضلع سیلوٹ) رہنے کے بعد لاہور آ گئے۔ حضرت حافظ صاحب کی عمر بھی پانچ سال تھی کہ چھپک کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے، اس منحوس بیماری میں آپ کی ظاہری بصارت ناکل ہو گئی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیرت انگیز قوتوں کا حصہ وافر عطا فرما دیا۔ آپ کے والدین بچپن میں دلبرغ مفارقت دے گئے اور آپ کی کفالت آپ کے مفلوک الحال بھائیوں کے کندھوں پر آپڑی، آپ کے چاروں باہمت بھائیوں نے پوری تندی سے محنت و مشقت کی اور جوان ہونے پر تمام کشمیری خاندانوں میں مقبول ہو گئے۔

ان دنوں لاہور میں قلعہ مہیاں سنگھ والے مشہور فاضل مولانا غلام رسول تشریف لائے تو ازراہِ کرم حافظ ولی اللہ رحمہ اللہ تعلقے کو اپنے ساتھ لے گئے اور اپنی نگرانی میں قرآن پاک حفظ کرایا۔ حافظ صاحب نے حفظ قرآن مجید کے بعد تمام کتابیں پڑھیں اور عبور حاصل کر لیا۔ مولانا غلام رسول کے علاوہ مولانا نور احمد ساکن کھانی کوٹلی اور مولانا احمد دین جوگی سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت حافظ صاحب نہ صرف قرآن مجید بلکہ انجیل کے بھی حافظ تھے۔ انہیں انجیل کے مختلف ایڈیشنوں کے صفحات اور سطرین تک از بر تھیں۔ ۱۸۴۹ء میں پنجاب بھی نگرینوں کے زیر نگیں آ گیا تو لارڈ ڈلہوزی نے یورپ کے عیسائی پادریوں کو ایک خاص منصوبے کے تحت مشنری مراکز قائم کرنے کی دعوت دی، خاص طور پر لاہور میں جن پادریوں نے اپنے مشن کو زور شور سے شروع کیا ان میں پادری فورمین (بانی اینٹ سی کالج لاہور) پادری فونڈر اور پادری عماد الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان پادریوں نے عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اسلام پر کھلم کھلا ایک حملے شروع کر دیے جن کا نتیجہ ہوا کہ عام مسلمانوں



میں اضطراب پایا جانے لگا۔ ان دنوں حافظ ولی اللہ گوجرانوالہ سے لاہور پہنچے اور شاہی مسجد کے نائب خطیب مقرر ہوئے اور حسب حالات کی سنگینی ملاحظہ فرمائی تو مردانہ واد میدان میں آگئے اور تقریر و تحریر کے ذریعے عیسائیوں کے شکوک و شبہات کی دھجیاں بکھیر دیں۔ میدانِ مناظرہ میں عیسائی پادریوں کی وہ درگت بنائی کہ بات بات پر دین اسلام کا تمسخر اڑانے والے اور بے شریا اعتراضات وارو کر کے مسلمانوں کی متبع مغز زہیوں کی کوشش کرنے والے بڑے بڑے جنادری پادریوں پر سناٹا چھا گیا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ نامی گرامی عیسائی مناظرہ حافظ صاحب کا نام سنکر میدانِ مناظرہ سے بھاگ جاتے تھے۔

ایک دفعہ آپ لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے، واپسی پر پتہ چلا کہ آج تین دن مسلمانوں کے علماء اور پادری فونڈر کے درمیان مناظرہ ہو رہا ہے۔ آپ اتنے ہی میدانِ مناظرہ میں پہنچ گئے اور علماء سے اجازت لے کر قن تنہا مقابلے میں آگئے۔ فرمایا چونکہ میں نابینا ہوں اس لئے اپنے مد مقابل کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ آپ کو پادری کے پاس لیجا یا گیا۔ آپ نے اس کے چہرے کو ٹھوٹا اور اس کے منہ پر ایسا زتانے دار تھپڑ رسید کیا کہ پادری کے منہ سے خون بہنے لگا، بس پھر کیا تھا، مناظرہ ہنگامے کی نذر ہو گیا۔

دوسرے دن انگریز مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”مجھ پر یہ الزام غلط ہے کہ میں نے ارادہ قتل سے تھپڑ مارا ہے،

میں تو دیکھنا چاہتا تھا کہ پادری صاحب انجیل مقدس پر ایمان رکھتے ہیں

یا نہیں کیونکہ انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تمہیں ایک تھپڑ مارا جائے تو

دوسرا کال پیش کر دو مگر پادری صاحب نے انجیل کی تعلیم پر عمل کرنے

کی بجائے مقدمہ دائر کر دیا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی حافظ صاحب نے انجیل کے ۲۱ ایڈیشنوں کے حوالے صفحہ دسٹر کی قید سے

سنوتے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ فلاں ایڈیشن فلاں لائبریری میں اور فلاں ایڈیشن

فلاں پادری کے پاس ہے۔

پادری فونڈر جواب دینے کے لئے اٹھا تو اس نے حافظ صاحب کے بیان کی



تائید کی اور مقدمہ واپس لے لیا۔

حافظ صاحب نے تائید ہونے اور بے انداز مصروفیات کے باوجود ردِ عیانت میں یہ کتابیں لکھیں ہیں جن پر آپ کے شاگرد رشید مولانا فقیر محمد جلیلی (مؤلف حدائق الخنفیہ) نے حواشی لکھے ہیں :-

۱۔ مباحثہ دینی۔

۲۔ صیانتہ الانسان عن وسوسۃ الشیطان۔

۳۔ ابجاثِ ضروری۔

۲۳ جہادی الاولیٰ (۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) کو آپ کا وصال ہوا، آپ کی آخری آرامگاہ فلیمنگ روڈ کے کنارے ایک مختصر سے اماطے میں ہے۔

---

۱۔ اقبال احمد قادتی پیرنادر : مناظر اسلام حضرت حافظ علی اللہ، ماہنامہ ضیائے حرم، دسمبر ۱۹۷۲ء، ص ۵۷۷۔

ایضاً ، تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور : ص ۱۶۰-۱۶۵۔



## فقہ العہد سزا والا سا تذہ مولانا یار محمد بندیالوی قدس سرہ

فقہ جلیل مولانا یار محمد ابن جناب میاں سلطان محمد ابن میاں شاہنواز مہ ۱۳۰/۱۸۸۶ء میں بندیال شریف ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، موضع پکا ضلع میانوالی میں قرآن مجید حفظ کیا، فارسی کی ابتدائی کتابیں ایک مقامی عالم سے پڑھیں، صرف و نحو اور دیگر فنون کی کتابیں امام العرف و لغو مولانا محمد امیر دامانی مصنف قانون پنجاب المعروف قانون پنجاب میریہ سے پڑھیں، الفیہ ابن مالک پڑھنے کے لئے مولانا شہار اللہ کی خدمت میں موضع پنجائے ضلع جہلم میں حاضر ہوئے، آپ کو الفیہ ابن مالک (ایک ہزار عربی اشعار کا مجموعہ جس میں صرف و نحو کے مسائل بیان کئے گئے ہیں) پر اس حد تک عبور تھا کہ جس مسئلے کی ضرورت ہوتی وہ مصرح پڑھ دیتے جس میں وہ مسئلہ ہوتا۔

اس کے علاوہ مولانا غلام احمد حافظ آبادی صدر مدرس جامعہ نعمانیہ، لاہور سے استفادہ کیا، کچھ عرصہ جامع مسجد فتح پوری دہلی میں بھی رہے، پھر اعلیٰ تعلیم کا شوق دل میں سئے ہوئے مرکز علم و عرفان بریلی شریف اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب امام اہل سنت اپنا تمام وقت تصنیف و تالیف پر صرف فرما رہے تھے، حالات طبع اس پر مستزاد تھی، اس لئے آپ کے ایما پر مولانا ہدایت اللہ جو نپوری تلمیذ زکشیہ حضرت مولانا علامہ محمد فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منطق و فلسفہ کی انتہائی کتابیں (افق البین، شرح اشارات وغیرہ) پڑھنے کے علاوہ تکمیل علوم کی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعلقے، مصنف بہارِ شریعت آپ کے ہم درس تھے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ میں مولانا صوفی محمد حسین ار آبادی خلیفہ اعظم حضرت حاجی



امداد اللہ مہاجر مکی کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے ریاضی پڑھنے کے شوق میں حکیم اجمل خاں کے مدرسہ میں طب کا بھی باقاعدہ درس لیا۔ فراغت کے بعد آباء، رام پور، بھوپال اور ٹونک وغیرہ مقامات میں بیس بائیس سال تک درس دیا، پھر بندیاں تشریف لے آئے اور مسلکِ اہل سنت کی بھرپور تبلیغ فرمائی۔ بڑے بڑے مخالفین آپ کے سامنے آنے سے گھبراتے تھے، سینکڑوں اجدادِ اہل علم آپ سے مستفید ہوئے جن میں سے یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں :-

۱۔ مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر یونیورسٹی، علی گڑھ۔

۲۔ شیخ القرآن مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی۔

۳۔ سلطان المدرسین مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی مدظلہ۔

پاکستان کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ امدادیہ مظہریہ، بندیاں تشریف آپ کی یادگار ہے۔ یہ مدرسہ آپ کے صاحبزادگان حضرت مولانا محمد عبدالحق بندیا لوی مدظلہ العالی اور حضرت مولانا محمد فضل حق بندیا لوی نید مجدہ کے زیرِ اہتمام نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس دارالعلوم نے اہل سنت و جماعت کو فضلاء اور مدرسین کی بہت بڑی جماعت مہیا کی ہے، سلطان المدرسین، استاذ العلماء الکاملین حضرت مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی دامت برکاتہم العالیہ اس دارالعلوم میں علم و فضل کا دریا بہا رہے ہیں۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں نمایاں حصہ لیا، ضلع سرگودھا کے اکثر امرار یونیورسٹی تحریک کے حامی ہونے یا خضر وزارت کے زیرِ اثر ہونے کی وجہ سے تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کے سخت خلاف تھے اس کے باوجود فقیر العمر قدس سرہ نے تحریکِ پاکستان کے حق میں زور دار تقریریں کیں، طبقہ امرار کے ماتھے شکن آلود ہوئے لیکن آپ نے کسی کی پروا کئے بغیر فرمایا:

۱۔ غلام مہر علی، مولانا : ایواقت المرید ، ص ۳-۱۰۲۔

۲۔ غلام رسول سعیدی، مولانا : حیاتِ استاذ العلماء بندیا لوی ، ص ۱۹۔

۳۔ ایضا : ص ۳۹۔



” ایک طرف اسلام کا بھٹکا ہے اور دوسری طرف کفر کا، اب تمہاری مرضی ہے جسے چاہو اختیار کر لو“  
چنانچہ آپ کی تحریک پر ہزار ہا افراد مسلم لیگ میں شریک ہوئے تھے

۲۲ محرم الحرام ۱۰۶۰ (۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۶ء) کو فقیرِ عصر مولانا یار محمد بندیا لوی قدس سرہ  
محبوبِ حقیقی سے جا ملے تھے

آپ کا مزار شریف بندیاں (ضلع سرگودھا) میں ہے، ہر سال ماہِ محرم میں آپ کا عرس  
منایا جاتا ہے جس میں ملک کے نامور مقررین شمولیت کرتے ہیں۔

۱۔ غلام رسول سعیدی، مولانا : حیاتِ استاد العلماء بندیا لوی ، ص ۴۲۔

۲۔ ایضاً : ص ۴۲۔



## شاعر اہل سنت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعلقے

شاعر اہل سنت مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۶ رجب ،  
 ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء) کو بعد از نمازِ عشاء بدایوں میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام محمد فضل حسین  
 تجویز کیا گیا۔ آپ کے مورث اعلیٰ مولانا خواجہ عبداللہ چشتی بدایوں کے مایہ ناز عالم اور مشہور  
 محدث و مفسر تھے۔ چار سال کی عمر میں والدین کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اس لئے تربیت کا  
 انتظام غالب و مومن کے شاگرد مولانا علی احمد خاں امیر بدایونی نے کیا۔ جب مولانا کی عمر سات  
 سال ہوئی تو انہیں فاضل اساتذہ نے پڑھانا شروع کیا۔ پہلے قرآن مجید پڑھایا، پھر فقہ، تفسیر و حدیث  
 کی کتابیں پڑھائیں۔ تقریباً چودہ سال کی عمر میں آپ نے عالمانہ استعداد حاصل کر لی۔ آپ نے  
 دس سال کی عمر میں شعر کہنا شروع کیا اور آخر عمر تک شیغل جاری رکھا۔ ۱۹۱۷ء سے ایک عرصہ تک  
 آپ کے زیرِ بہتمام بدایوں میں راجی شریف کے عظیم الشان جلسے منعقد ہوتے رہے، تقریباً ۳۵ سال  
 تک سرکاری ملازمت سے وابستہ رہے، اس کے باوجود علم و ادب کی وہ گراں قدر خدمات  
 انجام دیں جنہیں تاریخ فراموش نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو نظم و نثر پر یکساں قدرت عطا  
 فرمائی تھی۔

مولانا ضیاء القادری نہایت خلیق اور سراپا درد بزرگ تھے، ایشیا و علوم کی مصتی جاگتی تصویر  
 تھے، انکسار پسند اور شگفتہ مزاج تھے، ظاہری شان و شوکت سے آپ کو کوئی لگاؤ نہ تھا، تقویٰ و  
 پرہیزگاری میں سلف صالحین کا بہترین نمونہ تھے، پاک و ہند کے مشہور شعرا مثلاً شکیل بدایونی، مضطر  
 صابری، ماہر القادری، طالب انصاری، محشر بدایونی، سحر ابر آبادی، تالش قصوری اور رضا قریشی  
 آپ کے ممتاز شاگرد ہیں۔

مولانا نے نظم و نثر میں تصانیف کا اگر انقدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کے کلام میں



بزرگانِ دین کی عقیدت اور دین و مذہب کا لگاؤ نمایاں عنصر ہیں، خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں :-  
 ” مولانا ضیاء القادری کے کلام میں ایسی مذہبی زندگی ہے جو ایک دفتر کے لئے ان مردہ دلوں کو بھی گرمادے گی جو مذہبی تاثرات کے معاملہ میں بالکل ٹھنڈے ہو چکے ہیں “ لے

آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں :-

۱. اکل التاریخ (۲ جلد) سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول قادری کا مفصل خاندانی تذکرہ۔
۲. تاریخ اولیائے بدایوں۔
۳. ستارہ سعادت۔
۴. دیار نبی۔
۵. مرقع شہادت۔
۶. تجلیات نعت۔
۷. ہفت احمد۔
۸. قصائد صبح نورانی۔
۹. مجموعہ اسلام۔
۱۰. جوارِ غوث الوریٰ۔

وغیرہ وغیرہ

آپ کا کلام طویل عمر تک آستانہ، دہلی میں شاعرِ آستانہ کے نام سے شائع ہوتا رہا ہے۔  
 ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء میں آپ کو حج و زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہوا کہ آپ پاکستان کے سب سے پہلے حاجی تھے، اسی سفر میں حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انفار پر حاضری دی۔

۱۲ جمادی الاخریٰ، ۱۵ اگست (۱۳۵۰ھ / ۱۹۷۰ء) بروز ہفتہ، کراچی میں آپ کا وصال

ہوا، مزار فیڈرل ایریا کراچی میں ہے لے

لے مکتوب مولانا محمد نشا تائش قصوی، خطیب فردوسِ عسریٰ مزید کے (شیخوپورہ)



آخذ



# ماخذ

نمبر شمار	اعلام	کتاب	مطبع	سن اشاعت
۱	ابوالاحسان	محدث اعظم پاکستان (لائل پوری)	ادارہ علمیہ لاہور	
۲	"	روندا مدرسہ احیاء العلوم پورہ پورہ		
۳	احمد رضا بریلوی، امام اہلسنت	الاستمداد	نوری کتب خانہ لاہور	
۴	احمد حسین قریشی، پروفیسر	گجرات کی تمدنی تاریخ قلمی		
۵	"	یادِ سلف		
۶	"	پیر خرابات	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۷۰ء
۷	احمد اختر، نبیرہ بہادر شاہ ظفر	مناقب فریدی	مطبع احمدی دہلی	۱۳۱۴ھ
۸	احمد علی شرقپوری	آفتاب ولایت	اشرف پریس لاہور	۱۹۶۰ء
۹	آغا عبداللہ جان	مونس المخلصین	عباسی لٹریچر آرٹ پریس کراچی	۱۳۶۶ھ
۱۰	اقبال احمد فاروقی، مولانا پیرزادہ	تذکرہ علمائے اہل سنت، لاہور	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۷۵ء
۱۱	"	تقدیس الوکیل (مقدمہ)	نوری کتب خانہ، لاہور	
۱۲	محمد امام الدین، مولانا	بیاض النور	شیخ الہی بخش، محمد جلال الدین لاہور	۱۳۳۳ھ
۱۳	امیر بخش، مولانا	انوار شمسیہ	مفید عام پریس لاہور	۱۹۱۴ء
۱۴	امیر علی امام، سید	مولانا عبدالحامد بدایونی پراکھ نظر		
۱۵	امام الدین، مولانا	نصرۃ الحق	مفید عام پریس سیالکوٹ	۱۳۲۸ھ
۱۶	امیر شاہ قادری	تذکرہ مشائخ سرحد جلد اول	عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور	۱۳۸۳ھ
۱۷	"	جلد ثانی	مفید عام پریس سیالکوٹ	۱۹۷۲ء



۱۹۶۳	مقبول اکیڈمی لاہور	صوفیا نقشبند	۱۸	ایم ایڈین، حکیم سید
	دین محمدی پریس لاہور	ماشیہ نبراس	۱۹	ابر خوردار، مولانا ملتان
۱۹۶۵	مکتبہ اشق تہذیبی	تقریظ اصول اربعہ	۲۰	بعبیر الدین سیوستانی
	رفیق عام پریس لاہور	یارانِ طریقت	۲۱	جماعت علی شاہ، سید امیرت
	آستانہ بکڈ پوڈلی	حیات جاوید	۲۲	حسن علی بٹر قوری، ملک
۱۹۶۵	مکتبہ فریدیہ ساہیوال	تجلیاتِ نعت (پیش لفظ)	۲۳	حسن نظامی، خواجہ
۱۳۹۳ ۱۹۶۳		العوارم السنذیہ	۲۴	حشمت علی خاں، مولانا
		تذکرہ شہ جہت	۲۵	حیدر حسین شاہ
		بلغۃ الہجران (طبع اول)	۲۶	حسین علی مولوی
۱۹۶۲	پشتواکیڈمی پشاور	حواشی توارخ سخ حافظ رحمت خانی	۲۷	خان روشن خان
	دارالمولفین اسلام آباد	تاریخ مشائخِ محبت	۲۸	خلیق احمد نظامی، پروفیسر
۱۳۴۹	کریبی پریس لاہور	مقدمہ میزان اللہ بیان تفسیر القرآن	۲۹	دیدار علی شاہ، مولانا سید
۱۹۴۱	پاکستان پبلسنگز کراچی	تذکرہ علمائے ہند مترجم	۳۰	رحمن علی، مولانا
۱۹۶۳	مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان	فارسی گویانِ پاکستان جلد اول	۳۱	سبط حسن رضوی، ڈاکٹر
	منظور عام پریس پشاور	مقدمہ صلوات الرسول	۳۲	سید احمد سرکویٹی، مولانا، حافظ
	اہل سنت برقی پریس مراد آباد	تذکرہ اولیائے محبت (پنج تالی)	۳۳	سلطان احمد فاروقی، مولانا
۱۹۴۴	مکتبہ صنوریہ لائل پور	المخطبۃ الاشرافیہ	۳۴	سید عدت کچھوچھوی، مولانا
۱۹۶۵		انوار محی الدین	۳۵	شبلیہ سعیدی
		ذکرہ نوشاہی	۳۶	شریف احمد شرافت نوشاہی مولانا
		شریف التوارخ (قلسی)	۳۷	شریف احمد شرافت نوشاہی مولانا



۱۹۶۳ء	مکتبہ نوشاہیہ سینیل گجرات	اذکارِ نوشتہ ہیبہ	شرفیاحمد شرف نوشاہی، مولانا	۳۸
		جمالِ نقشبندی	صلاح الدین نقشبندی	۳۹
۱۹۷۶ء	مکتبہ قادریہ لاہور	گلزارِ رحمانی	ضیاء محمد ضیاء، خلیفہ	۴۰
	حلقہ اشرفیہ پاکستان سٹریٹ کراچی	قطبِ بانی	طیب شرف جیلانی، سید	۴۱
	مکتبہ رضویہ کراچی	حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد اول	ظفر الدین بہاری، ملک العلام	۴۲
		تذکرہ مشائخ بگویہ	ظہور احمد بگوی	۴۳
	میرٹھ	البيان (عربی)	محمد عبد اعظم میرٹھی، مولانا مبلغ اسلام	۴۴
		انوارِ تفسوی	عبدالرسول، مولانا	۴۵
۱۹۹۳ء	مرکزی مجلسِ رضا، لاہور	سوانح سراج الفقہار	محمد عبد الحکیم شرف قادری	۴۶
۱۹۷۰ء	ہری پور ہزارہ	شرح المحقوق (حرفِ آغاز)	"	۴۷
۱۹۷۴ء	سلسلہ کی ادبی بورڈ ملتان	نورِ جمال	عبدالحق، سر ڈاکٹر	۴۸
۱۹۷۶ء	نور محمد، کراچی	نہبۃ الخواطر جلد ۸	عبدالحی، حکیم مورخ	۴۹
۱۳۲۵ھ	ابوالعلائی پریس آگرہ	گلزارِ جمالیہ	عبدالعزیز پیر ہاروی علامتہ العصر	۵۰
	مکتبہ قاسمی ملتان	کوثر النبی	"	۵۱
۱۹۷۱ء	رضا اکیڈمی لاہور	سیرتِ سالک	عبدالنبی کوکب، قاضی	۵۲
	عالگیر الیکٹرک پریس لاہور	حسن الجودہ	عبداللہ کوٹروی، مولانا	۵۳
		تاریخ الدیوانِ قلبی	عبد اللہ شیخ، مولانا	۵۴
۱۹۴۴ء	نوری کتب خانہ لاہور	بزرگانِ لاہور	غلام مستگیر نامی، مولانا	۵۵
۱۳۸۹ھ	مکتبہ منظریہ امدادیہ بندریال (سرگودھا)	حیاتِ استاذ العلماء بنڈیالوی	غلام رسول سعیدی، مولانا	۵۶
۱۹۶۳ء	مکتبہ انوار الصوفیہ قصور	مقدمہ فضل الرسل	غلام رسول گوہر، مولانا	۵۷
	کتب خانہ منوثریہ بیجاہرہ	۲۷ مناظرے	غلام محمد قاضی، مولانا	۵۸



۱۹۴۴	مکتبہ مہریہ پشیمان شریف	الیواقیت المریہ	۵۹	غلام مہر علی مولانا
	پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور	جان بچان (مقدمہ سیف الملوک)		فقیر احمد، ڈاکٹر
۱۳۳۳ ۱۸۸۶	نور لکھنؤ	عدائق الخفیه		فقیر محمد، مولانا
۱۹۶۵	یونیورسٹی بک انجمنی پشاور	نیاپین (مفرنامہ)		فضل حق شیدا
۱۳۳۱	مکتبہ اویسیہ بہاولپور	التذکار السعید فی ذکر غلام فرید	۶۳	فیض احمد اویسی، مولانا
۱۹۶۹	گورنر شریف	مہر منیر	۶۲	فیض احمد، مولانا
	مکتبہ رشیدیہ چکوال	آفتاب ہدایت	۶۵	کرم الدین دبیر
۱۹۳۲	مسلم پرنٹنگ پریس لاہور	تازیانہ سعیرت (بار دوم)	۶۶	"
		ذکر ولی دومرا ایشی	۶۷	کرم حسین شاہ، حکیم سید
		خزینہ معرفت ( " )	۶۸	محمد ابراہیم قصوری
۱۹۴۹		مدد مرکز جمعیتہ العلماء پاکستان	۶۹	محمد قادری، سید مولانا
۱۳۹۰	کنول آرٹ پریس لاہور	ہدایت المریدین	۷۰	محمد اعظم نوشاہی
۱۳۳۲	کری پریس لاہور	العصیۃ الیوسفیہ قاری الفقیہ الغوثی	۷۱	"
	جامعہ قادریہ لاہور	نائب اعلیٰ حضرت	۷۲	محمد فضل کوٹلوی
	جامعہ قادریہ لاہور	شہید اہلسنت	۷۳	"
	مطبع سلائیہ ٹیم پریس لاہور	ہدایۃ المسلمین	۷۴	میاں محمد بخش، مولانا
	نوری کتب خانہ لاہور	مناظرہ بریلی کی مفصل مدونہ	۷۵	محمد حامد، فقیہ شافعی
	اللہ والے کی قومی کان لاہور	حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	۷۶	محمد حسن نقشبندی
	مرکز تحقیقات فارسی اولینڈ	فہرست نسخہ مخطوطی خواجہ سارا اللہ خراباتی	۷۷	حسین تبسبی
	منڈی بہاؤ الدین	ذکر حبیب حصاؤل		ربین، ملک صوفی
۱۳۰۲	مطبع مصطفائی لاہور	شہد		حبیب



۱۹۵۲	کراچی	ایک مجاہد معمار	محمد سعید	۸۰
	طیب بک پور، لاکپور	ضیائے لاثانی	محمد سلیم نقشبندی، مولانا	۸۱
		بارہ تقریریں (ایڈیشن اول) گردپوش	محمد شریف نوری، خطیب پاکستان	۸۲
۱۹۵۱	تادریچہ متصل نوان کوٹ لاہور	المقبول	محمد شریف، ڈاکٹر	۸۳
۱۹۴۵	مکتبہ رضویہ گجرات	اکابر تحریک پاکستان	محمد صادق قصوی	۸۴
۱۹۴۱	انجمن تبلیغ الاحیاء لاہور	مولانا غلام محمد ترمذی	محمد موسیٰ امرتسری، حکیم اہل سنت	۸۵
۱۳۹۲	مکتبہ مشرق لاہور	ذکر مغفور	"	۸۶
۱۳۸۳	لال پور	مجموعہ فوائد عثمانی	محمد اکبر، سید	۸۷
۱۹۶۸	مکتبہ تاریخ لاہور	لاہور میں ویسٹ نقشبندی مرکز	محمد دین کلیم، مورخ لاہور	۸۸
۱۹۶۸	مکتبہ نبویہ لاہور	تاریخ اولیائے چشت لاہور	"	۸۹
۱۹۶۹	شاہ آباد ضلع رحیم یار خان	عباد الرحمن	مغفور القادری مولانا، سید	۹۰
۱۳۶۳	مجازی پریس لاہور	انوار لاثانی	محمد رفیق، صوفی	۹۱
۱۹۶۱	کراچی	گلدستہ عقیدت	محمد عابد القادری	۹۲
۱۹۵۹	"	نقوشِ جمیل	محمد عالم مختار حق	۹۳
	مکتبہ معلوت لائل پور	عاشق رسول	محمد عتیق الرحمن سیفی	۹۴
۱۹۶۹	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	تذکرہ منظر مسعود	محمد مسعود احمد، پروفیسر	۹۵
۱۹۶۶	اسلامیہ پریس کوئٹہ	دائمی تقویم (مختصر)	"	۹۶
۱۹۶۲	مرکزی مجلس ضلہ لاہور	پیاماتِ یومِ رضا	محمد مقبول احمد قادری	۹۷
	دین محمدی پریس لاہور	جتماعِ صدیق فی شانِ قلندر	محمد یوسف سروردی	۹۸
۱۳۹۲	مکتبہ کاظمیہ گجرات	احیاءِ شاہِ ولایت	محمد یونس کاظمی، مولانا سید	۹۹



۱۳۹۱ھ	بھوالی پور بہار	تذکرہ علماء اہل سنت	۱- محمد احمد قادری، مولانا
۱۳۹۲ھ	المعارف لاہور	خزینۃ الاصغیاء (مقدمہ)	۱۰۱ محمود عالم ہاشمی، مفتی
۱۹۴۳ء	کراچی	تذکرہ حیاتِ محمد المشائخ	۱۰۲ مختار احمد مجددی، سید
	اردو اکادمی بہاولپور	خواجہ غلام فرید	۱۰۳ مسعود حسن شہاب
۱۹۶۳ء	جہلم	مقالاتِ محمود	۱۰۴ معشوق جنگ، نواب
۱۹۶۱ء		حضرت شیخ القرآن	۱۰۵ منظور احمد رانا
۱۹۶۳ء	کیلیا نوالہ شریف گوجرانوالہ	انشرح الصدور بتذکرۃ النور	۱۰۶ منیر حسین جوکالی، سید
۱۹۴۵ء	گولڑہ شریف	اعلام کلمۃ اللہ	۱۰۷ سر علی شاہ گولڑوی، شیخ الاسلام
۱۹۶۵ء	"	مقالاتِ رضیہ	۱۰۸ "
	انجمن نعمانیہ لاہور	نور	۱۰۹ نور بخش نوکلی مولانا
	اسلامیہ سٹیٹیم پریس لاہور	چشمہ نور	۱۱۰ نور اللہ شاہ
۱۳۲۵ھ	محمدیہ سٹیٹیم پریس لاہور	انتخاب مناقب سلیمانہ	۱۱۱ یار محمد طاقی، مولانا



## ماہوار جرائد

۱۹۶۲ء	جولائی	ضیائے حرم، بھیرہ	۱
۱۹۶۲ء	دسمبر	"	۲
۱۹۶۳ء	مارچ	"	۳
۱۹۶۳ء	اکتوبر	"	۴
۱۹۶۴ء	"	"	۵
۱۹۶۴ء	دسمبر	"	۶
۱۹۶۵ء	مئی	"	۷
۱۹۶۶ء	"	"	۸
۱۹۶۳ء	مارچ	ترجمانِ اہل سنت، کراچی	۹
۱۹۶۴ء	نومبر	"	۱۰
۱۹۶۵ء	جنوری	"	۱۱
۱۳۳۸ھ	ربیع الآخر و جمادے الاولے	الرضا، بریلی	۱۲
۱۳۹۰ھ	رمضان المبارک	رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ	۱۳
۱۹۶۱ء	جنوری، فروری	رضائے حبیب، گجرات	۱۴
۱۹۶۴ء	جولائی	فکر و نظر، اسلام آباد	۱۵
۱۹۶۲ء	فروری	نقوش، لاہور	۱۶
۱۹۶۱ء	ستمبر	نباض، لاہور	۱۷
۱۹۶۳ء	مارچ، اپریل	نوری کرن، بریلی	۱۸
۱۹۶۹ء	جون، جولائی	نورِ اسلام، مشرقیہ	۱۹



۱۹۶۰ء	اکتوبر	الحیب، لاہور (جمعیت نمبر)	۲۰
۱۹۶۱ء	جون	العزیز، بہاولپور	۲۱
۱۹۶۱ء	ستمبر	"	۲۲
۱۹۶۲ء	مارچ، اپریل	پاسبان، الہ آباد (امام احمد رضا نمبر)	۲۳
۱۹۶۰ء	نومبر، دسمبر	حقی، لائل پور	۲۴
۱۹۶۸ء	جولائی	اردو ڈائجسٹ	۲۵
۱۹۶۸ء	جنوری	قومی زبان، کراچی	۲۶
۱۹۶۳ء	جنوری، فروری	سبیل، لاہور	۲۷
۱۹۶۳ء	جولائی	"	۲۸
۱۹۶۱ء	اکتوبر	مجلد طبیب، لاہور	۲۹
۱۹۶۱ء	اکتوبر، نومبر	فیض رضا، لائل پور	۳۰
۱۹۶۱ء	جون	پال کراچی	۳۱
۱۳۹۲ھ	ربیع الآخر	رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ	۳۲
۱۹۶۵ء	اکتوبر	حکایت، لاہور	۳۳
<b>جرائدِ بہفت روزہ و سہ ماہی وغیرہ</b>			
۱۹۶۰ء	۱۲ جنوری	(بہفت روزہ)	۳
۱۹۶۵ء	مارچ	( " )	۳۵
۱۹۶۵ء	جولائی	( " )	۳۶
۱۹۶۲ء		(سہ ماہی)	۳۷
۱۹۶۵ء		(خصوصی شمارہ)	۳۸
۱۹۶۱ء	۲۵ اکتوبر		۳۹



م. محبوب حق، لاہور

۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء

## روزنامے

۱۹۵۸ء	۴ فروری	اخبار جمعیت	۴۱
۱۹۶۰ء	۲۰ جولائی	نئی روشنی، کراچی	۴۲
۱۹۶۲ء	۱۵ جون	جنگ، کراچی	۴۳
۱۹۶۲ء	۲۵ جون	"	۴۴
۱۹۶۲ء	۵ جون	جسارت، کراچی	۴۵
۱۹۶۲ء	۵ جون	"	۴۶
۱۹۶۸ء	اگست	سعادت، لائل پور	۴۷
۱۹۶۹ء	اگست	"	۴۸
۱۹۶۸ء	۷ اگست	کوہستان، لاہور	۴۹
۱۹۶۵ء	۱۹ اکتوبر	مسادات، لاہور	۵۰
۱۹۶۵ء	۱۷ اگست	"	۵۱
۱۹۶۸ء	۲۷ اگست	مشرق، لاہور	۵۲
۱۹۶۴ء	۲۷ اپریل	"	۵۳
۱۹۶۸ء	۷ اگست	نوائے وقت، لاہور	۵۴
۱۹۶۳ء	۲۶ ستمبر	"	۵۵



# قطعہ تاریخ طباعت

از نتیجہ فکر

مکرمی حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ ساہنپال شریف  
(ضلع گجرات)

شکرِ خدائے را کہ با فضائل و الجلال      این تذکرہ اکابرِ علمائے سمیثال  
فضلا دین کہ مشرب شہا اہلسنت      ہر یک بعہدِ خویش فقیرے ست لائوال  
تالیفِ مستطاب جناب وحید عمر      عبدالحکیم آنکہ شرف قادری کمال

از سالِ طبع او چو شرافت خیال کرد

آمدندائے ہاتف "تذکار اہل حال"

۱۳ ۹۶



# قطعہ تاریخ طباعت

از نتیجہ فکر

جناب ابوالطاهر فدائین فدائیر علی مسرور ماہ ، لاہور

ہے مصلحین قوم کا یہ تذکرہ جو مستند  
نظر نواز و دل نشیں ہے اس کا رنگِ گفتنی

رموز و سرِ صالحین کی ہے یہ داستانِ عجب  
مئے یقین و عزیمت کا ہے یا سرورِ بے خودی

مرقعِ حکم سے کہیں نہ اہلِ علم کیوں؟  
مریہِ خامہ شرف ہے کہ نوائے آگہی

کہاں ہیں اب وہ طالبانِ فقہ و سنت و کتاب  
کہ جن کے دم سے ہے حسینِ حدیثِ عشقِ سرمدی

خیالِ سالِ طبع پر فدائے خوش کلام سے  
سروشِ غیب کہلاٹھا ریاضِ کلکِ قادری

۱۳ ۹۶



## ”تذکرہ اکابر اہل سنت“

شرف کرتے ہیں ذکرِ احقاقِ حق، ابطالِ باطل کا  
 خلاصہ لکھ دیا ہے ان کے احوال و خصائل کا  
 نتیجہ ہے کئی برسوں کی جو تحقیقِ کامل کا  
 وہاں تک ذہن کیلئے پہنچے بساں ان مسائل کا  
 شرف صاحب کے محدود صین کا رتبہ ہے منزل کا  
 نمونہ جو عائد تھے جہاں میں حُسنِ کامل کا  
 ملا ہے کفر و دین میں رتبہ جن کو حدِ فاصل کا  
 شرف جن ناشرانِ دین کو ہے لُطائفِ باطل کا  
 کہ ان میں جو بھی تھا حافظ تھا وہ دیکھے مسائل کا  
 سہارا جن کو ہر پل زندگی میں تھا نوافل کا  
 نظر آئے انھیں جو دہر بھر میں نقشِ باطل کا  
 کہ رستہ ان میں اکثر نے لیا طوق و سلاسل کا  
 فسانہ ہے زبانِ عشق میں پیرایہِ دل کا  
 ہے نقشہِ عالمانِ دین کی جدوجہدِ کامل کا  
 حقائق کی زباں میں تذکرہ تمیزِ باطل کا

جو سوچیں ”ذکر و اذکار حسین“ سالِ اشاعت،

کمالاتِ سلف کا، رہنماؤں کے فضائل کا،

فضا میں شو ہے بُستانِ اہلِ سنت کے حنادل کا  
 اکابرِ اہلِ سنت کے ہوئے ہیں ملک میں جتنے  
 یہ مرحومینِ ملت کا ہے جامع تذکرہ ایسا  
 جہاں پہنچے ہیں یہ فاضل مؤلف بگردانش میں  
 رہ تبلیغ و تدریس و فقاہت کے تناظر میں  
 لکھی اختیارِ ملت، حاملانِ شرع کی سیرت  
 یہ ان کا تذکرہ ہے جو علومِ دین پر حاوی تھے  
 ہر جن کا معاندین و ملت کے رہے دہم  
 یہ ان کی بات ہے جن سے زمانہِ فیض پاتا تھا  
 فرائض اور سن میں جن کے روز و شب گزرتے تھے  
 یہ ان کا تذکرہ ہے جو مٹا دیتے تھے دنیائے  
 یہ سب تھا اتباعِ سرورِ کونین کا حامل  
 شرف صاحب کی اس کاوش کی کیا تعریف کیجے  
 گزشتہ اور موجودہ صدی کے یہ کوائف ہیں  
 رقم کرتے ہیں علامہ شرفِ محمود محنت سے



حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کجالاتِ عبیدہ  
اور سیرتِ طیبہ

# سِرُّ رُؤُوسِ الْقُلُوبِ

## بِذِكْرِ الْمَحْبُوبِ

صلى الله تعالى عليه وسلم

امام متکلمین مولانا شاہ نعمتی علی خاں بریلوی قدس سرہ اعزیز

۱۲۲۶ھ ————— ۱۲۹۶ھ

۱۸۳۰ء ————— ۱۸۸۰ء

والد ماجد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

شبیر پبلشرز • ڈوبار لائبریری



# شرح الصدور

بشرح حال الموتی و القبور



محدث اعظم ابوالفضل عبدالرحمن ابن کمال

ابوبکر جلال الدین سیوطی



مُتَرجِم

حضرت علامہ مولانا محمد شریف نقشبندی

شعبان برادرزادہ پبلشرز ○ اردو بازار، لاہور



# عالم فقہی ایم اے اسلامیات کی تصانیف

اسلام کے نظام عبادت پر کتب کا عام فہم مکمل سیٹ

## احکام طہارت

آداب رفع حاجت - استنجا - غسل - وضو - تیمم - حیض و نفاس کے مسائل کا مکمل مجموعہ - یہ وہ مسائل ہیں جن کا ہر فرد کے لیے جاننا ضروری ہے - قیمت - ۱۸/ روپے

## احکام نماز

نماز کے موضوع پر قرآن حدیث کی روشنی میں عام فہم زبان میں مسائل نماز پر مکمل کتاب -  
احکام روزہ : رمضان المبارک کے مسائل اور فضائل پر مقبول عام کتاب -  
ہر خاص و عام اور واعظین کے لیے نادر تحفہ - قیمت - ۲۲/ روپے

## احکام زکوٰۃ

زکوٰۃ و عشر کی فرضیت، فضائل مسائل نصاب زکوٰۃ، مصارف و فوائد پر دور جدید کے تقاضوں کے مطابق منہ بولتا زندہ شاہکار -

## احکام حج

حج و عمرہ کرنے کے لیے مکمل مسائل اور فضائل کا مجموعہ - حج کرنے کا مکمل طریقہ - دعائیں - زیارتِ مدینہ کے محبت بھرے آداب -

## اذکار قرآنی

قرآنی دعاؤں اور وظائف کے فوائد اور خواص کا انمول تحفہ -

قیمت - ۱۵/ روپے

ناشر: شبیر برادرزہ پبلشرز ● اردو بازار، لاہور



نوافل، اعمال اور دعاؤں کا مجموعہ  
 عملیات اور تعویذات کا خزانہ

# حزبِ سلیمانی

مع

فالنامہ، خواب نامہ و تعبیر نامہ

مؤلف

حضرت مولوی خواجہ اشرف علی لکھنوی مدظلہ

شبیر برادرز پبلشرز، اردو بازار، لاہور



